

اخبار الصنادید

جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد الٰہی عزوجل

الٰہی تو ہے خسروِ خسروان — دو عالم میں ہے تیرا سکہ روان
ازل سے ابد تک ہے شاہی تری — دوامی ہے عالم پناہی تری
ترے زیرِ فرمان زمین و فلک — ترے تابعِ حکم انس و ملک
تری حکمرانی ہے حکمت کے ساتھ — بڑی صولت و شان و شوکت کے ساتھ
ترے قصر کا چرخ اطلس ہے فرش — ترا تاج عظمت ترا تخت عرش
باین عزت و جاہ خاقان چین — ترے خوانِ احسان کا ہے ریزہ چین
بڑھا جائے جو اعزاز کمزور کے — سلیمان مہمان ہون مور کے
تری سلطنت مین پئے مجرمان — جہنم ہے زندانِ آتش فشان
اطاعت گزارون کی تقدیر مین — لکھا باغِ فردوس جاگیر مین

ترے آگے شاہوں کی شوکت ہے ہیچ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

نعت خواجہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

[illegible]
[illegible]

کہاں ان کے کوچے کا پیدا عدیل — کہ جاروب کش ہے پر جبرئیل
زمین جسکی ہے رشک باغ بہشت — ہوا مشکبو خاک عنبر سرشت
جدھر دیکھیے عالم نور ہے — جو ذرہ ہے وہ ذرہ طور ہے
ہدایت سے عالم کو روشن کیا — سب ان کو رشک امین کیا
ہوا آپ کا جس گھڑی سے ظہور — ضلالت ہوئی مثل مسکون سے دور
زمانے میں تھے جتنے اہل ذکا — دل و جان سے فرمان لائے بجا
ہیں مصطفےٰ آل عالی نسب — یقینی معظم مکرم ہیں سب
جو آسمان ان سے بڑھکر نہیں — ولی قطب و ابدال ہمسر نہیں
نمونے یہ آثار قدرت کے ہیں — یہ تاج اعزاز و عظمت کے ہیں
سب اصحاب کشف و کرامات ہیں — زمانے میں افضل ہیں ہدایت ہیں

مدح بندگان فلک شان حضور فیض گنجور عالی خطاب جوزا رکاب فرمان روائے کشور ہند ترکی طغرائے صحیفہ سروری گوہر دریائے تاجداری افسر فرق بختیاری خورشید نگاہ انجم سپاہ ملک معظم سکندر شان اعلیٰ حضرت جارج پنجم قیصر ہندوستان ادام اللہ اقبالہ و زاد اجلالہ

ادب سے جھکا کر کے سر سے قلم — لکھا اب مدحت جارج ذی جشم
جسے کہتی ہے خلق شام و سحر — کہ ہے قیصر ہند فرخ سیر
بڑے قدر دان اہل معنی کے ہیں — مربی فصیحان دنیا کے ہیں
جوان و جوان بخت و اقبالمند — نکو رو نکو کار نیکی پسند

خداوند ہمت نہایت دلیر
سخاوت میں حاتم شجاعت میں شیر

لیاقت میں تہذیب اخلاق میں
یگانہ ہیں مشہور آفاق ہیں

فراست وہ حاصل خداداد ہے
بجا ہر سبب [illegible] ہے

نظر سوئے آغاز و انجام ہے
رعایا کی بہبود سے کام ہے

کہیں ظلم و بے اعتدالی نہیں
کوئی شاکی خستہ حالی نہیں

بسر ہوتی ہے اب کہ بے دردِ غم
خلائق ہے مصروف دعا دمبدم

عدالت ہے اس درجہ مدِ نظر
کہ وقت سیاست بھی [illegible]

کسی جرم میں کوئی اہل خطا
[illegible]

خدا اے شاہ جہاں دار کو
[illegible]

سلامت رکھے جاہ و اقبال سے
کرے بہرہ ور دولت [illegible] سے

کسی طرح کا دہر میں غم نہ ہو
ترقی جاہ و حشمت کم نہ ہو

ترقی پہ اقبال ہر دم رہے
رہے خصم پامال ہر دم رہے

التماس

میں نے یہ کتاب [illegible] میں شائع کی تھی [illegible] وقت جتنی ضروری باتیں [illegible] تحقیق [illegible] چونکہ یہ تاریخ میری [illegible] کام ہے اس لیے میں اس وقت سے برابر [illegible] کرتا رہا اور وقتاً فوقتاً مختلف حالات جمع کیے یہاں تک کہ [illegible] تحقیق کا نتیجہ بصورت موجودہ ہے

جسکو مین ناظرین کی خدمت مین نہایت عاجزی سے پیش کرتا ہون بعض بعض جگہ مین نے اپنی رایون اور عبارتون مین بھی ضروری تصرفات کیے ہین۔ اب پہلے نسخے مین سے غلطی جو ہین وہ سب ناقص و ناکارہ ہین اگر کہین پائے جائین تو ناظرین انپر التفات نہ کرین۔

مقدمۃ الکتاب

افلاک کی گردشین اور طبقات انسانی کے تغیر و تبدل جو جو عبرت بخش تصرف عمل مین لاتے ہین وہ انجام بین نگاہون مین مآل اندیش طبائع سے پوشیدہ نہین۔ رات دن کی الٹ پھیر معزز و محترم اشخاص کی باثمر زندگی کو پورا کرکے ابنائے روزگار کی صحبت سے انکو علیحدہ کرتی ہے اور صفحۂ ہستی کو آنے والی نسلون کے واسطے پاک و صاف رکھنے مین طبعی خاصہ دکھاتی ہے۔

اگر سلسلۂ تاریخ عالم مین نہوتا تو ہمکو شاہان سلف اور نامورانِ ماسبق کی حالات سے کچھ بھی آگہی نہوتی اُن کے باعزت و جلال کارنامے اُن کے اجساد کی طرح ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہوتے جن قومون مین تاریخی انتظام نہین وہ آج بھی باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے باعتبار عدم شہرت حشرات الارض کے مساوی ہین۔

افاغنۂ روہیلکھنڈ جنکی مفصل تاریخ لکھنے کا مین نے تہیہ کیا ہے ایک باوقعت گروہ انسانی ہے لیکن مورخین کے عدم التفات کے سبب سے

اِس قوم کے سربرآوردہ لوگ بھی مشتبہ سے حالات سے مخفی ہو گئے ہیں
افسوس اپنے پُرارمان دل اور ارادوں کو خون میں لیے ہوئے [illegible] مذاہب
متحدہ اگرہ و اودھ میں روہیلکھنڈ کے نام سے جو حصہ [illegible] ہے
اس کی مفصل تاریخ آج تک نہیں دیکھی گئی البتہ مختصراً [illegible] نے اس کی طرف
فی الجملہ توجہ کی ہے لیکن اس میں بھی اپنے [illegible] شخصی تعلق [illegible] بات [illegible]
تحقیق کو نہ معلوم کیوں ترک کیا ہے میں نے مطالعہ [illegible] غرض سے
اس خطے کے پٹھانوں کی جو روہیلوں کے نام سے مشہور ہیں مفصل تاریخ
لکھی ہے اور صاف صاف حالات سب [illegible] کے
انہیں جن سے معاملات و [illegible] کی صحت [illegible] ہوتی ہے [illegible] کی
بات ہے وہ [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] حیثیت میں
جن کتب سے [illegible] ہے [illegible]
میرے [illegible] میں [illegible] کی تکمیل
ہوئی ہے [illegible] ہونے کے سبب [illegible]
جب [illegible] نہیں ہوتے اور [illegible]
بجائے [illegible] عزت [illegible] میں سے
[illegible] میں [illegible] سے [illegible]
اگرچہ [illegible] شاہی [illegible] میں [illegible]
[illegible] میں [illegible] وقت [illegible]
[illegible] روزانہ [illegible] نہیں ہوتے [illegible]

اپنے ارادے کی تکمیل کی اور قوم کی توجہ اور ہمدردی سے مجھکو کوئی مدد نہین پہونچی۔ تمام تعلیم یافتہ قومین اپنی قوم کے صنّاع اور مصنف و مؤلف کی مدددانی اور سرپرستی کرتی ہین - بخلاف ہمارے اہل وطن کے کہ بجاے تائید مخالفت کرکے درپے تخریب ہوتے ہین - مجھکو موجودہ اہل کمال اور آنے والے اہل علم سے [illegible] کا رہے وہ ضرور میری محنت کی احسنت و مرحبا کہکر داد دینگے جو [illegible] کی جانکاہی کا وافی صلہ ہوگا - مین حسب قانون قدرت کسی غیر معلوم میعاد کے بعد دنیا کو خیرباد کہکر راہی ملک بقا ہونگا لیکن یہ میری تحریرین دنیا و نیز وجود در حیات جاودانی کا کام دینگی - اس پیرایہ مین اہل علم کی صحبتون سے شرکت کا لطف حاصل کرونگا اہل انصاف مجھکو نیکی سے یاد کرکے میری روح کو فرحت بخشین گے -

تاریخ اور اُس کی تعریف اور موضوع اور غرض اور فائدے اور خاصے کے اصطلاحی معانی

اصطلاح مین انسانون کے یکجا ہو کر رہنے کو تمدن اور اس انسانی مجمع کو مدینہ اور ان مختلف حالتون کو جو طبعًا اسکو عارض ہون مثلاً بسنا - اجڑنا - ملنا - بچھڑنا - گرنا - سنبھلنا - سیکھنا - بھلانا - لڑنا - جڑنا وغیرہ وغیرہ واقعات تاریخی - اور پچھلون کا پہلون سے سنکر ان واقعات کو اکٹھا کرنے اور اپنے سے پیچھے آنے والون کی عبرت اور نصیحت کے لیے بطور نمونہ چھوڑ جانے کو تاریخ کہتے ہین تاریخ ایک

آئینہ ہے جس سے ہم زمانۂ ماضی کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہین اور چونکہ ان حالات کا علم انسان کے تجربے اور معلومات کا دائرہ زیادہ وسیع کر دیتا ہے اِس لئے تاریخ ایک نہایت قابل قدر چیز سمجھی جاتی ہے۔

مورخین عرب نے تاریخ کی جو کچھ تعریف کی ہے اُس کا بیان مختلف ہے بعض کہتے ہین کہ تاریخ ایک وقت کے مقرر کرنے کا نام ہے تاکہ اُس وقت خاص کی طرف پچھلے اور اگلے زمانے کو منسوب کیا جائے۔ اور بعض کہتے ہین کہ تاریخ وقت کا بیان کرنا ہے اِس طرح کہ کسی واقعہ کے ابتداے پیدایش کو اُس کی طرف منسوب کیا جائے مثلاً یہ بتائین کہ فلان مذہب یا فلان سلطنت یا فلان معرکہ یا فلان حادثۂ ارضی وسماوی اس وقت مین ظاہر ہوا تھا جو کچھ واقعات خاص اس وقت مین ظہور پذیر ہوتے ہین اور جو کچھ اس سے پیشتر یا پیچھے ظہور پائین اُن سب کے معلوم کرنے کا مبدا یہی وقت ہوتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ تاریخ یہ ہے کہ دنون اور راتون کو بیان کرین اِس طرح کہ جس قدر برس اور مہینے گذر چکے ہین اُن کا ذکر آنے والے برسون او مہینون تک کیا جائے۔[1]

علم تاریخ اشخاص کے حالون اور اُن کے شہرون اور واقعات اور عادتون اور صنائع بدائع اور اُن کے نسبون اور مرنے کے وقتون کے جان لینے کو کہتے ہین۔ تاریخ مین زمانۂ گذشتہ کے اشخاص مثلاً نبیون

[1] دیکھو کشف الظنون ۱۲

ولیون۔عالمون۔فلاسفرون۔بادشاہون۔شاعرون وغیرہ کا حال
بیان کیا جاتا ہے یہی اُسکا موضوع ہے اور اُس سے غرض یہ ہوتی ہے
کہ اگلے زمانے کے واقعات معلوم ہوجائین فائدہ اِس علم کا یہ ہے کہ
خاصان خدا اور بزرگان دین اور بہی خواہان قوم کے عمدہ اور شریف
اقوال و افعال سے واقف ہونا اور اُن کی تقلید سے عمدہ اخلاق اور
نیک خصلتین اختیار کرنا۔اور بد اخلاقی اور بُری خصلتون کوچھوڑنا۔سلطنت
کرنا۔وفادار اور آزاد رعیت بننا۔سلطنت اور ملک کے لئے عمدہ
قاعدے اور قوانین ایجاد کرنا اور ظلم کو روکنا اور صلح اور امن سے رہنا
دوستون سے ملنا اور دشمنون سے بچنا۔علم و ہنر مین ترقی کرنا۔جائز
طریقون سے مال و دولت حاصل کرنا اور اُسکو عمدہ اور واجبی طور پر
صرف کرنا۔نہ صرف آغاز و انجام سلطنتون کے کہ مختلف زمانون مین ہوئین
اور نہ فقط عیوب اور اوصاف حاکمون کے مقصود بیان تاریخ کا ہے
بلکہ منظور یہ ہے کہ خداوند تعالے کے قضا و قدر پر کہ ایک کو خاک مین ملایا
اور دوسرے کو تخت بادشاہی پر بٹھایا غور کرنا چاہیئے۔کیا کیا اقبال و ادبار
اُسکی قضا و قدر سے واقع ہوا اور ہوتا ہے۔تاریخ کے علم کا خاصہ یہ ہے کہ
بادشاہون اور امیرون کو تعلیم دے اور عوام الناس کو بھی اچھی تربیت
بخشے اُسکے اوراق کے صفحون سے کارآزمودگی اور تجربہ کاری سلطنت کی
بے تفاوت واضح ہوتی ہے۔غرض اس علم سے بڑھکر کوئی علم ذریعہ انسانی
ترقی تہذیب و شائستگی کا نہین ہے کیونکہ دین کو دیکھو تو اِس کا محتاج۔دنیا پر

نظر ڈالو تو اُسکی حاجت مند ہے۔ یہ علم انسان کے لئے ایک دوسری عمر ہے گھر بیٹھے ملکون کی سیر کرنی اور جو بات سفر کے شدائد اُٹھا کر حاصل کرتے ہین وہ اپنے گھر مین حاصل کرنی اسی علم کا خاصہ ہے۔ اسی لیئے دُنیا کے اکثر اہل علم نے اپنے اور پرائے ملکون کے حالات اور تاریخین لکھ کر انسانون کو ترقی اور تہذیب کے زینے پر چڑھایا ہے۔ مین نے بھی چاہا کہ تاریخ کے عمدہ اور شریف فن مین کچھ لکھون تاکہ میرے ہم جنسون کو اس سے فائدہ ہو۔ مین جانتا تھا کہ میری محنت تاریخ نویسی اور خاندان نواب سید علی محمد خان کی سوانح نگاری امرا کی جوہر شناسی کو مرحمت اور قدر کے راستے پر کھینچ لائے گی مگر خیالات کے اختلاف نے بیچ مین خاک اُڑا کر کام خراب کر دیا اور اُن لوگون مین کوئی ایسا بھی نہین جو اِس فن سے دلچسپی رکھتا ہو۔

رؤس ثمانیہ

متقدمین کا یہ دستور تھا کہ ہر ایک کتاب کے اول مین آٹھ چیزین بیان کرتے تھے جنھین رؤس ثمانیہ کہتے تھے۔ (۱) غرض کتاب (۲) عنوان کتاب (۳) منفعت کتاب (۴) مرتبۂ کتاب (۵) مُصنّف یا مؤلف کا نام اور رتبہ (۶) کتاب کس قسم کے علم سے ہے (۷) کتاب کے کتنے حصّے اور باب اور فصلین ہین (۸) مستعمل تعلیمون مین سے اس مین کون کی قسم اختیار کی ہے۔ اِس لیئے مین بھی اِن آٹھون باتون کو جو اس کتاب مین موجود ہین بتاتا ہون۔

غرض اس تالیف سے یہ ہے کہ افاغنۂ روہیلکھنڈ کے حالات جو روہیلون کے نام سے مشہور ہین جس قدر متفرق کتابون وغیرہ مین ہین وہ اِس مین جمع ہوجائین تاکہ روہیلکھنڈ کی رعایا جن کا حق ہم وطنی مجھپر ہے اِس سے فائدہ اُٹھائے اور اس مجموعے سے روہیلکھنڈ کے پٹھانونکے حالات ناظرین کے ذہن نشین ہوکر اُنکو اس بات پر قدرت حاصل ہوجائے کہ جب چاہین یہان کے واقعات ظاہر کرسکین اور جو کوئی ذکر اُن کے سامنے روہیلون کے متعلق آئے وہ اُسکی تصحیح یا تکذیب کرسکین اور پٹھانون کے مزاج اور طرز معاشرت کے متعلق ایک ایسے قاعدۂ کلیہ پرحاوی ہوجائین کہ اُنکی اُن باتون کی نسبت جو آیندہ واقع ہون اور ہمین مذکور نہین ہین پیشین گوئی کرسکین اور روہیلون کی ریاست کے بانی اور فاتح کا قصہ بیان کرسکین۔ یہ بتاسکین کہ وہ کس کی اولاد مین ہین۔ موجودہ روہیلون کے اسلاف نے کیا کیا کارنامے صفحۂ ہستی پر یادگار چھوڑے ہین اور کون سے ضلعے اُنکے قبضۂ اقتدار سے نکل گئے ہین اور اُنھون نے گورنمنٹ برٹش کے ساتھ کن کن موقعونپر خیرخواہیان کین اور کیا کیا صلہ پایا اور اُنھون نے اپنی رعایا کے رضامند اور رفیق رکھنے کے لئے کیا کیا برتاؤ رکھا اور اُن کے جانشینون کو کیا کرنا چاہیئے۔

عنوان اس کتاب کا یہ ہے کہ روہیلکھنڈ کے پٹھانونکی کوئی مفصّل اور سچّی تاریخ اس سے پہلے نہین لکھی گئی جس ملک کا مین پشتون سے رعیّت ہون اور جس قدر اِس ملک کے متعلق (جس مین روہیلون نے اُولوالعزمی اور

فتوحات کا جھنڈا گاڑا تھا۔) تو اریخ مین حالات تلاش کیئے اور لوگون کی زبان سے سُنے تو وہ مختلف اور پریشان ملے اور پھر بھی نہایت عامیانہ طرز پر تھے جن مین نہ اسباب و علل کا مرتب سلسلہ معلوم ہوتا تھا نہ واقعات کی اصلیت کھلتی تھی نہ سنون کا سلسلہ وار صحیح پتا چلتا تھا اس لئے مجھ سے نہ یہ ہو سکا کہ سنہ وار تمام واقعات کو جمع کرتا اور نہ محض سُنی سُنائی باتون پر اقتصار کر سکا نہ نوشتون ہی پر بھروسا رکھا بلکہ یون مناسب سمجھا کہ ہر ایک رئیس کے ضمن مین واقعات زبانی اور تحریری سنجیدگی سے جانچ کر لکھے جائین جن مین سنون کا پتا چلے سنہ لکھدیے جائین اور اُن کا اختلاف جتا دیا جائے باقی اخبار کے طور پر ویسے ہی بیان کر دیے جائین اور گو بہت سے ایسے نامی سردارون اور بادشاہون اور امیرون کا ذکر بھی اس مین آگیا ہے جو خاص اس ملک سے تعلق نہین رکھتے ہین مگر چونکہ یہان کے روہیلون سے اور اس ملک سے اُنکو کسی قسم کا علاقہ تھا اور سلسلہ اس تاریخ کا بغیر اُن کے ذکر کے ناتمام رہتا اس لیئے اُن کے حالات چھوڑنا مناسب نہ تھا۔ اِس لیئے یہ "تاریخ سلاطین متاخرین دہلی اور والیان اودھ اور نوابان فرخ آباد اور مرہٹون وغیرہ کے بعض بعض معرکون کا بھی ذکر ہے طرز معاشرت اور انتظام ملکی کے متعلق ہر رئیس کے حالات مین علیحدہ علیحدہ لکھنا طوالت سے خالی نہ تھا اس لیئے اس تمام بحث کو علیحدہ ایک جگہ بیان کر دیا پھر بھی اگر کہین تکرار مضامین ہو گئی ہے تو اُسکو قند مکرر سمجھنا چاہیے فارسی کی عبارتون کا با حتیاط ترجمہ کیا ہے محاورے مین فرق رہ جائے تو اہل فرق

معاف فرمائیں۔ واقعات کا لکھنا چنداں مشکل نہ تھا مگر وہ باتیں جن کے لکھنے کا
اُس زمانے کے مؤرخوں کو بہت کم خیال تھا یا اُسکی قدر نہیں کرتے تھے
اور اِس زمانے میں اُنہی کی تلاش اور اُنہی کی قدر کی جاتی ہے مشکل سے
دستیاب ہوئیں میری یہ تاریخ کماحقہٗ فلسفیانہ تاریخ نہیں تاہم جہان تک ممکن ہوا
سوسائٹی کے مختلف پہلوؤں پر نقادانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ تاریخ نگاری کے راستے
مین ایک سخت کانٹا یہ موجود ہے کہ اپنے وقت کے حُکّام کے حالات صحیح صحیح
قلم بند کرنے مین ہزاروں دشواریاں ہین البتہ گذشتہ حکام کے حالات لکھنے مین
جو لوگ اِس جہان سے گذر گئے ہین اندیشہ نہیں ہے مگر اُن لوگون کو جو دیسی
ریاستون کے باشندے ہین اپنے وطن کے گذشتہ لوگون کے بھی صحیح حالات
لکھنے مین اِن مشکلات سے رستگاری نہیں ہوتی ہے پھر خیال کرلو کہ ہماری تاریخون
مین آزاد طبیعتون کو کیا لطف آئے کہ ہمارا طرز تحریر مقید ہوتا ہے رُکھائی اور سچائی
سے کام لینے کی ہم مین مطلقاً جراُت نہیں۔ تاریخون کا جزو یورپ آزادی اور
صاف گوئی وہ ہمارے یہان معدوم ہے۔ مین خیال کرتا ہون کہ یہ نازک اور
مشکل کام جب ایمانداری اور دیانت سے کرون گا خواہ گذشتہ لوگون کے
حالات ہون یا اِس زمانے کے حُکّام کے تو اکثر حکام کی ناراضی حاصل کیئے بغیر
نہیں رہ سکونگا کیونکہ بعض شخص اس تاریخ کے ایسے ہین کہ اگرچہ وہ دنیا مین
اس وقت حکمران یا صاحب اعتبار نہیں مگر اُن کے بعض اخلاف ایسے موجود
ہین کہ وہ اُن کے حق مین میری سچی تحریرون کو ناگوار سمجھین گے اور میرے دشمن
بن جائین گے۔ کیونکہ اُن کا آئینۂ دل داغ تعصب سے پاک نظر نہیں آتا اسی لیئے

مین نے وہ حالات بہت سوچ سمجھ کر جو تاریخی عبرتون کے اعلے نمونہ ہین
لکھے پھر بھی ایسے لوگون کے شور و شغب کا بہت خیال رکھا ہے اور کسی کا دل
آزردہ کرنا شریعت اور طریقت کی رو سے بُرا سمجھا ہے۔ مین نے یہ تاریخ مفصل
لکھی ہے اور جس قدر واقعات ایسے ملے کہ اُن سے انکار نہین ہو سکتا تھا
اور اُن مین قانونی مداخلتون کی دشواری پیش آنے کا اندیشہ نہ تھا اُن کو
احتیاطًا بھی مخفی نہین رکھا ہے کیونکہ جو مؤرخ تاریخ اس نظر سے لکھتے ہین کہ اُس سے
انسان کا بھلا ہو اور اُس سے اُسکی عقل و دانش زیادہ ہو تو وہ ضرور حکام
کے افعال و اعمال لکھتے ہین اُنکی بھلائی بُرائی دلائل اور براہین کے ساتھ تحریر
کرتے ہین تاکہ اگر وہ دیدہ و دانستہ غفلت اور بے پروائی کرتے ہون تو اس سے
متنبہ ہون مگر ان عیب و صواب کے تبلانے مین اُنکی رائین مختلف ہوتی ہین
ایک ہی کام ہوتا ہے جسکو ایک بھلا دوسرا بُرا دلائل سے ثابت کرتا ہے
پس اس طرح مختلف مؤرخون نے روہیلون کی بھی تاریخین لکھی ہین اور اُنکے
افعال کی زشتی اور نکوئی کو دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے ایک بات کو ایک
مؤرخ اس پیرایے مین بیان کرتا ہے کہ وہ سر سے پیر تک بُری ہی بُری
معلوم ہوتی ہے دوسرا مؤرخ اُسکو اس انداز سے ادا کرتا ہے کہ وہ ساری
بھلی ہی بھلی دکھلائی دیتی ہے مین نے اُسکو دونون طرح سے بیان کر کے
اِس کتاب مین دکھلا دیا ہے جس کے پڑھنے سے مجھے یقین ہے کہ ناظرین اصلی
واقعات کا اندازہ بخوبی کر لین گے۔ انگریزی مورخون مین ہر شخص کو اپنی رائے
کے اظہار کے لیئے بشرطیکہ اُس کے لیئے وجوہ ہون اختیار حاصل ہے۔

اِس لئے وہ اپنی گورنمنٹ کی غلطیون پر اور اپنے افسرون کی لغزشون پر
ایسے ایسے سخت اعتراض چرب زبانی سے کرتے ہین کہ جو اِس کوچے سے
نابلد ہین وہ جانتے ہین کہ یہ شخص کوئی اپنی گورنمنٹ کا بڑا سخت دشمن ہے اور
حقیقت مین قومی رہنمائی کا کام یہی ہے کہ جب وہ دیدہ و دانستہ غفلت و
بے پروائی کرے تو اُسکو متنبہ کرے اور سچّی دل سوزی اور ہم دردی کا
اقتضا یہ ہے کہ اُس کے کامون پر نیک نیتی کے ساتھ سچی سچی راے ظاہر
کرے غرض جو اس چاشنی سے بے بہرہ ہین وہ اس نکتے کو ہرگز نہین سمجھ
سکتے کہ اس عیب بینی ہی کی بدولت ہر ایک قوم عالی ہمّت بلند حوصلہ
معراج ترقی پر چڑھتی جاتی ہے۔

منفعت اس کتاب کی یہ ہے کہ تھوڑے سے زمانے مین افاغنۂ روہیلکھنڈ
کے وہ حالات معلوم ہو سکتے ہین جو برسون مین واقع ہوے ہین اور اُس سے
یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کس طرح ادنےٰ درجے سے اپنے تئین اعلےٰ درجے پر
پہونچاتا ہے۔ایک زمانہ وہ تھا کہ اِن روہیلون کا سرغنہ اور ریاست
رام پور جو کہ صوبجات متحدہ آگرہ واودھ مین ایک زرخیز خود مختار ریاست ہے
اس خاندان کا مورث اعلےٰ ایک نہایت معمولی گھر مین پیدا ہوا جب اِس کا
ستارہ ایسے گھر مین جھلملایا ہوگا تو کسی کی آنکھ ادھر نہ اُٹھی ہوگی مگر تقدیر ضرور
کہتی ہوگی کہ دیکھنا آفتاب ہو کر چمکیگا اور ستارے اس ملک کے اُس کی
روشنی مین دُھندلے ہو کر نظر سے غائب ہو جائین گے غریب مان نے اس
ہونہار لڑکے کو بڑی تنگدستی اور افلاس کی حالت مین پالا تھا اُسکے صدق دل

کی دعائین جو ٹھنڈی سانس کے ساتھ رات کو درگاہ الٰہی مین پہونچی تھین اپنا کام کر گئین۔

شاہ اورنگ زیب کے مرنے کے بعد جب سلطنت ہند کا جہاز تباہی مین آیا اور وہ شکستہ ہو کر پاش پاش ہوا اور اُس کے تختے اِدھر اُدھر بکھر گئے اور جس زبردست کے ہاتھ کوئی تختہ لگ گیا اُس پچھلے پاؤن جا کر اپنے تئین تخت نشین سلطنت سمجھنے لگا اور چارون طرف ہتے پھینکنے لگا تو ایسی حالت مین اس مدبر زبردست شخص نے بھی سن شباب مین قدم رکھ کر ایک تختے کے گوشہ پر اپنا ہاتھ ٹیک کر ایسا درست کیا کہ اُسکی چمک دمک دیکھ کر بڑے بڑے تخت نشینون کی آنکھون مین چکا چوند آگئی اور اُس کے اقبالمند جانشینون نے اپنی قوت بازو سے اُسے ایسا تھانبا کہ آج تک یہ سرسبز و شاداب ریاست اُسی کا بقیہ ہے ان تمام حالات پر غور کرنے سے طبیعت مین ایک قسم کی اُولوالعزمی اور پست خیالی سے نفرت آجائے گی اور جب اس بات کو سوچا جائے گا کہ ایسے ایسے اُولوالعزمون نے دنیا کو کس حسرت اور مایوسی کے ساتھ الوداع کہا اور باوجود کثرت خدم و حشم کے خالی ہاتھ یہان سے کوچ کیا تو نفس مین ایک قسم کی سکنت اور افسردگی آجائے گی اور اخلاق مین تہذیب پیدا ہو جائے گی۔ دل نیکی کی طرف مائل ہوگا برائی سے نفرت کرے گا دنیا کو فانی جانے گا اُس سے اعراض کرے گا۔ عالم باقی کی طرف رغبت پیدا ہوگی۔

مرتبہ چونکہ یہ کتاب علوم عقلی و نقلی مین سے ایک قسم کے بیان مین ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ علوم عقلی اور نقلی کا ایک ضروری حصہ سیکھ لینے کے بعد

اسکے پڑھنے اور اسکی عبرت انگیز باتون پر غور کرنے کی طرف متوجہ ہون کیونکہ جب سمجھ ٹھیک ہو جائیگی اور پھر اسکو دیکھین گے تو امید ہے کہ طبائع سلیمہ مین بڑا اثر پیدا ہو گا اور یہ بات سمجھ مین آئے گی کہ ہمارے ہم جنسون نے دنیا مین آکر کیا کیا اور کیا کرنا چاہیئے تھا اور کس طرح چلے گئے اور ہمکو کیا کرنا چاہیئے۔

مؤلف اور اُس کا رتبہ اِس کتاب کو محمد نجم الغنی خان ساکن رام پور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی عبد الغنی خان ابن مولوی عبد العلی خان ابن مولوی عبد الرحمن خان ابن مولانا حاجی محمد سعید صاحب محدث شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ابن ملا لطیف خان ابن خان محمد خان ابن یار محمد خان ابن خواجہ احمد خان ابن باشو خان ابن اندران خان ابن بازو خان ابن شاہزادہ شہاب الدین خان قوم حقیقہ برلاس نے ۱۳۱۸ھ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۰ء مین تالیف کیا تھا اور ۱۳۳۴ھ ہجری مطابق سنہ ۱۹۱۶ء مین اسکی نظر ثانی کی۔ نجم الغنی خان کی والدہ محمدی بیگم شیر محمد خان ابن رضی خان[1] عرف روزی خان ابن سماعیل خان اکزئی کی بیٹی ہین۔ یہ شیر محمد خان حکیم شاہ اعظم خان پدر حکیم محمد اعظم خان مؤلف اکسیر اعظم و محیط اعظم وغیرہ کے بھائی ہین نجم الغنی خان کی ولادت دسوین ربیع الاول ۱۲۷۶ھ ہجری کو شب کے وقت رام پور مین نواب محمد علی خان کے مقبرے کے قریب جو فی الحال پرانا مدرسہ مشہور ہے وقوع مین آئی تھی مؤلف کا رتبہ اُسکی تالیفات سے ظاہر ہے۔ اس تاریخ سمیت اتنی کتابین اور رسالے اُسکی تالیف سے ہین۔

---

[1] ان کا ذکر نواب سید فیض اللہ خان کے حالات مین پانی پت کی لڑائی کے موقع پر ہے اور پھر انکا حال نواب سید غلام محمد خان کے حالات مین دوجوڑہ کی لڑائی کے ضمن مین بھی آیا ہے ۱۲

نمبر شمار	نام کتاب	مضمون کتاب	[illegible]	[illegible]
۱	اخبار الصنادید	روہیلکھنڈ کے پٹھانوں کی تاریخ (یعنی یہی کتاب)	اُردو	م
۲	بحر الفصاحت	علم معانی۔ بیان۔ بدیع۔ عروض و قافیہ وغیرہ کے بیان	اُردو	م
۳	نہج الادب	اس مین زبان فارسی کے صرف و نحو کو علٰحدہ علٰحدہ حصون مین لکھا ہے ہر مسئلے کو دلائل کے ساتھ مدلل کر دیا ہے مثالین بکثرت فارسی زبان کی کتابونسے دی ہین نہایت مبسوط کتاب ہے مطبع منشی نولکشور مین غیاث اللغات کے حاشیے پر چھپ رہی ہے۔	فارسی	م
۴	رسالۃ النجم الثمنی	یہ رسالہ نہج الادب کا انتخاب ہے۔	فارسی	م
۵	منتہی القواعد عرف قواعد حامدی	یہ کتاب بھی نہج الادب کا انتخاب ہے ۱۰جزسے زیادہ ضخامت ہے۔	اُردو	م
۶	تہذیب العقائد	یہ رسالہ علم کلام مین ہے اور عقائد نسفی کی شرح ہے علماے رام پور جیسے مولوی فضل حق صاحب پرنسپل مدرسۂ عالیہ رام پور اور مولوی ظہور الحسین صاحب سابق مدرس دوم مدرسۂ عالیہ رام پور اور مولوی اسد الحق صاحب ابن مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی اور مولوی سید محمد شاہ صاحب محدث اور مولوی عبد الغفار خانصاحب اور منشی امیر احمد صاحب	اُردو	م

نمبر	نام کتاب	مضمون کتاب	زبان کتاب	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ
۶		مینائی امیر تخلص نے اسکی تصحیح وتنقید کی ہے۔		
۷	تعلیم الایمان	فقہ اکبر کی ضخیم شرح ہے۔	اُردو	م
۸	میزان الافکار	فن منطق مین ہے اِسکی تصحیح مولوی فضل حق صاحب پرنسپل مدرسۂ عالیہ رام پور اور مولوی ظہور الحسین سابق مدرس دوم مدرسۂ عالیہ نے کی ہے۔	فارسی	م
۹	مذاہب الاسلام	اِس مین اسلام کے تمام مذاہب کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اِس زمانے تک جتنے شخصون نے مہدی موعود ہونے کا دعوے کیا ہے اُن کا حال بھی لکھا ہے یہ کتاب اسی نام سے مختصر اور مطول دونون حالتون مین چھپی ہے اور تاریخ مذاہب الاسلام کے نام سے بھی ایکبار چھپی ہے۔	اُردو	م
۱۰	خزانۃ الادویہ	اِس ضخیم کتاب مین ادویۂ مفردہ کا بیان ہے ویدک اور ڈاکٹری اور یونانی تینون طور پر کلام کیا ہے۔ ۴ ہزار صفحات کے قریب ضخامت ہے ایک بار اس سے کم حجم مین مخزن الادویہ کے نام سے چھپی ہے۔ اِس کتاب کی چار جلدین ہین۔	اُردو	م
۱۱	تذکرۃ السلوک	اِس کتاب مین علم تصوف کا بیان ہے اور خاتمے مین مصطلحات صوفیہ کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔	اُردو	م

نمبر شمار	نام کتاب	مضمون کتاب	زبان کتاب	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ
۱۲	شرح نکتہ رسالہ عبدالواسع	حروف تہجی اور اعداد مفردہ و مرکبہ مین تطبیق کا بیان ہے۔	فارسی	م
۱۳	سلک الجواہر فی احوال البواہر	یہ داؤد بیہ بوہرون کی تاریخ ہے ایک بار مختصر حالت مین عقود الجواہر فی احوال البواہر کے نام سے بھی چھپ چکی ہے	اردو	م
۱۴	شرح چہل کاف	اوراد و اعمال کے بیان مین۔	اردو	م
۱۵	مفتاح المطالب	اس رسالے مین آیات قرآنی سے فال لینے کی ترکیب بتائی ہے یہ رسالہ دراصل شیخ اکبر قدس سرہ کے ایک رسالہ عربی کا ترجمہ ہے میان منصور علی صاحب رامپوری نے اس کی تاریخ یون لکھی ہے ؎ فالنامہ ز آیت قرآن ؛ خانِ نجم الغنی نجمی گفت ؛ کلک منصور سال طبع نوشت ؛ فالنامہ گل مراد شگفت ؛	اردو	م
۱۶	القول الفصل فی شرح الطہر المتخلل	شرح وقایہ مین جو طہر متخلل کا ایک مشکل مقام ہے اسکو حل کیا ہے (یہ کتاب علم فقہ مین ہے)	عربی	م
۱۷	اصول فقہ	فن اصول فقہ مین بہت مبسوط کتاب ہے جسے اخبار کے پریس مین چھپ رہی ہے۔	اردو	
۱۸	مختصر الاصول	یہ اصول فقہ کا انتخاب ہے۔	اردو	م
۱۹	مزیل الحواشی	یہ اصول شاشی کی شرح ہے علم اصول فقہ مین۔	اردو	غ

نمبر	نام کتاب	مضمون کتاب	زبان کتاب	کتاب مطبوعہ ہے یا غیر مطبوعہ
۲۰	تاریخ اودھ	یہ مسلمان والیان اودھ کی تاریخ ہے چار جلدون مین	اُردو	م

قسم علم یہ کتاب علم اخبار کی قسم سے ہے اور یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے شرائع اور اُس کے رسولون کی سنتین معلوم ہوتی ہین اسی اخبار کے سبب سے اگلے وقتون کے بادشاہون امیرون عالمون اور نیک و بد لوگون کے حالات دریافت ہوتے ہین اِسی اخبار کے سبب سے حاکم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے اگلے لوگون نے یہ یہ کیا اور مجھے یہ کرنا چاہیئے اور اس سے اُن غیبی چیزون کا جن کو گذرے ہوے ایک زمانہ گذر چکا ہے اور بہت دور ہین خوب حال کُھل جاتا ہے اور یہ ایسی چیزین ہین جن کی فضیلتین مسلم الثبوت ہین ہر ایک ملک کے باشندونکی خصلتون اور عقائد کی وجہ سے جُدا جُدا اخبار ہین جو ائین مشہور ہین اور ہر ایک مین ایسے ایسے حادثے گذرے ہین جنکو وہانکے علما اور سمجھدار لوگ ہر وقت مین جانتے ہین۔

حصہ اور باب اور فصل اس کتاب مین ایک مقدمہ ہے فوائد فن تاریخ وغیرہ مین اور اُس کے بعد تین حصے ہین۔ پہلے حصّے مین افغانونکی قوم کی تحقیقات کی ہے اور روہیلکھنڈ مین روہیلون کا جماؤ اور اُنکی حکومت قائم ہونے کے وقت سے نواب سید فیض اللہ خان کے آخر عہد تک

کے واقعات ذکر کیئے ہین۔ دوسرے حصے مین نواب سید محمد علی خان ابن نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے نواب سید مشتاق علی خان کے اواخر عہد تک کے حالات ہین تیسرے حصے مین نواب سید حامد علی خان بہادر کی مسند نشینی سے اس وقت تک کے حالات ہین۔ ایک خاتمہ بھی ہے جس مین ریاست رام پور کا جغرافیہ فیزیکل جغرافیہ اور پٹھانون وغیرہ کا تمدن وطرز معاشرت بیان کیا ہے۔

پہلے زمانے مین ہر ایک کتاب یا رسالہ مقدمہ۔ ابواب۔ فصول اور خاتمہ پر منقسم ہوتا تھا اب تحریرات انگریزی کی تقلید سے یہ بات اُردو مین چھوٹتی جاتی ہے اور کتاب اس طرز سے لکھی جاتی ہے جو اخبار کا ایک مضمون سا معلوم ہوتا ہے۔

طریق تعلیم مین نے اِس کتاب مین تین طریق اختیار کیئے ہین (۱) روہیلون کے بیان مین جس قدر تاریخین دستیاب ہوئین اُنسے نقل کیا ہے (۲) معتمد اور ثقہ لوگون کے بیانات تحریری و تقریری کو جمع کیا ہے (۳) جو کچھ میری نظر سے گذرا اور مین نے دیکھا وہ لکھا ہے۔

تنبیہ بعض حالات جو دلچسپ تھے مگر کاغذی ثبوت نہ رکھتے تھے مستند لوگون کے بیان سے لئے گئے ہین مگر اُن کا اشارہ مین نے حاشیون مین کردیا ہے۔ اِس خاندان کا تاریخی مادہ جس قدر کتب مین ہے خوش قسمتی سے میرے استعمال مین رہا لیکن مین علانیہ اعتراف کرتا ہون کہ سہو ونسیان و غلطی سے میری کتاب کیا کوئی کتاب پاک نہین ہوسکتی۔ ناظرین مجھے مورد

ملامت نہ بنائین اور جہان عیب پائین عیب پوشی کو کام مین لائین۔

تنبیہ اس عام قومی پستی اور ذلت کے زمانے مین تصنیف و تالیف کی مٹی خوب پلید ہورہی ہے اِس کو بچون کا کھیل سمجھ لیا ہے اور ایسے کھلون کا مقبول یا مستحق ستائش سمجھا جانا ملک کی شائق مطالعہ پبلک کی علمی بے مائگی کی وضاحت کر رہا ہے۔ ہمارے ملک مین یہ خرابی بہت زور پکڑ گئی ہے کہ ملک کی بے شوقی اور کتابون کی قلیل المقدار فروخت سے ڈر کر یا ذاتی تساہل وکم محنتی کے عادی ہوجانے کی وجہ سے عموماً مؤلف صاحبان اپنی مدنظر تالیف کی تیاری مین مدد لینے کے لئے مصالح و مواد لازمہ کی فراہمی کی طرف مطلق توجہ نہین کرتے۔ اور اگر معدودے چند ایسا کرین بھی تو انتخاب یا تحقیق اور پرتال مین کوتاہی کرجاتے ہین یہی وجہ ہے کہ اکثر بڑی بڑی ضخیم کتابون مین عموماً جزوی واقعات اور غیر اہم معاملات تو برابر موجود ہونگے لیکن کئی اہم واقعات کا کہین پتہ نہین چلتا۔ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب نے ہندوستان کی تاریخ کئی موٹی موٹی جلدون مین شائع کی ہے مگر یہ نقص اِس کتاب مین بھی برابر موجود ہے غدر کے واقعات تو خیر انھون نے عمداً سرے سے ہی قلم انداز کردیے۔ اور صاف لکھدیا کہ وہ اِن واقعات کا مطلقاً ذکر نکرینگے مگر اسکے ساتھ ہی وہ ۱۸۵۷ء کے تمام دیگر واقعات کو بھی نظر انداز کرگئے ہین یعنی اس منحوس سال ہی کو صفحات تاریخ سے خارج کردیا ہے خیر اسکے لئے یہ کہکر تسلی کیجا سکتی ہے کہ یہ سال اپنے اہم ترین واقعہ کے سبب سے ایسے سلوک کا مستوجب تھا لیکن سال ماسبق کی جنگ ایران اور واقعہ ہرات ایسے اہم معاملے کو بالکل چھوڑ دینے کی کوئی وجہ ابتک سمجھ مین نہین آسکی

اسی طرح سلطان سلیمان اعظم کے زمانے مین بنگال اور گجرات کے خودمختار بادشاہون نے سلطنت عثمانیہ سے خط وکتابت کرکے جو مدد کی استدعا کی تھی اور گجرات کے ساحل پر پرتگیزون اور ترکون مین جو مہینون تک سخت معرکہ اور بحری جدال وقتال ہوا اُسکے متعلقہ حالات کا مطلقاً ذکر نہین کیا گیا ایک جگہ جلد چہارم کے ایک ضمیمے مین صرف ایک سطر پر کفایت کی گئی ہے کہ بہادر شاہ نے عہد کیا کہ ترکی جہازون کا معاون نہوگا۔ پھر یہ کہ ۱۵۳۸ء مین سلیمان آغا ترکی امیرالبحر کے بیڑے اور خواجہ ظفر کی فوج سے پرتگیزون نے دیو کو بڑی بہادری سے بچایا۔ حالانکہ اس اہم واقعہ کو جس نے اسلامی تاریخ کے واقعات آئندہ پر بڑا اثر ڈالا کمال وضاحت اور بسط سے تحریر کرنا زیادہ مناسب تھا۔ اس قسم کی تمام فروگذاشتون کا اصل سبب یہی ہے کہ مؤلف کے پاس کم یا زیادہ جس قدر مصالح موجود ہو وہ اُسپر قناعت کرلیتا ہے اور وہ دلی شوق سے اپنے کام کو سرانجام نہین دیتا بلکہ بوجھ سمجھکر حتے المقدور جلد اُسے سر سے ٹالنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر ثمرہ بھی اپنی محنت کا حسب حال اُٹھاتا ہے۔

اُن کتابون کے نام جن جن سے انتخاب لیا گیا ہے

کشف الظنون عربی۔ آئین اکبری۔ ہفت اقلیم مولفہٗ عبد النبی بلگرامی بیان الواقعہ۔ تاریخ آصفی۔ عزیز القلوب۔ فرح بخش۔ عماد السعادت۔ مخزن افغانی۔ گلستان رحمت مولفہٗ مستجاب خان بن حافظ رحمت خان

مرتبہ ۱۱۹۳ھ ہجری اور یہ خلاصہ ہے گلستان رحمت کا۔ اخبار حسن مولفہ محمد حسن رضا خان بن محمد کامگار خان بن اله یار خان بن حافظ رحمت خان مرتبہ ۱۳۰۸ھ ہجری۔ آصف نامہ۔ جام جہان نما مؤلفہ مولوی قدرت اللہ۔ طبقات الشعرا۔ سیر المتاخرین۔ تاریخ سلاطین متاخرین ہند۔ طبقات ناصری خلاصۃ الانساب مولفہ حافظ رحمت خان۔ منتخب العلوم۔ مآثر الامرا۔ مرآت آفتاب نما۔ تنقیح الاخبار فی آثار الادوار۔ گلشن فتوت مؤلفہ نواب کلب علی خان۔ حسین شاہی۔ شاہ نواز خانی۔ قانون خاندان ریاست رام پور۔ چند اجزاے فارسی درحالات جنگ نواب سید علی محمد خان وراجہ ہرنند۔ سفر نامہ بن گڑھ مؤلفہ انند رام مخلص۔ تاریخ خواجہ بشیر۔ تاریخ اودھ مؤلفہ گرو سہاے۔ مساکن فلسفی۔ خزانہ عامرہ۔ جارج نامہ۔ شاہ عالم نامہ۔ عالم شاہی۔ وقائع عالم شاہی۔ سیر کریمی۔ فصول فیض اللہ خانی معروف بہ اقتباس العلاج۔ سوانح محمد عباس علی خان۔ گیان پرکاش۔ تاریخ آصفی مولفہ ابو طالب بن محمد۔ مجمع الفصحا۔ براہین العجم۔ تکملہ تاریخ ذکر ملوک۔ سلسلۂ عالیہ نشتر عشق۔ تاریخ مظفری۔ انتخاب یادگار۔ حیات افغانی۔ مجموعۂ بابُل۔ سفر نامہ برنیر۔ تاریخ فرخ آباد مولفہ مفتی ولی اللہ۔ تاریخ فرخ آباد مولفہ آروِن صاحب۔ تذکرہ حکومت السلطین۔ گزیٹیر ممالک متحدہ کے حصہ روہیلکھنڈ و کمایوں و شاہجہانپور۔ اجزا ایک قلمی تاریخ کے جو پرانے زمانے کی لکھی ہوئی زبان اُردو میں ملکیوں کے خاندان سے رام پور میں ملی تھی۔ تاریخ روہیلکھنڈ۔ تاریخ مالوہ۔ تاریخ راجگان پنجاب۔ تاریخ پٹیالہ۔ تاریخ ہندوستان مولفہ الفنسٹن صاحب۔ ملٹن کی تاریخ۔ تاریخ ہندوستان،

مؤلفہ خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب۔ تاریخ ہندوستان جیمس گرنیڈ۔ مل کی تاریخ۔ آئینۂ اودھ۔ وقائع راجپوتانہ۔ جنگ نامۂ ضابطہ خان منظوم۔ تاریخ اودھ موسوم بہ قیصر التواریخ۔ جلد دوم عنوانات مثنوی پدماوت۔ طلسم ہند۔ آبحیات۔ مثنوی منظم در بیان جنگ دو جوڑہ۔ جنگ نامۂ منظوم اردو نواب غلام محمد خان مولفۂ تسلیم ساکن رستم نگر فصل الکلام۔ آئینۂ محمدی۔ دُر منظوم۔ نظم عبدہ۔ نظم ضامن۔ واقعات سرگذشت شاہ دہلی۔ محاربۂ عظیم۔ تاریخ امروہہ۔ تاریخ جلسۂ قیصری مصنفۂ جی ٹالبائز وہیلر۔ اخبارات دبدبۂ سکندری۔ خطوط نوابان اودھ بنام رؤسائے رام پور۔ سالانہ رپورٹہائے ریاست رام پور۔ کلیات سودا۔ کلیات عنبر شاہ خان عنبر۔ دیوان نواب محبت خان۔ دیوان مرزا مجھو عرف کرم خان کرم تخلص۔ دیوان اکبر شاہ خان فرحت۔ کلیات نواب عبداللہ خان۔ کلیات نواب یوسف علی خان۔ کلیات فارسی و اردو نواب کلب علی خان۔ رپورٹ کتب خانۂ رام پور۔ قوانین ریاست رام پور مولفۂ مولوی مظہر اللہ۔ بعض ثقہ لوگوں کی تحریرین اور تقریرین۔ رام پور کی کچہریون اور دفترون اور عدالتون و کارخانون سے تحقیقات۔

اخبار الصنادید کا پہلا حصہ

اِس مین افغانون کی قوم کی تحقیقات اور واقعات تاریخی نواب سید فیض اللہ خان کے عہد تک ذکر کیے جاوین گے۔

افغان کے نسب اور لفظ پٹھان کی تحقیق

مخزن افغانی مین جو سنہ ایک ہزار تیس ہجری مین تالیف ہوئی ہے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت یعقوب اسرائیل کے بارہ فرزندون مین سے یہودا پسر کلان سے افغانون کی نسل چلتی ہے اور یہودا کی پانچوین پشت مین ساؤل ملقب بہ طالوت بادشاہ بنی اسرائیل پیدا ہوا جو حضرت مسیح کے وجود سے ایک ہزار پچانوے برس پیشتر حضرت شمویل نبی کے فرمانے سے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا تھا۔ پٹھان اُسکو اپنا مورث اعلے کہتے ہین ساؤل طالوت نے گناہون سے توبہ کرکے سلطنت حضرت داؤد کے سپرد کی اور کفار سے جنگ وشہادت کا ارادہ کیا اور حضرت داؤد کو وصیت کی کہ میری دو زوجہ حرم مین حاملہ ہین اور اُن سے دو بیٹے پیدا ہون گے جن کے نتائج اور اُنکی اولاد کی شجاعت تا قیامت صفحۂ روزگار پر یادگار رہے گی اور کثرت تعداد مین اُنکی ذریات سب قومون سے زیادہ ہو گی طالوت تو کفار کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اُنکی دونون زوجہ سے دو بیٹے پیدا ہوے حضرت داؤد نے ایک کا نام اَرخیا اور دوسرے کا اَرمیا رکھا ان دو بھائیون کے بھی دو فرزند اُولوالعزم پیدا ہوے ارخیا نے اپنے فرزند کا نام آصف اور ارمیا نے اپنے بیٹے کا نام افغان رکھا حضرت داؤد نے آصف کو اُس کے باپ کی جگہ وزیر کیا اور افغان کو اُس کے باپ کی جگہ کل فوج کی سپہ سالاری دی بیت المقدس کی تعمیر

افغان ہی کے اہتمام سے ہوئی جس نے اُس کی تعمیر کو حضرت سلیمان کی حیات مین اور اُنکی وفات کے بعد دیوون سے پورا کرایا اور زبان پشتو اُس وقت دیوون نے افغان کو سکھائی افغان کے چالیس بیٹے پیدا ہوئے اور اُنکی اولاد اتنی کثیر ہوئی کہ ربع مسکون کا کوئی قبیلہ اُن کے برابر نہ تھا مدت کے بعد جب بخت نصر نے بیت المقدس پر چڑھائی کرکے خرابی پیدا کی اور بنی اسرائیل کو جلا وطن کر دیا تب آصف اور افغان کی اولاد کے قبیلے اکثر کوہ غور اور کوہ فیروزہ اور جبال خراسان مین آکر آباد ہوگئے اور بعضے عرب مین جا بسے جن مین سے خالد بن ولید رضی مشہور ہوئے جو بڑے دلاور تھے اور اُن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کا لقب عطا کیا تھا جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو ہجرت فرمائی تو خالد بن ولید رضی کی تحریر سے کوہ غور کی قوم افغان کے رئیسون مین سے چند آدمی مدینے کو چلے گئے جن مین نامور آدمی قیس ابن عیص تھے جنکا سلسلۂ نسب سنتالیس واسطے سے ساؤل طالوت تک پہونچتا ہے اور یہ جماعت آنحضرت پر ایمان لائی حضرت نے فرمایا قیس نام عبرانی ہے اور ہم عرب ہون آپ نے مہربانی سے قیس کا نام عبد الرشید رکھا اور فرمایا کہ تم بیٹک طالوت کی اولاد مین سے ہو جنکو اللہ تعالے نے قرآن مین ملکی کے خطاب سے یاد فرمایا ہے اسواسطے آیندہ بہتر ہے کہ تم کو بھی ملک کہا جاوے یہی وجہ ہے کہ معتبر افغانون کو ملک کہتے ہین اور انہی دنون آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کی عزیمت فرمائی اور قیس عبد الرشید کو افغانون کی

ایک جماعت کے ساتھ خالد بن ولید کی ہمراہی مین اپنے لشکر کے ہراول مین مقرر کیا چنانچہ فتح مکہ کی لڑائی مین افغانون سے بڑی جوانمردی ظہور مین آئی اور ستر قریش خاص عبد الرشید کے ہاتھ سے قتل ہوے تب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر فرمایا کہ اِس شخص کی اولاد سے سلسلہ عظیم پیدا ہوگا کہ قیامت تک دین اسلام کا استحکام کرین گے اور اِس قوم کا استحکام اُس لکڑی کے مثل ہے جسپر جہاز کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور اُس لکڑی کو بتانؔ کہتے ہین اور اس سبب سے قیس عبد الرشید بتان کے لقب سے مشہور ہوے رفتہ رفتہ یہ لفظ پٹھان (بباے فارسی وتاے ہندی مخلوط التلفظ بہا) زبان زد ہو گیا۔ اور قیس عبد الرشید کی اولاد پٹھان کہلانے لگی۔

ایک شخص نے ایک رسالے مین یہ لکھا ہے کہ پشتو زبان حضرت سلیمانؑ کے عہد مین افغانون نے اسواسطے ایجاد کی کہ سر اجلاس بادشاہ سے پردہ اور راز کی باتین کرین اور افغانون کو عرب لوگ سلیمانی اسواسطے کہتے ہین کہ اُن کے مورث اعلے حضرت سلیمانؑ کے مصاحب تھے۔

محمد حیات خان نے حیات افغانی مین اس سلسلۂ نسب پر بہت سے اعتراض کیے ہین وہ کہتے ہین کہ غور کرنے کا مقام ہے کہ کتاب عہد عتیق مین جہان بنی اسرائیل کے خانوادون کا شمار اسم وار لکھا ہے اسمین کہین بھی بنی افغان کا ذکر نہین اور نہ بنی اسرائیل کا کوئی خاندان ملک شام مین بنی افغان کے نام سے نامزد ہوا اور خالد بن ولید صاف قریش تھے اگر وہ افغان ہوتے تو اُن کے خاندان کو یا خود اُن کو عرب مین بھی

ـــــــــ

لہ - بباے موحدہ عربی وتاے مثناۃ فوقانی ۱۲

کوئی افغان لکھتا مگر مخزن افغانی کی تحریر کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ جاہل افغان اپنے
آپ کو خالد بن ولید کی نسل سمجھتے ہین اور لفظ مَلِک ایک رسمی تعریف
سفید پوشان دیہہ یا قوم کے واسطے ہے جیسا کہ کسی علاقے مین نمبردار یا چودھری
یا مقدم کہتے ہین اور کسی ملک مین مَلَک لام کے فتح سے بولا جاتا ہے مدلول ان
الفاظ سے ایک ہی ہے اور یہ کہین سے ثبوت کو نہین پہونچا کہ ملکی کا خطاب
حضرت خاتم الانبیا کے فرمودے سے ہے کتب اسماء الرجال اور حالات
صحابہ مین کہین اس روایت کا ذکر نہین اور غالباً لفظ ملک مالک کا اختصار
ہے یعنی وارث یا گانون کا سرگروہ اور قیاس چاہتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی
کے عہد سے یہ لفظ چلا ہے اُس سے پہلے کسی تاریخ مین گانون اور قوم کے
معتبرون کے واسطے مَلِک کا لفظ دیکھنے مین نہین آیا اُس کے بعد اکثر غلامان
ترک وغیرہ سردارون کو مَلِک کہتے ہین تاریخ فرشتہ کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ مَلِک کا لفظ اکثر امیرون اور ملازمون کو جو افغان نہین ہوتے
تھے بادشاہ ہند کے دربار مین کہا جاتا تھا اُسکی خصوصیت کچھ پٹھانون کے
واسطے نہین ہے۔ اور طالوت کو جو لفظ مَلِک سے قرآن مین ذکر فرمایا ہے
وہ لفظ لام کے کسرے سے بادشاہ کے معنے مین ہے اور اس معاملے کو
علیحدہ سمجھنا چاہیئے اور ہر ایک اہل بصیرت کو یہ بات معلوم ہے کہ افغانونکو
اہل ہند یعنی دریاے سندھ کے مشرقی ملکون کے لوگ پٹھان کہتے ہین خود
افغانستان کے افغان اور مغربی ملکون کے لوگون مین سے کوئی پٹھان
نہین کہتا ہے پس خیال کرو کہ اگر لفظ پٹھان عطیہ جناب نبوی ہوتا تو مغربی

طرف سے آیا اور رفتہ رفتہ یہ لوگ خود پٹھان اپنے آپ کو کہنے لگے نہ کہ ہندوستانی
زبان سے اُس کی بنیاد پیدا ہوتی۔ اور عرب کے لوگ بھی جس ملک سے
اُن کو لقب عطا ہوا تھا پٹھان کہتے نہ کہ سلیمانی اور لفظ سلیمانی اگر مصاحبان
حضرت سلیمانؑ سے تعلق رکھتا تو اور ملکون مین بھی کسی نبی اسرائیل کو سلیمانی
کہتے بنیاد لفظ سلیمانی کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ کوہ سلیمانؑ کے باعث سے جو اس
ملک مین ہے عرب لوگ اس جگہ کے رہنے والون کو سلیمانی کہتے ہین بعضون
نے یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ فرملیون کے بزرگ شیخ محمد سلیمان کے مرید تھے اور وہ
ایک صاحب کرامات آدمی تھے پس اول اول فرملیون کو سلیمانی کہتے
تھے رفتہ رفتہ یہ لقب تمام افغانون کو شامل ہو گیا۔ بعضے یہ بیان کرتے
ہین کہ افغانون مین بعضے ایسے لوگ داخل ہو گئے تھے جو سلیمان بن خالد
بن ولید کی اولاد تھے عرصہ دراز کے بعد سب پٹھانون کا لقب سلیمانی مقرر
ہو گیا قیاس چاہتا ہے کہ پٹھان کی بنیاد ہندی زبان سے ہے۔

تاریخ فرشتہ مین کہا ہے کہ عہد سلاطین اسلام مین جب اول دفعہ
یہ لوگ ہند مین آئے تو بلدہ پٹنہ مین آباد ہوئے تھے اِس کے سبب سے
اہل ہند انکو پٹھان کہتے ہون گے اور ایسا بھی سمجھ مین آتا ہے کہ یہ لفظ پٹنہ آن
سے نکلا ہو کیونکہ جب یہ لوگ مغرب کی جانب سے آئے تو سابق کے
رہنے والون کو بے دخل کر دیا اور اُنھون نے اپنی زبان سے اُنکو پٹنہ آن
بولا یعنی آنکے پٹنے والے پٹنے کے معنی برباد کرنا ہین اور اب تک دوآبہ سندھ
ساگر مین برباد کرنے کو پٹنا یعنی اُکھاڑنا کہتے ہین اور کثرت استعمال سے پٹنہ آن

کا پٹھان بنگیا۔ یا بٹین پسر قیس عبدالرشید کے نام سے جس کے نواسے
قوم لودی نے سب افغانون سے پہلے ہندوستان مین رسوخ پیدا کیا
اس قوم کو ہندوستانی اپنے تصرف لفظی سے پٹھان کہنے لگے یعنی بٹین کی
ذریات یا یہ لفظ پشتون سے بہ سبب کثرت استعمال اور تصرف کے پٹھان
بن گیا اور لفظ پشتو کی وجہ تسمیہ ایک معتبر روایت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ
پَشْت نامی ایک موضع ملک غور مین واقع ہے یہان اس قوم کے مورث
اعلےٰ قیس عبدالرشید کی سکونت تھی اس جگہ کی نسبت سے پشتون کے
نام سے یہ قوم مشہور ہوئی اور اسی باعث سے انکی زبان کا نام بھی پشتو ہوا
یا پشتون پشتہ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی پہاڑی آدمی کے ہین چونکہ
یہ لوگ پہاڑی ملک مین رہتے تھے اس سکونت کے باعث سے یہ قوم
تھوڑے سے تغیر لفظی کے ساتھ پشتون کہلائی اور اس تقدیر پر لفظ روہیلہ
اور پشتون کی بھی تطبیق ہے۔ پس پشتون کے معنی کوہی یا کوہستانی ہوتے
ہین۔ پشتو زبان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ قدیم نہین ہے فارسی جدید۔ ژند
پہلوی سنسکرت۔ ہندوستانی۔ عربی۔ رومی۔ جوجینائی۔ عبرانی۔ بابل
کی زبان مل کر یہ ایک سخت زبان مروج ہوگئی ہے۔ اور یہ کوئی بھی عقلمند
نہین کہہ سکے گا کہ حضرت سلیمان کے سب صاحب بیت المقدس سے
اُٹھ کے افغانستان مین آرہے اور [illegible] سی جگہ وہ [illegible] زبان پشتو پہلی
اور لفظ افغان بھی کچھ قدیمی لفظ نہین معلوم ہوتا جیسا [illegible] کی قدیمی زبان
سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنی زبان پشتو مین بھی اپنے آپ کو افغان نہین

کہتے بلکہ پشتون یا پختون اپنی اصل بتلاتے ہین پس اگر ان کا مورث کوئی افغان نامی ہوتا اور اُس کے سبب سے اُس کی اولاد افغان مشہور ہوتی تو خود اپنی زبان مین افغان کہتے نہ کہ غیر زبان سے یہ لفظ آتا کیونکہ اپنے مورث کا نام اولاد کو بہ نسبت اور لوگون کے صحیح آتا ہے تاریخ فرشتہ مین افغان کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ جب اس قوم نے ۶۳ہجری مین پشاور کے نواح مین حملہ کر کے قبضہ کر لیا تو لاہور کے راجہ نے جس کے متعلق پشاور تھا فوج بھیجی اور چند لڑائیان ہوتی رہین۔کابل۔غور۔خلج۔فارسی بان جو حلیہ اسلام سے آراستہ تھے دین کے اشتراک کی وجہ سے مدد کو آئے جب راجۂ پنجاب کی فوج واپس گئی اور کابل اور خلج کے لوگون نے بھی اپنے مقامون کو مراجعت کی تو اُن سے کوئی پوچھتا تھا کہ مسلمانان کوہستان کا حال کیا ہے اور کیا صورت پیدا ہوئی تو وہ فارسی زبان مین اس طرح جواب دیتے تھے کہ کوہستان مگوئید افغانستان بگوئید کہ بجز افغان (بمعنی فریاد و غوغا) درآنجا چیزے دیگر نیست اس سبب سے لوگ انکو افغان اور انکے ملک کو افغانستان کہتے ہین۔مؤلف کہتا ہے کہ سید ولی اللہ نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ یہ وجہ اس بات کے منافی نہین کہ یہ لوگ افغان بن ارمیا بن طالوت کی اولاد ہین۔

اُس بیان کے بعد حیات افغانی مین لکھا ہے کہ خالد بن ولید خالص عرب قبیلۂ عبد الشمس سے تھے جو قریش کی شاخ ہے اُن کا تعلق اگر پٹھانون سے ہے تو صرف اسی قدر ہے کہ جب قیس عبد الرشید مدینۂ منورہ مین جا کر

مسلمان ہوا تب اُس نے مسماۃ سارہ بنت خالد بن ولید سے نکاح کیا جس کے بطن سے سڑبن اور غرغشت اور بیٹن تین بیٹے قیس کے پیدا ہوے جو مورث اعلے صحیح النسب افغانون کے ہین پس اس صورت مین خالد افغانون کے جد مادری ہین نہ جد پدری - اصلی نام عبدالرشید کا قیس تھا جو بدل کر بقاعدہ اہل اسلام عربی لغت مین عبدالرشید نام رکھا گیا جیسا کہ اب بھی دستور ہے کہ نومسلم کا نام مسلمان ہونے کے وقت اسلامی طریقے سے عربی مین رکھا جاتا ہے - اِس بات کا اختلاف ہے کہ قیس نے کس عہد مین دین اسلام قبول کیا - افغانی روایات کل متفق ہین کہ آنحضرت کے دست مبارک پر مسلمان ہوا اور ایک روایت غور کی تاریخ سے ایسی ملی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت مین کوفے مین جب شنسب بن غور ایمان لایا تو اُس وقت قیس بھی اُسکے ہمراہ مسلمان ہوا اور اس نے واپس آکر کوہ غور وغیرہ کے نواح مین دین اسلام کی تلقین کی - بشرہ کی چہرہ اور اونچی ناک اور قد وقامت کسی کو بنی اسرائیل نہین بنا سکتے اور کل پٹھانون مین یہ خصوصیت ہے بھی نہین اور اگر اس حلیے کے سب آدمی بنی اسرائیل مین سے سمجھے جائین تو قوم اوربک اور ایماق بلکہ ڈھونڈ اور کرڑال کے بھی اکثر آدمیونکو بنی اسرائیل کہنا پڑے گا اور ممکن ہے کہ بخت نصر بابلی جب بنی اسرائیل کو مع حضرت دانیال پیغمبر کے گرفتار کرکے بابل کو لے گیا اور بنی اسرائیل کی بارہ قومون مین سے دس قومین مشرق مین رہین اور دو قومین یہودا اور بنیامین واپس گئین تو اس سبب سے افغانون کا مورث

قیس عبدالرشید اُن باقی ماندہ بنی اسرائیل مین سے کسی کی اولاد ہو مگر اس دلیل کا ثبوت کچھ نہین ہے۔ پرانی تاریخ قابل تسلیم اور اطمینان نہین مل سکتی بلکہ ایسی صورت مین جیسا کہ الفنسٹن صاحب اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ افغانون کی قومیت کی نسبت اس قدر مختلف روایات ہین (۱) قبطی فرعون مصری معاصر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم (۲) بنی اسرائیل (۳) جوجیانی (۴) ترک (۵) مغل (۶) ارمنی (۷) تاتاری (۸) میڈیانی (۹) سغدیانی (۱۰) فارسی بان (۱۱) ہندوستانی۔ تو ایسی مختلف روایات کی موجودگی مین کبھی یقینی طور پر نہین کہہ سکتے کہ افغان ساؤل طالوت کی اولاد سے ہین بلکہ سوائے موقع مقبوضہ اور صورت موجودہ حال کے پہلے کا کچھ صحیح پتہ نہین مل سکتا زمانہ گذشتہ کی اگر قابل لحاظ تاریخ مل سکتی ہے تو قیس عبدالرشید تک ملتی ہے اُس کی وفات ۴۱ھ ہجری مین واقع ہوئی اور وہ گویا افغانون کا باوا آدم ہے جسکی ایک بی بی سے تین بیٹے تھے (۱) ابراہیم عرف سٹربن یہ شخص چونکہ نہایت حلیم تھا اِس لیئے سٹربن مشہور ہو گیا جس کے لغوی معنی سرد طبع ہین اس کی اولاد کو مجتمعًا سٹربنی کہتے ہین (۲) اسماعیل یہ چونکہ لہو ولعب مین زیادہ مصروف تھا اِس لیئے غرغشت (یا غور غشت) کہلایا جس کے لفظی معنی لہو لعب کے ہین (۳) شیخ اسیب یہ شخص صلاح وتقوے کی وجہ سے بٹن (یا بیٹن) کے نام سے مشہور ہوا کیونکہ اس لفظ کے معنی پارسا ہین اِس کی نسل بیٹنی کہلاتی ہے۔ انہی تینون بیٹون کی اولاد مین سے اکثر شاخین افغانستان کے

بڑے حصے پر قابض ہین مگر اور بھی بہت سے آدمی افغانون مین رہنے کی
وجہ سے افغان شمار ہوتے ہین۔
افغانون کے نسب پر جو کچھ اعتراض تمنے سُنے ان کا مآل یہ ہے کہ
یہ لوگ درحقیقت بنی اسرائیل نہین لیکن افغانون مین یہ متفق علیہ تاریخی امر ہے
کہ قیس مورث اعلےٰ اُن کا بنی اسرائیل مین سے تھا یہ بات یہودیون اور
عیسائیون اور مسلمانون یعنی تینون فرقون نے بالاتفاق تسلیم کی ہے کہ حضرت
عیسےٰ علیہ السلام سے قریباً سات سو برس پہلے بخت نصر بابلی نے بنی اسرائیل
کو گرفتار کرکے بابل مین پہونچا دیا تھا اور اس حادثے کے بعد بنی اسرائیل
کی بارہ قومون مین سے صرف دو قومین یہودا اور بن یامین اپنے ملک مین
واپس آئین اور دس قومین آن کی مشرق مین رہین اور چونکہ اب تک یہود پتا
نہین بتلا سکتے کہ وہ قومین کہان ہین اور نہ اُنھون نے اُن سے خط و کتابت
اور رشتہ کا تعلق رکھا اس لیے اِس واقعہ سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے
کہ انجام کار وہ قومین مسلمان ہوگئی ہون گی پھر جب ہم اس قصے کو اس جگہ
چھوڑ کر افغانون کی سوانح پر نظر کرتے ہین کہ وہ اپنے باپ اور دادون
سے قدیم سے یہ سنتے آئے ہین کہ دراصل وہ اسرائیلی ہین جیسا کہ کتاب
مخزن افغانی مین مفصل لکھا ہے تو اس امر مین کچھ بھی شک و شبہ نہین رہتا کہ
یہ لوگ اُنھی دس قومون مین سے ہین جو مشرق مین ناپید نشان بتلائی جاتی
ہین اور انھی اسرائیلیون مین سے کشمیری بھی ہین جو اپنی شکل اور پہناوے مین
افغانون سے بہت کچھ ملتے ہین۔ اور تاریخ مبرنیرمین کئی اور انگریزون کے

حوالے سے انکی نسبت بھی ثبوت دیا ہے کہ وہ اسرائیلی الاصل ہین اور ایسے امر کی بحث کے وقت جسکو ایک قوم پشت بہ پشت اپنے خاندان اور نسب کی نسبت تسلیم کرتی چلی آئی ہو یہ بالکل نامناسب ہے کہ ہم چند بیہودہ قیاسون کو ہاتھ مین لے کر اُن کے مسلمات کو رد کر دین۔ اگر ایسا کیا جائے تو مین سمجھتا ہون کہ دنیا مین کوئی قوم بھی اپنی صحت قومیت کو ثابت نہین کرسکتی ہمین اِس بات کو اول درجے کی دلیل قرار دینا چاہیئے کہ ایک قوم باوجود ہزارون اور لاکھون اپنی افراد کے پھر ایک بات پر متفق ہو۔ پھر جبکہ افغانان کابل اور قندھار اور ہندوستان وغیرہ سرحدی زمینون کے اپنے تئین اسرائیلی ظاہر کرتے ہین تو سخت بے وقوفی ہوگی کہ خواہ نخواہ ان کے مسلمات قدیمہ سے اِنکار کیا جائے قومون کی جانچ پرتال مین یہی کافی ثبوت اور اطمینان کے لیئے وضع استقامت ہے کہ جو کسی قوم مین اُن کے خاندان اور قومیت کی نسبت مشہور واقعات ہون اُنکو مان لیا جائے اور ایسے امور مین اِس سے زیادہ ثبوت ممکن ہی نہین کہ ایک قوم باوجود اپنی کثرت برادری اور کثرت انتشار نطفہ کے ایک قول پر متفق ہو اور اگر یہ ثبوت قابل اعتبار نہو تو پھر اس زمانے مین مسلمانون کی جس قدر قومین ہین مثلاً سید اور قریش اور مغل وغیرہ یہ سب بے ثبوت اور صرف زبانی دعوے ٹھہرین گے لیکن یہ ہماری سخت غلطی ہوگی کہ ہم اُن اخبار مشہورہ متواترہ کو نظر انداز کرین جو ہر ایک قوم اپنی صحت قومیت کے بارے مین بطور تاریخی امر کے اپنے پاس رکھتی ہے ہان یہ ممکن ہے کہ کوئی قوم اپنے خاندان کے بیان کرنے مین حدت

زیادہ مبالغات کردے مگر ہمین نہین چاہیئے کہ مبالغات کو دیکھکر ایکی فضول
اور بے ربط باتین پاکر اصل امر کو بھی رد کردین بلکہ مناسب تو یہ ہے کہ وہ
زوائد جو درحقیقت فضول معلوم ہون چھوڑ دیے جائین اور نفس امر کو جسپر
قوم کا اتفاق ہے لیا جائے پس اس طریق سے ہر ایک محقق کو ماننا پڑے گا
کہ قوم افغان ضرور بنی اسرائیل ہے۔ ہر ایک کو خود اپنے نفس کو اور اپنی قوم کو
زیر بحث رکھ کر سوچنا چاہیئے کہ اگر وہ قوم جس مین وہ اپنے تئین داخل
سمجھتا ہے کوئی دوسرا شخص محض چند قیاسی باتین مدنظر رکھکر اُس قوم سے
اُس کو خارج کردے اور تسلیم نہ کرے کہ وہ اُس قوم مین سے ہے اور
اُس کے اُن ثبوتون کو جو پشت بہ پشت کے بیانات سے معلوم ہوئے ہین
نظرانداز کرے اور مجمع عظیم کے اتفاق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھے تو ایسا آدمی کیسا
فتنہ انگیز معلوم ہوتا ہے پس بقول شخصے ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند
یہ بھی نامناسب ہے کہ دوسرون کی قسم قومیت پر جو ایک بڑی قومی اتفاق
سے مانی گئی ہے ناحق کی جرح کی جائے ہمین کیا حق ہوپہنچتا ہے اور ہمارے
پاس کیا دلیل کہ ہم ایک قوم کے مسلمات اور متفق علیہ امر کو یون ہی زبان سے
رد کردین۔ جب ایک امر منقولی اتفاق سے صحیح قرار دیا گیا ہے تو اس کے
بعد قیاس کی گنجائش نہین۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سی باتین فضول اور شیخی
کے طور پر بعض قومون کے لوگ اپنی قومیت کی نسبت بیان کیا کرتے ہین
لیکن محقق لوگ فضول باتون کی وجہ سے اصل واقعات کو ہرگز نہین چھوڑتے
بلکہ خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کر لیتے ہین مثلاً گوتم بدھ کے سوانح مین یہ بھی

لکھا گیا ہے کہ وہ منھ کی راہ سے پیدا ہوا تھا لیکن جب ہم گوتم کے سوانح لکھنا
چاہین تو ہمین نہین چاہئیے کہ منھ کی راہ کی پیدائش پر نظر ڈالکر بدھ کے
اصل وجود ہی سے انکار کر دین اِسی طرح جب کسی خاندان کا پتہ ایک
معلوم حد تک پہونچکر رہ جاتا ہے تو پرانی باتون پر فخر کرنے والے لوگ
آسمانی پیدائش بننے کو چاند اور سورج وغیرہ سے سلسلہ جا ملاتے ہین
چنانچہ راجپوتون کی شاخ مین چندر بنسی اور سورج بنسی دو بڑے اور مشہور
خاندان ہین پھر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان کا کوئی مورث اعلےٰ نہوگا اِسی طرح
راجپوتون مین ایک شاخ آگ بنسی ہے جو خود کو آگ کی پیدائش بتلاتے ہین
تو اِس قصے کی بات سے اُنکی قومیت اور وجود سے انکار کیا جا سکتا ہے
تاریخ نویسی بڑا نازک امر ہے اِس مین وہ شخص جادۂ استقامت پر رہتا ہے
جو افراط و تفریط دونون سے پرہیز کرے یہ اعتراض بھی ٹھیک نہین ہے
کہ اگر افغان لوگ عبرانی الاصل تھے تو اُن کے نامون مین کیون عبرانی لفظ
نہین اور ان کا شجرۂ پیش کردہ توریت کے بعض مقامات سے کیون اختلاف
رکھتا ہے یہ سب قیاسی باتین ہین جو قومی تاریخ اور تواتر کو مٹا نہین سکتین دیکھو
ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کے اُس شجرے کو صحیح نہین قرار دیا جو
وہ لوگ حضرت اسماعیل تک پہونچایا کرتے تھے اور بجز چند نسبت کے باقی
سے سکوت فرمایا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ قریش بنی اسماعیل نہین
ہین پھر جبکہ قریش جو علم انساب مین بڑے حریص تھے تفصیل وار سلسلہ یاد
نہ رکھ سکے تو یہ قوم افغان جن مین اکثر غفلت مین زندگی بسر کرتے والے

گذرے ہین اگر انھون نے اپنے سلسلے کی تفاصیل بیان کرنے مین غلطی کی یا کچھ جھوٹ ملایا تو اصل مقصود مین کیا فرق آسکتا ہے۔ اور اب توریت بھی کونسی ایسی محفوظ ہے جو نص قطعی کا حکم رکھتی ہو غرض یہ نکتہ چینی خوب نہین اور یہ بات بھی صحیح نہین کہ افغانون کے نام عبرانی طرز پر نہین۔ بھلا بتلاؤ کہ یوسف زئی داؤد زئی اور سلیمان زئی یہ عبرانیون کے نام ہین یا کچھ اور ہے۔ ہان جب یہ لوگ دوسرے ملکون مین آئے تو ان ملکون کا رنگ بھی انکی بول چال مین آگیا۔ دیکھو سادات کے نام بھی ہمارے ملک مین چھنگن شاہ اور گگن شاہ اور نتھو شاہ اور متو شاہ وغیرہ پائے جاتے ہین تو کیا اب ان کو سید نہین کہوگے کیا یہ عربی نام ہین غرض یہ بیہودہ نکتہ چینیان اور نہایت قابل شرم خیالات ہین ہم قوم کے متواترات سے کیون انکار کرین اس سے عمدہ تر اور صاف تر ذریعہ حقیقت شناسی کا ہمارے ہاتھ مین کونسا ہے کہ خود قوم جسکی اصلیت ہم دریافت کرنا چاہتے ہین ایک امر پر اتفاق رکھتی ہے۔ ماسوا اسکے دوسرے قرائن بھی صاف بتلا رہے ہین کہ حقیقت مین یہ لوگ اسرائیلی ہین۔ مثلاً کوہ سلیمان جو اول افغانون کا مسکن تھا خود یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس پہاڑ کا یہ نام اسرائیلی یادگار کے لحاظ سے رکھا گیا ہے دوسرے ایک بڑا قرینہ یہ ہے کہ قلعہ خیبر جو افغانون نے بنایا کچھ شک نہین کہ یہ خیبر کا نام اسرائیلی یادگار کے لیئے اس خیبر کے نام پر جو عرب مین ہے جہان یہودی رہتے تھے رکھا تھا۔ تیسرا قرینہ ایک یہ بھی ہے کہ افغانون کی شکلین بھی اسرائیلیون سے بہت ملتی ہین۔ اگر ایک

جماعت یہودیون کی افغانون کی جماعت کے ساتھ کھڑی کی جائے تو مین سمجھتا ہون کہ اُن کا منھ اور اُن کی اونچی ناک اور چہرہ بیضاوی ایسا باہم مشابہ ہوگا کہ خود دل بول اُٹھے گا کہ یہ لوگ ایک ہی خاندان مین سے ہین۔ چوتھا قرینہ افغانون کی پوشاک بھی ہے افغانون کے لیئے کُرتے اور جُبّے یہ وہی وضع اور پیرایہ اسرائیلیون کا ہے جس کا انجیل مین بھی ذکر ہے۔ پانچوان قرینہ اُن کی وہ رسوم ہین جو یہودیون سے بہت ملتی ہین مثلاً اُنکے بعض قبائل نسبت اور نکاح مین کچھ چندان فرق نہین سمجھتے اور عورتین اپنے منسوب سے بلا تکلف ملتی ہین اور باتین کرتی ہین حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے مگر خوانین سرحدی کے بعض قبائل مین یہ مماثلت عورتون کی اپنے منسوبون سے حد سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ نسبت کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہین جس مین پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے۔ چھٹا قرینہ افغانون کے بنی اسرائیل ہونے پر یہ ہے کہ افغانون کا یہ بیان کہ قیس ہمارا مُورث اعلےٰ ہے اِنکے بنی اسرائیل ہونے کی تائید کرتا ہے کیونکہ یہودیونکی کتاب مقدس مین جو کتاب پہلی تاریخ کے نام سے موسوم ہے اُسمین باب ۹ آیت ۳۹ مین قیس کا ذکر ہے اور وہ بنی اسرائیل مین سے تھا اس سے ہمین پتہ ملتا ہے کہ یا تو اسی قیس کی اولاد مین سے کوئی دوسرا قیس ہوگا جو مسلمان ہوگیا ہوگا اور یا یہ کہ مسلمان ہونے والے کا کوئی اور نام ہوگا اور وہ اس قیس کی اولاد مین سے ہوگا اور پھر بباعث خطاے حافظہ اُس کا نام بھی قیس سمجھا گیا بہر حال ایک ایسی قوم کے منھ سے

قیس کا لفظ نکلنا جس کو یہودیون کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رہا تھا اور محض ناخواندہ تھی یقینی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ قیس کا لفظ اُنھون نے اپنے باپون سے سنا تھا کہ اُن کا مورث اعلےٰ ہے۔پہلی تاریخ کی آیت ۳۹ کی یہ عبارت ہے اور نیر[1] سے قیس ہوا اور قیس سے ساؤل پیدا ہوا اور ساؤل سے یہونتن ۔ ساتوان قرینہ اخلاقی حالتین ہین جیسا کہ سرحدی افغانون کی زود رنجی اور تلون مزاجی اور خودغرضی اور گردن کشی اور کج مزاجی اور کجروی اور دوسرے جذبات نفسانی اور خونی خیالات اور جاہل اور بے شعور ہونا مشاہدہ ہو رہا ہے یہ تمام صفات وہی ہین جو توریت اور دوسرے صحیفون مین اسرائیلی قوم کی لکھی گئی ہین۔اور اگر قرآن شریف کھولکر سورہ بقرہ سے بنی اسرائیل کی صفات اور عادات اور اخلاق اور افعال پڑھنا شروع کرو تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا سرحدی افغانون کی اخلاقی حالتین بیان ہو رہی ہین اور یہ راے یہان تک صاف ہے کہ اکثر انگریزون نے بھی یہی خیال کیا ہے۔برنیر نے جہان یہ لکھا ہے کہ کشمیر کے مسلمان کشمیری بھی دراصل بنی اسرائیل ہین وہان بعض انگریزون کا بھی حوالہ دیا ہے اور ان تمام لوگون کو اُن دس فرقون مین سے ٹھہرایا ہے جو مشرق مین گم ہین جن کا اب اس زمانے مین پتہ ملا ہے کہ وہ درحقیقت سب کے سب مسلمان ہو گئے ہین پھر جبکہ افغانون کی قوم کے اسرائیلی ہونے مین استنے قرائن موجود ہین اور خود وہ تعامل کے طور پر اپنے باپ دادون سے سنتے آئے ہین کہ وہ قوم اسرائیلی ہین اور یہ باتین اُنکی قوم مین

---

[1] عربی کا ترجمہ نظر سے گذرا ہے اُسمین پہلی تاریخ کی آٹھوین فصل مین یہ عبارت ہے: نیر ولد قیس و قیس ولد شاؤل و شاؤل اولد یوناتان ۱۲

واقعات شہرت یافتہ ہین تو سخت ناانصافی ہوگی کہ ہم محض تحکم کے طور سے اُنکے بیانات سے انکار کرین ذرا یہ تو سوچنا کہ اُن کے دلائل کے مقابلے پر ہمارے ہاتھ مین انکار کی کیا دلیل ہے یہ ایک قانونی مسئلہ ہے کہ ہر ایک پرانی دستاویز جو چالیس برس سے زیادہ کی ہو وہ اپنی صحت کا آپ ثبوت ہوتی ہے پھر جب کہ صدہا سال سے دوسری قومون کی طرح جو اپنی اپنی اصلیت بیان کرتی ہین افغان لوگ اپنی اصلیت قوم بنی اسرائیل قرار دیتے ہین تو ہم کیون جھگڑا کرین اور کیا وجہ کہ ہم قبول نہ کرین یاد رہے کہ یہ ایک دو کا بیان نہین یہ ایک قوم کا بیان ہے جو لاکھون انسانون کا مجموعہ ہے اور پشت بہ پشت گواہی دیتے چلے آئے ہین اور چونکہ یہ بھی ایک مشہور واقعہ افغانون مین ہے کہ والدہ کی طرف سے اُن کے سلسلے کی ابتدا سارہ بنت خالد بن ولید سے ہے یعنی قیس اُن کے مورث نے سارہ سے شادی کی تھی اس لیئے اور ان معنون سے وہ خالد کی آل بھی ٹھہرے۔

افغانون کے مذہب کی تحقیقات

جب ۱۳۱ھ ہجری مطابق ۶۵۱ع مین ایران مین بغاوت قائم ہوئی اور وہان کے نکالے ہوئے بادشاہ کو اپنے دعوون کی تجدید کا موقع ملا اور عربون نے چڑھائی کر کے اُس کو بحر آوکسس (دریاے جیحون) کے متصل قتل کیا اور عربون نے حد شمالی کو دریاے مذکور تک بڑھا کر بلخ اور ہندوکش کے سلسلے کے تمام شمالی ملک داخل کیئے اور حد شرقی کے واسطے اُس ناہموار ٹکڑے کو جو ہندوکش کے سلسلے سے جنوبًا و شمالًا پھیلا ہوا ہے اور ایران کے جنگل سے دریاے

انکا نام شرفا و غربا واقع ہے مقرر کیا تو اس وقت سے قبل کون مذہب رائج تھا۔ اس بات کی تحقیقات سخت مشکل ہے البتہ بلخ کے اتصال اور ایران کے تعلقات کی وجہ سے بعض نے ایسا گمان کیا ہے کہ شاید وہ بھی آتش پرست ہون گے۔ لیکن جبکہ افغانون مین یہ متفق علیہ تاریخی امر ہے کہ وہ اسرائیلی الاصل ہین تو ان کا مذہب بھی وہی ہو گا جو اسرائیلیون کا ہے اس سے زیادہ پتہ یون نہین چل سکتا کہ مسلمان اپنی تاریخون مین غیر اقوام کو اکثر لفظ کافر سے یاد کرتے ہین اگر تاریخ فرشتہ کا بیان معتبر سمجھا جائے تو یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ خواہ وہ کسی مذہب کے ہون مگر آنحضرتؐ کے عہد مبارک مین وہ ایمان لا چکے تھے اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ تمام اقوام مین خواہ وہ کسی وقت اسلام مین داخل ہوئی ہون اُن کے قدیمی برتاؤ کی ایک جھلک ضرور دکھ جاتی ہے لیکن افغانون کے معاملات روزمرہ مین کبھی اس کا کچھ بھی اثر نہین پایا جاتا شاید یہ آج نہو اور اس سے پہلے کسی زمانے مین کوئی بات ہو۔

افغانستان مین بودھ مذہب اور آتش پرست مذہب کی نشانیان کابل اور بلخ کی طرف موجود ہین مگر جنوب و مغرب افغانستان کی طرف جو افغان قوم کا مرکز ہے وہان کوئی نشانی بودھ یا آتش پرست مذہب کی نہین پائی جاتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانون پر ان ہر دو مذہب کا کچھ اثر نہین ہوا یہود اس کے مدعی ہین کہ ہم باختر اور ہیرود (ہرات) مین ۲۱۳ سنہ قبل عیسوی مین آکر آباد ہوئے بادشاہ اسیریا نے لئی تو مین بنی اسرائیل کی

قبل تباہی و بربادی بیت المقدس کے وہان نکال دی تھین مابین یہود اور گبر کے آگ بجھانے پر جو لڑائی جھگڑے ہوا کرتے تھے یہ یہود وہی افغان ملک غور اور فیروز کوہ کے معلوم ہوتے ہین افغانون کے قبضے سے عبرانی زبان کی توریت اور موسائی مذہب کی ادعیہ کا ملنا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ اُن کے قدیم مذہب کی نشانیان ہین چنانچہ مصنف تاریخ نیرنگ افغان افغانون کے مذہب کی بابت بیان کرتا ہے کہ افغان جو اپنے بنی اسرائیل ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہین وہ ایک واقعہ کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ جب نادر شاہ بارادۂ تسخیر ہندوستان پشاور مین داخل ہوا تو اُس وقت یوسف زئی سردارون نے اُس کے حضور مین کتاب مقدس کا ایک نسخہ جو عبرانی زبان مین تھا تحفۃً پیش کیا علاوہ اِس کے اور بہت سے مکتوبات ادعیہ وغیرہ جنکو افغانون نے باعزت واحترام اُس وقت تک باقی رکھا تھا نذر کیئے پادری جو ہمرکاب تھے آنھون نے اِس امر کو تسلیم کیا کہ یہ مکتوبات دین عیسوی کے مطابق ہین اگر اِس واقعہ کو سچ مان لیا جائے تو اِس کا اطلاق صرف یوسف زئی فرقے پر ہو سکتا ہے اِس مضمون کا تذکرہ رسالۂ ریویو آف ریلجز مطبوعۂ قادیان ۱۹۰۴ء مین ہے اِس رسالے مین ترجمہ اخبار سول ملیٹری گزٹ کا شائع کیا گیا ہے اُس مین یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جانسٹن افغانون کی مندرجۂ ذیل روایت بیان کرتا ہے کہ جب نادر شاہ پشاور مین پہونچا تو یوسف زئی قوم کے سردارون نے ایک بائبل اُس کے سامنے پیش کی جو عبرانی مین لکھی ہوئی تھی اور کئی اور چیزین بھی پیش کین

جوکہ وہ اپنی قدیمی عبادت مین استعمال کرتے تھے اور جن کو انھون نے بحفاظت رکھا تھا مورخون یا سیاحون نے جو اس ملک کی سیاحت کی ہے اُن کو یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ افغانون مین بعض مراسم یہود کے جاری ہین اور کسی مذہب کے مراسم کا وہ ذکر نہین کرتے اور کتب ادعیہ موسویہ بھی اُن کے پاس تھین حالانکہ وہ جاہل تھے تاہم احترام سے رکھا یہ سب باتین یک جا کرکے دیکھی جائین تو موسوی مذہب قدیم افغانون کا ثابت ہوتا ہے۔

روہیلہ اور روہیلکھنڈ کی وجہ تسمیہ

غور و غزنی کے پٹھانون نے جبکہ کوہستان روہ مین سکونت اختیار کی تو اُن کو روہلہ یا روہیلہ کہنے لگے لفظ روہیلہ سے مراد ہے روہ کے ملک کے رہنے والے لوگ سعادت یار خان بن حافظ رحمت خان نے گُل رحمت مین اور سید ولی اللہ نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ روہ کوہستان کا وسیع سلسلہ ہے جسکی حد شرقی مین کشمیر کے پہاڑ ہین اور حد غربی مین دریاے الین جو ہرات کے متصل ہے اور حد شمالی مین کوہ کاشغر اور حد جنوبی مین بھکر اور بلوچستان ہے۔ کوہ سلیمان قندھار کابل پشاور خیبر باجوڑ حسن ابدال سب کا روہ مین شمار رہے۔ اس ملک کی زبان مین سنسکرت اور فارسی کے اکثر الفاظ ہین۔ اور جام جہان نما مین مولوی قدرت اللہ شوق نے ذکر کیا ہے کہ کوہستان شمالی کابل و پشاور کو روہ کہتے ہین۔ تاریخ فرشتہ مین

مذکور ہے کہ روہ کوہستان کے اُس سلسلے کو کہتے ہین جس کی ابتدا باعتبار طول کے سواد دبجور سے قصبہ سوی تک ہے جو بھکر کے مضافات سے ہے اور اس کا عرض حسن ابدال سے کابل تک ہے۔ حیات افغانی مین بیان کیا ہے کہ کوہستان حصۂ شرقی افغانستان کو روہ کہتے ہین۔ یہان کے پٹھان کئی قبیلے ہین یہان کے رہنے والون کو روہیلہ کہتے ہین۔ بعضون کا بیان یہ ہے کہ روہیلہ ایک قسم پٹھانون کی ہے بلوچون مین سے نکلی ہوئی۔ اِس لفظ کا ترجمہ اُس مُلک مین پہاڑی آدمی ہوتا ہے۔ ہندوستان مین ملک روہیلکھنڈ اُن ہی لوگون سے منسوب ہے جب نواب سید علی محمد خان نے راجہ ہرنند کو شکست دیکر اُس کے ملک پر قبضہ کر لیا تو یہ ملک اُن روہیلون کی جمعیت کی وجہ سے روہیلکھنڈ کہلانے لگا کیونکہ یہ روہ کے رہنے والے تھے مگر ہندوستان مین اس قوم کا جماؤ نواب سید علی محمد خان سے بہت پیشتر کا ہے۔ شیر شاہ اور اُس کے جانشینون کے عہد سلطنت مین ہمایون اور اکبر کی فوج کے مقابلے کے لیئے اس بہادر قوم کو بہت عہدے ملے تھے اُس زمانے سے اس قوم کی جماعت ہندوستان مین بڑھتی رہی اور روہیلے مدّت دراز سے اِس ملک مین آکر زمینداران دامن کوہ کی نوکری کرتے تھے۔ ان روہیلون کا بڑا حصہ یوسف زئی اور شمال مشرق کے پٹھانون سے مرکب تھا۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے جن کا عرف روہیلہ ہے اُن پٹھانون اور روہیلون کو جو قندھار اور اُس کے

اطراف سے نادرشاہ کی یورش کے سبب سے۔ ہندوستان مین بھاگ کر آئے تھے اپنی رفاقت مین جمع کرکے روہیلہ نام کے ساتھ شہرت پائی اور اُن کے اجتماع سے بڑا اقتدار پایا۔ اور ایک جگہ اسی کتاب مین مذکور ہے کہ نواح قندھار کے پٹھان افواج ایران کے صدمات سے اپنا ملک چھوڑکر نواب سید علی محمد خان کی افغان دوستی کا شہرہ سُنکر اُن کے پاس جوق جوق جمع ہوگئے اور اُن کی نوکری اختیار کرلی اور نواب سید علی محمد خان روہیلے کے لقب سے عوام مین مشتہر ہوگئے اور اسی کتاب مین نواب نجیب الدولہ کی وفات کے حالات مین لکھا ہے کہ پٹھانون کی قوم مین روہیلے کم رتبہ ہوتے ہین اور یہ سراسر غلطی ہے[۱] کیونکہ اب ہمارے عصر مین سندھ دریا سے مشرقی طرف کے لوگ اکثر پشتو وان آدمیون کو جو افغانستان سے آتے ہین روہلہ اور راشہ کہتے ہین لفظ روہلہ سے مراد روہ کے ملک کے رہنے والے لوگ اور لفظ راشہ بعض افغانون کی تواضع اور تکریم اور خوش آمد اور مدارات کا لفظ ہے جب ایک دوسرے کے مکان پر جاتا ہے تو کہتے ہین کہ راشہ یعنی آئے اور راشہ مخفف ہے ہر کلہ راشہ کا تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ راشہ کوئی قوم ہے پٹھانون سے کم رتبہ بلکہ حد شرقی افغانستان کے رہنے والون کو روہلہ یا روہیلہ یا راشہ کہتے ہین اور ان مین ہر خیل اور ہر شاخ کے لوگ ہوتے ہین چونکہ مؤلف سیر المتاخرین کا روہیلون کے ساتھ حسد اور کینہ خاصہ ہوگیا

[۱] دیکھو حیات افغانی ۱۲

اِس لیئے جہان بھی ان کا ذکر درمیان مین آتا ہے دھول اُڑا جاتا ہے۔
تذکرۂ حکومت المسلمین مین ذکر کیا ہے کہ روہیلکھنڈ کی جو افغانستان مین شہرت ہوئی تو افغانان اباخیل اور بارخیل۔ نعمان خیل۔ خدوخیل۔ کمال زئی۔ مان زئی۔ غلزئی۔ یوسف زئی۔ اکُزئی۔ میران زئی۔ بامیان تنول۔ خیبری۔ مہمندی۔ ہزارہ۔ دربندی۔ خٹک۔ بڑیچ۔ صادروال نیروال۔ جلال آبادی۔ غوری۔ غزنوی۔ قندھاری۔ کابلی۔ ابدالی۔ شروانی۔ لودھی۔ سوری وغیرہ افاغنہ کی ریاست کا حال سُنکر غول کے غول افغانستان اور بلوچستان سے ہندوستان مین آتے تھے اکثر آنولے مین اور کچھ نجیب آباد مین اور کچھ فرخ آباد اور مئومین اور کچھ بریلی و پیلی بھیت مین آکر جمع ہوئے۔ نواب سید علی محمد خان کی جماعت کو اُسوقت کے مورخون نے افاغنۂ علی محمد خانی لکھا ہے۔
اِن پٹھانون کی دو پارٹیان ہوگئین ایک خاندان روہیلون کا کٹھیر مین قابض رہا دوسری قوم بنگش پٹھانون کی اضلاع فرخ آباد مین حکومت کرتی رہی بنگشون کے مورث اعلےٰ نواب محمد خان ۱۷۱۴ء مین فرخ سیر کے عہد سلطنت مین بھوج پور اور شمس آباد کے جاگیردار مقرر ہوئے لیکن آخر عہد سلطنت مین بادشاہ کو مجبوراً نواب محمد خان کے واسطے خودمختاری کا فرمان دینا پڑا۔ نواب محمد خان نے اپنے بادشاہ کے نام پر فرخ آباد کو آباد کرکے اپنا قیام گاہ مقرر کیا ۱۷۱۹ء مین فرخ سیر کے مرنے کے بعد نواب محمد خان نے بدایون پر بھی قبضہ کرلیا۔ مگر اسی زمانے مین نواب سید علی محمد خان

روہیلون کے سردار کا غلبہ اور فتوحات ممالک کٹھیر مین ہونا شروع ہوگئین یہ نواب سید علی محمد خان داؤد خان کے متبنیٰ تھے۔

ملک کٹھیر کی قدیمی تاریخ کا تذکرہ اور اُسکے سلسلے کا روہیلونکی تاریخ سے اتصال

کٹھیر کی حدود در دہیلکھنڈ کی حدود موجودۂ حال کو شامل تھین بریلی - مراد آباد۔ سنبھل - بدایون کے اقطاع کو کٹھیر کہتے ہین جب سے کٹھیریا نامی ایک قوم سورج بنسیون مین سے جو قنوج سے نکالی گئی تھی ممالک متحدہ مین آکر آباد ہوئی یہ ملک کٹھیر کہلایا۔ صدر مقام لکھنؤ (شاہ آباد) ضلع رام پور اور کابر علاقۂ آنولہ ضلع بریلی مین تھا اور جب سے مسلمانون نے اِس حصۂ ملک کو فتح کیا سنبھل اور بدایون مین علٰحدہ علٰحدہ حکومتین قائم کین - گزٹیر ممالک متحدہ کی جلد نہم حصۂ شاہجہانپور مین لکھاہے کہ تمام مراد آباد کا ضلع موجودہ حالت مین کٹھیر ہے۔ اُسوقت مشرق مین رام گنگا کے گوشۂ شمال و مشرق مین جس مین کہ ٹھاکر دوارہ اور مراد آباد بھی شامل ہے کٹھیر مسلمان مورخون نے لکھا ہے اور کٹھیر بھی پنچالہ سلطنت کا ایک حصہ تھا جنکی حکومت کی نسبت مہا بھارت مین ذکر ہے کہ ہمالیہ سے دریاے چنبل تک اُنکی حکومت تھی اور اُسکا دار السلطنت اہچ ہترا تھا جسکو کنگھم نے پرگنہ سرولی ضلع بریلی مین رام نگر تجویز کیا ہے اور جو فی الحال مراد آباد کے ضلع کی حد سے چند میل کے فاصلہ پر ہے

۶۳۸ء مین ہیون تسانگ چینی سیاح نے کشمیر کا سفر کیا تو اُس نے اس ملک مین سیلادتیا کی سلطنت دیکھی یہ بدھ مذہب رکھتا تھا جس کا اثر مشرقی و شمالی بنگال تک اور ہمالیہ سے دریاے نربدا تک تھا اور جس کو اشوک دوم کا لقب بوجہ بہادری اور اپنے مذہب کی اشاعت اور سخاوت کے دیا گیا تھا لیکن حقیقۃً اِس سے بھی پہلے سے یہان بودھون کی حکومت تھی مگر کوئی قدیمی عمارت اُن کی یہان ایسی نہین ملتی جس سے پورا پتہ چل سکے۔ البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مراد آباد اور اُسکے حوالی مین بہت تہذیب یافتہ آرین سنہ ایک ہزار عیسوی سے پہلے موجود تھے۔ شمال مین ہم دیکھتے ہین جس زمانہ مین ہیون تسانگ ادھر سے گذرا کاشی پور جس کا قدیمی نام گووِسانہ ہے ایک معتبر جگہ تھی اور وہ اڑھائی میل مربع مین آباد تھا اور اُس کے گرد مندر اور تالاب اور پلاؤ مچھلیون کے تالاب تھے جنوب و شمال کے گوشے مین گنگا کے پار قدیمی شہر آباد تھا جس جگہ کہ اب کندیل پور ہے اور جو کرشن کے عہد مین بھشمک کے متعلق تھا اور جہان کرشن جی اپنی بی بی رُکمنی کو لے گئے تھے سات آٹھ میل کے فاصلے پر جنوب و شمال کے گوشے مین انوپ شہر سے اندر پور قدیمی شہر آباد تھا جس کے ویرانے کو کارلائل نے کھودا اور اُسمین سے قدیمی سکّے اور دوسری چیزین یونانی اور بودھون کے عہد کی ملین مسٹر الگزینڈر کا خیال ہے کہ پہلے راجپوت حملہ آور ون مین سے ۸۰۰ء مین تومر قوم نے حملہ کیا اور سنبھل کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اُن ہی شاخون

مین سے اہیر۔ بہار۔ چیرو ہین ڈومر قوم قریب گیارہ سو پچاس عیسوی تک رہی مگر اُن کی حکومت مستقل نہ رہی۔ اہیر یا اہیرون نے قرب و نواح مین قوت پکڑی جب سے کہ گویا تاریخ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

مسٹر الگزینڈر کہتے ہین کہ چوہانون نے ڈومر قوم کی جگہ لی اور اسی طرح آپس کے جھگڑون سے مسلمان حملہ آورون کو موقع دیا۔ سنہ ۱۱۸۰ء مین مشہور پرتھی راج چوہان جو کہ ڈومری عورت سے پیدا ہوا تھا دِلّی کے تخت پر بیٹھا اور اُس نے غالبًا مسلمانون کے خوف سے سنبھل مین ایک مستحکم قلعہ بنایا۔ جہان پر اِس وقت تحصیل ہے اور ایک قلعہ امروہے مین بنایا جس کی نسبت کہتے ہین کہ اُس کی بہن رانی انبا کے نام پر اُس کا نام رکھا گیا تھا صرف تاریخون سے اِس قدر حال معلوم ہوتا ہے مگر یہ دونون مقام اِس سے بہت پہلے آباد ہوے ہین۔

مؤلف طبقات ناصری نے سب مؤرخون سے پہلے کٹھیر کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ نصیر الدین محمود غلام شاہان دہلی کی فوج نے روز پنجشنبہ ۱۳ محرم سنہ ۶۵۲ ہجری کو میاپور (ضلع سہارنپور) کے قریب گنگا کو عبور کیا اور اُس نے اپنے کوچ کو بہار کی تلی مین رہب (غالبًا رام گنگا سے مراد ہے) کے کنارے تک جاری رکھا اِن فسادات کے درمیان مین عزالدین درمشی تُنکلہ بالی مین (جسے کیہا نی بھی کہتے ہین) یکشنبہ ۱۵ محرم کو مارا گیا۔ اِس کی موت کے بدلے مین سلطان نے کٹھیر پر دوشنبہ ۶ صفر کو ایسا سخت حملہ کیا کہ وہان کے لوگ مدت تک یاد رکھینگے اِسکے بعد وہ بدایون کو آیا۔

ہمایون کی شکست کی بدنظمی کے وقت کٹھیریا قوم کا ایک آدمی راجہ متر سین سنبھل کا صوبہ دار ہو گیا تھا اکبر نے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی مبارز خان کو سنبھل کا صوبہ دار مقرر کر کے روانہ کیا۔ مبارز خان نے کٹھیریون کو علاقۂ سنبھل سے نکالدیا اب یہ لوگ کچھ بریلی مین اور کچھ مقام چوپالہ مین جو پہلے مراد آباد کے مقابل مین آباد تھا مقیم ہوے۔ اکبر کے عہد سلطنت مین یہ لوگ کچھ سر نہ اُٹھا سکے مگر کچھ زمانے کے بعد ان لوگون نے پھر خودسری اختیار کی۔ سنہ ۱۶۲۵ء مین راجہ رام سکھ کٹھیریہ نے شاہ جہان کے نوکرون پر کچھ زیادتی کی اور کمایون کے راجہ نے بھی ان لوگون کی شکایت بادشاہ سے کی اُسپر شاہ جہان نے نواب رستم خان دکھنی کو اس مہم پر مامور کیا رستم خان نے حکمت عملی سے راجہ کو مار کر کٹھیریون پر تسلّط حاصل کر کے اپنے رہنے کے واسطے ایک قلعہ اور ایک مسجد چوپالہ کی آبادی کے مقابل رام گنگا کے کنارے سنہ ۱۶۲۹ء مطابق سنہ ۱۰۴۰ ہجری مین تعمیر کرائی اور اُس کا نام رستم آباد رکھا شاہ جہان نے رستم خان کو طلب کر کے راجہ رام سکھ کے مارے جانے اور اُس کی خانہ ویرانی کا حال استفسار کیا اس کے بعد یہ سوال بھی ہوا کہ نئی آبادی کا نام تمنے کیا رکھا ہے۔ رستم خان نے بادشاہ کے خوف سے اُس کا نام بدل کر شہزادے مراد بخش کے نام سے مراد آباد ظاہر کیا اِس بیان سے بادشاہ کا غصّہ فرو ہوا اور رستم خان کو مراد آباد کا ناظم مقرر کر کے روانہ کیا۔ جہان پر رستم خان سنہ ۱۶۷۰ء تک اپنے عہدے پر قائم رہا اور عالمگیر کے عہد سلطنت مین سامو گڈھ کے ایک جھگڑے مین مارا گیا۔

اُس عہد کے سرکاری کاغذات اور خصوصًا عالمگیر کے ایک دستخطی و مُہری فرمان سے جو ماہ صفر سلسہ جلوس عالمگیری کا لکھا ہوا ہے یہ معلوم ہوا کہ یہ بستی رستم آباد عرف مراد آباد چوپالہ کہلاتی تھی رفتہ رفتہ رستم آباد اور چوپالہ کا تلفظ موقوف ہوکر اب صرف مراد آباد کے نام سے مشہور ہے۔

۱۱۲۵ھ میں فرخ سیر کے عہد میں جبین قلیچ خان نظام الملک دکن کی صوبہ داری سے قبل مراد آباد میں ایک بلوے کے فرد کرنے کو بھیجا گیا اور یہ علاقہ اُس کی جاگیر میں دیا گیا کچھ دنون کے بعد دربار کی سازشون سے نظام الملک کی جاگیر چھن کر رکن الدولہ اعتقاد خان وزیر سلطنت کو عطا کی گئی اور اس علاقے کو بذات خود ایک صوبہ مقرر کرکے مراد آباد کا نام رکن آباد رکھا گیا۔ مگر رکن الدولہ دربار کو چھوڑ کر کبھی اس جاگیر کو دیکھنے نہ آیا۔

آخر شیخ عظمت اللہ خان خلف الصدق مولوی عصمت اللہ خان نبیرۂ مولانا عبدالقادر فاروقی معروف بہ قاضی زادہ لکھنؤ مراد آباد کے حاکم مقرر ہوکر آئے۔ اِن کی سرکار سے داؤد خان اور اُن کے متبنّٰی نواب سید علی محمد خان نے توسل رکھا تھا۔ اور یہی دونون اُولوالعزم روہیلون کی حکومت کے بانی تھے۔

روہیلون کی تاریخ

داؤد خان کا حسب و نسب

داؤد خان جنھون نے نواب سید علی محمد خان کو متبنّٰے کیا تھا اور جن کے جانشینون کی یہ بارونق کارگاہ ابتک موجود ہے خود بھی شاہ عالم خان بن شہاب الدین خان کے متبنّٰے تھے۔ اِس لیئے داؤد خان کے ذکر سے قبل تھوڑا سا حال شاہ عالم خان کا بھی بیان کر دینا مناسب ہے۔

خلاصۃ الانساب مین حافظ رحمت خان لکھتے ہین کہ ہمارے مورث اعلےٰ کا نام شہاب الدین خان ہے لقب اِن کا شیخ کوٹہ تھا۔ کوٹہ کُتے کو کہتے ہین چونکہ وہ جناب رسالت مآب سے محبّت کاملہ رکھتے تھے اِس لیئے غایت انکسار کی وجہ سے اپنے آپ کو کوٹہ مشہور کر دیا تھا جس کے معنی کُتّے کے ہین یعنی پیغمبر خدا کا کُتّا۔ اور یہ سُکّٹے بابا کہلاتے ہین قندھار کے علاقے مین موضع پشین اور شوراوک بڑیچ کا مسکن تھا وہانسے شہاب الدین خان ترک وطن کر کے اٹک اور لنگر کوٹ کے ضلع مین آ رہے پس شیخ مذکور کبھی ضلع ہزارہ مین رہتے تھے اور کبھی ملک چچہ مین اور کبھی ملک سَمَہ مین۔ کیونکہ ان کے ورود سے قبل قوم بڑیچ کے بہت سے خاندان اِن مواضعات مین آ کر سکونت پذیر ہو چکے تھے۔ شہاب الدین خانکو خاندان قادریہ مین بعیت تھی۔ ملک چچہ ہزارہ مین فوت ہو کر شاہی ویر کے متصل دفن ہوئے

یہ نہایت متورع تھے ابتدا ے عہد سے مشت خاک کو بزرگون کے دامن مین باندھ دیا تھا برسون خانقاہون مین جھاڑو دی تھی اور جو دن بہار زندگی کے پھول ہوتے ہین اُنھین بزرگون کے روضون پر چڑھا دیا تھا جن کی برکت نے اُنھین وہ مرتبہ بخشا کہ ہزارہا آدمی اُنکے معتقد ہوئے زندگی مین اُن سے بہت سی کرامتین صادر ہوئین اور مرے پر بھی اُن کی کرامت کا یہ ظہور ہے کہ اُن کے مزار کے پاس خند و بلوس کے بہت سے درخت ہین جن کے باب مین مشہور ہے کہ جو کوئی اُن مین سے لکڑی کاٹتا ہے اُس کا کچھ نہ کچھ نقصان ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ غلطی سے اُن کے مزار کو شیخ شہاب الدین سہروردی کا مزار خیال کرتے ہین۔ انہی شہاب الدین کے لقب کی طرف منسوب کر کے اِن کا خاندان کوٹہ خیل کہلاتا ہے کوٹہ خیل دولت خیل کی ایک شاخ ہے اور دولت خیل کا نسب بدل کو پہونچتا ہے بدل ٹڑیچ کی ایک اولاد مین سے تھا۔ شیخ شہاب الدین کے تین بیٹے تھے پائی۔ آدم۔ محمود۔ پائی علیحدہ ایک ماں سے تھا اُس کی اولاد اُسی کے نام سے مشہور ہوئی اور آدم و محمود دونون ایک ماں سے تھے محمود خان کو موتی خان بھی کہتے تھے چنانچہ اِس کی اولاد موتی کے ساتھ اور آدم کی اولاد آدم کے ساتھ مشہور ہوئی۔ پائی خان کے تین فرزند پیدا ہوئے جوہار ایک ماں سے گدای خان اور میرک خان دونون ایک ماں سے جوہار خان کے دو بیٹے ہوئے حسن بیگ خان اور طاہر بیگ خان گدای خان کے تین بیٹے تھے۔ کنے خان۔ سنبے خان اور الہ داد خان

میرک خان کے ایک بٹیا پایندہ خان نامی پیدا ہوا جس کے ایک بٹیا بلند خان پیدا ہوا اور یہ بھی صاحب اولاد ہوا آدم خان کے تین فرزند پیدا ہوے دلاور خان سجاول خان اور پیر خان محمود خان عرف موتی خان ترک سکونت کر کے تور شہامت مین آرہے اِن کے پانچ بیٹے ہوے آزاد خان۔ شہزاد[1] خان۔ یہ دونون ایک مان سے تھے۔ حکیم خان۔ حسن خان اور شاہ عالم خان یہ تینون ایک مان سے تھے۔ حکیم خان کے کوئی اولاد نہوئی تھی۔ آزاد خان کے چار بیٹے تھے۔ شاہ مراد خان۔ دارا[2] خان۔ دیندار خان۔ اکراز[3] خان اور شہزاد خان کے دو بیٹے تھے شادی خان اور گوجر خان ان مین سے شادی خان کے آٹھ بیٹے۔ مبارک خان۔ امیر خان۔ عارف خان عرف عرب خان مکرم خان وغیرہ اور گوجر خان لاولد مر گیا۔ حسن خان کے سات فرزند ہوے بشارت خان۔ نعمت خان۔ خالد خان۔ عابد خان۔ صدر خان دوندے خان اور صلابت خان۔ ہمکو یہان صرف شاہ عالم خان کی ذوات اور اُن کے ذکر سے تعلق ہے۔

حافظ رحمت خان کہتے ہین کہ شاہ عالم خان شہید بن موتی خان سے بجز میرے کوئی اور فرزند باقی نرہا اور یہ موضع تور شہامت مین بستے تھے۔

شاہ جہان بادشاہ بن نورالدین جہانگیر کے عہد مین شاہ عالم خان

لا شہداد خان ۔ ٢ داد خان ۔ ٣ اکر خان۔

اور حسن خان دونون بھائی کٹھیر مین آئے اور یہان نوکری کر کے بسر اوقات کرنے لگے افغان اس ملک مین پہلے سے رہتے تھے بعضے تجارت کرتے تھے بعضے کوئی پیشہ کرتے تھے بعضے حکام ضلع اور راجون اور زمینداران دامن کوہ کی نوکری کرتے تھے۔ لیکن اُن دونون بھائیون کو یہ مُلک کچھ مفید اور موافق نہوا۔

شاہ عالم خان کے چونکہ مدت تک کوئی لڑکا پیدا نہوا اِس لیے اُنھون نے ایک لڑکے کو جس کا نام داؤد خان تھا متبنّٰی کر لیا جس کو عرف مین لے پالک کہتے ہین لے پالک اور متبنّٰی کا لفظ بسبب عام خیالات اور رسوم کے ایسا لفظ ہے جس سے مسلمانان ہند قسم قسم کے خیالات پیدا کرتے ہین جن کی صحت اور عدم صحت کا خدا ہی عالم ہے کیونکہ ایشیائی رنگ کی تحریرات سے سچا حال اخذ کر لینا نہایت دشوار ہے۔ غور کرو تو متبنّٰی ہونا کچھ عیب کی بات نہین۔ ہندوؤن مین گھرانہ اِسی سے باقی رکھا جاتا ہے۔ دُنیا کی امیری غریبی جاڑے اور گرمی کی طرح بدلتی رہتی ہے۔ ایک امیر الامرا کو صرف چند پُشت کے اندر دیکھو تو ممکن نہین کہ ایک وقت اُس کے گھر مین افلاس کا گذر نہوا ہو البتہ وہ بے استقلال قابل ملامت ہے کہ اُس عالم مین رحمت الٰہی کا انتظار نکر سکے اور ایسے کام کر گذرے جو نام پر داغ دے جائین۔ داؤد خان کے اِس معاملے کو حافظ رحمت خان کی اولاد نے بدرنگ لباس مین دکھایا ہے اور اس کی تقلید جام جہان نما اور تکملۂ ذکر ملوک مین

کی ہے چنانچہ گل رحمت وغیرہ مین کہا ہے کہ داؤد خان غلام تھے جو میراث پدری مین شاہ عالم خان کو پہونچے تھے۔شاہ عالم خان نے ان کو بطور فرزندون کے پرورش کیا کیونکہ اُس وقت تک اُن کے کوئی فرزند صلبی موجود نہ تھا شاہ عالم خان کی تجارت اور زراعت کا تمام کام داؤد خان کے سپرد تھا عماد السعادت اور تاریخ فرخ آباد مولفہ سید ولی اللہ اور تاریخ مالوہ مین داؤد خان کو شاہ عالم خان کے باپ شہاب الدین خان کا متبنٰے لکھا ہے اور یہ دوسرا شبہہ ہے جو ان اہل تواریخ کو واقع ہوا ہے۔

چونکہ داؤد خان کا مفصل حال تاریخون مین کم پایا جاتا ہے اسواسطے اُن کی نسبت جو کچھ اقوال ملتے ہین اُن کی تصدیق یا تکذیب کے دونون پلّے برابر سے ہین ظاہرا اس اختلاف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حافظ رحمت خان کی اولاد نے اپنی تاریخون مین داؤد خان کو مملوک تحریر کیا ہے۔پس جن مؤرخین کو ان کی نسبت یہ لفظ بُرا معلوم ہوا اُنھون نے مملوک کو متبنٰے سے بدل دیا۔بعض نے میدان تحقیق مین ذرا اور قدم بڑھایا اور شاہ عالم خان کا بیٹا بنا دیا۔جیسا کہ فرح بخش مین ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو یہ سارے پردے عبارات کے تنوع اور اغراض کے اختلاف نے ڈالے ہین بعض کا بیان ہے کہ اُن کے وطن مین یہ بات مشہور ہے کہ وہ الہ داد خان غلزئی کے بیٹے تھے الہ داد خان ایک مقتدر زمیندار تھے اکثر تجارت بھی کرتے تھے۔اس قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ایسا مقتدر زمیندار و تاجر اپنے لخت جگر پر

لے پالک بننے کا داغ کیون لگاتا۔ اِس کی اُس کو کیا ضرورت تھی۔
حق تحقیق یہ ہے کہ داؤدخان کی خود قوم بھی بڑیچ تھی چنانچہ شہر رام پور مین پتھر دن کے تھمون سے آگے گوجر ٹولے مین مرتضےٰ خان نامی ایک شخص رہا کرتے تھے وہ جاگیردار رام پورہ کی طرف سے جو جھاؤنی پیچ کے پاس ملک راجپوتانہ مین واقع ہے مہاراجہ ٹکورا وملکر کے دربار مین سفیر تھے وہ راقم کے ماموں صاحب حکیم محمد اعظم خان مؤلف اکسیر اعظم سے بارہا کہا کرتے تھے کہ داؤد خان ہمارے خاندان مین سے تھے ان کے متبنےٰ کر لینے کے بعد شاہ عالم خان کے کئی بیٹے پیدا ہوئے مگر کوئی باقی نہ رہا سوائے حافظ رحمت خان کے۔

داؤد خان کا کٹھیر مین ورود

داؤد خان نے جو کسی زمانے مین ملک روہیلکھنڈ کے فاتح ہونے والے تھے نہایت عمدگی سے شاہ عالم خان کے گھر پرورش پائی داؤد خان اگرچہ شاہ عالم خان کے صلبی لڑکون کے ساتھ نہایت محبت کرتے تھے لیکن انتیسیائی ملکون مین جیسا کہ قاعدہ ہے شاہ عالم خان کی بی بی اور اُن کے خاندان کو یہ ناگوار تھا کہ شاہ عالم خان داؤد خان کے ساتھ پدرانہ برتاؤ اور ہر قسم کی شفقت مرعی رکھتے ہین جبکہ اُن کے فرزند صلبی موجود ہین۔ اگرچہ شاہ عالم خان کو یہ خیال نہین تھا کہ اُنکی جائداد موروثی کے داؤد خان مالک ہون گے لیکن شاہ عالم خان کی

بی بی کو یہ یقین کامل تھا کہ جس قدر موروثی جائداد ہے اُسپر داؤد خان کو قبضہ ملے گا کیونکہ داؤد خان اپنی تندہی اور دانائی سے بہت جلد شاہ عالم خان کے حسب منشا اُن کے جملہ کاروبار مین دخیل ہو گئے تھے آخر شاہ عالم خان کی بی بی وغیرہ اس بات پر آمادہ ہوگئین کہ داؤد خان کو قتل کرا کے اس کانٹے ہی کو نکال ڈالا جائے۔ اِس سازش کی خبر داؤد خان کو بھی ہو گئی اگرچہ اُنھون نے شاہ عالم خان سے اُن کی بی بی اور خاندان کے فاسد ارادون کا کوئی ذکر نہین کیا لیکن ایسے سخت دشمنون کے مجمع مین اپنا قیام اور فروغ ناممکن خیال کر کے یہ ضروری سمجھا کہ جلاے وطن اختیار کر کے ہندوستان کی جانب نصیب آزمائی کرنی چاہیئے۔ اُس زمانے مین ہندوستان کی قسمت بالکل طوائف الملوکی کو مبدء فیاض کی طرف سے تفویض کر دی گئی تھی ہر طرف ہنگامہ برپا اور تمام ملک مین شورش تھی چھوٹے چھوٹے زمیندارون کو بھی خودسری کا خیال ہو گیا تھا آخر ایک خاص طور سے داؤد خان نے اِس خیال کو پورا کیا اور شاہ عالم خان کی اجازت لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوے۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ وہ نوکری کے واسطے آئے تھے لیکن بعض نے یون بتایا ہے کہ اُنھون نے کہا کہ اس زمانے مین ہردوار کا میلہ نہایت فروغ سے ہوتا ہے اور گھوڑے عمدہ قسم کے ملتے ہین اور فروخت بھی زیادہ قیمت سے ہوتے ہین اِس سے معلوم ہوا کہ وہ بہت سا روپیہ لے کر چلے ہون گے جس کو ذہن سلیم قبول کر نہین

پس و پیش کرتا ہے بہر صورت اگرچہ اُنھون نے شاہ عالم خان سے گھوڑون کے خریدنے کا وعدہ کیا اور اسی پر اپنی واپسی منحصر رکھی تھی لیکن وہ اپنے دل مین خوب جانتے تھے کہ یہان اُن کا قیام خطرناک ہے اور ہندوستان سے واپسی ناپسندیدہ ہے کیونکہ اُنکی فراخ حوصلگی اِس بات کو نہین چاہتی تھی کہ ایسی چپقلش مین زندگی بسر ہو۔ گل رحمت مین ذکر کیا ہے کہ داؤد خان طمع دنیا کی وجہ سے بغیر اجازت اپنے مربی کے ملک کٹھیر مین چلے آئے۔

اِن کے آنے کے بعد سنہ ۱۱۲۰ ہجری مین شاہ عالم خان کے صلب سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام رحمت خان رکھا۔ وہیلکینڈ گزیٹیر سے سنہ ۱۷۰۸ع مطابق سنہ ۱۱۱۹ ہجری مین داؤد خان کا کٹھیر مین آنا ثابت ہوتا ہے فروری سنہ ۱۷۰۷ع مین اورنگ زیب عالمگیر نے کہ بلا اِستحقاق اور متشرع بادشاہ تھا انتقال کیا اِس کا بڑا بیٹا محمد معظم بہادر شاہ اُن دنون کابل مین تھا اُس نے باپ کے مرض مین زیادتی سُنکر کابل سے آگرہ کی جانب کوچ کیا راستے مین وفات کی خبر سُنی آگرہ پہونچکر تخت سلطنت پر جلوس کیا اعظم شاہ جو اِس کا چھوٹا بھائی تھا اُس نے بڑے بھائی کا حق دبانا چاہا لیکن اپنے ارادون مین کامیاب ہوا اور فروری سنہ ۱۷۰۷ع مین مارا گیا۔ بہادر شاہ نے پانچ برس سلطنت کرکے فروری سنہ ۱۷۱۲ع مین وفات پائی اور اس نیک نہاد علم دوست بادشاہ کے بعد اِس کا بیٹا معزالدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اور ایک برس سلطنت کرکے

اپنے بھتیجے فرخ سیر ابن عظیم الشان کے ہاتھ سے فروری ۱۷۱۳ء
مین مارا گیا۔ فرخ سیر نے چچا کو قتل کر کے عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین
لی اور تخت پر بیٹھ کر شراب عیش و عشرت سے ایسا مخمور اور از خود رفتہ
ہوا کہ تاج شاہی نہ سنبھال سکا بلکہ وزیر و سپہ سالار جو اُسکے باعث
تقریب ہوے تھے اُنہی پر ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ اِس بادشاہ کے
عہد مین انگریزی عملداری کے درخت اقبال نے ہندوستان کی
زمین مین جڑ پکڑی۔ آخر ہزار خرابی چھ برس کئی مہینے مدت سلطنت
کو پورا کر کے سید عبد اللہ خان اور سید حسین علی خان کے ہاتھ سے
جو اِس کے مقرب خاص تھے ۱۷۱۹ء مین قتل ہوا جب فرخ سیر سے
تخت خالی رہا۔ تو سیدون نے بادشاہی نسل کے ایک شہزادے کو
رفیع الدرجات کے خطاب سے فروری ۱۷۱۹ء مطابق ربیع الثانی
۱۱۳۱ھ ہجری مین تخت نشین کیا۔ مگر یہ بادشاہ تین مہینے بعد سل کی
بیماری سے مر گیا اور بعد اُس کے ایک اور شہزادے کو رفیع الدولہ
کے خطاب سے مئی سنہ مذکور مطابق رجب سنہ مذکور مین تخت پر
بٹھلایا مگر اُس کی عمر نے بھی وفا نہ کی چنانچہ یہ بھی تین مہینے سے کم
عرصے مین جہان فانی سے گذرا بعد اس کے شاہزادہ روشن اختر کو
ماہ ستمبر ۱۷۱۹ء مطابق ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ ہجری مین محمد شاہ کے خطاب
سے تخت پر بٹھایا اِس بادشاہ کے وقت مین سلطنت بہت تباہ ہوئی
۱۷۳۹ء مین نادر شاہ نے دہلی کو لوٹا اور قتل عام کر کے بیس کروڑ روپیہ

کے قریب مال مع تخت طاؤس جو شاہ جہان نے سات کروڑ روپیہ کی لاگت سے بنوایا تھا لے گیا۔ برہان الملک نے اودھ کا صوبہ دبا لیا جہان اُس کی اولاد مین واجد علی شاہ وغیرہ ۱۸۵۶ء تک حکومت کرتے رہے حیدر آباد دکن کے علاقے پر نظام الملک نے خود مختاری قائم کی جہان پر اس وقت تک اُس کی اولاد قابض چلی آتی ہے بنگال بہار کٹھیر اور مدراس وغیرہ مین دوسرے کئی سردار خود سر والی ملک بن بیٹھے جو شروع انگریزی عہد مین لڑائیان کرکے برباد ہو گئے دکن گجرات اور مالوہ وغیرہ مین مرہٹون نے بڑی قوت پیدا کر لی جن کے ماتحتون مین سے بڑودہ گوالیار اور اندور وغیرہ کئی ریاستین قائم رہ گئی ہین آگرے کی طرف اکثر گانون راجہ جے سنگھ والی جیپور اور بھرت پور والون نے دبا کر اپنی ریاست مین شامل کر لیئے اور گجرات کا بہت سا علاقہ مہاراجہ اجیت سنگھ نے مارواڑ مین داخل کیا اس طرح ہندوستان کی شاہنشاہی محمد شاہ کے عہد مین ابتر ہو گئی

غالبًا ایسی حالت مین داؤد خان کی فراخ حوصلگی بھی یہ ضروری خیال کرتی ہو گی کہ مین بھی ہندوستان کے کسی حصہ پر قدم جا سکتا ہون

داؤد خان کا کٹھیر مین تاخت و تاراج شروع کرنا اور مال کے لیئے بندگان خدا کے کلیجون مین ہاتھ گھنگولنا

۱۱۲۰ء کے اواخر مین داؤد خان ہندوستان مین آئے اور

پہلے میلۂ ہردوار مین گھوڑون کو تلاش کیا جبکہ یہ خیال پورا کرنا تھا
کہ ایسے شاداب اور زرخیز ملک مین اپنی حکومت کی بنیاد قائم کرنی
چاہیئے تو ملک کٹھیر کو اپنی پرکار ہمّت کا مرکز قرار دیا اور یہان پہونچکر
سب سے پہلے ملک گیری کے سامان جمع کرنے کی طرف توجہ کی جو
چند روہیلے رفیق طریق تھے اُن کے ذریعے سے تو اِس خیال کا پورا
ہونا ناممکن تھا اور فوج کی فراہمی اور لشکر کی نگہداشت بہت سے روپئے
پر موقوف تھی اِس لیے شاہ عالم خان کے دادا شہاب الدین خان
سے گھوڑون کی تجارت کے حیلے سے روپیہ منگایا وہان سے ہزار روپئے
آئے یہ واقعہ عماد السعادت مین اِس طرح نہین لکھا جس سے داؤد خان
کے خیالات کٹھیر مین ورود کے وقت حکومت جمانے کے پائے جاتے
ہون اور واقع مین اول اول اُنکو ایسا خیال پیدا ہونے کا کوئی سان و
گمان بھی نہ تھا انقلاب زمانہ اور بخت و اتفاق نے معاملات کی صورت
بدل دی تھی۔

عماد السعادت مین اس واقعہ کو یون ادا کیا ہے کہ داؤد خان
اپنے مربی شہاب الدین خان کی اجازت سے نوکری کی تلاش مین
ہندوستان مین آئے تھے اور جب یہان کوئی کوشش کارگر نہوئی تو اُنکو
لکھا کہ یہان تو حصول مقصود کی صورت نظر نہین آتی اب دکن جانے کا
قصد ہے شہاب الدین خان نے اُن کا خط دیکھ کر ہزار روپے کی ہنڈی
اُن کو بھیجی اور لکھ بھیجا کہ ان مین سے دو سو روپے سے تو اپنا کام چلاوین

باقی روپون کی ہردوار کے میلے سے گھوڑیان خرید کے میرے پاس بھیجدین داؤدخان ہردوار کے میلے کو گئے سات سو روپے کی گھوڑیان خریدکین جن مین سے دو گھوڑیان شہاب الدین خان کے پاس بھیجدین اور باقی اپنے پاس رکھلین وہان چند روہیلون کو بھی نصیب کی گردش کھینچ لائی تھی جو پیادہ پائی کی مصیبت مین بھی گرفتار تھے انکو اپنا شریک کرکے گھوڑیان اُن کے حوالے کین اِسی زمانے مین ایک ہندو گنگا کے نہان کے لئے ہردوار آیا ہوا تھا رتھ اُس کی سواری مین تھا اور چند سپاہی بھی اُس کے ہمراہ تھے اُس کے دونون کانون مین مرداریدکی بالیان اور گردن مین طلائی طوق تھا بازو پر طلائی بازوبند بندھے ہوے تھے جس دن یہ روہیلے ہردوار سے روانہ ہوے وہ ہندو بھی بریلی کی طرف جو اُس کا وطن تھا چلا یہ تو ایسے مواقع کی تاک ہی مین تھے خبر پاتے ہی اُس سونے کی چڑیا کو پکڑنے کو روانہ ہوئے اُن کے پاس نو سوار تھے اُن سوارون کو ساتھ لے کر اُس ہندو کی رتھ کے پیچھے پیچھے ہو لیے تیسری منزل پر ایک جنگل مین جہان بانس کثرت سے تھی پہونچے اُس وقت اُس ہندو کے ہمراہی اسباب کے چھکڑون کے ساتھ پیچھے رہگئے تھے رتھ کے ساتھ صرف چھ سات آدمی تھے داؤدخان نے اُن سب کو گھیر کر تہ تیغ کرڈالا اور تمام زیور اُس کا اُتار لیا ایک پٹاری اُس کے پاس رتھ مین رکھی ہوئی تھی جس مین نوسے اشرفیان ایک تھیلی کے اندر موجود تھین وہ بھی لے لی اُس کے تمام کپڑے بھی اُتار لیئے اور رتھ کے بیل جو ناگوری تھے وہ ایک

روہیلے کے سپرد کر کے رتھ کو وہین چھوڑ کر شارع عام سے اُتر کر جنگل مین گھُس گئے اِس کے بعد کچھ حال معلوم نہین کہ وہ اسباب کہان بکا لیکن اتنا ضرور محقق ہے کہ اُس روز سے سکونت دامن کوہ الموڑہ مین قرار پائی اور یہی روز کا مشغلہ ٹھہرا رفتہ رفتہ اسّی سوار اور تین سو پیادے اُن کے پاس جمع ہو گئے اور ایک کچی گڑھی اپنے رہنے کے لیئے اِس جنگل مین بنالی سید ولی اللہ نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ اِس گڑھی کا نام بن گڑھ بفتح باے موحدہ وسکون نون وفتح کاف فارسی وسکون راے ثقیل مخلوط بہا رکھا تھا جسکو روہیلے باے موحدہ کے فتح نون کے سکون اور کاف فارسی کے وقف اور راے ثقیل کے فتحہ اور ہا کے سکون سے بولا کرتے تھے۔ واضح رہے کہ اگر یہ وہی بنگڑھ ہے جو نواب سید علی محمد خان کے رہنے کی جگہ تھی تو وہ آنولے اور بدایون کے درمیان مین ہے اور یوسف نگر کے نام سے مشہور ہے۔

ہندو کے قتل کی حکایت سواے عماد السعادت کے اور کسی کتاب مین نظر نہین آتی ہمکو اِس سے بحث نہین کہ اس مورخ نے اُن کو لٹیرا کیون قرار دیا مگر اس عزت خدا داد سے کون انکار کر سکتا ہے جو اُن کو حاصل تھی۔ ابتدائی حالت اُن کی بُری سہی لیکن بڑا حصۂ زندگی اُنکا کس شان وشوکت کے ساتھ بسر ہوا۔

ملک ہندوستان مین شاہی حکومت کے ضعیف ہو جانے کی وجہ سے کٹھیر مین بھی ہر ایک زمیندار خود سری کا دم بھرنے لگا تھا اکثر افغانون کو

جو ملک روہ سے آتے یہ زمیندار نوکر رکھ کے باہم جنگ وفساد کرتے ہر ایک اپنے آپ کو راجہ خیال کرتا تھا آپس کا تو کیا ذکر بادشاہی صوبونکی پروا بھی نہین رکھتے تھے۔ عظمت اللہ خان بادشاہ کی طرف سے مرادآباد مین حاکم تھے۔ نرپت سنگھ موضع پیلی بہن (جو علاقہ سوار مین رام پور سے اکیس میل کے فاصلے پر ندی ناہل کے قریب آباد ہے) اور کیرت سنگھ موضع اکبرآباد مین اور کنچن سنگھ راج پور مین اور کھیم کرن رتن گڑھ مین اور مدار[1] اسہاسے اور لچھمن سنگھ مدکر پرگنہ برسیر مین اور ارجن سنگھ آنولے مین نقارۂ حکومت بجاتے تھے۔ خدا جانے یہ شاہی صوبے سے بھی کچھ تعلق رکھتے تھے یا نہ رکھتے تھے اور باہمی یہ نفسانیت تھی کہ ایک زمیندار دوسرے کو بھونے کھاتا تھا۔ اور پیرون کے تلے ملے ڈالتا تھا جو لوگ ایسے موقع کی آرزو مین گھڑیان گنا کرتے تھے اُن کو توشے کی ہوس گوشے سے باہر نکال لائی۔ داؤد خان کا اُن لوگون مین نمبر اول تھا اُنھون نے چندروز مین ایک جمعیت کثیر بہم پہونچا کر سارے ملک کٹھیر مین ہل چل ڈالدی جب معرکہ آرائی کا وقت آتا تو گڑھی سے نکلکر جوہر شجاعت وجلادت دکھاتے جب فراغت پاتے تو پھر وہین آکر پناہ گزین ہوجاتے۔ رفتہ رفتہ ایسا نام چمکا کہ گرد ونواح کے زمیندار اور راجے مدد کے خواہان ہونے لگے ہم وطنون سے بھی یہ خبرین نہ چھپین اور روہیلون کی کثرت نے ملک کٹھیر کو روہیلکھنڈ بن جانے کی پیشین گوئی قائم کردی اور اُس وقت مین

---

[1] یہ نام کہین مدار شاہ لکھا ہے کہین مدار شاہ کہین مدار اسہاسے ۱۲ از لچھمن چند۔

اُن کی رفاقت مین بہت سے پٹھان رہتے تھے گل رحمت مین اِن کے ہمراہیون کی تعداد دو سو پٹھان کم بتائی ہے یا یہ تعداد اِس حالت سے بہت پہلے کی ہو گی۔

داوٗد خان کا غیب سے جانشین پانا

داوٗد خان نے مدارا سہاے اور لچھمن سنگھ زمینداران مدکر پرگنہٗ برسیر سرکار بدایون کے پاس نوکری کر لی ایک بار کھیم کرن زمیندار رتن گرھ نے کنچن سنگھ زمیندار راجپور پرگنہ چومحلہ پر چڑھائی کی اور قصبے کو لوٹ لیا کنچن سنگھ نے مدارا سہاے اور لچھمن سنگھ سے اِس ظلم کی شکایت بیان کر کے انتقام کے لیئے مدد چاہی مدارا سہاے نے اپنے دو بیٹون چتر سنگھ اور پربت سنگھ کے ساتھ بہت سے راجپوت اور پٹھان مقرر کیئے جن مین داوٗد خان بھی تھے کنچن سنگھ نے اس جمعیت کی اعانت سے حریف کے خاص رہنے کی جگہ کا بڑا اور یا بانکولی پر جو اب تحصیل بھیڑی ضلع بریلی سے متعلق ہین حملہ کیا ایک سخت جنگ پیش آئی۔ سیکڑون آدمیونکا کھیت ہوا کھیم کرن اور بہت سے اُس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ گئے اہل لشکر نے مقام صاف پا کر بستی کو لوٹا سپاہی بہت سے چوپاے اور آدمی گرفتار کر لائے۔ مدارا سہاے نے اِن سب قیدیون کو چھوڑ دیا مگر ایک حسین لڑکا جو موضع بانکولی مین داوٗد خان کے ہاتھ لگا تھا اُس کا حال مدارا سہاے کو نہ معلوم ہوا اِس لیئے رہا نہوا داوٗد خان نے اِس لڑکے کو اپنی رحم دلی سے

بطور فرزندون کے پرورش کرنا شروع کیا۔

یہ بیان ایک اُردو کی تاریخ کے مطابق ہے جو پرانے زمانے کی تالیف ہے اور رام پور مین ملکیون مین اِس کا نسخہ تھا یہ مصرع اُسی مین کا ہے سے ملیح آبادسون نوجان بلاؤن تو یہ لڑکا نہایت وجیہ اور ہوشیار تھا اور اُس کی پیشانی ہی سے اقبال ہویدا تھا۔

ع

بالاے سرش زہوشمندی ~~~ مے تافت ستارہ بلندی

داؤد خان کے لیے جس ساری شان وشوکت و دولت وحشمت پر نعمتِ اولاد سے محرومی ایک سخت مصیبت تھی اس لیے اُس نونہال کو فرزندی مین لیکر اپنے دل سے لاولدی کا داغ مٹایا یہ ہونہار لڑکا داؤد خان کے سایہ مین پرورش پانے لگا اور بڑا ہوکر ایسا نکلا کہ مورخ اُسکی قابلیت کی گواہی دیتے ہین۔ اِس لڑکے کی عمر اُس وقت کے برس کی تھی اِسبات مین مورخون کو اختلاف ہے۔ عماد السعادت اور تاریخ فرخ آباد مولفہ سید ولی اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈیڑھ برس کی عمر تھی اور گل رحمت وغیرہ مین سات آٹھ برس کی عمر بیان کی ہے انتخاب یادگار اور تاج فرخی کے خاتمے مین لکھا ہے کہ ولادت نواب سید علی محمد خان کی گیارہ سو اٹھارہ ہجری مین وقوع مین آئی تھی۔ اُن کے متبنّٰے کرینے کے بعد داؤد خان کے ایک صلبی بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام محمد خان رکھا داؤد خان ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ فرزند اول میرے

سید علی محمد خان ہین اہی کی برکت سے خدا نے مجھے یہ بیٹا محمد خان عطا کیا ہے۔

داؤد خان کی کامیابیان۔ شاہ عالم خان کا داؤد خان کے پاس آنا اور واپسی مین بدایون کے قریب چند مفسدون کے ہاتھ سے مارا جانا

اخبار حسن مین لکھا ہے کہ زمیندار مدکر کو داؤد خان کی حمایت سے بڑا اثر و رسوخ پیدا ہو گیا۔ داؤد خان اُس زمیندار کے آس پاس کے دشمنون کی خوب گوشمالی کرتے رہے۔ جب داؤد خان کی دلیری کا چرچا بجا مشہور ہوا تو آن کے پاس بہت سے پٹھان جمع ہو گئے اور اُنھون نے اِس عرصے مین کئی بڑے بڑے جاگیردارون کی نوکری کی راجاؤن اور زمیندارون سے جو اعانت کے عوض ایک کثیر رقم ملی اور جان نثارون نے داد جان نثاری دی بے منت بہت سے علاقے پر قبضہ حاصل ہو گیا

گل رحمت اور تاریخ روہیلکھنڈ مین ذکر کیا ہے کہ اُنکی اِس کامیابی کی خبر سنکر شاہ عالم خان بھی وطن اقامت تورشہامت مراقع روہ سے اِس حال کی تحقیق کے لیئے آئے داؤد خان نے اُنکی تعظیم و تکریم بہت کی تھوڑے دنون کے بعد شاہ عالم خان نے اُس چراغ دودمان جلادت سے شمع دولت روشن کرکے اُس روشنی مین وطن کی طرف مراجعت کی داؤد خان نے

اُن کو دو ہزار روپے دئے تھے۔ داؤد خان کی روز افزون ترقی کی خبرین وطن مین پہونچین تو صدہا افغان اِن کے پاس آ گئے چنانچہ پانچ سو آدمیون کی جمعیت اِن کے پاس ہو گئی اور ملک شادی خان پایندہ خان دوندے خان۔ سردار خان۔ اور صدر خان کمالزئی وغیرہ نامور افاغنہ انیس و ندیم ہوے داؤد خان نے اکثر دیہات اور پرگنے مثل بنیا بیولی[1] پرگنہ ستاسی ضلع بدایون کے دبا لیئے اور بنیا بیولی مین رہنے لگے۔ آگے چلکر یہ معلوم ہوگا کہ پرگنہ ستاسی وغیرہ ایک کارگزاری کے صلے مین بادشاہ کے یہان سے اُن کو ملا تھا۔ کئی سال کے بعد شاہ عالم خان دوبارہ وطن سے اِن کے پاس آئے اُنھون نے نہایت عزت کے ساتھ تھوڑے دنون اپنے پاس رکھا۔ شاہ عالم خان نے اِس مرتبہ یہ اصرار کیا کہ داؤد خان بھی روہ یعنی تور شہامت کو چلین مگر اُنھون نے نامنظور کیا اور اِس خیال سے کہ شاہ عالم خان کو کشمیر مین آنے کی ضرورت نہ ہے دو ہزار روپے سالانہ اُن کے مصارف کے لیئے وطن مین بھیجتے رہنے کا وعدہ کرکے رخصت کر دیا اور اُن سے یہ عہد پختہ طور پر کرلیا کہ سال بہ سال آپ کے پاس یہ روپیہ پہونچتا رہے گا اور ہزارون روپے بھی نقد دیئے۔ جب شاہ عالم خان روانہ ہو کر دہلی پہونچے تو وہان کئی سوداگرون نے اُن کو روک کر کہا کہ تمھارے لے پالک داؤد خان نے ہم سے گھوڑے خرید کیئے تھے مگر آجتک قیمت نہ دی جب تک وہ قیمت وصول

[1] کہین بیولی لکھا ہے کہین بنیا بیولی ۱۲

نہو جائے گی ہم آپ کو یہان سے آگے کو روانہ نہ ہونے دین گے۔
شاہ عالم خان کچھ دلون اِسی جھگڑے مین رہے مجبور ہوکر تمام مال واسباب
اپنا اُن کے پاس چھوڑ کر تنہا داؤد خان کے پاس پلٹ آئے اور
داؤد خان کو قیمت ادا کرنے پر لعنت ملامت کی اور اُن سے روپیہ
وصول کرکے ہنڈی اُن سوداگرون کے پاس بھیجدی اور آپ
داؤد خان کے پاس ٹھہر گئے اور یہ کہنے لگے کہ تم بھی ہمارے ساتھ
وطن کو چلو تمھارے یہان پر رہنے سے بندگان خدا پر بہت ظلم وجبر
ہوتا ہے اور ہمارے گھر کا کام بھی ابتر ہے داؤد خان نے اُسوقت
بڑی ثروت پیدا کرلی تھی اُن کے پاس شاہ عالم خان کے کچھ عزیز و
اقارب بھی جمع ہو گئے تھے اِس لیئے اِس اصرار سے بہت متکدر ہوے
اور خفیہ اُن کے قتل کا انتظام کیا اور چار آدمی اِس کام کے لیئے مقرر کیئے
اِسی زمانے مین بدایون کے عامل سے جو نواب محمد خان بنگش والی
فرخ آباد کی طرف سے وہان رہتا تھا اور چند زمیندارون سے بدایون مین
لڑائی ہوئی عامل مذکور نے داؤد خان کو اُن کی تمام جمعیت کے ساتھ
مدد کو بلایا اور مدد خرچ دینے کا وعدہ کیا۔ داؤد خان بدایون کو
روانہ ہوے شاہ عالم خان ہمراہ تھے اور وہ چارون آدمی بھی گھات
مین لگے چلے آتے تھے کہ شب جمعہ نوین ذالحجہ گیارہ سو تیئیس یا چوبیس ہجری
مین موقع پاکر شاہ عالم خان پر دفعتاً حملہ کیا اور سر کاٹ کر جنگل کیطرف
بھاگ گئے شاہ عالم خان کا دھڑ چند قدم قاتلون کے پیچھے دوڑا مگر گھوڑ دنگی

رسیون مین اُلجھ کر پڑا اور دم دیدیا۔ جب صبح کو داؤد خان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو جو بدنامی اُنکی سو دریاؤن کے پانی سے نہ دھوئی جائے گی اُس کے دھونے کو بظاہر بہت جزع و فزع کی اور اُنکو دفن کرایا یہ حادثہ آخر عہد فرخ سیر مین واقع ہوا تھا (اس مین نظر ہے کیونکہ اِنکے مارے جانے کا وقت فرخ سیر کا آخر عہد نہین ہو سکتا بعض نے مطلقاً عہد فرخ سیر لکھا ہے) اُسوقت حافظ رحمت خان کی عمر چار سال کی تھی بعد اِس کے داؤد خان نے دلّی کے سوداگرون سے شاہ عالم خان کا مال و اسباب اور روپیہ مانگا اُنھون نے اُس کے ہونے سے انکار کر دیا پھر تمام مال و اسباب تورشہامت کو شاہ عالم خان کے وارثون کے پاس بھیجدیا۔ شاہ عالم خان کے قاتلون کا یہ حال ہوا کہ تین شخص تو اُسی دن شبکو زمینداران بدایون کے مقابلے مین کام آئے ایک باقی رہا تھا وہ مبروص ہو گیا اُسی نے یہ راز کھولا۔ اِس کی مثالین ریاست و دولت کی وجہ سے دنیا مین بہت ملین گی لیکن ایسے واقعات کا ثبوت سوائے قیاسات و قرائن کے بہت کم ملا کرتا ہے۔ داؤد خان کے لینے کو شاہ عالم خان کا آنا یا سوداگرونکے معاملے کی وجہ سے واپسی کے لئے اصرار کرنا قیاس نہین قبول کرتا اُنکا داؤد خان کے ہمسلکیف مین اقتدار شاہ عالم خان کو بھی مفید تھا اور یہ مصلحت فوت ہوتی تھی داؤد خان کیطرف سے قتل کی تحریک بھی مخالف عقل ہے کیونکہ داؤد خان کو حقوق تربیت کا بہت خیال تھا جو شاہ عالم خان کی آؤ بھگت اور تقرر سالانہ کا باعث ہوا۔

اخبار حسن کے مؤلف کا بیان اِس بات سے کہ شاہ عالم خان کا

قتل داؤد خان کے اشارے سے واقع ہوا ا کرتا ہے کیونکہ اُس کا قول ہے کہ جب شاہ عالم خان داؤد خان سے رخصت ہو کر شہر بدایون کے قریب پہونچے تو قزاقون نے لوٹ لیا اور دو تین ہمراہون سمیت قتل کر ڈالا داؤد خان یہ خبر سنکر موقع قتل پر گئے اور کمال سرگرمی کے ساتھ تحقیقات کی لیکن قاتلون کا کچھ پتا نہ لگا ناچار جس مقام پر شہید ہوے تھے وہین دفن کر دیے گئے حافظ رحمت خان نے اپنے عہد حکومت مین مقبرہ تعمیر کرایا جو ابتک بیرون شہر بدایون موجود ہے۔

داؤد خان کے بعض اسباب ترقّی کا بیان

بعد اِس کے داؤد خان نواب عظمت اللہ خان کے پاس جو مراد آباد اور سنبھل کے حاکم تھے چلے گئے۔ عظمت اللہ خان انکے فرزند لطفی سید علی محمد خان کے چہرے سے آثار اقبالمندی اور تہور و شجاعت دیکھ کر ہمیشہ تعریف کرتے اگرچہ نواب عظمت اللہ خان اور داؤد خان مین غایت درجے کا ارتباط اور اتحاد بڑھ گیا تھا اور اُن کے ذریعہ سے بہت سا علاقہ بادشاہی مالگذاری مین اُنکو مل گیا تھا جس سے رئیسانہ بسر ہونے لگی تھی مگر ہمت عالی کا عقاب ہمیشہ اپنے پرون کو دیکھتا رہتا تھا۔ ان کی بھی نوکری چھوڑ دی۔

روہیلکھنڈ گزیٹیر مین لکھا ہے کہ داؤد خان نے آخر کار رمٹھونکی لڑائی مین بہت سے کارنمایان کیے جس کے صلے مین بادشاہ کے

یہان سے ضلع بریلی مین مقام شاہی اور بدایون مین مقام ستاسی جاگیر مین عطا ہوا۔

داؤد خان کا راجہ کمایون کی نوکری کرلینا اور ایک غداری کی پاداش مین اُس کے حکم سے مقتول ہونا

۱۱۳۹ ہجری مطابق ۱۷۲۶ء مین ایک شخص صابر شاہ نے جو اپنے کو تیموریہ شاہزادہ ظاہر کرتا تھا ابتداً دامن کوہ کمایون اضلاع اودھ وغیرہ کی جانب بنظر فوج کشی سپاہ کی نگہداشت شروع کی اور تھوڑے زمانے مین چالیس ہزار پٹھانون کی جمعیت سے صوبۂ روہیلکھنڈ پر حملہ کیا لیکن نواب عظمت اللہ خان فاروقی ناظم ملک روہیلکھنڈ نے نہایت جلد اس ناتربیت یافتہ فوج کو کامل شکست دیکر منتشر کردیا بہت سے پٹھان مارے گئے اور آخر صابر شاہ وہان سے بھاگ کر سیدھا راجہ دیبی چند والی کوہ کمایون کے یہان پناہ گیر ہوا یہ راجہ نہایت کم ہمت اور غیر مستقل اور کاہل حکمران تھا چنانچہ خاندان چند کے زوال سلطنت کا زمانہ اس کے عہد حکومت سے شروع ہوا صابر شاہ نے راجہ سے کہا کہ مین دہلی کا رہنے والا خاندان شہنشاہ تیمور سے ہون اور سلطنت ہندوستان کا مستحق ہون اگر آپ میری اعانت کرین اور آپ کی فوج کے زور سے تخت ہندوستان مجھے مل جائے تو مین نصف سلطنت آپ کو دیدونگا۔ اگرچہ دیبی چند کے مشیرون کی رائے پہلے سے

اِس بات پر آمادہ تھی کہ مسلمانون کی کل عملداری ہندیا کم سے کم اُس حصۂ ملک پر ضرور قبضہ کر لیا جائے جو روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور رہے لیکن اِس نئے دعویدار سلطنت کے ملجانے سے اُن کی اُمیدون مین بہت قوت آئی اور اُنھین یہ قطعی یقین ہو گیا کہ اِس شخص (صابر شاہ) کی اعانت کے پردے مین ہندوستان کے بڑے بڑے نامور سردار ہمارے شریک ہو جائین گے ایسی حالت مین ایک نوجوان اور بہادر پٹھان داؤد خان کی ہمراہی کی بھی ضرورت ہوئی کیونکہ اُسکے کانون تک بھی اِن کے اقتدار کی بھنک پہونچ گئی تھی اُس نے ایک ادھکاری کی معرفت جو کاشی پور کا حاکم تھا اُن کو اور اُن کے پانچسو آدمیون کے لشکر کو ایک بیش قرار مشاہرے پر نوکر رکھ لیا مگر یہ شرط ہو گئی کہ قیام اپنے ہی مقام مین رہے گا۔

راجہ دیبی چند نے صابر شاہ کی مدد کے لیئے داؤد خان کو معیّن کیا اور رُدّرپور وغیرہ پر قبضہ کر لینے کو حکم دیا اکثر پرگنات اور دیہات داؤد خان کی شجاعت اور دلیری سے صابر شاہ کے تصرف مین آئے اور اُنہی کی مدد سے رُدّرپور وغیرہ پر قبضہ ہو گیا بعض بیانون سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۲۶ع مین نواب عظمت اللہ خان نے بحکم شاہی کاشی پور اور رُدّرپور کو مراد آباد کی حکومت مین ملانے کے لیے اِن مقامات پر پندرہ ہزار سوار اور بارہ ہاتھی لیکر حملہ کرنا چاہا دیبی چند راجۂ کمایون نے حاکم کاشی پور کو عظمت اللہ خان سے جنگ کرنے کے لیئے حکم دیا

اور چالیس ہزار آدمیون کو شاہی فوج کے مقابلے کے لیئے جمع کیا حاکم کاشی پور نے داؤد خان کو اپنے لشکر کا ہراول مقرر کیا دونون لشکر میدان کاشی پور مین مقابل ہوئے عظمت اللہ خان نے داؤد خان کو مخفی طور پر لکھا کہ آپ میرے قدیم رفیق ہین حق نمک اور حق شرکت کلمۂ محمدی کی رعایت کرکے میرے ساتھ جنگ نکرنا چاہیئے داؤد خان نے جواب دیا کہ مین نوکری کی وجہ سے مجبور ہون اتنا کرون گا کہ بندوقون کو خالی سر کراؤن گا جب کاشی پور کے قریب لڑائی ہوئی تو داؤد خان نے ویسا ہی کیا ادھکاری کو شکست ہوئی اور ایک ہی حملے مین اُس کا جم غفیر منتشر ہوگیا وہ دیبی چند کے پاس گیا اور داؤد خان کی غداری کا حال بیان کیا۔ راجہ نے داؤد خان پر خفگی مطلقاً ظاہر نہ کی بلکہ زیادہ مہربانی کرنے لگا اور تنخواہ دینے کے بہانے سے پہاڑ پر بلایا اور ایک دن موقع پاکر اُن کو قید کرلیا اور اُن کے دونون پانون کٹوا دیے یا پہلے آنکھین کٹوائین اور پھر گردن کی رگین کھچوا کر اُن کا کام تمام کیا اِس کے بعد راجہ کے ملازمون نے لاش کو ساول ندی کے کنارے دفن کردیا

داؤد خان کے عروج کو تخمیناً تیرا چودہ برس گذرے تھے ؎

آغاز کو کون پوچھتا ہے انجام اچھا ہو آدمی کا

اُنکے قتل کے بعد نواب سید علی محمد خان پر چودہ برس کی عمر مین مکر تیمی نے سایہ ڈالا جیسا کہ تاریخ فرخ آباد مولفہ سید ولی اللہ اور عماد السعادت سے ثابت ہو اور یہ تحقیق کے خلاف ہی کیونکہ وہ ۱۱۰۰ھ ہجری مین پیدا ہوئے تھے اور ۱۱۳۹ھ مین

داؤد خان مارے گئے تو اِس حساب سے نواب سید علی محمد خان کی عمر بیس سال سے کچھ زیادہ کی ہونی چاہیئے۔

داؤد خان کے مشیرون اور کارپردازونکے نام

داؤد خان کے مشیر اور کارپرداز یہ لوگ تھے (۱) پایندہ خان ابن میرک خان ابن پائی خان ابن شیخ شہاب الدین عرف سگٹے بابا (۲) ملک شادی خان بن شہزاد خان بن محمود خان عرف موتی خان ابن شیخ شہاب الدین (۳) دوندے خان بن حسن خان برادر کلان شاہ عالم خان (۴) سردار خان (۵) فتح خان (۶) صدر خان کمالزئی جو عبدالستار خان کے باپ تھے (۷) کبیر خان۔ یہ نامور لوگ داؤد خان کی ترقیات روزافزون کا شہرہ سنکر ہندوستان مین آئے اور مورد مراحم ہوے البتہ فتح خان اُن کے چیلے تھے اِس لیئے کہ ایک برہمن کے بیٹے تھے بحالت خرد سالی مسلمان ہوے تھے۔

نواب سید علی محمد خان جانشین داؤد خان کے حسب و نسب کی تحقیق

جو حالت نواب سید علی محمد خان کے متبنّٰی ہونے سے پہلے تھی وہ ہرگز اِس کی مقتضی نہ تھی جس سے اِن کی تاریخ ولادت کا علم کوئی مہتم بالشان کام سمجھا جاتا۔ لیکن آپ کے لائق جانشینون نے اِس بات

کا پتہ لگا لیا کہ آپ نے غالباً شبستان عدم سے انجمن وجود مین ۱۱۸۰ھ ہجری مطابق ۱۷۶۶ء مین قدم رکھا تھا۔

اِن کی قوم کی تحقیق کے بارے مورخین کو بڑا اختلاف ہے اور اِس محل پر اکثر عزیزون کا قدم شاہ راہ تحقیق سے لغزش کھا گیا ہے اِسکی کچھ بحث مین اِسی کتاب کے اگلے ایڈیشن مین لکھ بھی چکا ہون جو نسب نامہ صاحبزادہ سید منصور علی خان ابن صاحبزادہ سید قاسم علی خان خلف نواب سید فیض اللہ خان نے سادات بارہ سے بڑی جستجو کے بعد معلوم کیا تھا اُس مین نواب سید علی محمد خان کے باپ سید دلاور علی کے پردادا سید یونس کے آگے غلطی واقع ہو گئی تھی جس کی وجہ سے بحث پیش آئی تھی۔ اصل یہ ہے کہ ریاست کے توشے خانے مین ایک مرتبہ آگ لگ گئی تھی اور بہت سا نقصان ہو گیا تھا اُسی مین وہ اصل نسب نامہ بھی ضائع ہوا جو تمام شاخہاے سنبھل ہیڑا ضلع مظفر کو شامل تھا پھر پرانے لوگونکی یاد داشت سے اُسکو لکھا گیا۔ اُس مین حافظے کی غلطی سے ایک دوسری شاخ سادات مین نسب جا پہونچا سید مظفر علی خان صاحب رئیس جانسٹھ ضلع مظفر نگر نے وقت تالیف تاریخ سادات بارہ کے جو شجرہ مرتب کیا ہے اور جو تقریباً راستی اور اصلیت سے مرصع معلوم ہوتا ہے اُس سے اِس غلطی کی اصلاح ہوتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) نواب سید علی محمد خان (۲) سید دلاور علی (۳) سید یعقوب علی (۴) سید دلدار علی (۵) سید یونس (۶) سید ابراہیم (۷) سید فتح محمد

(۸) سید احمد (۹) سید حمزہ (۱۰) سید یوسف عرف سید گدّن
(۱۱) سید ابی طالب (۱۲) سید تاج الدین (۱۳) سید حسین عرف
سید حُسنے (۱۴) سید علی (۱۵) سید ہادی عرف سید ہدیا (۱۶) سید
فخر الدین (۱۷) سید محمد (۱۸) سید علاء الدین (۱۹) سید ابو الحسن
(۲۰) سید ابو الفتح (۲۱) سید ابو الفضل (۲۲) سید ابو الفرح واسطی
(۲۳) سید داؤد (۲۴) سید حسین (۲۵) سید یحییٰ (۲۶) سید
زید ثالث (۲۷) سید عمر (۲۸) سید زید ثانی (۲۹) سید علی
(۳۰) سید حسن (۳۱) سید علی عراقی (۳۲) سید حسین (۳۳) سید علی
(۳۴) سید محمد (۳۵) سید عیسےٰ موتم الاشبال[1] (۳۶) زید شہید ابن
امام زین العابدین علیہ السلام (۳۷) جناب امام زین العابدین علیہ السلام
(۳۸) جناب امام حسین شہید کربلا علیہ السلام (۳۹) جناب امیر المومنین علی علیہ السلام۔
آئینہ اودھ مطبوعہ مطبع نظامی کے صفحہ ۸۰ مین سید ابو الفرح واسطی کا نسب جو
یون لکھا ہے ابو الفرح واسطی بن سید محمد اصغر بن سید یحییٰ بن حسین ذوی الدمعہ[2] بن زید شہید یہ
غلطی ہے کیونکہ سید محمد اصغر کے کسی بیٹے کا نام ابو الفرح واسطی نہین اُنکے تین بیٹون سے
اولاد رہی تھی (۱) محمد (۲) علی زاہد (۳) احمد موضح۔
عیسیٰ موتم الاشبال و حسین ذوی الدمعہ دونون بھائی ہین اور زید شہید کے بیٹے ہین
انہین سے سید عیسےٰ موتم الاشبال کی اولاد مین سے سید ابو الفرح واسطی ہین۔
سید مظفر علی خان صاحب کو سید دلاور علی کے مقتول ہونے کے

[1] یتیم کرنے والا شیر کے بچون کا ۱۲ [2] آنسوؤن والا کیونکہ بہت عابد تھے ۱۲

مقام کا پتہ نہین معلوم ہو سکا اُنھون نے اِسی قدر عبارت پر اقتصار کیا ہے
کہ وہ مع اہل و عیال و برادرزادگان سنبلہیڑہ سے جانب بریلی
چلے گئے اور بمقابلۂ افغانان روہیلہ مقتول ہوے۔ مین اِسکی صراحت
کیے دیتا ہون کہ سید دلاور علی بانکولی پرگنہ کابر ضلع سنبھل مین تھے۔
جب موضع بانکولی پر داؤد خان نے دھاوا کر کے قتل و غارت کا بازار
گرم کیا تو سید دلاور علی مارے گئے نواب سید علی محمد خان کہ نہایت حسین
تھے داؤد خان کے ہاتھ آ گئے داؤد خان لاولد تھے اِس واسطے اُن کو
بجاے اولاد کے پرورش کیا یاد رکھو کہ موضع بانکولی اُس وقت مین کابر
کے پرگنے سے لگتا تھا اور کابر کا تعلق سنبھل سے تھا عموماً کتب تواریخ سے یہی
ثابت ہے اور اب بانکولی تحصیل بہیڑی ضلع بریلی سے متعلق ہے لیکن
خواجہ شبیر کی تاریخ فارسی مین مذکور ہے کہ داؤد خان نے جہان نواب سید علی محمد
خان کو پایا وہ باکولی پرگنہ بسولی ضلع بدایون مین واقع ہے اس صورت
مین یہ وہ بانکولی نہین جس کا تعلق کابر سے تھا اور اب بہیڑی سے ہے
شاہ آل احمد عرف اچھے صاحب المتوفی ۱۲۳۵ہجری سجادہ نشین مارہرہ
ابن شاہ حمزہ صاحب کی تالیفات سے زبان فارسی مین ایک کرم خوردہ
ذخیرہ جو بطور جُنگ یا کشکول کے ہے اور نام اُس کا آئینۂ محمدی ہے
میری نظر سے گذرا ہے اس مین تاریخی واقعات کے ضمن مین جہان
نواب سید علی محمد خان کا حالت طفلی مین داؤد خان کے ہاتھ آنا لکھا ہے
وہان بتایا ہے کہ نواب سید علی محمد خان سادات بارہہ سے تھے جو

زیدی ہین -

یہ امر مختلف فیہ ہے کہ نواب سید علی محمد خان کو جب داؤد خان نے پایا تو آپ کا سن اُسوقت کیا تھا صاحب تاریخ عماد السعادت نے ڈیڑھ برس کی روایت کی ہے بعض مورخین چھ برس کہتے ہین صاحب تاریخ روہیلکھنڈ کے نزدیک سات یا آٹھ برس ثابت ہین - بہر کیف ایسے وقت کی روایت ہے جس کا صحیح اندازہ کرنے کی کوئی راہ نہین - اُنکے ملنے کی ایک حکایت ایسی دلچسپ ہے جس کو وقائع نگار کا قلم کسی طرح نہین چھوڑ سکتا - بعض صاحبون کا بیان ہے کہ موضع بانکولی کی معرکہ آرائی مین کچھ لوگ مارے گئے کچھ بھاگ گئے اُس اثنا مین نواب سید علی محمد خان کی والدہ چند روز سے مبتلاے تپ تھین اُسپر طرہ یہ کہ دوا غذا سب کچھ ندارد - بیماری کی وجہ سے تمام تر سامان آسائش سے محروم یہ اِس معرکہ مین بیتاب ہوئین تو ہونہار فرزند کو گود مین لیکر کسی دوسرے گانؤن کا رخ کیا اور آدھی رات تک لشتم پشتم چلی گئین لیکن پھر قدم آگے نہ بڑھ سکا اور بیٹھ گئین بیٹھنا تھا کہ غش آگیا اور وہ بھی گھڑی دو گھڑی پہر دو پہر کے واسطے نہین بلکہ قیامت تک کے لیئے ایسی حالت مین مان بیٹے کی مفارقت ایک ضروری اور معمولی بات تھی جو وقوع مین آئی چاندنی رات تھی داؤد خان بھی چند پیادہ و سوار ساتھ لیئے وہان پہونچے نواب سید علی محمد خان اُس صحرا مین ایک جگہ اُس آزادی کے ساتھ جو معصوم بچونکو خداداد حاصل ہوتی ہے بیٹھے ہوے کھیل رہے تھے

اور گرد سات بھیڑیون کا ایک حلقہ تھا داؤد خان کو دیکھ کر بھیڑیے تو چلدیے
لیکن خان موصوف سے کسی طرح نہ رہا گیا اور فوراً گھوڑے سے اُتر کر آپکو
گود مین اُٹھا لیا اور بہت پیار کیا اور اپنے ہمراہیون سے کہا کہ یہ لڑکا بڑا صاحب
اقبال ہوگا اور جوان ہوکر ضرور کسی ملک پر حکومت حاصل کریگا کیونکہ
جنگل مین خداے تعالے نے اُس کی حفاظت کے لیئے سات بھیڑیے بھیجدیے
حالانکہ ایک بھیڑیا بھی میدان مین بچے کو جیتا نہین چھوڑتا چونکہ مین لاولد ہون
اللہ تعالے نے غیب سے یہ بیٹا عنایت کیا ہے اُن لوگون نے جواب دیا
کہ آپنے جو کچھ ارشاد کیا ہے بجا ہے پھر داؤد خان اپنے ساتھ لے آئے
اور فرزندون کی طرح پرورش کرنے لگے۔ عماد السعادت مین بھی یہ
حکایت ابتداے بیان مین تھوڑے سے فرق کے ساتھ مذکور ہے بعض
تاریخون مین یہ بھی لکھا ہے کہ داؤد خان نے جسوقت آپکو پایا تو آپ کا نام
پوچھا آپ نے سید محمد علی بتایا خان موصوف نے کہا کہ آج سے تمھارے
باپ ہم ہین اور تم ہمارے بیٹے ہو اور اُس مرحومہ کے دفن سے فارغ
ہوکر اپنے گھر کی راہ لی اِس بیان سے یہ بات صاف ہوگئی کہ آپ کا سن
اُس وقت ڈیڑھ برس سے زیادہ کا تھا ڈیڑھ برس کا بچہ بات کا جواب
کیسے دے سکتا اور بھیڑیون کا نواب سید علی محمد خان پر حملہ نہ کرنا کچھ
بڑی بات نہین جب اقبال رفیق حال ہوتا ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے اور
مجھے سردار عرب وعجم کا یہ قول نہین بھولتا اجلک حافظک یعنی تیری اجل
ہی محافظ ہے جب تک اُس کا وقت نہین آیا تب تک کسی حربۂ ہلاکت کا

تجھپر اثر نہ کرنے دے گی موت خود اُسے روکے گی اور کہے گی کہ تو
ابھی سے اُسے کیونکر ہلاک کرتا ہے یہ تو فلان وقت پر میرے حصے
مین آنے والا ہے۔ لیکن جو بات گھر والے کو معلوم ہوتی ہے اُس کو
ایک غیر آدمی نہین پاسکتا نواب سید کلب علی خان صاحب ملقب بہ
خلد آشیان نواب سید علی محمد خان کے پوتے ہین اور پھر علمی دنیا
مین نہایت قدر دان اور ماہر مانے جاتے ہین اُنھون نے تحقیق
کرکے انتخاب یادگار مین لکھوایا ہے کہ داؤد خان نے نواب سید
علی محمد خان کو موضع بانکولی کے ایک مکان مین پایا تھا اِس سے
معلوم ہوا کہ اُنکی والدہ کے موضع سے نکلنے اور راہ مین رہرو ڈلیک
عدم ہونے کی روایت اور اُن کو بھیڑیون کے حلقے مین پانے کا
قصہ بے سرو پا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہین کہ عماد السعادت باوجودیکہ نواب
سعادت علی خان والی اودھ کے عہد مین خاص اُنکے دار السلطنت
لکھنؤ مین تالیف ہوئی اور اُسی ملک کی تاریخ ہے اور پھر بھی اُس کی اکثر
باتین امیر حمزہ کی داستان سے زیادہ وقعت نہین رکھتین چنانچہ
ہماری تاریخ اودھ کے دیکھنے سے ماہرین فن اس کا اندازہ بخوبی
کرسکتے ہین تو ایسی حالت مین انتخاب یادگار کی روایت کے سامنے
عماد السعادت کا بیان کسی طرح اہمیت دینے کے قابل نہین ہوسکتا
اب یہان ایک دوسری بحث یہ بھی پیش آتی ہے کہ انتخاب یادگار اور
گلشن فتوت وغیرہ مین نواب سید علی محمد خان کے نسب نامے کو

دوسرے طریق سے بیان کیا ہے جیسا کہ اگلے ایڈیشن مین لکھ چکا ہون اور اُس مین بعض کمزوریان ثابت کر چکا ہون اب تفحص سے معلوم ہوا کہ صاحبزادہ منصور علی خان سے سید یونس کے آگے نامون مین غلطی واقع ہو گئی تھی موٹی سی بات ہے کہ سادات بارہ کے زیدی ہونے مین کلام نہین مگر تسامح اور تساہل کی وجہ سے اُنکو موسوی لکھدیا۔ اور ایسا اکثر بڑی بڑی کتب مین بھی واقع ہو گیا ہے چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام نے حضرت عیسے سے چار سو چھپن برس پہلے سفر خلقت و سفر خروج کو بقول اہل کتاب یحیے اور زکریا علیہما السلام کی مدد سے لکھا تھا اُس مین اولاد بنیامین کے بیان مین توریت کا خلاف کیا ہے توریت مین جو حضرت عزیر دس لکھ گئے ہین اُنکو کبھی تین اور کبھی پانچ بتلایا ہے اور متی نے جو حواری ہے حضرت عیسے کا نسب نامہ لکھا ہے اُس مین کئی نام بھول گیا ہے جس کی تاویل مین مفسرین نہایت تکلفات کرتے ہین۔

نواب سید علی محمد خان کی سیادت کا پتہ ان بیانات کے علاوہ اور تواریخ سے بھی ملتا ہے چنانچہ منشی کریم علی مؤلف تاریخ مالوہ و صاحب عماد السعادت نے اُنکے باپ کو بارہ کا ایک سید بتایا ہے اور ان کا یہ کہنا کہ اُس سید نے ایک برہمنی کو مسلمان کرکے گھر مین ڈال لیا تھا اُس کے بطن سے نواب سید علی محمد خان ہین اُن نوشتون کے سامنے قابل اعتماد نہین جو سادات بارہ سے سید دلاور علی کے نسب کے متعلق ثبوت کو پہونچے ہین اور بفرض محال تھوڑی دیر کو یہ مان بھی لیا جائے کہ نواب سید علی محمد خان ایک مسلمان

برہمنی کے بطن سے ہین تو اس مین بھی کچھ مضائقہ نہین اول تو برہمن تمام
ہندو اقوام مین اعلےٰ و اشرف ذات ہے دوسرے یہ کہ سیادت کا
اعتبار باپ کی طرف سے ہے نہ ماں کی کنیزون کے بطن سے کیسے کیسے
اکابر گذرے ہین تہ کی بات یہ ہے کہ سیر المتاخرین کے مؤلف کو نواب
موصوف سے مذہبی مخالفت کے سوا دو خاص وجہون سے خصومت
ہے (۱) سادات بارہ کی لڑائی مین نواب سید علی محمد خان کی شرکت کا
اُس کے دل پر سخت داغ ہے (۲) اُس کا باپ ہدایت علی خان بریلی اور
اُس کے ۱۷ محال کا فوجدار تھا اُس نے سرہند کی مہم سے نواب کی واپسی
کے بعد ان کی سپاہ کے ہاتھ سے بڑی ذلت اُٹھائی تھی سید ہدایت علی
خان کے ساتھ اُسکا بیٹا یعنی مؤلف سیر المتاخرین بھی تھا اس زک پانے کی وجہ
سے عمر بھر وہ عموماً روہیلون اور خصوصاً نواب سید علی محمد خان کا دشمن جانی
رہا اور نواب کے ساتھ حسد و کینہ اس کا خاصہ ہو گیا اسی لیئے اپنی
کتاب مین نواب صاحب کو کہین کچھ کہین کچھ لکھدیا یہ مرد بوالعجب اتنا نہ سمجھا
کہ آدمی کی جو قوم بھی ہو گی وہ ایک ہی ہو گی ایک ہی شخص کی دو قومین
تو ہو نہین سکتین ہر جگہ نواب ممدوح کی فوج کو افاغنہ ملاعنہ اور
افواج شام اور افاغنہ عفریت نژاد اور دون نژادان کے
کریہہ الفاظ سے یاد کیا ہے اِس کے بعد جن مؤرخون نے روہیلون کے
حالات مین کوئی کتاب لکھی اُنھون نے اِسی کا اتباع کیا چنانچہ جام جہان نما
تاریخ راجگان پنجاب۔ تاریخ ہندوستان مؤلفہ الفنسٹن صاحب۔ تاریخ مالوہ

اور جلد دوم تنقیح الاخبار وغیرہ مین اُسی کے مطابق لکھا ہے۔ مین نے تمام اقوال کو جو کورانہ تقلید پر مبنی تھے یہان درج نہین کیا۔

نواب سید علی محمد خان بہادر کو جو روہیلہ کے لفظ سے یاد کیا ہے یہ تغلیب کے قاعدے پر مبنی ہے چنانچہ افغانستان مین سوائے پٹھانون کے اور قومین بھی آباد ہین مگر تغلیباً سارے ملک کو افغانستان کہتے ہین اور وہان کے باشندون پر عموماً افاغنہ کا اطلاق ہوتا ہے اور اسی وجہ سے خان زادے کاظم خان شیدا نے اُن کے انتقال کی تاریخ مادہ ہے ہے افغان سے نکالی ہے اور اسی وجہ سے زمان شاہ نے اپنے فرمان مین جو آصف الدولہ کے نام پر ہے لکھا ہے چون علی محمد خان و فیض اللہ خان از طائفہ افغان مسلمین اسے آخرہٗ اور نواب موصوف نے جو ہمیشہ پٹھانون کے خاندانون مین قرابت کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت مین آپ کی ایسی حالت اور طرز معاشرت تھی کہ اُس کی وجہ سے پٹھانون ہی کے خاندانون مین رشتہ داری کی بنیاد پڑگئی اور زیادہ تر باعث اس کا ایک پٹھان کی نسبت تھی اور جہان ایک جگہ رشتہ قائم ہوگیا پھر کیا تھا گویا زنجیرہ بندی ہوگئی اور سید کا پٹھان کی بیٹی لے لینا یا اُسکو اپنی بیٹی دیدینا نہ عقلاً ممنوع ہے اور نہ شرعاً بلکہ عرفاً بھی قباحت نہین ہمیشہ ایسا ہوا کیا ہے اور پٹھان بھی تو مسلمانون مین ایک شریف قوم ہے۔ برہان الملک نواب سعادت خان بانی ریاست اودھ سید موسوی ہین ان کی بہن ایک ترکمان سے جو کاسہ ساز تھا بیاہی گئی تھی جس کے بطن سے ابو المنصور خان

صفدر جنگ والی اودھ ہوے اور اُنکو برہان الملک کی بیٹی بیاہی گئی جس سے شجاع الدولہ پیدا ہوے۔ بہرصورت اگر نواب سید علی محمد خان دودمان شرافت و نجابت سے نہوتے تو پٹھانون کا ایک سربرآوردہ اور شریف گروہ جنکو ذاتی غیرت اپنے ہم چشمون کی اطاعت پر بھی مائل نہین ہونے دیتی داؤد خان کے صلبی فرزند کے موجود ہوتے آپ کو حکومت کے لیے ہرگز انتخاب نکرتا۔ دیکھو فتح خان ایک برہمن کے لڑکے تھے داؤد خان نے اُنکو مسلمان کرکے بڑی عزت دی مگر کہلائے چیلے ہی سرداران افاغنہ کے ساتھ برابری قومی حاصل نہ کرسکے نہ باہم رشتہ داری کا مرتبہ اُنکو دیا اسوقت تک افاغنہ کو اپنا حفظ نسب بہت ملحوظ تھا اور احتیاط زیادہ مرعی تھی اور آج کل جو پٹھانون مین نسب بگڑتا جاتا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُن کے بڑون مین جو پہلے جوہر شرافت تھے وہ اب اِن مین نرہے کیونکہ کسی کی مان ڈومنی ہے کسی کے دادا نے کوئی ذلیل قوم کی عورت گھر مین ڈال لی ہے دوغلے آدمی سے شرافت کے کام صاف نہین ہوتے" ان ٹینی باپ کلنگ بچے دیکھو رنگ برنگ"

خلاصۂ تحقیق یہ ہے کہ یہ نہایت بے سروپا بات ہے کہ بے خبر مورخ نواب سید علی محمد خان کو خارج از سادات سمجھتے ہین یہ غلطی اس سیلے بھی واقع ہوئی ہے کہ مورخین نے اُن روایات کو معتبر سمجھ لیا ہے جو یقیناً کمزور نوابان اودھ کی خاطر جو نواب سید علی محمد خان کی تلوار سے عاجز تھے ایک قوی دشمن پر ہنسنے اور اُسکی دل آزاری کے لیئے تراشی گئین

اور اس مین غالباً مذہبی تعصب کو بھی دخل تھا۔ حافظ رحمت خان کی اولاد جو بریلی کی ریاست برباد ہونے کی وجہ سے نہایت بے بسی کی حالت مین بیٹھی ہوی نواب سید فیض اللہ خان کی دولت وشوکت کو دیکھ دیکھ کر رنج وغم سے گھٹتی تھی ایسے قصّون کے تراشنے مین پوری پوری مدد دیتی رہتی تھی مؤرخین نے اُن روایات پر غور نہین کیا جو نواب سید علی محمد خان کے صحیح النسب ہونے پر بزور شہادت دے رہی ہین اور وہ یہ ہین کہ اُس وقت کے صاحب جلال خاندانی افاغنہ جنکو افغانستان سے نکلے ہوے زیادہ زمانہ نہین گذرا تھا کیسے نواب سید علی محمد خان اور اُنکی اولاد کو اپنی بیٹیان دیتے اگر یہ لوگ ذرا بھی اُن کے نسب مین شبہہ پاتے تو اپنے کندھون پر اُنکی حکومت کا جوا ابتدا ہی سے نہ رکھتے اور اُن کی نصرت و حمایت کے لیئے اپنی جانون کو اس طرح نہ لڑاتے مین نے اس بحث کو اس لیئے طول دیا ہے کہ اس بارے مین شک وشبہہ کا کلیۃً سدباب ہو جائے اور اُن نادان رام پور والون کی زبان بند ہو جائے جن سے مین نے خود اپنے کانون سے سنا کہ وہ نواب سید علی محمد خان کے نسب پر افترا و بہتان سے طعن وقدح کرتے تھے اور یہ کچھ اُنکے افلاس کے حسد سے اور کچھ جہالت سے اُن کی طبیعت مین پڑا ہوا ہے اور یہی حال اگلے عوام کا ہوگا۔ عجب دنیا ہے اور عجب اہل دنیا مگر کیا کیجیے یہان کبھی ایسی صورتین پیش آتی ہین کہ انسان کی عقل گم ہو جاتی ہے نواب سید علی محمد خان کے نسب مین قدح اور نکتہ چینی کرنے مین

اہل رام پور کی وہ بے چین اور مغرور طبیعتین بھی شامل ہین جو ریاست
کے سایۂ حمایت مین رہکر سونے روپے کے بادل اُڑاتے ہین موتی
رولتے ہین زرق برق پڑے پھرتے ہین اور اپنی شرافت خاندانی
کے مدعی ہین چونکہ نسب سادات کا ادّعا تمام اقوام و قبائل پر شرافت
کا دعوےٰ ہے اس لیئے اس مین تہمت کا بھی سامنا ہوتا ہے مگر سید
دلاور علی کی سیادت کا ثبوت اُنکے وطن بارہ مین وضاحت کے اُس
درجے کو پہونچ گیا کہ اُس مین ذرا شک وشبہ کو گنجایش نہین رہتی کیونکہ
سید مظفر علی خان صاحب نے نسب نامے کو گروہا گروہ سادات بارہ
سے نقل کرکے مرتّب کیا ہے سید دلاور علی کے باپ سنبھل ہٹیرے مین
رہتے تھے اور اُن کا گھر وہان سیدّون کے گھرون مین تھا اور اُن کے
کثیر رشتہ دار ابتک موجود ہین پس اُنکی سیادت کا ثبوت حد تواتر سے بھی گذرکر
چشم دید کے برابر ہوگیا ہے جب حافظ رحمت خان کے خاندان نے نواب
سید علی محمد خان کی اولاد کی عظمت اور شرافت سیادت کے ساتھ اُنکے اُس
ریاستی جاہ وحشم کو دیکھا جو کبھی حافظ رحمت خان کو بریلی مین حاصل تھا
اور اپنے لیئے یہ عزت وتوقیر نہ پائی تو پیچ وتاب کھانے لگے اور جب
ان مدعیان نسب ٹیڑ پیچ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ نواب سید علی محمد خان
کا خاندان نسب اور ریاست دونون مین ان سے گوے سبقت لے گیا
ہے اور اُنکو یہ مرتبہ اب نہین مل سکتا تو دل مین کٹے اور حسد ورشک
سے آرزو مندین کرنے لگے کہ علی محمد خانیون کو اُن کی شرافت اور عظمت

سے گراکر بٹہ لگا دین اُنکی باتین کس نے سنی ہین کیا کیا موتی پروتے ہونگے
دشمنی پر اُتر کر سیر المتاخرین کے مؤلف سے اُن کے نسب مین طعن لکھوا کے
دل کا بخار نکالنے لگے اور دلیل اسپر یہ ہے کہ سیر المتاخرین کا مؤلف
ایک مقام پر کہتا ہے "فقیر اکثرے از اولاد حافظ رحمت خان ودو ندے خان را
در لکھنؤ بعد مردن شجاع الدولہ در زمان شروع امارت پسرش آصف الدولہ
دیدہ واحوال آنہا بمشاہدہ واستماع از معتمدین اوراک نمودہ اشرف وافضل
جماعت مذکورہ محبت خان پسر حافظ رحمت خان برادر صغیر عنایت خان
کہ باشجاع الدولہ مخلص ودر جنگ عظیم آباد کہ با انگلشیہ روسے داد رفیق و
معین شجاع الدولہ بود مشاہدہ گشت بجب صورت وسیرت لیاقت
سروری و دولتمندی داشت لیکن درین زمان کہ واژونی فلک سفلہ نواز
بمرتبۂ کمال رسیدہ براسے او وجہے کہ نہایت دون مرتبۂ او بود مقرر داشتند
وفیض اللہ خان پسر علی محمد خان راملکے کہ حاصل او کم از بیست لک روپیہ
نخواہد بود عنایت نمودند حالانکہ او در زمان اقوام خرد زیادہ بر ملک
پنج لک روپیہ در ید تصرف نداشت نا قدر دانی وسفلہ پروری این روزگار
زیادہ بران ست کہ برین عمل تحریر تاسف کردہ از جملہ دون نوازیہا
شمردہ آید" حافظ رحمت خان کی اولاد نے خود جو روہیلون کے حالات
مین تاریخین لکھی ہین جہان جہان اُنھون نے نواب سید علی محمد خان اورانکی
اولاد کا کوئی واقعہ لکھا ہے لفظ لفظ سے ناراضی برستی ہے اور ہر جگہ خاک
اوڑائی ہے اور حسد کے نشتر مارے ہین۔

لیکن نواب سید علی محمد خان کا مرتبہ اُنکے مراتب سے بالاتر ہے اور اُنکی بدگمانی سے بالکل بری سوچو تو وہ کیسا شخص ہوگا جس نے سلطنت دہلی وریاست لکھنؤ کو مغلوب کر دیا اور روہیلکھنڈ سے اُن کے تعلقات کو جڑ سے اُکھیڑ کر پھینکدیا اور اُن کی عظمت کا نام و نشان یہان سے مٹا دیا اس جنگ وجدل مین تمام غیور پٹھان اُنکے محکوم تھے وہ لڑے اور مرے اور اپنے آپ کو نواب پر قربان کر کے اُنکو بچایا اور اُن کی ریاست کو جانے کے کام مین اپنی جانین گنوادین اور یہ امر مسلم ہے کہ شریف اپنے اختیار سے اپنے اوپر غیر شریف کی حکومت گوارا نہین کر سکتا۔

نواب سید علی محمد خان کی سیادت پر تو مذکورہ بالا دلائل موجود ہین لیکن اُن لوگون کے پاس کوئی حجت بجز چند سُنی سنائی بے سروپا باتون کے اِن دلائل کے خلاف نہین۔ آدمی پر کبھی کبھی ایسی حالت گمنامی کی طاری ہو جاتی ہے کہ ذہنون سے اُس کے نسب کی شہرت دور ہو جاتی ہے اور وہ دوسری قومیت کا وہ لباس پہن لیتا ہے جس مین وہ رہتا ہے پھر اگر وہ اپنے پچھلے نسب کا دعوے جو ملک اور قوم کے نزدیک مجہول ہو کرے تو کیا گناہ ہے۔ ایسے واقعات ان حالتون مین اکثر پیش آتے رہتے ہین جبکہ پہلا نسب ذہنون سے اُتر چکا ہو جیسا کہ سید دلاور علی کی اولاد پر بانگولی مین گذرا۔

اہل سیف و دولت پر اہل قلم نے جو کمتر عیوب ناواقفیت سے چپکائے ہین تو زیادہ تر کسی خاص تعصب اور ذاتی عناد سے اُنھین مطعون کیا ہے۔

کم علم یا بے علم لوگ مراتب عالی پر پہونچکر مختلف حکومتونکی سنہری مسندون پر بیٹھ کر صاحب جاہ و جلال ہو جاتے ہین اس لیے اہل علم کا ادب پیش نگاہ نہین رکھتے اور ایسے کم ظرف ہوتے ہین کہ جب کسی درجے پر پہونچتے ہین تو اپنا سلام علما کے ذمے فرض سمجھتے ہین بلکہ اُسپر قناعت نکر کے چاہتے ہین کہ ہماری خوشامد کرین اور کبھی اُن کے کامون مین خلل ڈالتے ہین کبھی اُنکی تصانیف پر جسکی عبارت بھی نہین پڑھ سکتے ناک بھون چڑھا دیتے ہین کبھی نالائق لوگون کو لاکر اُن سے بھڑا دیتے ہین بلکہ اُنھین آگے بڑھا لیجاتے ہین اور جب کبھی اُن کا مقدمہ پیش پاتے ہین تو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر خراب کرتے ہین غریب اہل علم سے اور کچھ نہین ہوسکتا یہی جہان موقع پاتے ہین اپنے گھسے ہوے قلم سے وہ زخم دیتے ہین کہ قیامت تک نہین بھرتے مین نے اِس غلطی کے صاف کرنے مین بہت طول کیا ہے اب مین مختصر طور پر عرض کرتا ہون کہ سیر المتاخرین کے مؤلف کا قول اس بارے مین بوجہ ایک خاص عداوت اور مذہبی تعصب اور حافظ رحمت خان کی اولاد کی افترا پردازانہ حسد و شرارت کے راہ راست سے دور جا پڑا پھر اس سے بہت سے ضعیف النظر اور درایت سے بے خبر مورخون نے نقل کیا اور اصل بھید کے معلوم نہونے کی وجہ سے شبہہ اُن سے صاف نہ ہوسکا بلکہ ذہنون مین جگہ پکڑ گیا اِس معاملے مین جو غلطی واقع ہوئی ہے اُس کا نہایت مخفی سبب یہی ہے جو مین نے اوپر بیان کیا۔

نواب علی محمد خان کی تربیت

سردار داؤد خان نے اس ہونہار جانشین کی تربیت کی بنیاد عمدہ طریق پر ڈالی بچپن ہی سے جودت طبع اور تیزی فہم رکھتے تھے نور آگاہی اور دانش الٰہی نے مدد کر کے اُن کو اُن لوگون کے کمالات کا وارث کر دیا جن کے ہاتھ بہ نسبت دماغ کے بہت خوب لڑتے ہین اگرچہ وہ انشاپردازی مین بہت بڑے ماہر نہوے تاہم اچھی تعلیم کی بدولت علوم رسمی اور کمالات انسانی مین صاحب کمال ہو گئے لڑکپن سے سپاہگری کے تمام ہنر سیکھ لیے تھے۔ نیزہ بازی، شہسواری پٹے اور گتکے مین طاق ہو گئے تھے آپ کو تیراندازی کا بڑا شوق تھا اور اس فن کو آپ نے نواب ہادی یار خان سے حاصل کیا تھا۔ نواب ہادی یار خان سادات بخارا سے تھے اور اُس زمانے مین بدایون مین سکونت رکھتے تھے اور فضیلت سادات اور کمال تیراندازی کے علاوہ اُن کے خاندان کو سلطنت کی طرف سے بہت کچھ اعزاز اور امتیاز حاصل تھا۔ نواب سید علی محمد خان فن تیراندازی کے کسب کے شوق مین خود بدایون گئے اور اُس بے نظیر باکمال سے اس فن کی تکمیل کی۔ اُن کے دماغ مین بچپن سے سرداری کی بو بسی ہوئی تھی اور داؤد خان کی صحبت مین سپہ گری اور ملکی سازشون کی ایسی تعلیم پائی تھی کہ بجاے خود ایک کارآزمودہ سردار خیال کیے جا سکتے تھے۔

نواب سید علی محمد خان کے مرقع مین داؤد خان کی تصویر سونے کے

پانی سے کھینچی چاہیئے کیونکہ سب سے پہلے اُن کی رفاقت نواب سید علی محمد خان کی ہمدم اور رفیق حال ہوئی اور اُن کو کمالات انسانی کے اعلے درجے پر چڑھنے کے قابل بنا دیا۔

ذکر جانشینی نواب سید علی محمد خان

اخبار حسن وغیرہ مین مذکور ہے کہ جبکہ داؤد خان راجہ دیبی چند والی کمایون کی قید مین مرگئے تو ملک شادی خان۔ دوندے خان۔ صدر خان۔ پایندہ خان۔ سردار خان۔ کبیر خان اور فتح خان وغیرہ نے بسبب صغر سنی و ناتجربہ کاری محمد خان کے نواب سید علی محمد خان کو داؤد خان کا جانشین کیا اُنھون نے ایک دم سے روہیلون پر حکومت کرنا شروع کر دی جنکی تعداد کل رحمت مین چار پانسو آدمی کے قریب بتائی ہے داؤد خان کے وہ چند وفادار جان نثار ساتھ تھے جو محبت کی زنجیرون سے جکڑے ہوے تھے اور اپنی قسمتون کو اس ہونہار با اقبال کے ہاتھ بیچے ہوے تھے ان لوگون کو راجہ دیبی چند کی طرف سے بے اطمینانی تھی اور زمانے کے پُر آشوب ہونے کے باعث ایک سرپرست اور مرّبی کی ضرورت تھی۔ وہ سردار نواب سید علی محمد خان اور تمام سپاہیون کو اُٹھا کر پہاڑ سے چلے آئے اور مراد آباد پہونچکر تمام خرابی کا حال نواب عظمت اللہ خان سے بیان کیا۔ نواب موصوف نے اُن کی بہت خاطر کی اور داؤد خان کی خیر خواہی کے صلے مین اپنے یہان

رسالہ دار کر دیا اور چند پرگنہ رسالہ وغیرہ کی تنخواہ مین بطور جاگیر کے دیدیے۔
فرح بخش مین لکھا ہے کہ سوا اس جائداد کے نواب علی محمد خان نے اور بھی کئی
پرگنے اجارے مین لیلئے تھے اور قصبۂ بیولی مین مسکن مقرر کیا۔ مؤلف
جام جہان نما کہتا ہے کہ عظمت اللہ خان نے اُنکو اپنی فرزندی مین جگہ دی اور
روز بروز اُنپر عنایت زیادہ کرنے لگے جسقدر اُنکے رفیق اور ہمراہی پٹھان متفرق
ہو گئے تھے وہ بھی سب اُنکے پاس جمع ہو گئے اور تھوڑے سے زمانے مین امارت کے
اسباب اور کارخانجات اُنکے پاس فراہم ہو گئے مگر جسقدر جاگیر عظمت اللہ خان نے
نواب موصوف کے لیے مقرر کی تھی وہ اُنکے مصارف کو کافی نہ تھی۔ اس لیے
نواب سید علی محمد خان نے عظمت اللہ خان سے کہا کہ میرے لیے جسقدر آپکے
یہان سے مقرر ہے اُسمین بسر نہین ہو سکتی تو اُنھون نے جواب دیا کہ مجھسے جسقدر
ہو سکا وہ موجود ہے اسمین اگر آپکی بسر نہ ہو سکے تو جس بات مین آپکو بہتری معلوم ہو
وہ کام کیجیے نواب سید علی محمد خان عظمت اللہ خان سے علٰحدہ ہو کر اپنے رفقا کے
ساتھ مدکر والے راجہ کے پاس چلے گئے اُسنے نوکر رکھ لیا اور اُنکے خرچ کے لیے
کچھ گانوُن مقرر کر دیے۔ مدکر کو برسیر کے پرگنے مین مؤرخون نے بتایا ہے ریاستِ
رام پور کی تحصیل شاہ آباد کے علاقے مین مدکر ایک موضع کا نام ہے جو رام پور سے
۲۱ میل کے فاصلے پر ہے یہان پر پُرانے مدکر کے راجہ کا خاندان ہے یہ راجہ
کسی زمانے مین اس مُلک کا معزز سردار مانا جاتا تھا۔
آپ نے چند روز کے بعد اس سلسلے کو بھی قطع کر کے موضع بینا بیولی وغیرہ

سلہ بیان ذیل منتخب العلوم وغیرہ مین دیکھو ۱۲

پرگنات مقبوضۂ داؤد خان پر قبضہ کر لیا چونکہ اب بھی مداخل کی کمی اور مخارج کی زیادتی سے تکلیف رہتی تھی اسلیے نواب موصوف نے داؤد خان کی تتبع اختیار کی اکثر قرب وجوار کے مواضعات کو تاخت و تاراج کرنے لگے ملک کٹھیر کو نمونۂ عرصات قیامت بنا دیا ان ہی دنون موضع اوٹہ کوٹہ کو لوٹ کر ویران کر دیا اس وقت اُن کے پاس چار پانچ سو آدمی جمع ہو گئے تھے اور وہ لوٹ پر گذارہ کرتے تھے تمام علاقے تباہ کر دیے اُنکی نُر کتاز دن مین اتنا فائدہ ہوا کہ تمام زمیندار دبنے لگے۔

اُنکی فراخ حوصلگی یہ ضروری خیال کرتی تھی کہ مین مُلک روہیلکھنڈ کو مسخر کر سکتا ہون کیونکہ دنیا مین ہر قطعۂ زمین اپنا خاص اثر رکھتی ہے اُسکے موافق وہان آدمی اور نباتات اور جمادات پیدا ہوتے ہین ان آدمیون کے اوضاع اور رسوم اور معاملات اور ضوابط و قواعد نظم و نسق اور ملکون سے جدا ہوتے ہین ہندوستان کا یہی حال ہے یہان کے آدمی اور مُلک کے لشکرون سے مغلوب ہو جاتے ہین۔ بہت سے اولوالعزم عالی ہمت یہان آئے جنھون نے ہندوستانیون کو مارا پیٹا لوٹا کھسوٹا اپنا راستہ لیا نگہداری سے کچھ کام نہ رکھا بعض عالی ہمت یہان ایسے آئے کہ اُنھون نے حرب و قتل اور جنگ و جدال کے وقت تو قہر و غضب اپنا ظاہر کیا مگر جب تلوار کو نیام مین کیا تو یہان کے آدمیون کو اپنا بھائی سمجھا اور اُنکی عزت اور جان و آبرو کا خیال ایسا ہی کیا جیسا کہ اپنا کیا اور اُن کی آپس مین اُلفت ایسی ہو گئی کہ ایک دوسرے کے کام کے انصرام مین بدل و جان کوشش کرنے لگے شیر و شکر کی طرح مل گئے تیل اور پانی کی طرح جُدا جُدا نہ رہے غرض یہ پدر مہربان کی طرح اُنپر شفقت کرتے اور وہ اولاد رشید کی طرح

انکی متابعت کرتے تھے یہ حال اہل اسلام اور ہندوون کا شاہجہان کے زمانے تک رہا عالمگیر کے زمانے کے بعد تمام انتظام مین خلل واقع ہوا۔ بادشاہ شب وروز عیش وعشرت مین مشغول ہوے امراے کبار اور اہلکار تعصب اور رشوت ستانی مین مصروف ہوے رعایا افلاس اور مصائب کا شکار ہوئی اس حال پُر اختلال مین نواب سید علی محمد خان نے تمام ملک کٹھیر کی تسخیر کا آہنگ کیا

نواب سید علی محمد خان کا آنولے کے زمیندار کو مقتول کراکے اُسپر قبضہ کر لینا

دُرجن[1] سنگھ راجپوت آنولے کا زمیندار تھا اور یہ شخص نہایت قوی بہادر زبردست تھا اور غرور کی شراب مین بدمست تھا۔ اپنی شجاعت اور قوت کے سامنے کسی کو خیال مین نہین لاتا تھا نواب سید علی محمد خان سے بھی ہمیشہ چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا اور اُنکا مطلقاً دباؤ نہین مانتا تھا یہ بھی اُسکی تخریب کی فکر مین تھے کیونکہ اُنکے کام کو اُسکی وجہ سے ترقی نہین ہوسکتی تھی اور اُسپر علانیہ چڑھائی کرنا نواب کی مصلحت کے خلاف تھا کیونکہ برسر مقابلہ اُسپر قابو نہین پاسکتے تھے نواب نے دُرجن سنگھ کے ایک نوکر کو دو سو روپیہ کا لالچ دے کر اُسکے قتل پر آمادہ کیا یہ شخص اُسکی ٹوہ مین رہنے لگا ایک دن دُرجن سنگھ جنگل مین نشیبی مقام پر قضائے حاجت کے لیے بیٹھا تھا اُس شخص نے جو ایسے موقع کا منتظر تھا دُرجن سنگھ کا کام تمام کردیا اور سر کاٹ کر نواب سید علی محمد خان کے پاس

---

[1] یہ نام منتخب العلوم مین ہے اور روہیلکھنڈ گزیٹیر مین دجا علی اور گل رحمت مین صرف دجا آیا ہے ۱۲

لے آیا نواب نے حسب وعدہ دو سو روپے دینا چاہے تھے مگر اُسنے نہ لیے۔ پُرانے زمانے کی اُردو کی قلمی تاریخ مین جو ملکیون کے خاندان سے ملی تھی اسی طرح ہے۔ گُل رحمت مین لکھا ہی کہ یہ شخص قاتل قوم کا چمار تھا نواب نے اُسکو زر کثیر اور جاگیر کی طمع دیکر آمادہ کیا تھا بعض کتابون مین لکھا ہی کہ دُرجن سنگھ کے قتل کرنے کے لیے اپنے ایک رفیق کو شام کے وقت کمین گاہ مین بٹھا دیا تھا جسنے درجن سنگھ کو قتل کر ڈالا۔ درجن سنگھ جیسے مقتدر رئیس کا تقضاے حاجت کے لیے جنگل مین یون جانا یا ایک ذلیل چمار کا اُسکے قتل کی ہمت کرنا دونون باتین عقل سلیم قبول نہین کرتی پچھلی روایت صداقت کی خوشبو رکھتی ہے۔

دُرجن سنگھ کی تجہیز و تکفین کے سامان مین اُسکے ورثہ مصروف تھے کہ نواب صاحب نے اُسکی حویلی پر حملہ کر دیا۔ اکثر راجپوت مارے گئے اور جو کچھ بچے وہ بھاگ گئے سیکڑون بھیڑیے تھے کہ چند بکریون پر آن پڑے اور دم کے دم مین چیر پھاڑ کر پھینکدیا۔ دوسرے دن اُسکی حویلی کو تڑوا کر نئی عمارتین بنوانا شروع کین اور آنولے کے تمام گانؤون کو دبا لیا۔ نواب عظمت اللہ خان نے بھی اُنسے کوئی تعرض نہین کیا

نواب سیّد علی محمد خان کے کام مین ترقی شروع ہونا وزیر اعظم ہندوستان کے ساتھ توسل پیدا ہو جانا

اگرچہ داؤد خان اور عظمت اللہ خان مین بھی ارتباط تھا مگر اب اُس کا اور رنگ بڑھا اور روز بروز ترقی پاتا گیا بلکہ نواب سیّد علی محمد خان نے عظمت اللہ خان کے بیٹے معین الدین خان گورنر بریلی سے بھی رابطہ پیدا کر لیا اور اُن کے پاس

آنا جانا رکھا اور ان لوگون کے بھروسے پر اپنے مُلک اور قوت کو بڑھانا شروع کیا اور رفتہ رفتہ محالات جاگیر زمرۂ منصب داران پرگنہ آنولے کے اطراف و جوانب مین تھے قبض و تصرف کر لیا اور آنولے کو اپنا دار الحکومت قرار دیا اور اپنے طور پر روپیہ جاگیر دارون کو دیا کرتے تھے اس عرصے مین کوئی زمیندار اطراف کا ایسا نہ تھا جو نواب کی برابری کا دم بھرتا۔ کسی قسم کی سرکشی کرتا۔ ہر ایک نواب سیّد علی محمد خان کی شجاعت کے حالات سُنکر اُنسے مدد کا خواہشمند رہتا تھا نواب عظمت اللہ خان کے مربیانہ سلوک اور نواب سیّد علی محمد خان کی مدبرانہ کارروائیون نے آپکی ساکھ تمام کٹھیر مین باندھ دی اور نواب عظمت اللہ خان کے توسط سے قمر الدین خان وزیر اعظم سے بھی تعارف حاصل ہو گیا چنانچہ نواب صاحب نے ایک دانشور ذی شعور آدمی کو اپنا وکیل بناکر وزیر کے دربار مین بھیجا اُسکی کوشش نے یہ اثر کیا کہ بہت سا خالصے کا علاقہ اور امرا وغیرہ کی جاگیر نواب سید علی محمد خان کو ٹھیکے مین حاصل ہوئی نواب موصوف نے اسکے بعد قرب و جوار کے زمینداران سرکش سے جنکا علاقہ بطور اجارہ حاصل ہوا تھا بہت کچھ روپیہ وصول کیا کئی برس کی دستبرد نے اُنکو ایک مستقل رئیس خود مختار بنا دیا۔

ایک پُرانی اور قلمی زبان فارسی کی تاریخ مین بعض اُن خطوط کا اقتباس کیا ہے جو نواب سید علی محمد خان کو وزیر نے لکھے ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب وزیر نواب سید علی محمد خان کو **رفعت و عوالی پناہ** کے الفاظ سے مخاطب کیا کرتے تھے۔

سیرالمتاخرین مین جو لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان فریدالدین خان پسر عظمت اللہ خان کے پاس بھی نوکر رہے تھے یہ غلطی ہی۔

محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کا پہاڑ سنگھ کھتری ناظم بریلی کو نواب سید علی محمد خان کی گرفتاری کے لیے حکم دینا اور نواب صاحب کا اُسکے پھندے سے بال بال بچ جانا

عمادالسعادت مین لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے اپنی تاخت وتاراج سے تمام مُلک کٹھیر مین ہل چل ڈالدی بعض شہرون کو بھی لوٹ لیا رفتہ رفتہ یہ خبر محمد شاہ کو پہونچی تو وہان سے پہاڑ سنگھ کھتری کے نام جو آخر مین حافظ رحمت خان کا دیوان ہو گیا تھا اور اُس وقت مین بریلی کا فوجدار تھا حکم ہوا کہ کسی تدبیر سے نواب سید علی محمد خان کو گرفتار کر کے دہلی کو بھیجدے۔ پہاڑ سنگھ نے نواب موصوف کو دام تزویر مین پھنسالے کے لیے یہ دانہ ڈالا کہ اُن کو لکھا آپ باوجود اس شوکت وشجاعت اور لیاقت کے جنگلون مین لوٹ مار کر کے کیون اپنی اوقات بسر کرتے ہین میرے پاس چلے آئیے مین آپکو اپنے یہان عُمدہ نوکری دونگا نواب سید علی محمد خان نے یہ بات قبول کی اور ایک دن مقرر کر کے راؤ پہاڑ سنگھ کی ملاقات کو گئے راؤ مذکور نے اُنکے پہونچنے سے پیشتر تین سو زرہ پوش جوانون کو پردون کی آڑ مین ایک دالان مین بٹھا دیا تھا۔

جب نواب سید علی محمد خان پہونچے تو پہاڑ سنگھ اُٹھ کر بڑے تپاک سے ملا اور اپنے پاس بٹھایا اور گھڑی دو گھڑی اِدھر اُدھر کی باتین کر کے رفع حاجت کے بہانے سے اُٹھا نواب سید علی محمد خان نے سمجھ لیا کہ یہان کچھ گُل کھلنے والا ہے پہاڑ سنگھ کا دامن پکڑ کے کہا کہ ہمین رخصت کر کے جانا چاہیے۔ پہاڑ سنگھ نے کہا کہ آپکو تائید آسمانی ہے آپکے آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے عرصے مین آپ اِس مُلک کے مالک ہو جائینگے خُدا کی قسم مین نے بادشاہ کے حکم سے آپکو قید کرنے کے لیے بُلوایا تھا اور مین نے اسوقت اُٹھنے کے لیے صرف یہ بہانہ کیا تھا۔ مین نے پردون کے پیچھے دالان مین تین سو زرہ پوش آپکی گرفتاری کے واسطے بٹھادیے تھے یہ کہکر فراشون کو حکم دیا کہ پردے اُٹھادو اُنھون نے پردے اُٹھادیے نواب سید علی محمد خان نے اُن آدمیون کو دیکھکر فرمایا کہ جب خُدا نہ چاہے تو کوئی کچھ نہین کرسکتا۔ پھر راؤ پہاڑ سنگھ نے نواب سے التماس کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اپنی دستار سربستہ آپکے سر پر اور آپکی دستار سربستہ اپنے سر پر رکھون اور باہم بھائی ہو جائین اور آپ مجھ سے عہد کرلین کہ جب آپ والی مُلک ہو جائین تو مجھے نہ بھولین نواب صاحب نے اُس سے بھائی چارہ کرلیا اور قسم کھا کر کہا کہ جب ترقی کے وقت مین تم میرے پاس آؤگے تو برادرانہ سلوک کرونگا اور رخصت ہو کر اپنے قیامگاہ کو چلے آئے۔

جلد دوم تنقیح الاخبار مین بیان کیا ہے کہ نواب صاحب نے بہت سے پرگنے اجارہ مین لے لیے اور زرِ مستاجری کو ایسی خوش وہندی سے ادا کیا کہ بہت سے پرگنے اُنکے اجارے مین آگئے اور نواب صاحب نے اِمارت کا

سامان جمع کرلیا اور بادشاہی امراسے خط وکتابت کرکے تحفے تحائف بھیج کے اپنی طرف متوجہ کرلیا یہانتک کہ عمدۃ الملک امیرخان سے تعلق پیدا ہوگیا ۔ اِس امیرخان کے ساتھی زنانہ اطوار تھے کہ وہ آنکھون مین کاجل لگاتے تھے دانتوںپر مسی ملتے تھے ہاتھ پیرون مین مہندی لگاتے تھے انگوٹھی چھلّے اور چاندی کے تعویذ اور کانون مین بالے پہنتے تھے اور خود عمدۃ الملک امیرخان کی بھی یہی وضع تھی۔

محمد صالح نامی ایک خواجہ سرا کا مقام منونہ کی مہمت پر آنا۔ نواب سیّد علی محمد خان سے واگذاشت علاقے کی درخواست کرنا یا خراج طلب کرنا اور نواب صاحب کے ہاتھ سے خواجے کا تباہ ہوجانا نواب صاحب کا اپنے لیے نوابی کا خطاب تجویز کرکے نوابی کا سامان درست کرنا

چند سال کے بعد محمد صالح نام خواجہ سرا عمدۃ الملک امیرخان کی طرف سے معظم نگر عرف ستاسی کا جسے منونہ بھی کہتے ہین اور آنولے سے دو کوس فاصلے پر غرب کی طرف ہے منتظم ہوکر آیا اور آنولہ بھی عمدۃ الملک امیرخان کی جاگیر مین تھا۔ عموماً کتب تواریخ مین اس خواجہ سرا کا یہی نام لکھا ہے ۔ مگر منتخب العلوم مین اس کا نام نواب بہادر بیان کیا ہے اور تاریخ فرخ آباد مولفہ آروِن صاحب مین جو خواجہ اصلی نام بتایا ہے یہ محمد صالح کی تحریف ہے۔ اس خواجہ سرانے ہر ایک

زمیندار کو دبا کر اُس سے خاطرخواہ روپیہ وصول کیا قصبۂ بیولی چونکہ آنولے کی تحصیل مین تھا اسلیے اُس تعلقے کو نواب سید علی محمد خان سے نکالنا چاہا بعضے[۱] کہتے ہین کہ نواب صاحب سے خراج طلب کیا نواب صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے پاس روپیہ کہان ہو جو کچھ دیہات کی آمدنی وصول ہوتی ہے ان بندگانِ خدا کی بسر اوقات اُس سے ہو جاتی ہے۔خواجہ سرا ندکور نے کہا کہ مال واجب سرکاری کا ادا کرنا ضروری ہے فکر معقول کر کے جواب دینا چاہیے۔نواب صاحب نے اُس سے بہت منت وسماجت کی مگر وہ اجل گرفتہ نہ مانا۔اخبار حسن مین لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان عظمت اللہ خان کے پاس مراد آباد کو گئے اور اُنسے خواجہ سرا کی تعدی کا تمام حال بیان کیا عظمت اللہ خان نے بظاہر نواب سید علی محمد خان کو محمد صالح کے ساتھ مقابلہ کرنے سے منع کیا مگر در پردہ اُنکی مرضی یہ تھی کہ نواب سید علی محمد خان اُسکو تباہ کردین۔نواب صاحب اپنے مصاحبون کو لیکر بیٹھے اور مشورے کی انجمن جمائی سب کی راے یہ قرار پائی کہ جنگ کرنا چاہیے مگر دن مین مناسب نہین بہتر یہ ہے کہ رات کی تاریکی کے ہجوم مین تلوار سے روشنی کیجیے۔نواب سید علی محمد خان نے تین ہزار روہیلے اور افاغنۂ ہندوستانی جمع کر کے شب خون مارا۔اُسکی فوج مین کھلبلی پڑ گئی سردار بھاگ بھاگ کر جان بچانے لگے جمعیت تباہ ہو گئی خود خواجہ سرا مارا گیا اُس کا تمام مال واسباب اُنکے ہاتھ لگا اور اُسکی زمین اپنے علاقے مین شامل کر لی۔

عماد السعادت مین آیا ہے کہ محمد صالح خواجہ سرا کے جسقدر ہمراہی زندہ بچے

---

[۱] دیکھو منتخب العلوم ۱۲

اُنکا اسباب بھی روہیلون نے لوٹ لیا اور جس قدر رودکا نداز خوجے کے ہمراہ
تھے وہ بھی لوٹ لیے گئے اور نواب سید علی محمد خان نے یہ سارا اسباب اپنی
سپاہ کو معاف کر دیا جسقدر خیمے گھوڑے ہاتھی اونٹ نقارخانہ روپیون اشرفیون
کے صندوق اور جواہرات کے ڈبّے تھے وہ نواب سید علی محمد خان کی سرکار
مین داخل ہوے۔ اور نواب صاحب نے اِس فتح کے بعد حکم دیا کہ سب آدمی
ہمین آج سے نواب کہا کرین بعض ہوا خواہون نے عرض کیا کہ ہندوستان مین
یہ قاعدہ ہے کہ جب تک بادشاہ کے دربار سے خطاب نوابی کا نہ ملے نواب نہین
کہلا سکتے اور نہ نوبت کسی کے دروازے پر بغیر حکم بادشاہی بج سکتی ہے نواب
صاحب نے فرمایا کہ یہ سب باتین بے عزّت نوکری پیشہ لوگون کے واسطے ہین اور
جو کوئی اپنی تلوار کے زور سے ترقی کرتے ہین وہ خود بادشاہ ہین کسی کے حکم کے
محتاج نہین بلکہ خود صاحب حکم ہین نوبت بھی بجانا چاہیے اور نواب بھی کہنا چاہیے
سردارون نے اِس حکم کو قبول کیا اور سپاہ کو حکم دیدیا گیا کہ اب کوئی شخص بغیر لفظ
نواب کے خالی علی محمد خان نہ کہا کرے ورنہ اُسکی زبان کاٹ لی جائیگی سبنے
اِس حکم کی تعمیل کی۔ محمد صالح کی سپاہ نے بھی نواب سید علی محمد خان کے بعض
سردارون کے ذریعے سے اطاعت کرلی اور اس ملک کے ہزارون رہنے
والے نواب سید علی محمد خان کی ترقی اور دولت کے آثار دیکھکر تنخواہ اور انعام
کی امید پر اُنکے پاس جمع ہوگئے نواب سید علی محمد خان نے اس فتحیابی کے
بعد مُلّا سردار خان کمالزئی کو اپنی فوج کا بخشی اور فتح خان کو اپنی سرکار کا
خانساماں اور حافظ رحمت خان کو دیوان کل اور راجہ مان رائے کا یتھ کو

دیوان مذکور کا پیشکار کیا۔ نواب صاحب کے ہاتھ اِس فتح سے بہت سی دولت لگی اور اکثر ضلع اُنکے قبضے مین آئے اور اطراف ملک مین اُنکا دبدبہ پھیل گیا۔ بعض کتابون مین لکھا ہے کہ نواب سیّد علی محمد خان نے خواجہ محمد صالح کو شکست دینے کے بعد آنولے کے پرگنے پر قبضہ کیا تھا اور جام جہان نما مین مذکور ہے کہ عظمت اللہ خان نے نواب سید علی محمد خان کو پرگنہ آنولہ کے کام پر مقرر کیا تھا اور اُنکی وفات کے بعد جب مراد آباد کا حاکم میر احمد مقرر ہوا تو اُس نے بھی نواب سید علی محمد خان کو آنولے کی حکومت سے معزول نہ کیا۔

بہر صورت نواب سیّد علی محمد خان نے خواجہ سرا کو تباہ کر دینے اور اُسکا خزانہ اور سامان سمیٹنے کے بعد عُمدۃ الملک امیر خان سے قطع تعلق کر کے نواب قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ سے توسّل پیدا کر لیا جیسا کہ جلد دوم تنقیح الاخبار سے ثابت ہے۔ دوسری کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ وزیر اعظم سے اس سے قبل سے توسّل پیدا ہو چکا تھا اس واقعہ کی شکایت دربار مین پہونچی کیونکہ آنولے اور منونے کا علاقہ عُمدۃ الملک امیر خان سے نامزد تھا مگر چونکہ وزیر اعظم قمر الدین خان کو عُمدۃ الملک کے ساتھ رنج تھا اسلیے نواب سید علی محمد خان کو اس موقع پر عُمدۃ الملک کی خفگی کی وجہ سے کوئی نقصان نہ پہونچا۔ بعضے کہتے ہین کہ نواب سیّد علی محمد خان نے وزیر اعظم کو رشوت دیکر اس معاملے کی اصلاح کر لی اور اجارۂ خالصہ اور ٹھیکہ جاگیر امرا وغیرہ کا پیشگاہ وزیر سے حاصل کیا اور اس علاقے پر زیادہ تر اہتمام قبضے کا کر کے اپنے نام کا جھنڈا لگا دیا اور آبادی اور جمع بڑھانے مین کوشش کی اور اب نواب سیّد علی محمد خان کا کوکب اقبال نمایان طور پہ

ترقی کرنے لگا اور نواب نے علاقے کا وہ انتظام کیا کہ بایدوشاید ویران اور اُجڑے ہوے دیہات کو آباد کیا آمدنی کے وسائل پیدا کرکے روپیہ بڑھایا۔

نواب محمد خان والی فرخ آباد کی مدد کو سپاہ کا بھیجا جانا

۱۱۴۱ہجری مین یا اُس سے کچھ دنون پہلے نواب سید علی محمد خان کو نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی مدد کے لیے فوج روانہ کرنے کی ضرورت پیش آئی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک بار نواب محمد خان بندیلکھنڈ کی مہم مین تھا بندیلون نے اپنی مدد کے لیے افواج مرہٹہ کو جنھون نے گردھر بہادر ناظم مالوہ کو شکست دے کر قتل کیا تھا طلب کیا فوج مرہٹہ زیر حکم باجی راؤ دیوان راجہ ساہو و بیلیا جادون و دیگر سردارون کے جو کُل بارہ سردار تھے نواب محمد خان کے مقابلے کو پہونچی اور مرہٹون نے بتدریج چارون طرف سے مسلمانون کو گھیر لیا اُس وقت نواب محمد خان کا بیٹا قائم خان دَور ترہوان کے قریب تھا نواب محمد خان کے حسب الطلب وہ اعانت کو روانہ ہوا اور بارہ سو پٹھان جو ابوالمنصور خان کے نوکر تھے قائم خان کے ساتھ ہولیے قائم خان نے شاہجہان پور کی راہ لی وہان اور لوگ بھی اُسکے ہمراہ ہوگئے پھر وہان سے مقام بنگڑھ مین جو نواب سید علی محمد خان کا صدر تھا پہونچا نواب موصوف نے کمک کے لیے قائم خان کے ہمراہ بہت سی فوج کردی جب بندیلون نے سُنا کہ قائم خان فوج عظیم لیکر آتا ہے تو نواب محمد خان سے جلد صلح کرلی اور نواب سید علی محمد خان کی سپاہ راستے مین سے واپس آئی۔

سادات بارہ پر فوج کشی مین بادشاہی سپاہ کی مدد کے لیے نواب سید علی محمد خان کا بھیجا جانا اور فتحیابی سے قبل یا بعد نوابی کا خطاب اور منصب وغیرہ سلطنت کی طرف سے پانا

جب کہ سیف الدین علی خان رئیس جانسٹھ برادر امیرالامرا حسین علی خان قاتل فرخ سیر نے سرکشی کر کے حشمت خان فوجدار سہارنپور کو مار ڈالا تو اعتماد الدولہ قمرالدین خان نے سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین سادات بارہ کے استیصال کے لیے عظیم اللہ خان اپنے بھائی کی ماتحتی مین بادشاہی فوج روانہ کی اور عظمت اللہ خان و فریدالدین خان کو اُنکی مدد کے لیے جو مرادآباد مین قمرالدین خان کی طرف سے فوجدار تھے جانسٹھ جانے کا حکم ملا اور نواب سید علی محمد خان کو بھی اپنی جمعیت کے ساتھ اُنکی رفاقت مین جانے کا حکم ہوا۔

منتخب العلوم مین لکھا ہو کہ وزیر نے منصب دوہزاری اور چارہزار سوار اور علم اور نقارہ بادشاہ کے حضور سے اُنکے لیے بھیجا۔ نواب سید علی محمد خان نے فرمان کے پہونچتے ہی بارہ کی طرف کوچ کیا اور لڑائی ہوئی وہ دھوان دھار معرکہ ہوا کہ نظر کام نہ کرتی تھی۔ سیف الدین علی خان نہایت دلیر تھے اُنھون نے میدان جنگ مین عظیم اللہ خان کی فوج کا مُنھ پھیر دیا مگر خاص پٹھانون کی فوج نے (جسکو سیرالمتاخرین کا مؤلف اس طرح تعبیر کرتا ہے "فوج شام کہ عبارت

سلہ دیکھو تنقیح الاخبار ۱۲

از جماعۂ علی محمد خان روہیلہ باشد۔ افاغنۂ ملاعنہ کہ عبارت از روہیلہ باشد)
ایک طرف سے سادات پر ایسا حملہ کیا اور بندوق وہان کے اتنے فیر کیے کہ سیف الدین علی خان اور اُنکے تمام ہمراہی مارے گئے اور جانسٹھ کی تمام آبادی لوٹ لی گئی۔

نواب سیّد علی محمد خان کی جلادت کی شہرت ہوگئی نواب موصوف نے اس مہم کے سر کر لینے کے بعد وزیر اعظم کو ایک عرضی لکھی کہ اب مجھکو کیا حکم ہے وزیر نے حکم لکھا کہ "ملازمت حضور اقدس کی حاصل کر کے وطن کو لوٹنا چاہیئے" نواب صاحب نے مشیرون کو جمع کر کے صلاح لی تو سب نے یہ کہا کہ آپ کا دہلی جانا مُناسب نہین اپنی طرف سے دوندے خان کو بھیجدینا چاہیے دوندے خان دہلی کو نواب سیّد علی محمد خان کے حُکم سے گئے اور عرض کرایا بندہ حاضر ہے کوئی جواب نہ ملا چار مہینے وہان مقیم رہے بعد اس مُدّت کے عرضی پر یہ حکم ہوا کہ "رفعت وعوالی پناہ علی محمد خان اگر خود حاضر ہوتے تو اُنپر اور بھی عنایات حضور سے ہوتین بدون رخصت وطن کو چلے گئے تم بھی چلے جاؤ منصب اور علم اور نقارہ بارہ کی مہم سے پیشتر اُنکو عنایت ہوگیا ہے اللہ کا شکر بجالا کر کار و خدمات مرجوعہ مین ساعی اور سرگرم رہین انتہیٰ" دوندے خان آنولے کو لوٹ آئے اور نواب صاحب پر تمام حال ظاہر کیا نواب صاحب نے اُسی وقت سونے کے کنگرے اپنے دروازے پر نصب کرائے اور نوبت بجوائی۔

اخبار حسن مین لکھا ہے کہ سیف الدین علی خان کی شکست کے بعد نواب سیّد علی محمد خان کو نوّابی کا خطاب مع خلعت دربار سے مرحمت ہوا اور

سیرالمتاخرین سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نواب سید علی محمد خان اس مہم کے بعد وزیر کے روشناس اور صاحب منصب و جاگیر اور بعض پرگنات کٹھیر کے حاکم ہو گئے اور فرح بخش مین بھی اسی کے مطابق بیان کیا ہے چنانچہ اسکا مؤلف کہتا ہے کہ "سیف الدین علی خان کی لڑائی کے بعد محمد شاہ کے حضور سے خطاب نوابی اور نقارہ اور طوع وعلم و ماہی مراتب اور منصب پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار نواب سید علی محمد خان صاحب کو ملا" اور اسی کے مطابق تنقیح الاخبار کی دوسری جلد کی روایت ہے اور اس مین آیا ہے کہ "سادات بارہ کی لڑائی مین نواب سید علی محمد خان نے جو جلادت و جانفشانی دکھائی اُسکے صلے مین وزیراعظم نے پنجہزاری منصب و پنجہزار سوار اور خانی کا خطاب اور طوع وعلم اُنکو دیا"۔ عبدالنبی بلگرامی بھی ہفت اقلیم مین کہتا ہے کہ "نواب سید علی محمد خان کا منصب پنجہزاری تھا" لیکن قمرالدین خان وزیر کے پروانے سے جو نواب سید علی محمد خان کے نام ہے اور عزیزالقدر کرکے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دو ہزاری منصب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبار منصب دیا گیا تھا۔ گل رحمت اور روہیلکھنڈ گزیٹیر مین بیان کیا ہے کہ جانسٹھ کے سیدون کی مہم فتح کرنے کے صلے مین محمد شاہ کی جانب سے نواب سید علی محمد خان بہادر کو نوابی کا خطاب اور نوبت اور علم ملا اور اُن کے پاس جسقدر خالصے کے پرگنے تھے اُنکی جمع مقرری مین سے کچھ گھٹا دیا گیا۔

اس زمانے کے بعد عظمت اللہ خان حاکم مرادآباد نے وفات پائی میر احمد اس خدمت پر مامور ہوا مگر اُسنے بخیال عنایت وزیرالممالک نواب سید

علی محمد خان سے کچھ مزاحمت نہ کی۔

سیر المتاخرین کے مؤلف نے باوجودیکہ نواب سید علی محمد خان کے ہر کام کو غصے کا جامہ پہنا کر دکھایا ہو لکھا ہو کہ نواب علی محمد خان چونکہ صاحب عزم وارادہ تھے ہر ایک تقریب اور تدبیر کے ساتھ محالات قرب و جوار کو مسخر کرنے لگے۔ آرام طلب جاگیرداروں اور وزیر سے ٹھیکے مین علاقے لیا۔ عظمت اللہ خان اور فریدالدین خان مرچکے تھے۔ ہزاروں پٹھان اطراف قندھار کے افواج ایرانی کی یورش کی وجہ سے اپنے ملک سے نکل آئے تھے نواب ممدوح کے پاس آکر جمع ہوگئے کیونکہ اُنکی شہرت اور افغان دوستی کا حال دور دور مشہور ہوگیا تھا۔ اور نواب سید علی محمد خان کی جمعیت روہیلون کے نام سے مشتہر ہوئی۔ نواب سید علی محمد خان کو اعلیٰ درجہ کا اقتدار حاصل ہوگیا سلطنت مین سستی تھی اُمرا مین باہم نفاق تھا وزیر شراب اور کباب اور عیاشی مین مستغرق تھا غروب اقبال کا عالم تھا اسلیے نواب سید علی محمد خان نے وزیر کو مالگذاری کی جمع دینا بھی بند کرلی۔

منصب اور ماہی مراتب

نواب سید علی محمد خان کے حال مین منصب اور ماہی مراتب کا ذکر آیا ہے اسلیے سمجھنا چاہیے کہ منصب ایک ملکی اور فوجی درجہ ہے جسکو اکبر بادشاہ نے سلسلہ وار ایجاد کیا اگلے بادشاہ صرف دو قسم یعنی سو اور ہزار کے سردار رکھتے تھے لیکن اکبر نے اُسکو قاعدے کے ساتھ جاری کیا منصب مین دو حصے

ایک ذات اور دوسرا سوار ہوتے ہین ذات سے عہدہ دار کی ماہانہ تنخواہ اور سوار سے اُسکی فوجی جمعیت ظاہر ہوتی ہے اکبر کے وقت مین اور عالمگیر کے ختم عہد تک اوّل درجے کے سرداروں کو پانچ ہزار منصب دیا جاتا تھا۔ سات ہزاری وزیر یا کسی ایک دو خاص مصاحب کو ملتا تھا عالمگیر کے بعد پچھلے زمانے مین پانچہزاری منصب تک کئی رئیس پہونچے تھے چنانچہ اول نواب علی محمد خان کو دوہزاری منصب ملا بعد اُسکے پنجہزاری بتائے گئے اور ایسی ابتر حالت مین اُنکو کوئی تنخواہ یا جاگیر نہ ملی اُنھون نے خود ہی ایک زرخیز خطّے پر قبضہ کر لیا تھا جو منصبی جاگیر کے بجائے سمجھا گیا ہر ایک منصب والے کے لیے گھوڑے ہاتھی اور باربرداری خصوصیت کے ساتھ مقرر تھی لیکن نواب کے لیے یہ سلسلہ یون نہین قائم ہوا کہ اُنھون نے کبھی دہلی جاکر بادشاہی سلام کو سر نہین جھکایا۔ وزیر و بادشاہ کے دل کا حال تو کسے معلوم نواب کو بظاہر یہی معلوم تھا کہ وہ میری طرف سے صاف نہین لیکن آرون صاحب کی تاریخ فرخ آباد سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سیّد علی محمد خان ہر سال بادشاہ دہلی کے دربار مین حاضر ہوتے تھے۔

دوہزاری منصب گھوڑون مین عراقی ۱۵ مجنس ۱۵ ترکی ۳۰ یابو ۳۰ تازی ۳۰ جنگلہ ۳۰ ہاتھیون مین شیرگیر ۱۰ سادہ ۱۲ منجھولہ ۹ کرہہ ۷ پھندرکیہ ۲ باربرداری مین شتر ۳۰ خچّر ۷ گاڑی اور چھکڑے ۶۰ تنخواہ ماہانہ درجۂ اول بارہ ہزار روپیہ درجۂ دوم گیارہ ہزار نو سو روپیہ درجۂ سوم گیارہ ہزار آٹھ سو روپیہ۔

پنجہزاری اسپ عراقی ۳۴ مجنس ۳۴ ترکی ۶۸ یابو ۶۸ تازی ۶۷ جنگلہ ۶۶ ہاتھی شیرگیر ۲۰ سادہ ۳۰ منجھولہ ۲۰ کرہہ ۲۰ پھندرکیہ ۱۰ اونٹ ۸۰ خچر ۲۰ چھکڑے اور گاڑی ۱۶۰ تنخواہ درجۂ اول تیس ہزار روپیہ درجۂ دوم انتیس ہزار روپیہ درجۂ سوم اٹھائیس ہزار روپیہ۔

ماہی کے معنی مچھلی اور چاند والی چیز کے ہین اور مراتب خواہ مرتبہ درجہ کو کہتے ہین اس کا قصہ یہ ہے کہ ایران کے بادشاہ نوشیروان کا پوتا خسرو پرویز ملکی فساد مین اپنی سلطنت سے خارج ہوکر ملک روم مین چلا گیا جہان کے بادشاہ نے اُسکو اپنی بیٹی بیاہی وہ وہان سے فوجی مدد لیکر واپس آیا اور اپنی قدیمی سلطنت پر نئے سر سے قابض ہوا۔ اُس کے فتح پانے کے وقت نجوم کے حساب سے ماہ یعنی چاند برج حوت (ماہی یعنی مچھلی) مین تھا اُسنے اس موقع کو نیک شگون سمجھ کر اپنے خاص عزت دار مددگار سردارون کو کسی قدر جھنڈے عنایت کیے جن مین چاندی اور سونے کے چاند اور مچھلی کی صورتین بنی ہوئی تھین اسی چیز کا نام ماہی مراتب ہوگیا مغل جو ایران والون کے پڑوسی ہونے کے سبب اکثر باتون مین اُنکی نقل کرتے تھے اُنھون نے بھی ہندوستان مین سلطنت پاکر اِس رسم کو یہان رواج دیا اور اُن کے ماتحتون نے اِسے عزت کی نشانی سمجھا جسکا ملنا پانچ یا چھہ ہزاری سے کم منصب والونکو جائز نہ تھا۔

بعض غلط بیانون کی تردید

روہیلکھنڈ گزیٹیر مین بیان کیا ہو کہ جب نواب سید علی محمد خان کا اقتدار

سلہ دیکھو آئین اکبری ۱۲

روز بروز بڑھنے لگا تو حافظ رحمت خان شاہ عالم خان کے بیٹے جو اپنے باپ کے خون کے باعث اُنکے دشمن تھے بضرورت اُنکے پاس آکر اُنکی جماعت مین شریک ہوے نواب سید علی محمد خان کو روہیلون پر اپنا رعب قائم کرنیکے لیے ایسے سردارون کی ضرورت تھی اس واسطے اُنھون نے حافظ رحمت خان کی بڑی عزت کی اور ملاقات کے وقت اپنی تلوار حافظ رحمت خان کے قدمون مین ڈال کر کہنے لگے کہ اگر اپنے باپ کے خون کا بدلہ منظور ہے تو مین حاضر ہون حافظ رحمت خان طالب زر تھے اُنھون نے نواب سیّد علی محمد خان کو گلے سے لگا لیا اور گذشتہ کدورتون کا خیال نہ کیا۔ نواب سید علی محمد خان نے حافظ رحمت خان کے واسطے روہیلکھنڈ کا ایک علاقہ جس مین بارہ گانون شامل تھے تجویز فرمایا حافظ رحمت خان نے اس عنایت کو بخوشی خاطر منظور کر لیا اور دونون سردار متفق ہو کر رہنے لگے۔ حافظ رحمت خان کی پیدائش ۱۱۲۰ھ مین ہوئی اور چوتھے برس کے سن مین اُنکو یتیمی نے آگھیرا جب سن تمیز کو پہونچے تو اپنی ہوشیاری اور حوصلہ مندی کے باعث دہلی اور لاہور کے درمیان مین خوردہ فروشون کی طرح تجارت کرنے لگے۔ جب نواب سید علی محمد خان کی کامیابی کا شہرہ سنا تو حرص دُنیا نے اُنکی خدمت مین آنے پر مجبور کیا یہان آکر اپنے باپ کی موت کو بالکل بھول گئے اور بارہ گانون کے مالک بن کر بخوشی و خرّمی اوقات بسر کرنے لگے" (انتہی کلامہ)

اُردو اور فارسی کی تاریخون سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان اس سے پیشتر نواب سیّد علی محمد خان کے پاس آگئے تھے کیونکہ بقول عماد السعادت

خواجہ محمد صالح پر کامیابی کے بعد نواب سید علی محمد خان نے اُنکو مدار المہام مقرر کیا تھا اور سادات بارہ کی مہم اسکے بعد وقوع مین آئی تھی اور سادات بارہ کی مہم کے بعد حافظ رحمت خان کا نواب سید علی محمد خان کی خدمت مین آنا روہیلکھنڈ گزٹیر مین بیان کیا ہے اور صریح غلطی یہ معلوم ہوتی ہے کہ نواب سید علی محمد خان بہادر کی وجہ سے شاہ عالم خان کا مقتول ہونا قرار دیکر حافظ رحمت خان کو اپنے باپ کے خون کی وجہ سے اُنکا دشمن ثابت کیا۔

غلطی کا ثبوت یہ ہے کہ حافظ رحمت خان کی اولاد نے اپنی تاریخون مین لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان کی ولادت سے چار سال کے بعد شاہ عالم خان مارے گئے ہین۔ حافظ صاحب سنہ ۱۱۲۰ ہجری مطابق سنہ ۱۷۰۸ع مین پیدا ہوئے ہین اور داؤد خان سنہ ۱۱۳۹ ہجری مطابق سنہ ۱۷۲۶ع مین مقتول ہوے اور شاہ عالم خان نوین ذیحجہ گیارہ سو تیئیس یا چوبیس کو مارے گئے تھے تو یہ زمانہ داؤد خان کا تھا نواب سید علی محمد خان تو داؤد خان کے بعد اکیس یا بائیس سال کی عمر مین اُنکے قائم مقام بنائے گئے تھے شاہ عالم خان جب مارے گئے ہین تو نواب سید علی محمد خان پانچ چھہ برس کے ہونگے کیونکہ وہ سنہ ۱۱۱۱ ہجری مین پیدا ہوے تھے پھر کیسے شاہ عالم خان کا قتل اُنکی وجہ سے واقع ہونا مانا جائیگا بلکہ گل رحمت وغیرہ کے دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید علی محمد خان کو ابھی داؤد خان نے پایا بھی نہوگا کیونکہ جب اُنکو پایا تھا تو سات آٹھہ برس کی عمر تھی۔

سب کتابون سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شاہ عالم خان داؤد خان کے پاس ملنے کے لیے آئے تھے اور مارے گئے مگر عماد السعادت مین لکھا ہے

کہ داؤد خان کے مرنے سے پانچ سال کے بعد شاہ عالم خان اُنکے متروکات
کا مطالبہ کرنے کے لیے نواب سیّد علی محمد خان کے پاس آئے نواب موصوف
اُنکے آنے سے بہت مسرور ہوے اور تعظیم و تکریم کی شاہ عالم خان نے تین
روز کے بعد کہا کہ "داؤد خان میرے باپ کا غلام تھا اور تم اُسکے غلام ہو پس
داؤد خان کا سارا مال مجھے دیدو اور تم مثل امتیازی غلامون کے روٹی کھاؤ
اور کپڑا پہنے جاؤ اُنکے متروکات کے تم کس وجہ سے مالک ہوے مجھے دینا
چاہیے وہ میرا حق ہے" نواب سیّد علی محمد خان نے کہا کہ جو کچھ میرے باپ کا مال
ہے وہ آپ ہی کا ہے مگر اس قدر غصہ اور بے عزتی مناسب نہین نواب موصوف
عند الذکر شہاب الدین خان کو دادا میان حسن خان اور شاہ عالم خان کو
چچا میان بولتے تھے مگر اُدھر سے سخت گیری کا جواب تھا۔ شاہ عالم خان نے
کہا کہ تمھاری کیا عزت ہے جو میری بات سے کٹے جاتے ہو تمھارا آقا بھی
خائن اور بے حیا تھا کہ میرے باپ کا ہزار روپیہ مار لیا اور صرف دو گھوڑیان
بھیجین نواب سیّد علی محمد خان نے بار بار خوشامد کی مگر شاہ عالم خان نے
نہ مانا نواب نے جب دیکھا کہ یہ نہین مانتے تو اپنی سپاہ کو جو سات سو کے
قریب پیادہ و سوار تھے حکم دیا۔ اُنھون نے شاہ عالم خان کو مار ڈالا گزیٹیر مین
اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ حافظ رحمت خان طالب زر تھے اُنھون نے
نواب سید علی محمد خان کو گلے سے لگا لیا اور گذشتہ کدورتون کا خیال نہ کیا۔
پھر نواب سیّد علی محمد خان کی طرف سے ایسے ذلیل طور پر معافی کا خواستگار
ہونا ایک جھوٹی ہوائی ہے اِسمین شبہ نہین کہ نواب سیّد علی محمد خان وقت پر

لگاوٹ بھی ایسی کرتے تھے کہ تلی کو مات کر دیتے تھے مگر پھر بھی صاحب غیرت اور اولوالعزم تھے آنکی تلوار ایسی نہ تھی کہ حافظ صاحب کی قدمبوسی کرتی ہان وہ یہ ضرور دل مین سمجھتے تھے کہ حافظ رحمت خان صاحب جوہر ہین اور کام کے آدمی ہین ایسے آدمیون کی یہ بہت دلجوئی کرتے تھے اور کام لیتے تھے اور جس چشمے سے نواب سید علی محمد خان نے سیرابی پائی تھی وہ اُس چشمے کے منبع کی ایک نہر تھے اقبال نے اُنکو نواب سید علی محمد خان کی طرف جذب مقناطیس کے زور سے کھینچا اور اُن کا نام نواب سید علی محمد خان کے نام کے ساتھ اس طرح آتا ہے جیسے کیکاؤس کے ساتھ رستم کا نام۔

جبکہ حافظ رحمت خان کی اولاد کا بیان ہے کہ شاہ عالم خان داؤد خان کے عہد مین مارے گئے نہ نواب سید علی محمد خان کے اشارے سے تو غیرون کے قول کا کیا اعتبار ہے شاہ عالم خان کے اعزا نواب سید علی محمد خان کا ساتھ اخیر دم تک دیتے رہے اگر وہ اُنکے اشارے سے قتل ہوتے تو یہ لوگ کبھی اُنکی رفاقت نکرتے اُکھڑے دل کا جوڑنا آسان نہین اور جو تقریر شاہ عالم خان کی لکھی گئی ہے یہ بھی بعید ہے نواب سید علی محمد خان کے مُنھ پر ایسے ناتراشیدہ الفاظ زبان سے نکالنا عقل سلیم تسلیم نہین کرتی۔ اگر وہ ایسا کہتے تو مکافات کے فرشتے دوڑتے اور فورًا ملک الموت کے پاس پہونچا دیتے اور یہ کتنی صداقت سے گری ہوئی بات ہے کہ قبل اس سے تو داؤد خان کو شاہ عالم خان کے باپ شہاب الدین خان کا متبنیٰ بیان کیا تھا اور یہان غلام تبادیا اور خاص کر نواب سید علی محمد خان کی نسبت غلامی کا لفظ اثناے مکالمہ مین

شاہ عالم خان کی زبان سے نکالنا یہ مؤلف عماد السعادت کی تُکم زادبات ہے اور اس کتاب کے اغلاط پر نظر کرتے ہوے ایسی بات اس مؤلف کے قلم سے نکل جانا تعجب کا مقام نہین یہ کتاب نواب سعادت علی خان والی اودھ کے نام پر سیّد غلام علی رضوی نقوی نے لکھی ہے اس سے زیادہ طرفگی منشی کریم علی نے تاریخ مالوہ مین کی ہے جو لکھا ہے کہ شہاب الدین خان مع ہر دو پسر خود حسن خان و شاہ عالم خان نواب سید علی محمد خان کے پاس آئے چندے باتفاق رہے ایک دن شہاب الدین خان نے داؤد خان کا مال نواب سیّد علی محمد خان سے طلب کیا آپس مین تکرار ہوئی شہاب الدین خان نواب سیّد علی محمد خان کے ہاتھ سے مارے گئے اُسوقت نواب سیّد علی محمد خان تین ہزار آدمیون کے سردار تھے یہ محض غلط ہے کیونکہ حافظ رحمت خان خلاصتہ الانساب مین لکھتے ہین کہ میرے پردادا شہاب الدین خان کا انتقال حجہ ہزارہ مین ہوا ہے اور موضع شاہی دیر مین دفن ہوے"[1]

بظاہر حافظ صاحب کا داؤد خان کے پاس آنا نہوا ہوگا کیونکہ جس پھیرے مین اُنکے باپ موضع بینا بیولی مین بدایون کے قریب ڈاکوؤن کے ہاتھ سے مارے گئے تو اُس وقت مین حافظ صاحب کی عمر چار سال کی تھی پہلا سفر جو اُنھون نے کیا ہے تو ابھی حافظ صاحب پیدا بھی نہوے ہونگے کیونکہ بعض جگہ لکھا ہے کہ پہلے سفر مین شاہ عالم خان کو داؤد خان نے تھوڑے دنون رکھنے کے بعد دو ہزار روپے دیکر رخصت کر دیا وہ وطن کو لوٹ گئے سنہ ۱۱۲۰ ہجری مین

---

[1] دیکھو اخبار حسن ۱۲

اُنکے صلب سے ایک بیٹا پیدا ہوا مگر یہ بات قابل غور ہے کہ ۱۱۱۹؁ ہجری مین داؤد خان کٹھیر مین آئے تھے پھر اتنی جلدی اُنکی حالت کیسے ترقی کرگئی اور دو ہزار روپے دینے کے قابل ہوگئے۔

روہیلکھنڈ کی ایک تاریخ مین حافظ رحمت خان کے کٹھیر مین آنے کے حال کو اس طرح قلم بند کیا ہے کہ جب نواب سید علی محمد خان جانسٹھ کے سیدون کی لڑائی سے واپس آئے تو اُنھون نے یہ دیکھا کہ اکثر روہیلے کم سنی اور بسبب متبنی ہونکی وجہ سے میری اطاعت مین دریغ کرتے ہین اپنے مشیرون سے مشورہ کیا تو یہ راے قرار پائی کہ حافظ رحمت خان ابن شاہ عالم خان کو روہ سے بلا لینا چاہیے اُنکی فرمانبرداری سے روہیلے کبھی سر نہ پھیرینگے نواب سید علی محمد خان نے متواتر خط بھیجکر حافظ صاحب کو بلایا وہ یہ اصرار اور اشتیاق دیکھکر کٹھیر مین نواب صاحب کے پاس آگئے نواب صاحب نے اُنکی بہت خاطر کی اور مصارف کے لیے کچھ گانون اُنکی جاگیر مین دیدیے اور آیندہ کے لیے یہ وعدہ فرمایا کہ جو دیہات قبضے مین آئینگے اُنمین سے دو گانون حافظ صاحب کو اور دیدیے جائینگے۔ حافظ صاحب نے نواب ممدوح سے خوش ہوکر وطن سے اپنے متعلقین کو بُلا لیا اور نواب صاحب کی رفاقت مین رہنے لگے اُن کو آئے ہوے تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ ہرنند کھتری مراد آباد کی حکومت پر مقرر ہو کر آیا۔

اِس بیان مین کئی باتین قابل غور ہین۔

(۱) نواب سید علی محمد خان حافظ رحمت خان سے عمر مین دو برس بڑے تھے

کیونکہ وہ ۱۱۰۸ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے جیسا کہ انتخاب یادگار اور تاج فرخی کے خاتمے مین لکھا ہے اور حافظ رحمت خان ۱۱۲۰ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے جیسا کہ اخبار حسن وغیرہ مین مذکور ہے پھر نواب صاحب کی کم سنی کا تدارک حافظ صاحب کے وجود سے کیا ہو سکتا تھا نواب صاحب کوہ دانش و دریاے تدابیر تھے اور حافظ صاحب اُنکے آگے طفل مکتب نواب آفت کے ٹکڑے تھے اُن کی نوجوانی کے نکتے اور چھوٹی چھوٹی چالین ایسی ہوتی تھین کہ دوسرون کی عقل سوچتی رہ جاتی تھی۔

(۲) بڑے بڑے روہیلون نے نواب سید علی محمد خان صاحب کو اپنا رئیس تسلیم کر لیا تھا پھر اطاعت مین دریغ کرنے کے کیا معنی نواب کے ساتھ رہکر اُنکے ہاتھ گھی مین تر تھے اور اُنگلیان رزق کی کنجیان تھین دونون وقت قورمے اور پلاؤ اُڑاتے تھے۔

(۳) جالنتھر کی مہم کے بعد نواب سید علی محمد خان نوابی کے مرتبے کو پہونچ گئے تھے اب وہ زمانہ باقی نہین رہا تھا کہ روہیلے اُنکی اطاعت مین چون و چرا کرتے وہ بڑے جوانمرد اور بارُعب تھے۔ جوانمردون کو مردانگی کا سبق پڑھاتے تھے تمام روہیلے اُنکے سامنے مرقع تصویر کی طرح خاموش رہتے تھے کوئی دم نہین مار سکتا تھا۔

(۴) حافظ صاحب کا اس سے بہت پیشتر آنا متعدد تاریخون سے ثابت ہے چنانچہ بعض تواریخ مین مذکور ہے کہ اٹھارہ برس تک حافظ صاحب نے نواب صاحب کے ہمراہ جانفشانیان کین اور نواب ممدوح کا انتقال ۱۱۶۲ھ ہجری مین ہوا ہے گیارہ سو اٹھ

سے اٹھارہ ساقط کر دیے جائین تو گیارہ سو چالیس ہجری حافظ صاحب کے آنے کا سال ہوتا ہے۔

اخبار حسن مین مذکور ہے کہ حافظ رحمت خان نواب سید علی محمد خان کی خدمت مین دو بار آئے تھے ایک بار نواب موصوف نے اُن کو اپنے پاس بُلایا اور نہایت خاطر سے اپنے پاس رکھا حافظ رحمت خان کچھ دنون نواب موصوف کے پاس رہ کر شادی کرنے کے لیے تور شہامت کو لوٹ گئے کئی برس کے بعد پھر ہندوستان کو آئے اور آنولے مین نواب صاحب سے ملے اور اُن کے پاس رہ گئے[۱۵]۔ تاریخ مظفری کے ایک مقام سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان صفدر جنگ کی بھی نوکری کر چکے ہین۔ حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ "جب میرے والد اور چچون نے ہندوستان مین سکونت اختیار کر لی تو اُن کے پیچھے مین بھی چلا آیا۔ اور یہین رہنے لگا"۔

اس مین کسی کو انکار نہین کہ نواب سید علی محمد خان کی بنیاد ریاست کی ایک اینٹ حافظ رحمت خان بھی ہین گو بعد مین اُنکی نیت نے پلٹا کھایا اور نواب کی اولاد کو محروم کر دیا مگر اُنکی جانفشان خدمتین اور بخیطا تدبیرین سفارش کرتی ہین اور شیرانہ حملے اور رستمانہ کارنامے زبان حال سے کہہ رہے ہین کہ روہیلون کی تاریخ مین اُن کا حال سُنہرے حرفون سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

---

[۱۵] دیکھو اخبار حسن ۱۲

قمر الدین خان وزیر اعظم کا نواب سید علی محمد خان کو دہلی طلب کرنا نواب صاحب کا اپنی طرف سے جے سکھ رائے کو بھیجدینا راجہ ہرنند سے جنگ و عداوت کے اسباب پیدا ہو جانا

سنہ ۱۷۳۵ء مین روہیلون کی قوت بہت زیادہ ہوگئی کیونکہ سلطنت کی حکومت دمبدم انحطاط پر تھی جو مجرم سلطنت کے خوف سے بھاگتا تھا وہ روہیلون مین آکر پناہ گزین ہوتا تھا۔ فروری سنہ ۱۷۳۹ء مطابق سنہ ۱۱۵۱ھ ہجری مین نادر شاہ کی چڑھائی کے وقت دہلی لٹ لٹا کر سلطنت کی حالت بہت ضعیف ہوگئی۔ ایسے ابتری کے وقت مین نواب سید علی محمد خان کو اپنے ملک کی ترقی اور اپنی قوت کی درستی کا بڑا موقع ملا۔ اس بدنظمی سلطنت کے باعث بہت سے پٹھان دہلی سے بھاگ کر نواب سید علی محمد خان کی فوج مین شامل ہونے لگے اُنھون نے پرگنہ رچھا متعلق تحصیل بھیڑی اور اُسکے حوالی کے پرگنون پر قریب بریلی کے بخوبی قبضہ کرلیا اور بہت سے جاگیردارون کا علاقہ جو اُنکے مقابلے کو کھڑے ہوتے چھین چھین کر اپنے ملک مین شامل کرنے لگے۔ جاگیردارون نے اِس دست درازی کی شکایت قمرالدین خان وزیر محمد شاہ کے پاس پہونچائی۔ نواب وزیر نے رام کرنے کی غرض سے یہ تدبیر کی کہ سنہ ۲۳[1] جلوس محمد شاہ مین نواب

۱؎ یہ بیان ایک شخص نے زبان فارسی مین ۲۸ر شوال سنہ ۲۳ جلوس محمد شاہ مین یکشنبہ کو قصبہ آنولہ مین لکھ کر یادگار کے لیے رکھ لیا تھا کتب خانہ ریاست مین موجود ہے ۱۲

سید علی محمد خان کو دہلی بلایا اور لکھا کہ چونکہ بادشاہ کی مہربانی تمپر ہے اور کئی باتین ایسی ہین کہ انکا مشورہ کرنا تمسے ضرور ہے اسلیے یہان آجاؤ تمھارے دارالخلافہ مین آنے سے بادشاہ بھی رضامند ہونگے اور تمکو بھی مزاج شاہی مین رسوخ حاصل کرنے کا عمدہ موقع ہاتھ لگیگا"۔ اِس پروانے کے پہونچنے کے بعد نواب صاحب نے اپنے معتمدون سے مشورہ کیا تو سب نے یہ صلاح دی کہ آنولے کو چھوڑنا آپکے لیے بہتر نہین یہ مناسب ہے کہ جے سنگھ رائے متصدی کو وہان بطور نیابت کے بھیجدیا جائے چنانچہ نواب صاحب نے دیوان مذکور کو ایک ہزار سپاہ کی جمعیت کے ساتھ دہلی کو روانہ کردیا اور ضروری سامان امارت بھی ساتھ کردیا اور خود نہ گئے ٹالے بالے بتادیے دوسری رمضان سنہ ۲۳ جلوس روز جمعہ (مطابق سنہ ۱۱۵۳ ہجری) کو دیوان مرادآباد سے روانہ ہوا۔ ۱۲ رمضان سنہ ۲۳ کو شاہ گنج پہونچا نواب وزیر نے استقبال کے لیے اُسکے پاس چند معززین کو بھیجا۔ ۱۷ کو دیوان شاہ گنج سے سوار ہوا شام کے وقت وزیر کی حویلی پر پہونچا وزیر اِسکی لیاقت اور گفتگو سے بہت مسرور ہوے پھر مسلمان جماعہ دارون کو وزیر کی طرف سے کھانا دیا گیا اور وزیر نے دیوان کو میوہ اور خلعت دلوا کر رخصت کردیا اور ایک جگہ اُسکے ٹھہرنے کو بتادی۔ دیوان ہر روز وزیر کے سلام کو جایا کرتا اور نواب اُسپر عنایت کرتے۔ راجہ ہرنند کہ قوم اروڑا سے تھا اُن ہی دنون یعنی سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین وزیر کی طرف سے مرادآباد اور سنبھل کا حاکم مقرر ہوا تھا اور بعض نے اُسکے تقرر کی تاریخ ۸ ا مارچ سنہ ۱۷۴۰ء مطابق ۲۷ ذیحجہ سنہ ۱۱۵۲ ہجری لکھی ہے اُسنے نیاز بیگ خان مغل کو اپنی طرف سے ان

اضلاع پر انتظام کے لیے بھیجا تھا۔ دیوان مذکور کا یہ رسوخ دیکھکر راجہ ہر نند آتش حسد مین جل گیا اور اُسنے ایک حیلہ بگاڑ کا کھڑا کیا وہ یہ کہ دیوان سے کہا کہ نواب سیّد علی محمد خان کے محالات کی آمدنی کا معاملہ وزیر کے روبرو طے ہو جانا چاہیے اور زر نقد بطور پیش کش کے بھی دینا چاہیے دیوان نے یہ سارا حال نواب سیّد علی محمد خان کو لکھ کر بھیجا نواب صاحب نے دیوان کو جواب بھیجا کہ راجہ کو جواب دینا چاہیے کہ وہان ایسے معاملات کا طے پانا مناسب نہین ہے یہان تصفیہ ہو جائیگا دیوان نے راجہ کو یہی جواب دیدیا۔ راجہ نے نواب وزیر سے شکایت کی کہ نواب سید علی محمد خان کے محالات کی آمدنی کا معاملہ اُنکا دیوان طے نہین کرتا نواب وزیر نے دیوان سے فرمایا کہ معاملے کا تصفیہ کیون نہین کرتے دیوان نے عرض کیا کہ حضور نے مجھے یہان اس لیے طلب نہین کیا ہے اگر حضور کا معاملہ یہان طے کیا جائیگا تو حضور کے جتنے جاگیر دارون کو نواب سید علی محمد خان دیا کرتے ہین اُنکو بھی یہان روپیہ نہ پہونچا تو اُنکو شکایت کا موقع ملیگا کہ نواب وزیر نے اپنا معاملہ تو اپنے سامنے فیصل کرالیا اور ہمارے معاملے پر توجہ نہ کی آنولے پہونچکر حضور کے ارشاد کے بموجب راجہ ہر نند کے معاملے کا تصفیہ کرا دیا جائیگا نواب وزیر نے یہ بات قبول کرلی راجہ کو اس ناکامیابی سے بہت غیرت آئی۔ اور دیوان کی ذلت کے لیے دوسری تدبیر نکالی کہ جب دیوان اپنے وطن کو رخصت ہو تو اُسکو راستے مین تباہ کردیا جائے اور اس ارادے کے پورا کرنے کے لیے اپنی بہت سی سپاہ سنو کھہ راے بقال کی ماتحتی مین جو اُسکا کارندہ تھا ڈاسنہ اور ہاپڑ کے مقامات پر تعینات کردی

اورگنگا کے گھاٹ گڑھ مکٹیسر سے کول سکندرہ تک روک لیے جب دیوان
کچھ دنون کے بعد وزیر سے اجازت لیکر آنولے کو روانہ ہوا اور راج گھاٹ مین
نودرہ بادشاہی کو عبور کر کے شاہ گنج پہونچا اور بعض دوستون نے راجہ ہرنند
کے ارادے سے مطلع کیا تو دیوان نے یہ سوچ کر کہ اس وقت تمام گھاٹ دشمن
کے ہاتھ مین ہین اگر اُسکے آدمیون سے لڑائی ہوئی تو نواب وزیر تک شکایت
ہوگی اسلیے ڈاسنہ اور ہاپڑ اور گڑھ کا راستہ چھوڑ کر شاہ گنج سے میرٹھ کی طرف
کوچ کیا۔ جب سنوکھ رائے کو یہ معلوم ہوا کہ نواب سید علی محمد خان کا دیوان
یہ راستہ کاٹ کر میرٹھ کی طرف جاتا ہے تو وہ پانچ چھہ ہزار آدمی لیکر قبل سے میرٹھ
پہونچ گیا۔ دیوان کا پڑاؤ مقام لاور مین ہوا تو مخالف کے اس بندوبست کا
حال معلوم ہوا اب دیوان بھی لڑائی پر تُل گیا اور سنوکھ رائے کو کہلا بھیجا کہ
جب تمھارا یہی ارادہ ہے کہ ہمسے مزاحمت کی جائے تو پانچ چھہ کوس پر ہماری
جمعیت سے دور رہنا آئین سپاہ گری سے بعید ہے۔ اب تم تیار رہو مین خود
تمھارے پاس پہونچتا ہون۔ صاحب رائے کایستھ ان دنون خواجہ جاوید
خان کی طرف سے میرٹھ کا حاکم تھا اُسنے یہ خبر سُنکر نواب سید علی محمد خان کے
دیوان کو سمجھا دیا اور سنوکھ رائے بھی پشیمان ہوکر یہان سے ہٹ گیا۔ دیوان
لاور سے کوچ کر کے موضع پھوکر ہیری مین جہان چُنّا گوجر رہتا تھا پہونچا اور
یہان سے گنگا کو عبور کر کے مرادآباد کی طرف روانہ ہوا۔ یہان نیاز بیگ خان
راجہ ہرنند کی طرف سے حاکم تھا دیوان مرادآباد مین داخل ہوا نیاز بیگ خان
اسکے اتنی جمعیت کے ساتھ آنے سے متردد ہوا۔ دیوان نے نواب وزیر کے

حکم کے بموجب نیاز بیگ خان سے محالات متعلقہ چکلہ مراد آباد کا فصل خریف وربیع کا معاملہ مرزا لطیف بیگ کے استصواب سے طے کر کے پٹہ اور فارغخطی لیلی مگر یہان کے عامل کی ناموافقت کی وجہ سے اپنے اہل وعیال کو یہان رکھنا مناسب نہ سمجھا اسلیے ۱۲ ذیقعدہ سنہ مذکور کو مراد آباد سے کوچ کر کے ۱۴ ذیقعدہ کو آنولے مین داخل ہوا۔ نواب سیّد علی محمد خان اُسکے صحیح وسالم پہونچ جانے سے بیحد خوش ہوے مگر راجہ ہرنند کے دل پر قلق رہا اور نواب سید علی محمد خان کی تباہی کی یہ فکر کی کہ وزیر سے گنگا کے اشنان کے لیے رخصت لیکر مراد آباد پہونچا اور یہان فوج جمع کرنا شروع کی اور نواب وزیر الممالک کو نواب سید علی محمد خان کی طرف سے شکایات کی عرضیان بھیجنے لگا اور وزیر کے مزاج کو نواب کی طرف سے اتنا مکدر کر دیا کہ اُنھون نے بھی لڑائی کی اجازت دیدی اور اس طرح اس ناتجربہ کار ہرنند نے وزیر جیسے نیکی کے پتلے کو اُنکے نیک ارادے کے راستے سے ہٹا دیا۔

راجہ ہرنند اور نواب سیّد علی محمد خان مین جنگ ہونا نواب صاحب کا فتحیاب ہو کر مراد آباد۔ سنبھل امروہہ۔ بریلی اور شاہجہانپور وغیرہ تمام ملک کٹھیر پر قبضہ کر لینا

بعض تاریخون مین یہ لکھا ہے کہ قرب وجوار کے کمزور جاگیردارون کے

معاملات مین مداخلت کرنے کی وجہ سے نواب قمرالدین خان سے جاگیردارون نے شکایت کی اور بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُسنے راجہ ہرنند گورنر مرادآباد کے نام روہیلون کو کٹھیر سے نکالدینے کے واسطے حکم جاری کیا اور بعضے کہتے ہین کہ ابوالمنصور خان صفدر جنگ والی اودھ کو افغانون سے دلی عداوت تھی۔ یہ ابوالمنصور خان برہان الملک نواب سعادت خان والی اودھ کا داماد ہونے کی وجہ سے اودھ کی ریاست کا مستحق مانا گیا تھا اسکا باپ کاسہ ساز تھا۔ چنانچہ فراست نامہ کے صفحہ ۱۷ مین لکھا ہو کہ "پدر منصور علی خان کاسہ ساز بود" منصور علی خان سے مراد یہی ابوالمنصور خان ہے اسنے نواب سید علی محمد خان کی شکایات محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کے حضور مین کین۔ بادشاہ نے قمرالدین خان وزیر اعظم سے فرمایا کہ روہیلون کی تدبیر کرنی چاہیے اور قمرالدین خان نے اس مہم پر راجہ ہرنند نامی کھتری کو مامور کیا اور اُسکو حکم دیا کہ نواب سید علی محمد خان روہیلے کو نکالدے اور اسباب جنگ جیسے توپخانہ اور بانون کا ذخیرہ اور دوسرا سامان اپنی سرکار سے دیکر حکم دیا کہ جتنی فوج کی ضرورت سمجھے اور انتظام صوبۂ مذکور کے لیے ضروری ہو اور روہیلون کی تنبیہ و تادیب کے لیے درکار ہو نوکر رکھ لے۔ نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد اور نواب سید علی محمد خان مین رابطۂ اتحاد تھا سنہ ۱۷۲۹ع مطابق سنہ ۱۱۳۱ ہجری مین جب نواب محمد خان کو ملک بندیلکھنڈ مین بندیلون نے قلعۂ جیت پور مین گھیر لیا تھا تو محمد خان کا بیٹا قائم خان شاہجہان پور کے پٹھانون مین سے رنگروٹ بھرتی کرتا ہوا نواب سید علی محمد خان کے پاس بنگڑھ مین بھی آیا تھا

اور یہان سے کمک حاصل کی تھی۔ اس مصیبت کے وقت مین نواب سید علی محمد
خان نے نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد سے مدد چاہی اور اس امر کی
درخواست کی کہ آپ ہمارے اور راجہ ہرنند کے درمیان مین پڑ کر تصفیہ
کرا دین کیونکہ اگرچہ ہرنند نے خریف تک کی فارغخطی نواب سید علی محمد خان
کو دیدی تھی لیکن تاہم انداز دشمنی کے نمایان تھے نواب محمد خان نے قمر الدین
خان وزیر کو نواب سید علی محمد خان کی سفارش مین خط لکھا اور یہ درخواست
کی کہ آپ اپنے بیٹے معین الدین خان کو راجہ ہرنند کی مدد کے لیے نہ بھیجین
اور یہ بھی لکھا کہ نواب سیّد علی محمد خان بادشاہ کے مطیع فرمان ہین اور ہر سال
دربار مین حاضر ہوتے ہین اور ۱۷۳۹ء مین جب عظیم اللہ خان ظہیر الدولہ
آپکے بھائی نے سادات بارہ پر چڑھائی کی تھی تو اُسوقت مین نواب سید علی محمد
خان مع اپنی فوج کے شریک ہوے تھے اور خدمت نمایان اُن سے ظاہر
ہوئی تھی جس شخص کی جانب سے ایسی خدمات ظہور مین آئین وہ تھوڑے
سے قصور پر تباہ کیا جانا نہ چاہیے۔ خاصکر ایسے وقت مین کہ باغی لوگ یعنی
مرہٹے نہایت زور پر ہین اگر بالفرض نواب سیّد علی محمد خان سے کوئی قصور بھی
سرزد ہوا ہے تو معاف کیا جانا چاہیے۔ نواب محمد خان نے ایک خط اپنے
بیٹے قائم خان کو بھی بھیجا اور اُسکو لکھا کہ زبانی بھی وزیر سے اس بارے مین
عرض کرنا۔ لیکن ۴۔ محرم ۱۱۵۴ھ ہجری مطابق ۱۱۔ مارچ ۱۷۴۱ء کو قائم خان کے
خطوط اس مضمون کے اُس کے باپ نواب محمد خان کو پہونچے کہ وزیر کو
اصرار ہے کہ مین اپنے بیٹے میر معین الدین خان کو بادشاہ کے حضور مین بہ

التجا سے پیش کرونگا کہ وہ راجہ ہرنند کی کمک کے لیے مقرر ہوکر بھیجا جائے۔ وزیر نے توپخانۂ بادشاہی راجہ کی مدد کے لیے بھیجدیا اور اپنے بیٹے میر معین الدین خان کو ایک بھاری لشکر کے ساتھ راجہ کی کمک کو روانہ کیا۔

ہرنند سنگھ نے اطراف و جوانب کے راجون کو بھی کمک کے لیے بُلا لیا چنانچہ نرپت سنگھ زمیندار بیہلی اور راجہ کھیم کرن زمیندار رتن گڑھ اور سادات سرسی وغیرہ جمع ہوگئے۔ عبدالنبی خان ملیح آبادی حاکم بریلی کو بھی اپنا شریک کیا۔ روہیلکھنڈ گزیٹیر مین عبدالنبی خان کو بریلی کا گورنر لکھا ہے جام جہان اور اخبار حسن مین شاہ آباد کلان ضلع ہردوئی کا حاکم بتایا ہے اور تاریخ روہیلکھنڈ مین شاہ آباد کا اجارہ دار تحریر کیا ہے۔ عبدالنبی خان نے اس معاملے مین دوربینی کا مشورہ دیا مگر ہرنند کوتاہ اندیش تھا اُسنے اُسکے مشورے کے موافق کارروائی نہ کی اور نواب سید علی محمد خان کو پیام دیا کہ ایک کرور روپے اور تمام ہاتھی اور دروازے کے سونے کے کلس یہ تمام چیزین بادشاہ کے پاس بھیجدو ورنہ اس مُلک کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف چلے جاؤ۔ نواب سید علی محمد خان نے بہت نرمی کے ساتھ جواب دیے اور عذر روپیہ نہ پہونچا سکنے کا کیا اور معاملے مین تخفیف چاہی اور مرزا لطیف بیگ مرادآبادی کی معرفت بہت کچھ صلح کے پیام دیے اور کہلا بھیجا کہ اپنی دانست مین کوئی بُرائی خیال مین نہین آتی کہ مجھ سے ظہور مین آئی ہو پھر اس قدر برہمی کا کیا سبب ہے اگر اس خیر اندیش کی طرف سے کوئی بات خلاف واقع پہونچی ہے تو ارشاد ہو کہ دوستدار اسکا عذر کرے مگر ہرنند کو اپنی فوج خدم وحشم اور سامان حرب پر اتنا گھمنڈ تھا

کہ کسی طرح صلح کی بات پر کان نہ لگایا۔ نواب محمد خان بنگش نے بھی رحمت خان اور شاہ اختیار کو راجہ ہرنند کے پاس سفارش کرنے کی غرض سے بھیجا۔ رحمت خان نے اثنائے راہ مین شاہ اختیار کو یہ پیام دے کر واپس بھیجا کہ دو شخص قابل اطمینان اور مطلوب ہین چنانچہ مقیم خان اور عبداللہ خان اُسکے ہمراہ بھیجے گئے اور یہ لوگ وزیر کا خط بھی اصل لیتے گئے وہ بدایون پہونچے اس عرصے مین رحمت خان راجہ کے پاس پہونچ گیا تھا اور چھہ روز سے اُسکے لشکر مین مقیم تھا۔ وہ رخصت ہوا اور راجہ نے اپنے تمام لشکر اور توپخانے کے ساتھ تین یا چار دن مین تین تین چار چار کوس کی منزلین کر کے اصالت پور جارئی پرگنۂ بلاری کے قریب ندی اَرل (آری بھی کہتے ہین) کے کنارے مقام کیا۔ نواب سیّد علی محمد خان بھی آنولے سے روانہ ہو کر موضع فتح پور ڈال کے قریب اصالت پور سے دو میل کے فاصلے پر آکر ٹھہرے اور معین الدین خان امدادی فوج کے ساتھ دہلی سے چل کر گڑھ مکتیسر پر دریائے گنگا کے کنارے مقیم تھا اس درمیان مین نواب محمد خان نے نواب سید علی محمد خان کو یہ لکھا کہ اس وقت روپیہ کا خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ معاملات کو طے کر دینا چاہیے۔ مین نے آپکی فوج کو کبھی نہین دیکھا ہے یقیناً وہ اچھی ہو گی لیکن وہ دوستون کی امداد سے بوجہ احسن انجام پاسکتی ہے آپ کو چاہیے کہ اپنے مقامات کا استحکام کرین اور آدمی اور روپیہ کی فراہمی کا انتظام کرنا چاہیے۔ اپنے سب آدمیون کو سب جگہ سے بلا کر ایک ناکہ پر تعینات کرنا چاہیے کوئی غنیم یا مخالف زمین کو اٹھا نہین لیجا سکتا اور جب دشمن پسپا ہو جائے

تو تھا نجات پھر بدستور قائم ہو سکتے ہین اگر فوج جابجا منتشر رہیگی تو ایک دوسرے کی مدد نہین کرسکتا اگر ایک گروہ کو فوج کے شکست ہو گئی تو باقی سب بیدل ہو جائینگے مین نے ان سب امور کا تجربہ کر لیا ہے۔ جہانتک ممکن ہو نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا چاہیے اور اس آفت سے نجات پانے کے لیے روپیہ خرچ کرنا چاہیے اگر کسی طرح معاملہ طے نہوا اور ایک سال کی آمدنی خرچ کرنے پر بھی کام نہ نکلے تو مضبوطی کے ساتھ تعرض کرنا چاہیے۔

ہندو لوگ اکثر تاریخ کی بُرائی بھلائی کے زیادہ پابند ہوتے ہین اجرام علوی کی تاثیرات کو دنیا مین بلکہ نجات آخرت مین بھی خالق کائنات کی برابر مانتے ہین۔ ہرنند بھی احکام نجوم کا بڑا معتقد تھا منجم برہمنون نے حکم لگا دیا تھا کہ لڑائی کا دن ابھی دور ہے فلان تاریخ پر جنگ کرنی چاہیے۔ اسلیے ہرنند نے لڑائی کے کام کو تعویق مین ڈال دیا۔ لطائف الحیل اور سفیرون کی آمد و رفت مین عرصہ گذارنے لگا۔ نواب سید علی محمد خان نے اس بات سے آگاہ ہو کر یہ ترکیب نکالی کہ ایک رات[۱] مین مشہور کر دیا کہ ہم صبح کو راجہ ہرنند کی ملاقات کو جائینگے اور تمام رات لشکر کی تیاری کرکے ابھی نور کا تڑکا تھا کہ اپنی فوج کا اسطرح انتظام کیا۔ کہ پہلے[۲] حافظ رحمت خان کو چار ہزار آدمیون کے ہمراہ دشمن کے قیام گاہ کی جانب روانہ کیا اور باقی ماندہ سپاہ اپنے ساتھ لے کر اُنکے پیچھے روانہ ہوے۔ اس جماعت کے داہنے بازو پر دوندے خان اور پایندہ خان کو اور بائین پر صدر خان کو اور ساقۂ لشکر پر بڈو خان اور شہامت خان کو

---

[۱] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲ [۲] دیکھو گل رحمت ۱۲

رکھا اور بشارت خان اور راجہ بسولی اور راجہ مدکر کو ہر طرف کی خبر گیری کے لیے مقرر کیا اور خود ہاتھی پر سوار ہو کر قلب لشکر مین رہے۔

منتخب العلوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب کے ساتھ بیس ہزار سپاہ تھی اور روہیلکھنڈ گزیٹیر مین اُنکی سپاہ کی تعداد دس ہزار بتائی ہے اور ہرنند کا لشکر تیس ہزار سے زیادہ اور پچاس ہزار تک بتاتے ہین منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ صبح صادق کے وقت پایندہ خان اپنی فوج کو ہرنند کے لشکر کے قریب بڑھا لیگئے اور سورج کے نکاس پر اُسکے لشکر پر جو غفلت کی حالت مین تھا حملہ شروع ہو گیا راجہ کو اُسکے جاسوسون نے خبر دی کہ نواب سید علی محمد خان کا لشکر مورچون کے قریب آپہونچا ہے وہ پوجا مین بیٹھا ہوا تھا جواب دیتا رہا کہ آج تاریخ ہماری لڑائی اور سواری کی نہین یہانتک کہ روہیلون نے اُسکے لشکر مین گھس کر قتل شروع کر دیا روہیلون کی شمشیر کی چمک راجہ کی سہمی ہوئی فوج آنکھون سے دیکھ رہی تھی جب کشت و خون اور بندوق و بان کی آوازون کا شور حد سے بڑھ گیا تو راجہ پوجا سے اُٹھ کر ہاتھی پر سوار ہوا پایندہ خان کے غول مین سے ایک بان ہرنند کے ہاتھی پر پہونچا اور اُسکے لگا جس سے وہ مر گیا اُسکا بیٹا موتی لال بھی جس کے حسن و جمال کی بڑی شہرت تھی مارا گیا سنوکھ رائے اور نیاز بیگ خان بھاگ نکلے اور فوج نے بھی بے ترتیبی کی حالت مین بھاگنا شروع کیا سید داؤد زمیندار محمود نگر بھی کام آیا اور عبدالنبی خان عامل بریلی بھی مارا گیا۔ منتخب العلوم مین یون لکھا ہے کہ دلیر خان عرف ڈلو خان

جو ہرنند کی فوج کا رکن اعظم تھا تھوڑی دیر میدان جنگ مین جم کر لڑا اور مارا گیا۔ اُن قلمی اجزا مین جو ملکیون کے خاندان سے دستیاب ہوے مرقوم ہے کہ لڑائی سے چندے قبل راجہ ہرنند نے دلیر خان کے بھائی عبد النبی خان ملیح آبادی پسر نواب[لہ] سنجر خان کو بھی جو اُس زمانے مین بریلی کا فوجدار تھا شاہ آباد کلان ضلع ہردوئی سے اپنی کمک کو بلایا تھا چنانچہ یہ بھی کچھ فوج لے کر راجہ کی کمک کو روانہ ہوا تھا اور اُسکا یہ ارادہ تھا کہ موقع پر پہونچکر طرفین مین صلح کرا دونگا وہ ابھی پہونچنے نہین پایا تھا کہ ہرنند کی شکست کی خبر معلوم ہوئی اور یہ بھی سُنا کہ میرا بھائی ڈلو خان مارا گیا ہے تو اپنی جمعیت کے ساتھ لڑنے کے لیے آمادہ ہوا ہمراہیون نے سمجھایا کہ آپ نواب سید علی محمد خان کے مقابلے کے لائق نہین اس خیال سے درگذر کیجیے اُسنے نہ مانا اور گھوڑے سے اُتر کر میدان جنگ مین لڑائی کے لیے آیا۔ نواب سید علی محمد خان نے عبد النبی خان کے پاس آدمی بھیج کر بہت کچھ معذرت کی مگر اُسنے منظور نہ کیا پھر لڑائی کا ہنگامہ گرم ہوا۔ عبد النبی خان نے تین بار نواب سید علی محمد خان پر بندوق سر کی مگر نشانہ خطا گیا بندوق ہاتھ سے ڈالدی اور کہا کہ فتح ہمارے نصیب مین نہین ہے آخر کار وہ اور اُسکے تمام ساتھی مارے گئے نواب سید علی محمد خان نے عبد النبی خان اور دلیر خان کی لاشین پالکی مین ڈلوا کر آنولے کو پہونچا دین اور تجہیز و تکفین کرائی بے شمار مال غنیمت اور

لہ جام جہان نما مین عبد النبی خان کے باپ کا نام سنجر خان لکھا ہے اور منتخب العلوم مین عبد النبی خان کا عرف سنجر خان بتایا ہے ۱۲

توپخانہ۔ ہاتھی گھوڑے نواب صاحب کے ہاتھ لگے۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ ہرنند کا واقعہ ۱۱۵۰ھ ہجری کا ہے اور یہ صحیح نہین معلوم ہوتا اُن اجزا مین جو ایک شخص نے ۱۷۶۲ء جلوس محمد شاہ مین آنولے مین بطور یادگار لکھ رکھے تھے مندرج ہے کہ ۱۹ ار محرم سنہ ۲۴ جلوس محمد شاہ مین جمعرات کے دن نواب سید علی محمد خان نے راجہ ہرنند پر حملہ کیا تھا اس حساب سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سنہ ۱۱۵۴ ہجری (سنہ ۱۷۴۲ء[1]) کا ہے۔

نواب سید علی محمد خان نے اپنے ترحم ذاتی سے غنیم کے مقتولون کی لاشون کو دفن کرا دیا اور زخمیون کی مرہم پٹی کرائی۔ ۲۴ محرم سنہ مذکور کو سہ شنبہ کے دن دوپہر کے وقت نواب صاحب واپس آنولے مین داخل ہوے اس فتح کے بعد انھون نے سنبھل۔ امروہہ۔ مراد آباد۔ بریلی شاہجہانپور اور شاہ آباد کلان پر قبضہ کر لیا اور ان مقامات مین اپنی طرف سے ناظم مقرر کر دیے مگر محال جاگیر نواب وزیر الممالک سے تعرض نہ کیا جب سے یہ ملک کٹھیر روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہو گیا گزیٹیر کے اُس حصے مین جس مین ضلع شاہجہان پور کا ذکر ہے بیان کیا ہے کہ یہ علاقہ نواب سید علی محمد خان کے قبضے سے قبل بدایون کے مسلمان حکمرانون کے تحت حکومت مین جب سے آباد ہوا تھا چلا آتا تھا اسکو دلیر خان اور بہادر خان قنوج اور کالپی کے جاگیر دار پٹھانون نے ۱۶۴۷ء مین شاہجہان سے اجازت لے کر اُسکے نام پر آباد کیا تھا۔

---

[1] دیکھو مراد آباد گزیٹیر ۱۲

نواب سید علی محمد خان سے قمرالدین وزیر اعظم کا صفائی کر لینا۔ وزیر کے بیٹے معین الدین خان عرف میر منو کا گنگا پر آنا اور نواب کا اُس سے ملاقات کر کے اپنی ایک بیٹی کو صدرالدین خان پسر وزیر کے ساتھ منسوب کرنا

نواب سید علی محمد خان نے اپنی بے قصوری کی عرضی اعتماد الدولہ قمرالدین وزیر اعظم کی خدمت مین کمال عجز و انکسار کے ساتھ لکھی اول تو نواب وزیر بہت خفا ہوے مگر سید مبارک کے توسط سے بالآخر وہ غصہ دھیما ہو گیا اور فرمایا کہ معین الدین خان سے نواب سید علی محمد خان ملاقات کرین تو یہ گناہ عفو سمجھا جائیگا۔ نواب محمد خان بنگش نے بھی وزیر سے تا امکان اپنے نواب سید علی محمد خان کی سفارش کی اور یہ کہا کہ نواب سید علی محمد خان کا ارادہ لڑنے کا نہ تھا اور یہ مصیبت جو پیش آئی اس مین اُنکا کوئی قصور نہ تھا اور اب بھی وہ اطاعت کے لیے موجود ہین ۔ نواب وزیر کی طرف سے اُنکا دیوان راجہ روشن رائے معین الدین خان کے لشکر مین آیا۔ اور وزیر کا پیام پہونچایا کہ نواب سید علی محمد خان سے ملاقات کرین اور سید شاہ مبارک نواب سید علی محمد خان کے پاس وزیر کا حکم لے کر آنولے کو آئے اور تمام حال بیان کیا نواب سید علی محمد خان ایک مضبوط لشکر کے ساتھ آنولے سے کوچ کر کے گنگا کے گھاٹ پوٹھ[1] پر پہونچکر مقیم ہوے ۔

---

[1] دیکھو دہ اجزا ۱۲

گزیٹیر مین ذکر کیا ہے کہ میر منّو جس وقت گنگا کے کنارے دارانگر کے پاس
پہونچا تو نواب سید علی محمد خان اُس وقت چاندپور نگینہ وغیرہ مقامات ضلع بجنور
کے بندوبست اور قبضہ کرنے مین مصروف تھے میر منّو کی خبر سنکر اُس سے
ملنے کو روانہ ہوے اور معبر دارانگر کے اِس پار قیام کیا اور میر منّو اُس پار مقیم
تھا مگر دونون مین سے کوئی دریا کے پار اُترنے کی جراُت نہ کرتا تھا بہت سی
گفتگو کے بعد یہ قرار پایا کہ نواب سید علی محمد خان دریاے گنگا کے بیچ مین
معین الدین خان سے ملاقات کرین چنانچہ ۱۳ر جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۲ھ جلوس
محمد شاہ یوم پنجشنبہ کو اُمرا اور معزذین معین الدین خان کے لشکر سے کوچ کرکے
نواب سید علی محمد خان کو لینے کے لیے آئے۔ نواب صاحب کو اُنکے سردارون
نے صلاح دی کہ آپ اول فوج کو دریا سے اُتار دیجیے اُسکے بعد کشتی مین سوار
ہوکر جائیے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا دریا مین ایک چبوترہ تیار کرایا گیا تھا اور
اُسکو ملاقات کے لیے خوب آراستہ کیا گیا تھا۔ نواب سید علی محمد خان کشتی
مین سوار ہوکر اول اُس چبوترے پر پہونچے پھر معین الدین خان ہاتھی پر سوار
ہوکر گنگا کے کنارے پر آئے اور کشتی مین سوار ہوکر اُس چبوترے پر آئے
اور یہان دونون بغلگیر ہوے ملاقات مین معین الدین خان سے نے
نواب کی بڑی تعریف کی اور ایک ہاتھی گھوڑا خلعت مع سرپیچ مرصع
دیا۔ یہ رسم ادا ہوکر معین الدین خان تو اپنے لشکر مین لوٹ گئے مگر نواب
سید علی محمد خان اُسی مقام پر مقیم رہے اس لیے کہ بارش کی شدت کی
وجہ سے دریا طغیانی پر تھا کشتی نہ لگ سکتی تھی اور دوسرے دن یہ بھی

اپنے لشکر مین پہونچ گئے سلہ

یہان پر یہ بات بھی ذکر کردینے کے قابل ہے کہ بعض کتابون مین لکھا ہے کہ کشتی مین معین الدین خان اور نواب سید علی محمد خان کی ملاقات ہوئی تھی اور نواب صاحب نے اپنی ایک بیٹی جو بڈو خان کی بیٹی کے بطن سے تھی میر منّو کے ساتھ منسوب کردی۔

سیر المتاخرین سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ اسکے مؤلف کا بیان ہے کہ قمر الدین خان وزیر سے ہر سند کی شکست کا تو کوئی تدارک نہ ہوسکا اپنی زوجہ شولاپوری کو اُسکے چھوٹے بیٹے معین الملک کے ساتھ بھیجا۔ نواب سید علی محمد خان نے دریا مین کہ شولاپوری بجرے مین سوار تھی اپنے تھوڑے سے سردارون کے ساتھ کشتی مین سوار ہو کر بیگم اور اُسکے بیٹے سے ملاقات کی مالگذاری اور معاملہ کا تصفیہ ہوگیا اور نواب کی بیٹی کے ساتھ معین الملک کی نسبت بھی ہوگئی۔ مورخین نے اس مین اختلاف کیا ہے کہ یہ نسبت معین الدین خان عرف میر منّو کے ساتھ ہوئی تھی یا میر منّو کے بھائی میر صدر الدین خان کے ساتھ منتخب العلوم اور سیر المتاخرین سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میر منّو کے ساتھ نسبت ہوئی تھی۔ مگر فرح بخش مین بیان کیا ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے اس خیال سے کہ مغلون سے یگانگی اور یک جہتی ہوجائے اپنی ایک بیٹی میر صدر الدین خان خلف اعتماد الدولہ قمر الدین خان کے ساتھ منسوب کردی اور دستور کے موافق اُسکی منگنی بھی ہوگئی۔

سلہ دیکھو دہ ۱۵ اجزا ۱۲ سلہ ۵۲ منتخب العلوم ۱۲

جلد دوم تنقیح الاخبار مین بھی صدرالدین خان کے ساتھ منعقد ہونا لکھا ہے مگر تھوڑے دنون کے بعد وہ لڑکی مرگئی جیسا کہ فرح بخش سے ثابت ہے گلشن فتوت مین جس کو نواب سید کلب علی خان نے ۱۲۸۶ھ ہجری مین تیار کرایا ہے لکھا ہے کہ یہ لڑکی سن تمیز کو پہونچنے سے پیشتر ہی نواب سید علی محمد خان کی حیات مین فوت ہوگئی۔ سیرالمتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ پھر شادی کا ذکر ہمنے نہین سُنا اِس سے معلوم ہوا کہ اس منگنی کے بعد اُس لڑکی کا انتقال ہوگیا پس روہیلکھنڈ گزیٹیر وغیرہ مین جو ذکر کیا ہے کہ نواب سیّد علی محمد خان نے اپنی بیٹی وزیر کے بیٹے کو بہت سے جہیز کے ساتھ بیاہ دی یہ صحت کے خلاف ہے اِسی گزیٹیر مین بیان کیا ہے کہ نواب صاحب نے اِس ملاقات مین بہت سے خراج دینے کا بھی وعدہ کیا اور میر منّو کی کوشش سے وہ مُلک نواب صاحب کے قبضے مین رہا جو اُنھون نے ہرنند سے چھین کر حاصل کیا تھا۔ تھوڑے دنون کے بعد میر منّو دہلی کو روانہ ہوگیا اور نواب سید علی محمد خان آنولے کو لوٹ آئے۔ اور نواب صاحب کی جانب سے ایک معذرت آمیز سفارت بادشاہ کی خدمت مین پہونچی اور وزیر کی کوشش سے گورنری کٹھیر کا حکم نواب سیّد علی محمد خان کے نام پر جاری فرمایا گیا اگرچہ ہرنند کی شکست کی خبر سے بادشاہ بہت برافروختہ ہوے تھے مگر وزیر اعظم نے نواب کی دوستی کے باعث بادشاہ کے مزاج کو سنبھال لیا۔

تاریخ فرخ آباد مین آرون صاحب نے لکھا ہے کہ نواب محمد خان کا بیان ہے کہ ارکین دولت معاملے کاٹے ہونا مثل فتح کے سمجھے نواب محمد خان

اپنی تحریرات مین اُس رائے کا ذکر کرتا ہے جو اُس نے اس بارے مین دی تھی کہ چونکہ آب وہوا نہایت خراب ہے اور پیداوار کم ہے لہذا اُس کا تصفیہ کرلینا چاہیے۔ واقع مین نواب سید علی محمد خان نے اس طرح کی فتوحات سے کہ جنپر کبھی سکندر کا اقبال اور کبھی رستم کی دلاوری قربان ہو سلطنت مغلیہ کے اُمرا پر رعب وداب کا سکہ بٹھا دیا تھا۔

فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ اسکے بعد نواب سید علی محمد خان کی شان وشوکت نے بہت ترقی کی دوندے خان کو اپنی فوج کا سپہ سالار کیا۔ مُلّا سردار خان کمالزئی کو بخشی بنایا اور فتح خان کو خانسامان اور پایندہ خان اگرزئی کو سردار قرار دیا۔

جب نواب سیّد علی محمد خان میر منّو سے صلح کرکے بریلی مین آئے تو اُنھون نے ویس پت (یا پاسپت) بنجارہ کو پیلی بھیت سے نکالنے کے واسطے پایندہ خان کو مامور کیا۔ بنجارون کی حقیقت کیا ہے مارے گئے باندھے گئے بھاگ گئے یہ سرکشون کی گردنین توڑ کر سربلند اور سرفراز واپس آئے اور پیلی بھیت کا علاقہ سنہ [illegible]ء[سلہ] مین حافظ رحمت خان کی جاگیر مین شامل کیا گیا۔

نواب سیّد علی محمد خان کی سرکار مین تنخواہ کی یہ صورت تھی کہ حساب کے بموجب اُتنی زمین کا قطعہ یا دیہ یا دیہات یا علاقہ مل جاتا تھا اُسکے محاصل سے اپنے ذمہ واجب کی سپاہ رکھنا ہوتی تھی اور اپنی حیثیت اور عزت

سلہ ۹۵ دیکھو روہیلکھنڈ گزٹیر مین ۱۲

اور امارت کو درست رکھنا پڑتا تھا اور جسکے بھائی بندون اور رفیقون اور نوکرون کی جمعیت زیادہ ہوتی تھی اُتنا ہی وہ شخص بالیاقت عالی ہمّت اور سردار سمجھا جاتا تھا۔

الموڑہ قسمت کمایون پر فوج کشی

روہیلکھنڈ گزیٹیر مین لکھا ہے کہ واقعۂ ہرنند کے بعد ۱۷۴۴ء مین نواب سیّد علی محمد خان نے راجہ کمایون پر فوج کشی کر کے اپنے باپ داؤد خان کا انتقام لیا۔ اور اخبار حسن مین مندرج ہے کہ واقعۂ ہرنند سے دو برس کے بعد کمایون پر فوج کشی ہوئی تھی اور ایک کتاب مین لکھا ہے کہ ۱۷۴۳ء مین نواب سیّد علی محمد خان نے کمایون پر حملہ کیا تھا اور آرون صاحب کی تاریخ فرخ آباد مین مذکور ہے کہ نواب محمد خان بنگش کی خط وکتابت اس خط پر ختم ہوئی جسمین پانچوین رمضان ۱۱۵۴ھ ہجری مطابق ۳ر نومبر ۱۷۴۱ء کو روہیلون کا الموڑہ قسمت کمایون مین پہونچنا درج ہے۔ اور منتخب العلوم مین واقعۂ ہرنند سے چھہ ماہ کے بعد کمایون کی مہم بتائی ہے۔

مساکن فلسفی مین ذکر کیا ہے کہ کمایون کے شہر کا نام چمپاولی ہے اور الموڑے کے شرقی جانب واقع ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ راجہ کلیان چند پسر دیبی چند والی کوہ کمایون نے اپنے میر منشی دولی چند گشائین عرف ہمت گشائین کی کسی قصور پر آنکھین نکلوالین (سزا بھی دی تو وحشیانہ طور سے) اُسنے کچھ فوج جمع کر کے راجہ پر چڑھائی کی راجہ لشکر لے کر اُسکا

مقابل ہوا اور کاشی پور کے میدان مین ہمت گسائین کو شکست دی اور بعض کتابون مین لکھا ہے کہ راجہ نے ہمت کے ناک کان کٹوا لیے تھے اور الموڑے سے نکال دیا تھا وہ نواب سید علی محمد خان کی خدمت مین آیا اور راجہ کمایون کی شکایت کرنے لگا اور نواب کو کمایون پر حملہ کرنے کی ترغیب دی نواب ممدوح کو داؤد خان کا قتل تو یاد ہی تھا اور اُس کے انتقام کی فکر بھی تھی مدد کا وعدہ کیا جب کلیان چند نے اپنے دشمن ہر طرف دیکھے تو پُرانے کارپردازان ریاست کو علیحدہ کر کے شیو دیو (یا شیو دت) جوشی کو ترائین کے علاقے مین پورے اختیار دے کر وہان کا حاکم کیا اور کوٹہ بھدر کا رام دت ادھکاری کو حاکم بنایا اور ہری رام جوشی کو خاص الموڑے مین مقرر کیا نواب سید علی محمد خان نے بھی پرگنات جانب شرقی و جنوبی کا مضبوطی کے ساتھ انتظام کر دیا اور فوج کشی کے انتظام مین مصروف ہوئے۔ کاشی پور مین باربرداری کے لیے گاڑیان وغیرہ سامان جمع کرنا شروع کیا۔ راجہ کلیان چند نے اپنے چند آدمی روہیلون کے کیمپ مین ہمت گسائین کے قتل کر ڈالنے کی غرض سے بھیجے چنانچہ اُنھون نے اُسکو اور اُس کے ہمراہیون کو مار ڈالا راجہ کو خیال تھا کہ اُسکے قتل ہو جانے سے یہ سب خرخشے رفع ہو جائینگے مگر معاملہ برعکس ہوا اور راجہ اپنے سب منصوبون مین مات ہوا اور اُسکی بازی بگڑ گئی فارسی کی تاریخون مین یہ لکھا ہے کہ ہولی چند عرف ہمّت اس مہم مین روہیلون کے ساتھ تھا بہر صورت یہ جسارت ایسی نہ تھی جسکو نواب سیّد علی محمد خان برداشت کر سکتے اُنھون نے اپنے مہمان کے

قتل سے طیش کھاکر مئی سنہ سترہ سو تینتالیس یا چوالیس عیسوی مطابق سنہ گیارہ سو پچپن یا چھپن ہجری مین حافظ رحمت خان بخشی سردار خان۔ پاینده خان اکُرزئی۔کرم خان۔دوندے خان اور فتح خان خانساما ن کو دس ہزار فوج کے ساتھ المورڑہ کی جانب روانہ کیا جیٹھ کا مہینہ تھا رام دت ادھکاری نے اس چڑھائی کی خبر سُنکر راجہ کو اطلاع دی اور شیودیو نے روہیلون کے مقابلے کی تیاری کرنے کے لیے راجہ کلیان چند سے خزانہ طلب کیا اور وعدہ کیا کہ اگر روپیہ میرے پاس آجائیگا تو روہیلون کو کمایون پر حملہ کرنے سے روک دیا جائیگا لیکن راجہ نے کچھ بھی نہ بھیجا اور خیال کیا کہ شیودیو روپیہ شاید اپنے تصرف مین لانے اور قرضہ چُکانے کے لیے مجھ سے اس حیلے سے طلب کرتا ہے گو کہ شیودیو یہ سمجھا تھا کہ جب پہاڑیان اور پُل وغیرہ سب راستے خراب کر دیے جائینگے تو روہیلے آگے کو نہ بڑھ سکینگے مگر اُس سے کچھ نہ بن آیا اور نواب سیّد علی محمد خان کی فوج نے رُدّرپور مین پہونچکر شیودیو کو پوری شکست دی اور برا کھیڑے کا قلعہ لے لیا کسی کی نکسیر تک نہ پھوٹی اور پہاڑ کی کُنجی ہاتھ آگئی۔حافظ رحمت خان رُدّرپور مین ایک منتظم چھوڑ کر آگے بڑھے اور بجے پور پرگنہ چکھاتا پر قبضہ کر لیا اب راجہ نے شیودیو کی مدد کے لیے کچھ فوج بھیجی اُسنے بجے پور مین روہیلون سے مقابلہ کیا لیکن پہلے ہی حملے مین پسپا ہو گئی اور بھاگ کر رام گرڈھ اور پیورا کی طرف دریاے سوال کے پار چلی گئی بخشی سردار خان اور کرم خان اُسوقت قلعۂ براکھیڑا مین تھے طغیانی کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے اُس پہاڑ پر

ابتک مسلمانی ریاست قائم نہین ہوئی تھی اور نہ کسی مسلمان بادشاہ نے
اُسپر حملہ کیا تھا روہیلے چونکہ پہاڑی ملک کے رہنے والے تھے پہاڑ کے
نشیب و فراز کے راستے خوب طے کر سکتے تھے تمام سپاہی اور سردارون
نے دامن کوہ مین گھوڑے چھوڑ دیے اور حافظ رحمت خان کی سرکردگی
مین سب افسر اور سپاہی پاپیادہ اوپر چڑھ گئے راجہ کی فوج نے اُس وقت
روہیلون پر کئی بار یورش کی جس وقت پہاڑیون کا سامنا ہوا تو روہیلون
کی فوج نہایت جوش و خروش سے لیکن بالکل بےباکی اور بےپروائی
سے آگے بڑھی جس سے غنیم پسپا ہو گیا مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور دریائے
سرجو کے پرلے پار بھاگ گیا۔ پٹھانون نے الموڑے کا محاصرہ کر لیا راجہ رات
مین قلعہ سے نکل کر بھاگ گیا صبح کو حافظ رحمت خان نے حملہ کر کے الموڑے
پر قبضہ کر لیا جو ۱۷۵۳ء سے کمایون کا دارالسلطنت تھا جیسی سپاہ دلیر تھی
اگر سپہدار بھی مرد میدان ہوتا تو لڑائی کو بہت طول کھنچتا مگر جیسا وہ ظالم تھا
ویسا ہی نامرد تھا اپنے مُلک کو تہس نہس کرا کے گیرسین مین جو لوبھا کے قریب
ہے اُتر گیا اور راجہ گڑھوال کی پناہ لی روہیلون کے لشکر نے الموڑے
مین بڑی خونریزی کی مندرون کی مورتین توڑ ڈالین گائین ذبح کر کے
مندرون مین اُنکا خون چھڑکا حافظ صاحب نے راجہ کی حویلی مین داخل
ہو کر اذان دے کر نماز پڑھی شرابین بٹوا دین اور تمام مال و اسباب اور
خزانے پر قبضہ کر لیا روہیلون نے الموڑے کو دل کھول کر لوٹا اور برباد
کیا جسکی علامتین ابتک وہان کے مندرون مین مورتون کی ٹوٹی ہوئی

صورتوں مین نمودار ہین حافظ صاحب نے بہت سے تحائف کے ساتھ فتح
کی اطلاع کا خط نواب صاحب کو بھیجا۔ حافظ صاحب پہاڑ پر تھے وہان کا
انتظام کرتے تھے اور جو حکم پہونچتے تھے نہایت گرمجوشی اور عرق ریزی سے
تعمیل کرتے تھے اور پہاڑیون کو مار مار کر بھگاتے تھے نواب سید علی محمد
خان برسات کے بعد خود بھی الموڑے کو تشریف لیگئے اور مہم مین سردارون
کی خدمتون نے اس قدر مردانہ سفارشین کین کہ نواب نے اُن کو خلعت
بخشے اور سب کی تعریف کی۔ اس اثنا مین خبر پہونچی کہ کلیان چند راجہ
گڑھوال کی مدد سے الموڑے پر حملہ کرنے والا ہے نواب صاحب
الموڑے سے کوچ کرکے مقابلے کے لیے روانہ ہوے اور رستے مین
ٹھہر گئے راجہ پٹھانون کی دلاوری کا پہلے ہی لوہا مان چکا تھا مقابل نہوا
بھاگ گیا۔ اُسکی سپاہ کے بھی ہاتھ پانون پھول گئے جو ابھی آکر کھڑے ہوئے
تھے وہ دوڑ پڑے اور جو ڈیرے لگا چکے تھے یا لگاتے تھے وہ گھبرا گئے
کہ ان سب چیزون کو سمیٹین اور بغل مین مار کر بھاگ چلین آخر خیمے گرا دیے
کچھ لپیٹے اور کچھ باندھے اور کچھ کھڑے چھوڑے اور راجہ کے پیچھے بھاگے۔
نواب صاحب نے تعاقب کرکے اُسکے لشکر کو شکست فاش دے کر
لوٹ لیا پھر نواب صاحب نے راجہ سری نگر سرمور بھٹ پر چڑھائی کی
وہ یہ خبر سنکر گھبرایا اور اپنے بھائی کو صلح کے واسطے نواب کی خدمت مین
بھیجا اور ظاہر کیا کہ مین اطاعت کو حاضر ہون اور نذرانہ پیش کرنے کا اقرار
کیا اور وعدہ کیا کہ راجہ کلیان چند کو اپنی عملداری مین داخل نہونے دونگا

نواب صاحب نے اُسکے پیام اطاعت کو قبول کیا اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے بطور نذرانہ کے اُس سے لیکر الموڑے کی طرف لوٹ آئے۔ روہیلون کو کمایون کی سردی ڈراتی تھی آرام کو دیکھتے تھے مصلحت کو نہین دیکھتے تھے چنانچہ کمایون گزیٹیر مین مندرج ہے کہ روہیلے پہاڑی موسم سرما کی تاب نہ لاسکے برف کے گرنے کی وجہ سے پریشان ہوگئے اور پہاڑون سے اور رات دن کی دوڑ دھوپ اور ہر وقت کے کوچ و مقام سے تنگ ہو رہے تھے تین لاکھ روپے لیکر رُدّر پور کو واپس آگئے اور یہان سے آنولے کو لوٹ آئے نواب سیّد علی محمد خان کو اپنے افسرون کی یہ بات ناگوار گذری اس واسطے تین مہینے کے بعد ۱۷۴۵ء کے ابتدا مین دوبارہ یورش کی مگر اس حملے مین براکھیڑے کے قریب روہیلون کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ پھر اُدھر مُنھ نہ کیا اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب بہ نفس نفیس الموڑے کو تشریف نہین لے گئے تھے۔ حالانکہ اخبار حسن۔ گلستان رحمت۔ گل رحمت۔ تاریخ روہیلکھنڈ۔ منتخب العلوم اور فرح بخش سے ثابت ہوتا ہے کہ فتح کمایون کے بعد نواب سید علی محمد خان بہادر نے خود بھی پہاڑ پر سایۂ اقبال ڈالا تھا۔ چار مہینے کے بعد آب و ہوا کی ناسازی کی وجہ سے الموڑے کو راجہ کلیان چند کے متعلقین مین سے ایک شخص کے سپرد کرکے آنولے کو لوٹ آئے۔ اور منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ نواب صاحب کی خدمت مین خود راجہ کلیان چند والی کمایون حاضر ہوگیا نواب صاحب اسے اپنی طرف سے مسند نشین کرکے آنولے کو لوٹ آئے۔

جلد دوم تنقیح الاخبار مین مذکور ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے راجہ سری نگر کی سفارش سے داؤد خان کے دعوے خون سے درگذر کی اور بہت سا پیش کش حاصل کر کے پہاڑ کے اوپر کا ملک تین لاکھ روپے کے خراج پر راجہ سری نگر کے حوالے کر کے کاشی پور وغیرہ کو اپنے ملک مقبوضہ مین ملا کر لوٹ آئے۔ اور روہیلکھنڈ کی ایک تاریخ مین بیان کیا ہے کہ راجہ سری نگر سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے سالانہ خراج کے مقرر کر کے تمام ملک اُسکو دیدیا تھا۔ اخبار حسن کا مؤلف کہتا ہے کہ نواب سیّد علی محمد خان نے راجہ کلیان چند پر یہ ملک اس شرط سے بحال کیا کہ راجہ سری نگر کی معرفت تین لاکھ روپیہ سالانہ خراج مین دیتے رہنے کا معاہدہ اُس سے ہو گیا۔

فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ نواب سید علی محمد خان پہاڑ سے لوٹتے وقت داؤد خان کی قبر پر آئے اور فاتحہ پڑھکر تین بار بآواز بلند کہا کہ مین نے راجہ سے تمھارے خون کا بدلہ لے لیا اور کاشی پور اور رُدّر پور کو اپنے ملک مقبوضہ مین شامل کر کے وہان زبردست تھانے قائم کیے۔ نواب کا اِس پہاڑ کو فتح کرنا بھی رستم واسفندیار کے معرکون سے کم نہ تھا۔

چغلخورون کی طبیعت بندر کی خصلت کا چھاپا ہے اُن سے نچلا نہین بیٹھا جاتا کوئی نہ کوئی شے نوچنے کُریدنے کے لیے ضرور چاہیے۔ نواب کی اِن کامیابیون سے بعض لوگون کو حسد ہوا خصوصًا نواب صفدر جنگ والی اودھ ہمیشہ کے نئے جھگڑے کی تلاش مین رہنے لگا کیونکہ وہ روہیلون سے دلی عداوت رکھتا تھا اور اپنے ملک کے قریب انکا جماؤ ہونا اُسکو پسند نہ تھا۔

اسلیے اُسنے مخالفت کی راہ سے فتح الموڑے کا حال بادشاہ کے حضور مین ظاہر کرا کے بادشاہ کو نواب سید علی محمد خان سے ناخوش کر دیا۔ آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ نواب محمد خان بنگش نے نواب سید علی محمد خان کو یہ رائے دی کہ وہ دربار مین اس امر کی اطلاع دین کہ مین حضور کے خوش کرنے کے لیے پہاڑ چھوڑ کر آنولے کو لوٹ آیا۔

منتخب العلوم مین جو لکھا ہے کہ پیر متو اس واقعہ کے بعد آیا تھا اور نواب سید علی محمد خان نے اُس سے معبر دارانگر پر ملاقات کر کے اپنی بیٹی اُس کے ساتھ نامزد کی تھی یہ صحیح نہین۔

تذکرۂ حکومت المسلمین مین لکھا ہے کہ اس وقت نواب سید علی محمد خان کا اقتدار بہت بڑھ گیا مراد آباد۔ سنبھل۔ بریلی۔ پیلی بھیت۔ بدایون۔ آنولہ اور بہت ملک اُنکے قبض و تصرف مین آ گئے اور تیس چالیس ہزار افغان و روہیلے اُنکی سپاہ مین جمع ہو گئے اور شیخ سعادت اللہ بدایونی کو تمام ریاست اور ملک و افواج کا بخشی عام مقرر فرمایا اور خطاب بخشی الممالک محمد سعادت اللہ خان بہادر کا دیا اور رائے کانمل کو جسکے نام سے ایک محل مراد آباد مین مشہور ہے دیوان عام تمام ریاست کا مقرر کیا۔

حکایت جب دیوان کانمل کو اختیار کامل حاصل ہوا تو اُس نے ایک مکان عالی شان نہایت نفیس اور بہتر مراد آباد مین بنوایا اس عرصے مین اُسکے بیٹے کی شادی کی تقریب پیش ہوئی تو دیوان کانمل نے نواب سید علی محمد خان کی خدمت مین عرض کیا کہ حضور غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائین

تو میری عزت اور ناموری کا موجب ہوگا۔ نواب صاحب نے وعدہ کر کے
ایک وقت مقرر کیا۔ دیوان نے صحن محل مین ایک گڑھا تیار کرایا جس مین ایک لاکھ
روپے بھرسکین اور اُسکو ایک لاکھ روپون سے پاٹ دیا جس وقت نواب
سید علی محمد خان صاحب اُس مکان مین تشریف لے گئے تو وہ لاکھ روپے
نذر کر دیے نواب صاحب نے وہ نذر قبول فرما کے دیوان مذکور کو بہت کچھ
انعام و اکرام دیا۔

یاد رکھو کہ خاص بدایون اس وقت تک نواب فرخ آباد کے قبضے مین
تھا روہیلون نے اُسپر قبضہ نہین کیا تھا۔

ملازمان نواب سید علی خان کے ہاتھ سے داروغۂ عمارات صفدر جنگ کو ہزیمت پہونچنا صفدر جنگ کا محمد شاہ سے نواب صاحب کی شکایت کر کے بادشاہ کو اُن سے ناخوش کر دینا

صفدر جنگ کے دل مین نواب سید علی محمد خان کی مخالفت کی آگ
سُلگ رہی تھی ظاہری صورت یہ ہوئی کہ ۱۱۵۷ھ ۱۷۴۴ء مین اتفاقاً افسران جنگل
ملازم صفدر جنگ اور نواب سید علی محمد خان کے لشکریون سے تکرار ہوئی۔
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ داروغۂ عمارات صفدر جنگ سال کے
لٹھے کاٹنے کے لیے دامن کوہ مین آیا تھا نواب سید علی محمد خان کے ملازم
تھانے مین متعین تھے اُنسے لڑائی ہوگئی اور کئی آدمی دونون طرف سے مارے گئے

اور ملازمان صفدر جنگ بہت مغلوب کیے گئے داروغہ کارخانہ کو جنگل مین چھوڑ کر دہلی مین پہونچا اور نواب ابوالمنصور خان سے کہا کہ آپ کی عمارت کا تمام کارخانہ روہیلون نے برباد کر دیا اور نوکرون کو مار ڈالا۔ صفدر جنگ کو بہت غیظ پیدا ہوا کہنے لگا کہ اب ہماری یہ ذلت ہو گئی کہ روہیلون نے ہمارے کارخانۂ عمارت کو لوٹ لیا۔ اعتماد الدولہ قمر الدین خان سے کہلا بھیجا کہ اگر آپ ہماری رفاقت اس بات مین کرین اور بادشاہ کو نواب سید علی محمد خان کی سزادہی پر متوجہ کرین تو بہتر ہے ورنہ مین خود بادشاہ سے عرض کرونگا اعتماد الدولہ نے اگرچہ صفدر جنگ کی خاطر سے آرے بلے کر دیا لیکن درپردہ نواب سید علی محمد خان کے طرفدار رہے صفدر جنگ کو جب یہ بخوبی یقین ہو گیا کہ اعتماد الدولہ تہ دل سے نواب سید علی محمد خان کی جانبداری کرتے ہین تو عمدۃ الملک امیر خان اور غازی الدین خان فیروز جنگ اور محمد اسحاق خان اور حیدر قلی خان اور صمصام الدولہ بیرم خان اور کامیاب خان وغیرہ کو موافق کرکے ایک بڑا شکایت آمیز واقعہ بادشاہ کے سامنے پیش کرکے بادشاہ کو روہیلون کے استیصال پر متوجہ کیا۔

مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ بادشاہ کو نواب سید علی محمد خان کی یہ بات بھی ناگوار گذری کہ سرخ رنگ خیمے سلاطین ہندوستان کے داب کے موافق تیار کرائے تھے۔ آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین بیان کیا ہے کہ بادشاہ نے اپنی کل فوج قمر الدین خان وزیر کے ماتحت کرکے روانگی کا حکم دیا۔ قمر الدین خان چونکہ تجربہ کار آدمی تھے اُنھون نے اپنے دل مین

خیال کیا کہ اگر مین بھی مقابلے کے واسطے جاؤنگا تو میرا بھی یہی انجام ہوگا
جو ہرنند کا ہوا کیونکہ بادشاہی فوج نواب سیّد علی محمد خان سے شکست
کھا چکی ہے اب دو حال سے خالی نہین یا بھاگونگا یا میدان مین جان دونگا
اور دونون صورت مین وزارت کا زیان ہے کیونکہ ہارا وزیر ہمیشہ برطرف
ہوجایا کرتا تھا لہذا اُنھون نے بادشاہ کو ترغیب دی کہ خود بدولت بنفس نفیس
نواب سیّد علی محمد خان پر حملہ کرین چنانچہ محمد شاہ ایک لاکھ جمعیت کے ساتھ
بذات خود اس مہم پر آمادہ ہوئے۔

محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کی نواب سید علی محمد خان پر فوج کشی۔ طول طویل مقابلے کے بعد نواب صاحب کا بادشاہ کی اطاعت کرلینا۔ بادشاہ کا اُنسے روہیلکھنڈ کی حکومت نکالکر اپنے ہمراہ دہلی کو لیجانا

انند رام مخلص بادشاہ کے ہمراہ تھا اُسنے اس مہم کا سفرنامہ لکھا ہے اُس
سفرنامہ مین لکھتا ہے کہ ۲۴ محرم ۱۱۵۸ھ ہجری یوم جمعہ کو محمد شاہ دہلی سے روانہ
ہوکر بونی باغ مین ٹھہرے۔ وزیر الممالک اعتماد الدولہ اور عمدۃ الملک امیر خان
اور ابو المنصور خان میر آتش وغیرہ امرا ہمرکاب تھے ماہ صفر مین بادشاہ نے امرا سے
مشورہ کرکے نواب سیّد علی محمد خان روہیلے کی تنبیہ کے لیے حکم صادر کیا۔
لشکر کے ہراول پر وزیر الممالک مقرر ہوے ۱۳ صفر کو بادشاہ نے یہان سے
کوچ کرکے دریاے ہیڈن پر مقام کیا اور ۱۹ صفر کو پرگنہ ڈاسنہ مین پہونچکر

بادشاہ نے حکم دیا کہ میر بحر دریاے گنگا کے پُل کی درستی کو روانہ ہوا اور خود رام گھاٹ کی راہ گنگا کو عبور کر کے پرگنہ رکنور مین آ پہونچے اُس وقت نواب سید علی محمد خان نے آنولے کو چھوڑ کر بن گڑھ عرف یوسف نگر مین پناہ لی یہ قلعہ پرگنہ بدایون مین آنولے اور بدایون کے درمیان مین ہے۔ نواب نے اُس مین توپ اور رہکلے جابجا موقع سے لگا دیے اس سے قبل اُنھون نے اپنے پُرانے قلعہ کی درستی کی فکر کی تھی مگر بہت سا روپیہ خراب ہونے کے بعد بھی اُس کے استحکام مین کامیابی نہوئی ناچار اسی قلعہ مین پناہ گزین ہوے۔

روہیلکھنڈ گزٹیر مین بیان کیا ہے کہ اس وقت نواب قائم خان بنگش ابن نواب محمد خان والی فرخ آباد نے اُنکو مشورہ دیا تھا کہ بادشاہ سے بغیر مقابلہ کیے کمایون کو چلے جائین مگر اس راے پر توجہ نہ کی گئی لیکن گلستان رحمت اور گل رحمت وغیرہ سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے اُن مین بیان کیا ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے بادشاہ کی چڑھائی کا حال سنکر چاہا کہ آنولے کو چھوڑ دین اور الموڑے کو چلے جائین اور وہان سے وزیر الممالک کی معرفت عفو قصور کرائین اس عرصے مین قائم خان کے خطوط پہونچے کہ آپ ہرگز دوسری جانب نہ جائین آنولے ہی مین رہین مین بادشاہ سے آپ کا قصور معاف کرا دونگا بقول مؤلف اخبار حسن قمر الدین خان وزیر کا بھی خط تسلی آمیز پہونچا جسکی وجہ سے نواب سید علی محمد خان نے الموڑے کا ارادہ فسخ کیا۔

بن گڑھ جنگل سے گھرا ہوا تھا مگر جنگل بہت گھنا نہ تھا جو شاہی

فوج کے جھرمٹون کو روکتا۔

نواب سیّد علی محمد خان نے ایک عرضی بھی بادشاہ کو اپنی تقصیرات کی معافی کے واسطے نواب قائم خان کی معرفت بھیجی جو مقام شہباز پور مین ۹ ربیع الاول کو وزیر الممالک کے ذریعہ سے بادشاہ کے حضور مین پیش ہوئی مگر اُسپر کوئی التفات نہوا۔ اسی مقام پر لالہ چین سکھ نے ننداِرام سے بیان کیا کہ سُنا گیا ہے کہ بادشاہ نے ایک دن کمان اُٹھا کر بن گڑھ کی طرف چلّہ کھینچ کر کہا مارا ہے عمدۃ الملک نے جواب دیا کہ موے کون مارا ہے۔ یہ عمدۃ الملک زنانہ اطوار رکھتا تھا۔

جب ۱۷ ربیع الاول کو شہباز پور سے بادشاہ کا کوچ آگے کو ہوا تو ایک مقام پر ۱۹ ربیع الاول کو مخبرون نے بادشاہ کو خبر دی کہ نواب سیّد علی محمد خان نے اپنی سپاہ کو گولی بارود اور ڈیڑھ ہزار بکتر تقسیم کیے ہین اور حسن پور سے بادشاہ آگے بڑھے تو ۲۲ تاریخ کو ہرکارون نے خبر دی کہ نواب سید علی محمد خان نے اپنے مال اور اہل وعیال کو شجاعت خان جماعہ دار نواب قائم خان بنگش کے ہمراہ مؤ کو بھیجدیا ہے۔ بادشاہ کی آ کے تہلکہ سے نواب سید علی محمد خان کے بہت سے سپاہی اُنکا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ روہیلکھنڈ کے علما اور فضلا نے فتویٰ دیدیا کہ جو کوئی بادشاہ سے مقابلہ کرے اُسکو دین و دنیا دونون مین خسارہ اور بدنامی ہے اِس بات کے مشہور ہونے سے نواب کے تمام ہندوستانی نوکر بلکہ جو روہیلے کسی قدر علم شناس تھے وہ بھی اساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہوگئے کیونکہ اس

عہد مین فتوون کو مہمات خلائق مین بڑی بڑی تاثیرین تھین - جاہل اور بے علم آدمی خاص افغانستان کے پہاڑی باشندے نواب کے ساتھ رہگئے۔ جن لوگون کو مال وزن اور اولاد کی محبت نہ تھی اُنھون نے نواب کا ساتھ دیا۔ اُنکی تعداد جلد دوم تنقیح الاخبار مین بارہ ہزار کے قریب بتائی ہے - نواب قائم خان بنگش بھی مع اپنی فوج کے بادشاہ کے شریک ہوے اور پہلی ربیع الاول کو سنبھل سے بادشاہی فوج آگے بڑھی تو قائم خان بادشاہ کے لشکر مین مع اپنی فوج کے شامل ہوے - ۵ ربیع الثانی کو عمدۃ الملک اور قائم جنگ وزیر الممالک کے ڈیرے مین گئے اور مشورہ کیا کہ نواب سید علی محمد خان کے معتمدون کو طلب کرکے اُنکا مافی الضمیر معلوم کرنا چاہیے اگر اصلاح ممکن ہو تو بہتر ہے - نواب وزیر کا ایک جماعہ دار عاقل بیگ نامی اور ایک جماعہ دار قائم جنگ کا نواب سید علی محمد خان کے معتمدون کو لینے کے لیے آئے - ۸ ربیع الثانی کو پایندہ خان اور فتح خان اور شاہ معصوم نواب سید علی محمد خان کی طرف سے یہ تین معتمد صلح کی بات چیت کرنے کے لیے بادشاہ کے لشکر مین گئے - ۹ ربیع الثانی کو عمدۃ الملک اور قائم جنگ نے وزیر الممالک کے ڈیرے مین ان معتمدون سے ملاقات کی - امرا نے معتمدون سے کہا کہ بادشاہ کی یہ مرضی ہے کہ نواب سید علی محمد خان ایک کروڑ روپیہ اور سارا توپخانہ حضور مین پیش کرین اور علاقے سے دست بردار ہو کر ہمارے ساتھ چلین - مگر ان معتمدون نے یہ بات قبول نہ کی - وزیر الممالک نے ان معتمدون کو مخاطب کرکے

کہا کہ معلوم ہوا کہ اجل نے اُس بخت برگشتہ کا گریبان جان پکڑ لیا ہے اُسے وہ
کچھ دنون اور زندہ رہنے کو نہین چھوڑتی" اور یہ کلمات کہکر رخصت کر دیا۔
۱۰ ربیع الثانی کو ان امرا نے معتمدون کا جواب بادشاہ سے عرض کیا
بادشاہ نے فرمایا کہ ہمنے یہ تجویز اسلیے کی تھی کہ مسلمانون کا خون ہمارے ہاتھ
سے نہ بٹے ہماری طرف سے حجت پوری ہو گئی اگر سیّد علی محمد خان
خوابِ غفلت سے بیدار نہین ہوتا اور اُسکی موت سر پر کھیل رہی ہے تو ہمپر
واجب ہے کہ اُسکا استیصال کرین۔ ۱۸ ربیع الثانی کو شاہی فوج نے
بسولی کو جو دوندے خان کی جاگیر مین تھی لوٹ لیا۔ ۲۲ ربیع الثانی کو
بادشاہی ٹڈّی دل لشکر بڑے گھمنڈ اور دھوم دھام سے جرأت کے قدم مارتا
بن گڑھ سے چار پانچ کوس کے فاصلے پر جا پہونچا سہ پہر کے وقت نواب سیّد
علی محمد خان کی فوج بڑی آن بان سے شاہی فوج پر حملہ کرنے کے لیے
قلعہ سے نکلی اور آگے بڑھی۔ عمدۃ الملک امیر خان اور صفدر جنگ میر آتش
(افسر توپخانہ) اور نواب وزیر الممالک مقابلے کو روانہ ہوے اور گولہ اندازی
شروع کرائی نواب سید علی محمد خان کی فوج پسپا ہو کر چلی گئی۔ شام کو شاہی
فوج بھی لوٹ گئی۔ اور بادشاہ نے حکم دیا کہ کل صبح کو قلعہ بن گڑھ پر یورش ہو
مگر ۲۴ ربیع الثانی کو ۲۳ تاریخ کی ماندگی کی وجہ سے کوئی حملہ نہو آدھی رات
کے وقت نواب سید علی محمد خان کی فوج نے شب خون مارا اور بادشاہی لشکر
پر بان مارنا شروع کیے بادشاہی فوج بھی بان اور توپ اور رہکلہ سے جواب
دیتی رہی چار گھڑی رات باقی ہوگی کہ روہیلے بن گڑھ کو لوٹ گئے۔

۲۵ ربیع الثانی کو افسران شاہی نے حملے کی تیاری کی مگر دھوپ تیز تھی امرا نصف کوس چل کر اپنے اپنے خیمون اور خس کی رتھون مین ٹھہر گئے اور کھانا تناول کرنے لگے جو پہلے سے ہمراہ تھا گرمی کا موسم آگ برسا رہا تھا لو چل رہی تھی زمین و آسمان تنور کی طرح بھڑک رہے تھے بھیجے سر مین پانی ہو گئے شاہی سپاہ کو سخت تکلیف ہوئی خاص کر وہ لوگ بیدم ہو گئے جو زرہ بکتر سے آراستہ تھے آج روہیلے مقابلے کو باہر نہ نکلے امرا نے تبردارون کو حکم دیا کہ بنگرھ کے آس پاس کے جنگل کو صاف کرین۔ چار گھڑی دن باقی رہے یہ تمام امرا و سپاہ بادشاہی فرودگاہ کو واپس ہوئے۔ ۲۶ ربیع الثانی کو بادشاہی سپاہ کی طرف سے کوئی حملہ اس وجہ سے نہوا کہ کل کی ماندگی سب پر غالب تھی۔ اور آج لشکر شاہی مین یہ خبر مشہور ہوئی کہ نواب سید علی محمد خان بذریعۂ ملکہ زمانی کے حاضر ہونا چاہتے ہین پھر یہ مشہور ہوا کہ ابو المنصور خان میر آتش کا جماعہ دار نواب سید علی محمد خان کے لانے کے لیے گیا ہے مگر کوئی بات صحیح نہ تھی۔ فوج شاہی پر نواب سید علی محمد خان کا رعب غالب تھا یہانتک کہ جب یہ معلوم ہوا کہ نول راے جو ابو المنصور خان کی طرف سے صوبۂ اودھ پر نائب تھا شاہی لشکر مین آنے والا ہے تو ابو المنصور خان وغیرہ اُسکی کمک اور لانے کے لیے گئے۔ ۲۷ ربیع الثانی کو امراے شاہی آہنی جو جھون مین سوار ہو کر بنگرھ کی طرف بڑھے اور تھوڑی سی مسافت طے کر کے ایک ہموار میدان مین مورچے تیار کرائے دمدمون پر توپین چڑھوا دین اور بنگرھ کی طرف گولہ باری شروع کرائی۔ نواب سید علی محمد خان

اپنی گڑھی کو سنبھالے بیٹھے تھے اور بادشاہی فوج کے حملون کا جواب دندان شکن دیتے تھے۔ بادشاہی فوج مین نہ کوئی صاحب ہمت تھا نہ فنون جنگ سے واقف تاکہ خاک تودے بناتے اور اُسکی اوٹ مین مورچے بڑھاتے جاتے اور رفتہ رفتہ نواب کے قلعہ کے پاس پہونچ جاتے یون ہی دور سے بیکار گولے برساتے تھے جنسے نواب کے لشکر کو ذرا بھی صدمہ نہین پہونچتا تھا۔

انند رام مخلص نے واسوخت نثر مین اس مضمون کا لکھا ہے کہ یہ معلوم نہین ہوتا کہ عمدہاے[۱] خلافت اور برگزیدہاے دولت کے کیا مدنظر ہے۔ ۱۱۵۱ھ ہجری مین انکی ان ہی بودی تدبیرون کی وجہ سے قزلباش ہندوستان پر مسلّط ہوگئے اور اُسے تباہ کردیا۔ نواب سید علی محمد خان ایک چھوٹے سے تعلقہ دار ہین بادشاہ نے اُنپر بہ نفس نفیس چڑھائی کی اور اُنکے قیامگاہ سے تین کوس کے فاصلے پر پہونچ گئے مگر وہ ابتک مطیع نہ ہوسکے امراے شاہی ہر روز حملے کے لیے سوار ہوتے ہین اور کچھ دور جاکر لوٹ آتے ہین اور اسیقدر پر ان سردارون نے کفایت نہین کی بلکہ ایک یہ قیامت کی بات کی ہے کہ بادشاہ کو بعض امراے بے سروپا اور تھوڑے سے خواص اور چند خواجہ سرا کے ساتھ تنہا چھوڑ کر خود آگے بڑھکر ڈیرے کردیے ہین۔ میر آتش کا یہ حال ہے کہ وہ توپخانے کا افسر ہے مگر سب سے زیادہ کاہل مزاج اور بے پروا ہے۔

مآثرالامرا مین لکھا ہے کہ وزیر کے متصدی ہرنند کو نواب سید علی محمد خان نے غارت کردیا تھا گرپھر بھی وزیر برخلاف عمدۃ الملک اور صفدر جنگ کے

سلہ[۱] عمدہ بمعنی سردار ۱۲

نواب سید علی محمد خان کی طرفداری کرتے تھے۔ سیرالمتاخرین کا مؤلف بھی کہتا ہے کہ وزیر صفدر جنگ اور عمدۃ الملک کے ساتھ نفاق رکھتے تھے اسلیے نواب سید علی محمد خان کے درپردہ طرفدار تھے۔ ان دونون امیرون نے بھی اس روہیلے کی مہم کو وزیر کے سپرد کرکے آپ ڈھیل ڈالدی تھی۔

بعض آدمیون کا قول ہے کہ بادشاہ کو نواب سید علی محمد خان کے مغلوب کرنے مین جب بہت دقت واقع ہوئی تو اُنھون نے علما کو حکم دیا کہ اس مضمون کا وعظ بیان کرین کہ جو اپنے بادشاہ سے لڑتا ہے اور بغاوت کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور اس تدبیر سے نواب سید علی محمد خان کو کمزور اور مطیع کرنا اور اُنکی جماعت کو گھٹانا چاہا۔

۲۹ ربیع الثانی کو عمدۃ الملک وغیرہ جنگ کے لیے مورچون سے سوار ہوے اور ایک کوس آگے بڑھکر توپخانہ قائم کیا بنگرھ کے گرد چار کچی گڑھیان تھین شاہی فوج نے انمین سے دو کچی گڑھیون پر خوب گولہ باری کی نواب سید علی محمد خان کی طرف سے بھی توپ اور رہکلہ اور بان سے جوابدہی شروع ہوئی وزیرالممالک کے ہاتھی کے سامنے ایک گولہ نواب سید علی محمد خان کے توپخانے سے گرا تھا وہ گولہ وزیر نے بادشاہ کے ملاحظے کے لیے بھیجا تولنے سے پانچ سیر وزن نکلا۔ ہر ایک بادشاہی امیر کا علٰحدہ علٰحدہ مورچہ تھا سب سے آگے بڑھا ہوا عمدۃ الملک کا مورچہ تھا۔ شام کو امراے بادشاہی اپنے اپنے خیمون مین جو مورچون کے پیچھے استادہ تھے داخل ہوتے تھے بادشاہ کے خاص ڈیرے مورچون سے اڑھائی کوس پیچھے تھے۔

نواب سید علی محمد خان کی فوج نے پائندہ خان کی ماتحتی مین آدھی رات کے وقت شاہی مورچون پر شبخون مارا اُدھر سے توپخانون سے جواب دیا گیا تو واپس چلی گئی۔ بنگڑھ کے گرد اس قدر گنجان بانس بوئے ہوئے تھے کہ کسی صورت سے گولہ اُنکے پار نہ جا سکتا تھا ہان بڑے بڑے گولے شاہی توپخانے کے بنگڑھ مین پہونچتے تھے اور طول محاصرے سے گھوڑون وغیرہ کے گھاس چارے کی تکلیف ہونے لگی تھی گولے برستے تھے باہر سے کوئی چیز آنہ سکتی تھی روہیلون نے تنگ ہوکر نواب سید علی محمد خان کو صلاح دی کہ صلح کر لینی چاہیے اور یہ کہانی سنانے لگے کہ جو کوئی اپنے سلطان سے جنگ کرتا ہے اُسپر اُسکی عورت حرام ہو جاتی ہے۔

نواب امیر خان والی ٹونک کے دادا طالع خان بھی بنگڑھ مین نواب سید علی محمد خان کے ساتھ تھے امیر نامہ مین لکھا ہے کہ جب محصورین رسد کے ختم ہو جانے کی وجہ سے ناچار و بیکار ہوئے تب دلاوری و مردانگی کے ساتھ طالع خان وہان سے نکلے افسر لشکر شاہی اُنکی جرأت و دلاوری دیکھ کر کمال خوش ہوا لوگون کو اُنکے قتل سے منع کیا اور اُنکو پیام دیا کہ تم ہمارے ساتھ چل کر بادشاہی نوکری کر لو لیکن طالع خان نے بنظر رفاقت قدیم نواب سید علی محمد خان بہادر کے وہ بات قبول نہ کی اور گھر چلے آئے۔ مگر اس قول مین یہ بات صحیح نہین معلوم ہوتی کہ بنگڑھ مین رسد کی کمی ہو گئی تھی۔ نواب سید علی محمد خان نے اتنی کثیر رسد جمع کی تھی کہ اُسکی کبھی کمی نہین ہوئی بلکہ جب بادشاہ نے بنگڑھ پر قبضہ کیا تو کھلانے کا بہت سا سامان بھی شاہی افسرون کے ہاتھ لگا یہ بیان

انندرام مخلص کا ہے جو اس معرکے مین موجود تھا بعض تاریخون مین گھاس چارے کی کمی واقع ہونے کا ذکر آیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالع خان بھی اور لوگون کی طرح شاہی فوج کے خوف سے نواب سید علی محمد خان کی رفاقت سے طرح دے گئے ہونگے مگر نواب صاحب کے خاص خاص سردار اور رفیق ایسے وقت مین بھی اُنکے شریک رہے وہی لوگ اُنکے پاس سے چلے گئے تھے جنکو زیادہ تقرب حاصل نہ تھا۔

محاصرے سے تنگ ہوکر یکم جمادی الاولیٰ کو نواب سید علی محمد خان نے قائم جنگ کی معرفت بادشاہ کی خدمت مین اطاعت اور عفو تصور کی درخواست کی اور بادشاہ کے بعض شرائط کی بجا آوری پر راضی ہوئے اور کہا کہ اپنی مقدرت کے موافق زر نقد بھی نذر کرونگا وزیر الممالک نے ایک عرضی اس مضمون کی مورچون سے بادشاہ کے حضور مین روانہ کی بادشاہ کا آئین ہمیشہ صلح پر تھا رضامند ہو گئے امرا پہلے ہی جانون سے تنگ اور جینے سے بیزار ہو رہے تھے اُنکی مراد بر آئی سب نے اتفاق رائے کیا لڑائی کے طول اور موسم کی سختی کی وجہ سے لشکر بادشاہی خود تنگ ہو رہا تھا۔ بادشاہ نے وزیر الممالک کو اختیار دیا کہ جو تمھاری رائے ہے اُسکے مطابق کارروائی کرو۔ دوسرے دن سوال و جواب ہوکر صلح قرار پائی اور طرفین سے گولہ اندازی موقوف ہوئی۔

۳ جمادی الاولیٰ روز جمعہ کو نواب سید علی محمد خان نے نواب عمدۃ الملک مدار المہام کو کہلا بھیجا کہ جبکہ یہ فدوی دربار شاہی مین حاضر ہوگا تو اس بات کا

احتمال ہے کہ بادشاہی لشکری میرے قلعہ مین داخل ہوکر جو کچھ یہان مال و اسباب ہے لوٹ لینگے اسلیے کوئی معتمد یہان کی حفاظت کے لیے بھیجدینا چاہیے عمدۃ الملک نے جالش خان کو اس خدمت پر متعین کیا۔ جالش خان نے بنگرھ مین پہونچکر قلعہ کے برجون پر شاہی علم نصب کردیے۔

تنقیح الاخبار کی جلد دوم مین آشکی آلہی دہلوی نے کہا ہے کہ شیخ آلہ یار بلگرامی کا بیان ہے کہ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ جس وقت نواب سید علی محمد خان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہونے کو بن گڑھ سے آنے تھے تو چہرے پر مطلق ملال نہ تھا۔ بنگڑھ کے دروازے پر ایک خیمہ کھڑا تھا نواب صاحب اُسمین سے نکلکر ہاتھی پر سوار ہوے جس پر نقرئی حوضہ تھا اور تین چار ہزار سوار اور اسی قدر پیادون کے ساتھ بادشاہ کی قدمبوسی کے ارادے سے روانہ ہوے دو بیٹے عبداللہ خان اور فیض اللہ خان کہ ابھی لبون پر سبزہ آغاز نہ ہوا تھا ہمراہ تھے اور ایک بیٹا متبنّٰی بھی جو راجہ کمایون کے خاندان سے تھا ہمراہ تھا اور پایندہ خان اور دوندے خان اور فتح خان بھی ہمراہ تھے۔ اس عرصے مین آندھی چلنے لگی پھر کچھ بوندا باندی ہوئی نواب سید علی محمد خان کی سواری آہستہ آہستہ چلکر قائم خان کے ڈیرے کے پاس پہونچی وہان تھوڑی دیر قیام کیا اور اپنی گرد آلود اور بھیگی ہوئی پوشاک بدلی (جیسا کہ انند رام نے بن گڑھ کے سفرنامے مین کہا ہے)۔

یہان ایک بات جان لینے کے قابل ہے کہ تاریخ فرخ آباد مین آروِن صاحب نے لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان صفدر جنگ کے ذریعہ سے

حضور سلطانی مین حاضر ہونا چاہتے تھے۔ اور نواب صفدر جنگ کے دیوان نول رائے کے توسل سے معاملہ عہد و پیمان شروع ہوا تھا قائم خان کی فوج صفدر جنگ کے داہنے ہاتھ کی طرف تھی۔ ایک دن نواب سید علی محمد خان بارہ ہزار زرہ پوش پٹھانون کی ہمراہی مین صفدر جنگ کے پاس جاتے تھے جب اُنکی نظر قائم خان کے خیمے پر پڑی تو پوچھا کہ یہ خیمہ کسکا ہے جواب ملا کہ قائم خان کا تب اُن کے خاص خاص سردارون نے کہا کہ کیا ضرور ہے معاملہ صلح کا اعتبار ایک مغل اور اُسکے دیوان نول رائے پر رکھا جائے یہان آپ کے ہم قوم نواب قائم خان موجود ہین اُن سے سفارش کے واسطے درخواست کیجیے نواب صاحب نے اس بات کو قبول کیا اور قائم خان کے پاس گئے قائم خان اُن سے نہایت تپاک سے ملے جب نواب صفدر جنگ نے جو منتظر تھے یہ مضمون سُنا تو نہایت برہم ہوے اور تمام عمر نواب قائم خان سے بغض رکھا نواب قائم خان نواب سید علی محمد خان کے ہاتھ رومال سے باندھ کر بادشاہ کے حضور مین لیگئے یہ بیان انند رام کے بیان کے سامنے جس سے ہم نے اقتباس کیا ہے صحیح نہین معلوم ہوتا اور نہ یہ قیاس مین آتا ہے کہ نواب سید علی محمد خان پہلے سے پخت و پز ہو جانے کے بغیر یون ہی قائم خان کے ڈیرے مین چلے جاتے خلاصہ کلام یہ ہے کہ نواب سیّد علی محمد خان نے اپنی فوج کو نواب قائم خان کے کمپ مین چھوڑا اور دو تین سو سوارون کے ساتھ نواب وزیر الممالک کی ملاقات کے لیے روانہ ہوے وزیر الممالک کے حکم سے اتمد زمان خان بہادر طالب جنگ اور محمد عطا خان نے استقبال کیا۔ اور

اول انتظام الدولہ بہادر پسر قمر الدین خان بہادر کے خیمے مین لیگئے جنکا خیمہ بطور ہراول کے وزیر الممالک کے مورچے مین تھا نواب سید علی محمد خان نے اکیس اشرفیان اُنکو پیش کرکے ملاقات کی پھر وزیر الممالک سے مُلاقات ہوئی اور اُن کو ایک سو ایک اشرفیان نذر مین گذرانین وزیر نے نواب کو توقیر کے ساتھ بٹھایا۔ اور اُن کے بیٹون کو میوہ عطا کیا۔

انند رام مخلص لکھتا ہے کہ نواب سیّد علی محمد خان کی فوج کا عجیب رسم ہے کہ کوئی سوار و پیادہ بے بندوق کے نہین اب اُسکی زبان سے الفاظ سُنو سواری کی کیا خوب عبارت مین تصویر کھینچی ہے "فوج او عجب رسمی دارد چیز ہیچ سوار و پیادہ بے بندوق نیست وہر یکی از دہ باشی وصد باشی پیادہ نشان کوچکی برنگ مختلف دارد واین ہاہمہ پیش روے سواری در جلوی باشد گوئی گلشنی ست کہ ہمراہ میرود" دربار اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ دہ باشی ایک عہدہ ہے جسے دس سپاہی رکھنے ہوتے تھے تو صد باشی کو سو رکھنے ہوتے ہونگے۔

سہ پہر کے وقت وزیر الممالک نواب سید علی محمد خان کو اپنے ہمراہ لے کر مورچون سے سوار ہوے آج کے دن بادشاہ نے بڑی تیاری کرائی تھی گلال باڑی کو خوب سجایا تھا چھوٹی چھوٹی جھنڈیان سرخ دارائی کی بنی ہوئین جا بجا نصب کی تھین توپخانے کو گلال باڑی سے دیوان خاص کے پردے تک دورویہ کھڑا کیا تھا اور اُسپر بھی سرخ رنگ کی جھنڈیان لگائی تھین وزیر الممالک پہونچے تو بادشاہ زنانے مین سے نکلے۔ دیوان خاص مین ایک مسند زرین بچھی ہوئی تھی اُسپر جلوس فرمایا اور فتح کا نقارہ بجنے لگا اول امرا نے نذرین گذرانین بعد اُسکے

بادشاہ نے نواب سید علی محمد خان کی حاضری کا حکم دیا تو انتظام الدولہ بہادر
نواب سید علی محمد خان کے دونون ہاتھ رومال سے باندھکر حضور مین لیگئے بادشاہ
نے فرمایا کہ انکو آزاد اور اِنکی تقصیرات کو معاف کیا انکے ہاتھ کھولدینا چاہیے
نواب سید علی محمد خان آداب بجالائے اور ہزار اشرفیان نذر گزرانین جو منظور
ہوئین۔ نواب سید علی محمد خان کو رخصت کردیا اور حکم دیا کہ بالفعل قائم جنگ کے
پاس رہین ۴؍ جمادی الاولی کو وزیرالممالک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ برسات
کا موسم قریب ہے کیونکہ جیٹھ کا مہینہ ختم ہونے والا ہے حضور کے ہمراہ اسباب
زیادہ ہے برسات شروع ہوگئی تو دریاے گنگا اور جمنا کو عبور کرنا مشکل ہوگا اسلیے
اب مناسب ہے کہ یہان سے واپسی کا حکم ہوجائے۔ چنانچہ پانچ جمادی الاولی
یکشنبہ کو چھہ گھڑی دن چڑھے بادشاہ نے کوچ کردیا تمام لشکر کے پیچھے عمدۃ الملک
تھے اور اُن کے ساتھ قائم جنگ۔

نواب سید علی محمد خان کے تمام علاقے پر فریدالدین خان کو حاکم مقرر کیا
یہ شخص نواب عظمت اللہ خان کا بیٹا تھا جیساکہ انند رام نے اپنے سفرنامے مین
لکھا ہے اور سیر المتاخرین سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت فریدالدین خان زندہ
نہ تھے لیکن یہ قول صحیح نہین معلوم ہوتا۔ جام جہان نما مین بیان کیا ہے کہ ۱۱۶۵ھ
مین فریدالدین خان پسر عظمت اللہ خان معین الدین خان عرف میر منو کی طرف سے
احمد شاہ درانی کے مقابلے مین مارے گئے۔ تاریخ روہیلکھنڈ مین لکھا ہے کہ بدرالاسلام خان کو
بھی جنگی تعمیر کرائی ہوئی ایک مسجد آصف الدولہ کی مسجد کے متصل بریلی کے
بازار مین موجود ہے روہیلکھنڈ مین فریدالدین خان کے ساتھ مامور کیا گیا

بعض مورخ کہتے ہین کہ بدرالاسلام خان بھی نواب عظمت اللہ خان کے بیٹے اور فریدالدین خان کے بھائی تھے یہ عظمت اللہ خان سابق مین مرادآباد کے گورنر تھے ۶ جمادی الاولیٰ کو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہزار تبردار اور ہزار بیلدار فریدالدین خان کے ہمراہ کرکے بنگڑھ کو منہدم کرادینا چاہیے اور سعدالدین خان کو حکم ہوا کہ جو کچھ توپ ورہکلہ اور گولہ بارود وہان ہو وہ سرکار مین ضبط کرلے اور جو کچھ غلہ اور روغن وغیرہ وہان موجود ہے وہ لشکر کے بنجارون کو دے کر زر خزانے مین داخل کرے اور نواب سید علی محمد خان سو سوار اور سو پیادون کے ساتھ عمدۃ الملک کے ہمراہ رہین۔

سلخ[۱] جمادی الاولیٰ ۱۱۵۸ ہجری کو بادشاہ دہلی مین پہونچ گئے سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ بادشاہ نے نواب سیّد علی محمد خان کو وزیر کے سپرد کردیا بنگڑھ مین غلہ کثرت سے ملا اور توپ ورہکلے تھے زر نقد نہین نکلا مگر تھوڑا سا زر نقد نواب قائم خان کے پاس انکا امانت تھا وہ ظاہر ہوکر خزانہ بادشاہی مین داخل ہوا۔ نواب سیّد علی محمد خان کے روہیلکھنڈ سے بے دخل ہونے کے بعد اس ملک مین جس قدر جس امیر کی جاگیر تھی وہ اُسپر بحال ہوگئی اور ہر ایک اپنے اختیار سے انتظام کرنے لگا۔

بریلی وغیرہ کا علاقہ آصف جاہ کی جاگیر مین تھا گو نواب سیّد علی محمد خان یہان سے چلے گئے تھے مگر پھر بھی روہیلے اِس ملک مین اس کثرت سے موجود تھے کہ اُن کے تغلب کی وجہ سے اس علاقے کا انتظام فیروزجنگ بن آصف جاہ سے خاطر خواہ نہین ہوسکتا تھا ہزارون پٹھان پھیلے ہوے تھے اور جاگیردار

---

[۱] روزی کہ درشام آن ہلال دیدہ شود ۱۲

ہو رہے تھے ہدایت علی خان کو جو مؤلف سیر المتاخرین کا باپ ہے فیروز جنگ نے بریلی اور اُسکے محال کی حکومت پر مقرر کیا تھا سردار خان ساکن بریلی منگل خان ساکن تلہر دو دو ہزار آدمیون کی جمعیت کے ساتھ اور پیر احمد پیر زادہ افاغنہ کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مین سے تھے سترہ سو آدمیون کے ساتھ اور قطب الدین محمد خان برادر زادہ فرید الدین محمد خان ابن عظمت اللہ خان بھی ہدایت علی خان کی رفاقت مین تھے۔

حافظ رحمت خان نواب سید علی محمد خان کی تمام اہل و عیال کے ساتھ قادر گنج مین رہنے لگے عماد السعادت مین لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے حافظ صاحب کے پاس کئی ہزار اشرفیان رکھدی تھین جب یہ اُنسے ملے تو وہ اشرفیان نواب صاحب کو واپس کین۔ مگر مؤلف عماد السعادت کی یہ ناواقفیت ہے جو اُسنے لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان الموڑے کے راجہ کے پاس چلے گئے تھے سردار خان بھی قادر گنج مین رہے۔ دوندے خان گنگا کے اُس پار موضع قادر چوک مین رہے جو پرگنہ اُجھیانی ضلع بدایون مین واقع ہے اور پائندہ خان نے قائم خان بنگش والی فرخ آباد کی نوکری کرلی [1]

ابو المنصور خان صفدر جنگ روہیلون کی خرابی کے بہت درپے تھے چاہتے تھے کہ انمین کا ایک متنفس باقی نہ رہے اسلیے کئی بار بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور نواب سید علی محمد خان کو میرے حوالے کر دین مگر وزیر اعظم اُنکے ہمیشہ آڑے آتے رہے اور صفدر جنگ کی کوئی بات نواب سید علی محمد خان کے برخلاف

---

[1] دیکھو منتخب التعلیم ۱۲

بادشاہ کے حضور مین نہ چلنے دی بادشاہ نے نواب سید علی محمد خان کو وزیر کے سپرد کردیا تھا وزیر نے اُنپر پوری مہربانی رکھی اور اپنے چار باغ مین کہ محلۂ جے سنگھ پورہ مین واقع تھا ٹھہرایا روہیلون کو ایک اشتہار دیا گیا کہ نہ گنگا کو عبور کرین نہ دلی کو جائین۔

نواب سید علی محمد خان کا سرہند کی چکلہ داری پر مامور ہونا اور پنجاب کے سرکش راجون کو گوشمالی دے کر مطیع کرنا

نواب سید علی محمد خان کا گھوڑا ہوائے اقبال مین اُڑا جاتا تھا کہ محمد شاہ کی چڑھائی مین نحوست کی ٹھوکر لگی مگر جلدی سنبھل گیا چنانچہ روہیلکھنڈ گزیٹیر مین بیان کیا ہے کہ نواب ممدوح پانچ مہینے تک دلی مین رہے اور منتخب العلوم مین کہا ہے کہ برسات کے چار مہینے دلی مین رہے تھے کہ برسات کے بعد سرہند کی چکلہ داری پر بھیجے گئے اور فرح بخش مین لکھا ہے کہ اڑھائی برس تک نواب سید علی محمد خان شاہ جہان آباد مین مقیم رہے اور بہت زیربار ہوگئے تمام گھاٹون اور سڑکون پر سلطنت کی طرف سے حکم تھا کہ کوئی روہیلہ دلی کی طرف نہ جانے پائے مگر اِس تاکید پر بھی روہیلے لباس بدل کر اور ہیئت تبدیل کر کے دریاے گنگا اور جمنا کو عبور کر کے دلّی مین پہونچنے لگے اور اس طرح چار پانچ ہزار روہیلے چار باغ مین جمع ہوگئے اور وہ لوگ ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ یہان کشت و خون کر کے نواب کو دلی سے آلوُ لے کو نکال لیجائین نواب ہمیشہ روہیلون کو سمجھاتے اور دھمکاتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ کسی پر سختی نہ کرنی چاہیے چونکہ غربا آزاری

اور غارتگری کا مادہ انکی جبلت مین پڑا ہوا تھا اپنی ناشایستہ حرکات سے باز نہین رہتے تھے۔ اور ہر ایک جگہ فساد پیدا کرتے اعتماد الدولہ قمر الدین خان کو روہیلون کی بدامنی اور غربا آزاری کا حال معلوم ہوا۔ اُنکو ہمیشہ نواب سید علی محمد خان کے حال پر مہربانی کی نظر تھی اُن کی بہبود اور ترقی چاہتے تھے اسلیے روہیلون کی لغو حرکات کا حال ایک دلچسپ تقریر مین بادشاہ سے عرض کیا اور برخلاف مرضی صفدر جنگ کے ملک سرہند کی چکلہ داری جو پانچ ہزار مغلون کی تنخواہ مین تھا نواب سید علی محمد خان کو دلادی۔ سرہند مین وہان کے رئیسون نے ایسا سکہ بٹھایا تھا کہ کوئی امیر اُدھر جانیکا حوصلہ نہین کرتا تھا نواب وزیر نے اُدھر کی مُہم کی ذمہ داری نواب سید علی محمد خان پر ڈالی چنانچہ انھون نے وہان جاکر ایسے ایسے کارنامے کئے کہ رستم کا نام پھر زندہ کردیا مال ضامنی کے عوض مین نواب سید علی محمد خان نے نقد پانچہزار روپے[1] قسط اول کے خزانہ مین داخل کئے۔ نواب صاحب کے ساتھ عبد اللہ خان اور فیض اللہ خان دو بیٹے تھے۔ اور سعد اللہ خان۔ محمد یار خان۔ اللہ یار خان اور مرتضی خان یہ چار صاحبزادے صغر سنی کی وجہ سے متعلقات کے ہمراہ قائم جنگ کے ملک مین رہتے تھے نہ آنولے مین جیسا کہ انتخاب یادگار مین غلطی سے لکھدیا ہے۔

عبد اللہ خان اور فیض اللہ خان اُن کے دونون بیٹون کو بادشاہ نے اول یعنی ضمانت مین دہلی مین رکھ لیا اعتماد الدولہ نے ان دونون صاحبزادون کو توشہ خانۂ خاص مین ٹھہرایا اور اپنے دامن مین چھپایا نواب بموجب اقساط کے پانچہزار روپے داخل خزانہ کرتے رہتے تھے۔

---

[1] دیکھو فرح بخش و تاریخ مظفری ۱۲

بعض انگریزی تاریخون مین جو یہ لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان دہلی مین نظر بند رہے پانچ چھہ مہینے کے بعد حافظ رحمت خان پانچ چھہ ہزار روہیلون کو ہمراہ لیکر دلی پہونچے اور شاہی قلعہ کے سامنے کھڑے ہوکر نواب سید علی محمد خان کی رہائی کے خواستگار ہوے اُس وقت دلی مین واجبی فوج تھی بادشاہ روہیلون کا شور و غل سُنکر نواب سید علی محمد خان کی رہائی پر مجبور ہوے اور اُنکو سرہند کا گورنر مقرر کر کے قید سے رہا کیا۔ یہ بیان مبالغہ سے لکھا گیا ہے اور مبالغہ اوّل حافظ رحمت خان کی اولاد نے قلم بند کیا ہے وہین سے انگریزی مؤرخون نے مضمون اخذ کیا ہے اور اُسپر کچھہ اپنی طرف سے حاشیہ چڑھایا ہے چنانچہ گل رحمت مین لکھا ہے کہ وزیر الممالک نے چھہ مہینے کے بعد محمد شاہ کے مزاج کو نواب سید علی محمد خان کی سرافرازی کی طرف مائل کیا جب نواب کو یہ حال معلوم ہوا تو حافظ رحمت خان کو لکھا اُنھون نے فوج کی بھرتی شروع کی مؤ۔ فرخ آباد۔ اور آنولہ کے پٹھانون سے سات ہزار فوج مرتب ہوگئی نواب سید علی محمد خان دہلی کو روانگی کے وقت ہنڈیان حافظ صاحب کے سپرد کر گئے تھے وہ اُنھون نے نقدی مین تبدیل کرا کے اِس سپاہ کو روپیہ تقسیم کیا اور اس جمعیت کو ہمراہ لے کر قادر گنج سے دہلی کو روانہ ہوے اور چار باغ مین چھاؤنی کی حافظ صاحب نے وزیر الممالک کے دربار مین آمد و رفت قائم کر کے نواب صاحب کی طرف سے اُنکے دل کو مطمئن کر دیا جس کا یہ اثر ہوا کہ حافظ صاحب کے جانے سے پانچ مہینے کے بعد وزیر الممالک نے بادشاہ کے یہان سے اُنکو سرہند کی صوبہ داری دلائی اور نواب صاحب کو بادشاہ نے اپنے دربار مین طلب کر کے خلعت اور فیل اور گھوڑا

اور نوبت ونشان عطا کیا۔ مگر فرح بخش مین اصل واقعہ کو اُسی طرح لکھا ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ روہیلے چھپ چھپ کر دلّی پہونچے اور اُنکے رات دن رعایا کے ساتھ لڑائی جھگڑے رکھنے کی وجہ سے قمرالدین خان وزیر نے بادشاہ سے سفارش کر کے نواب سید علی محمد خان کو چکلہ داری سرہند کی سند دلادی۔

منتخب العلوم مین مرقوم ہے کہ نواب سید علی محمد خان سرہند کے چکلہ دار مقرر ہوے تو اُنھون نے دوندے خان۔ حافظ رحمت خان۔ سردار خان اور دوسرون کو طلب کیا اور بہت سی سپاہ بھرتی کر کے اور اپنے دونون بیٹے اوّل مین دے کر سرہند کی طرف روانہ ہوے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان اُس وقت دہلی مین نہ آئے تھے۔

کتاب راجگان پنجاب مولفہ سرلیپل گریفن مین مذکور ہے کہ سنہ ۱۷۴۱ء مین نواب سید علی محمد خان دہلی کی طرف سے سرہند کے حاکم تھے صاحب نے سنہ مین غلطی کی ہے اور تاریخ پٹیالہ مین خلیفہ محمد حسن صاحب نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۱۵۶ ہجری مین نواب سید علی محمد خان بہادر اخیر زمانہ محمد شاہ مین سرہند کے چکلہ دار مقرر ہوئے تھے یہ بھی صحیح نہین۔ اسلیے کہ سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین تو اُنکو مغلوب کرنے کے لیے بادشاہ روہیلکھنڈ مین آئے تھے۔

بہرصورت نواب سید علی محمد خان سرہند کے حاکم یا چکلہ دار مقرر ہو کر آئے تو اوّل نواب نے یہ چاہا کہ بھارامل والی راے پور پر چڑھائی کرین کیونکہ یہ ہمیشہ کا سرشور تھا اور حکومت کا دعویٰ رکھتا تھا گل رحمت مین لکھا ہے کہ اس موقع پر حافظ صاحب نے نواب کو یہ مشورہ دیا کہ وہ بذات خود اس فوج کشی مین نہ شریک ہون

اور اس مہم کا بار اپنی ذات پر اُٹھالیا اور حافظ صاحب بڈوخان اور دوندے خان کے رسالون کو ساتھ لے کر جن مین تین ہزار پیادہ و سوار تھے روانہ ہوے جب روہیلون کا لشکر راے پور کے قریب جا پہونچا تو حافظ صاحب نے بھارامل کو پیام دیا کہ اطاعت قبول کرے اُسکے پاس دس بارہ ہزار آدمیون کی جمعیت تھی اسلیے راہ پر نہ آیا اور مقابلے کو تیار ہوا۔ حافظ صاحب نے جب یہ دیکھا کہ مخالف اطاعت سے منحرف ہے تو اُنھون نے حملے کی تیاری کی اور اپنی فوج کے چار ٹکڑے کر کے تین ٹکڑون کو حکم دیا کہ قصبۂ راے پور پر تین جانب سے حملہ کرین اور ایک ٹکڑا خاص اپنے ساتھ رکھا اور خود راے پور کے بڑے دروازے کی طرف سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور یہ کہدیا کہ جسوقت خاص میرے گروہ مین سے آسمان کی طرف بان سر ہو تو وہ تینون حصّے بھی فوراً حملہ کرین جب یہ چارون گروہ قصبے کے اتنے قریب پہونچ گئے کہ وہان سے اُسپر بخوبی حملہ ہو سکتا تھا تو حافظ صاحب کی فوج مین سے ایک بان چھوٹا اور اب لڑائی چارون طرف سے شروع ہو گئی۔ بھارامل قلعہ سے نکلکر روہیلون کی فوج کا مقابلہ کرنے لگا روہیلون نے اُسکو یہانتک دبایا کہ مقابلے کی تاب نہ لاکر قلعہ کی طرف لوٹا۔ ظفریاب مظفر فتح کے گھوڑے پر سوار مونچھون کو تاؤ دیتے اُسکے متعاقب چلے گئے اور اُسکو قلعہ کا دروازہ بند کرنے کی مہلت نہ دی اور اُنکے حملہاے شیرانہ اور شمشیر دلیرانہ سے ہزارون آدمی مارے گئے اڑھائی ہزار لڑکے اور لڑکیاں گرفتار ہوئین اور بہت سا نقد و جنس ہاتھ آیا اخبار حسن مین بیان کیا ہے کہ اس معرکے مین پانسو گھوڑے ہاتھ آئے تھے اسی پر دوسری اشیا کو

قیاس کرلینا چاہیے۔ اس معرکے مین جمال خان رئیس مالیر بھی حافظ صاحب کے ہمراہ تھا اور وہ بڑا بہادر آدمی تھا مگر حافظ صاحب نے اس لڑائی مین جو اپنی شجاعت کا اُسے لوہا دکھایا اُس سے جمال خان حیرت مین ہوگیا اور اپنی کمر سے تلوار کھولکر حافظ صاحب کو پیش کی اور کہا کہ مین نے ابتک ایسا بہادر آدمی نہین دیکھا اب یہ تلوار آپ اپنے ہاتھ سے میرے زیب کمر کیجیے تاکہ آپ کے ہاتھون کی برکت سے مین بھی شجاعت کی اُس حدتک پہونچ جاؤن۔ اس فتح کے بعد حافظ رحمت خان نے بھارامل کی جاگیر اُسی کے کسی عزیز کو سپرد کردی اور مال غنیمت نواب صاحب کے پاس بھیجدیا اور پندرہ روز کے بعد نواب صاحب کے حکم سے قصبہ جوت پور کی تسخیر کو روانہ ہوے وہان کا زمیندار نکاہی مل تھا یہان بھی ہزارہا جاٹ مارے گئے اور نکاہی مل اپنے عیال واطفال سمیت اسیر ہوا اور اُسنے پینسٹھہ ہزار روپے پر اپنی رہائی اور بحالی جاگیر کی بابت معاملہ کرلیا۔

گل رحمت مین جو گلستان رحمت کا خلاصہ ہے لکھا ہے کہ اس جنگ کے بعد نواب صاحب نے حافظ صاحب کے پاس اور فوج بھیجی اور اب تمام فوج کی تعداد جو حافظ صاحب کی کمان مین تھی پندرہ ہزار ہوگئی اور اُن کو حکم دیا کہ راے کلہار رئیس کوٹ وجگر اُون پر حملہ کرین۔ مگر تاریخ پٹیالہ اور تاریخ راجگان پنجاب سے ثابت ہے کہ نواب صاحب بذات خاص اس مہم مین شریک تھے اور حافظ صاحب کی اولاد کا یہ منشا ہے کہ بہادری اور معرکہ آرائی کی تمام تحسین حافظ صاحب کو حاصل ہو خیر آئین بھی مضائقہ نہین کام سپاہی اور افسر کرتے ہین اور آفرین رئیسون کے طرۂ دستار ہوتی ہے کیونکہ ہر جگہ اُن ہی کا اقبال

شامل حال ہوتا ہے جبکہ روہیلون کا لشکر کوٹ کے اتنے قریب پہونچ گیا کہ وہان سے ایک منزل کا فاصلہ رہگیا تو راے کو لکھا کہ سر اطاعت خم کرنا چاہیے چونکہ وہ ایک مالدار اور نہایت زبردست زمیندار تھا سپاہ اور نقد و جنس اور سامان حرب اُسکے پاس زیادہ تھا اسلیے اطاعت قبول نہ کی اور مقابلے پر آمادہ ہوا۔ لڑائی مین راے کا بھائی لکھن خان مارا گیا اور راے شکست کھاکر ستلج کے اُس پار پاک پٹن کی طرف جس کا قدیمی نام اجودھن ہے بھاگ گیا۔ اور نواب لوٹ کر سرہند مین آئے اور کلہانے بھی بالآخر اطاعت کرلی۔ مگر اخبار حسن اور گلستان رحمت اور گل رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ راے کلہا لڑائی شروع ہونے سے قبل ہی کوٹ سے اسلیے چلا گیا تھا کہ اور آدمی بھرتی کرکے پٹھانون کے مقابلے کے لیے لائے اور اپنی جگہ اپنے بھائی کو چھوڑ گیا تھا وہ ابھی واپس ہوکر کوٹ مین پہونچنے نہین پایا تھا کہ سپاہ نواب نے حملہ کردیا اور کوٹ جو کلہا کی عقل سے بھی بودا تھا اُسے گھیر لیا دیوارین کلہا کے عہد سے بھی بے بنیاد تھین فرش زمین ہونے کے قریب تھین کہ لکھن خان نے اطاعت کا پیام بھیجا حافظ صاحب نے اُسکو امان دی۔ لکھن خان اپنے دونون ہاتھ باندھکر حافظ صاحب کی خدمت مین حاضر ہوگیا اور قلعہ کی کنجیان حافظ صاحب کے حوالے کردین حافظ صاحب قلعہ مین داخل ہوے اور تمام نقد و جنس اور لڑائی کے سامان پر قبضہ کرلیا اور حافظ صاحب نے یہ کارروائی کی کہ راے کلہا کے عیال و اطفال اور لکھن خان کو حراست مین لے لیا اور غرض اُن کی یہ تھی کہ راے سے تصفیہ ہوجائے۔ جب راے کلہا کو یہ خبر پہونچی تو وہ گھبرا گیا

اور اپنی طرف سے ایک ایلچی صفائی کے لیے حافظ صاحب کے پاس بھیجا اور اس شرط پر صلح ہوگئی کہ راے ایک لاکھ تیس ہزار روپے اور چند توپین پیش کرے اور جو اسباب اُسکے قلعہ مین سے لوٹا گیا ہے وہ واپس نہو اس معاہدے کے بعد راے مذکور حافظ صاحب کے پاس حاضر ہوگیا اُنھون نے قلعہ راے کے حوالے کردیا اور اُسکو نواب صاحب کے پاس لیگئے۔ نواب سید علی محمد خان نے اُسکو خلعت مرحمت فرماکے رخصت کردیا۔

جب سے نواب نے سرہند مین قدم رکھا تھا تو اوّل آلا سنگھ بانی ریاست پٹیالہ کی اُنسے بہت موافقت رہی کئی لڑائیون مین وہ نواب کے ساتھ رہا جنمین سے ایک وہ لڑائی تھی جو کلہاسے ہوئی لیکن اُس سکھ سردار کے مزاج مین اس قدر آزادی سمائی ہوئی تھی کہ کسی عہدہ دار شاہی کے ساتھ مدت تک ملاپ نہین رکھ سکتا تھا اُسنے فوراً تاڑ لیا کہ خود مختار رئیس ہوکر حکلہ دار شاہی کے دربار مین حاضر رہنا اُسکی خود مختاری کے واسطے مضر ہے اسلیے اُسنے رخصت ہونا چاہا بھیکن خان رئیس کوٹلہ اور ہمسایہ سردارون نے جو رشک اور خوف کے باعث سے دشمنی رکھتے تھے نواب کو کچھ کہہ سُنکر اُسکی طرف سے بدظن کردیا اور نواب نے اُسکو قید کرکے محبس مین بھجوادیا۔ لیکن جب کسی تقریب سے نواب سنام کو گئے اور آلا سنگھ کو بھی نظر بند اپنے ساتھ لیگئے تو کرما نامی ایک شخص اُسکا نوکر جان بازی کرکے جہان آلا سنگھ قید تھا وہان پہونچ گیا اور اپنے کپڑے اُسکو پہنا کر اُس مکان سے نکالدیا جہان قید تھا اور خود اُسکی جگہ ہو بیٹھا۔

پھر نواب نے نجابت خان اور غلام حسن خان پر فوج کشی کی اور اُن کو

گرفتار کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور اُنکی بیٹیون سے اپنا نکاح کیا۔ منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ نواب اڑھائی برس تک سرہند مین رہے۔

نواب سیّد علی محمد خان کا سرہند چھوڑ کر روہیلکھنڈ مین چلے آنا اور اُس پر قبضہ کر لینا

سنہ ۱۱۶۱ ہجری مطابق سنہ ۱۷۴۸ء مین جب احمد شاہ دُرّانی نے ہندوستان پر چڑھائی کی تو محمد شاہ کو نواب سید علی محمد خان کی طرف سے اندیشہ ہوا کہ مبادا ہم قومی کی وجہ سے نواب سید علی محمد خان احمد شاہ سے موافقت پیدا کر لین اور قمرالدین خان وزیرالممالک سے اس باب مین مشورہ کیا تو وزیر نے یہ صلاح دی کہ حضور روہیلکھنڈ کی خدمت پر نواب سید علی محمد خان کو بھیجدین تو وہ فورًا سرہند چھوڑ کر روہیلکھنڈ کو چلے جائینگے محمد شاہ نے قمرالدین خان کی صلاح کو پسند کر کے نواب سید علی محمد خان کے نام ایک فرمان ملک کٹھیر کی حکومت کی سند کا لکھوا کر اُنکے پاس بھیجدیا۔ یہ بیان گل رحمت اور تاریخ روہیلکھنڈ مین ہے۔ اور تاریخ مظفری مین یون بیان کیا ہے کہ قمرالدین خان وزیر کے ایما سے کہ جنکو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ مبادا ہمقومی کے باعث سے نواب سید علی محمد خان احمد شاہ دُرّانی کے شریک ہو جائین نواب سید علی محمد خان احمد شاہ کے سرہند مین پہونچنے سے قبل روہیلکھنڈ کو چلے گئے اور ان بیانون کی تصدیق جلد دوم تنقیح الاخبار سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس مین مذکور ہے کہ محمد شاہ کو اُس وقت مین نواب سیّد علی محمد خان کا سرہند مین رہنا مناسب نہ معلوم ہوا اسلیے اُن کو لکھا کہ تم

روہیلکھنڈ کو چلے جاؤ۔ ابھی محمد شاہ کا حکم اُنکے پاس نہین پہونچا تھا کہ احمد شاہ ابدالی کا ایک شقہ اس مضمون کا نواب سید علی محمد خان کے پاس آیا کہ اگر اسوقت آپ ہماری شرکت کرینگے تو انشاء اللہ تعالیٰ حصول سلطنت ہند کے وقت آپکو منصب وزارت دیا جائیگا۔ نواب سید علی محمد خان وزیر الممالک کے احسانات کے خیال سے شش و پنج مین تھے کہ محمد شاہ کا بھی شقہ صادر ہوا اور نواب موصوف نے روہیلکھنڈ کو چلا جانا مناسب جانا۔ اور ہفتے عشرے مین وہان کے انتظام مالی و ملکی سے فراغت پاکر اپنی تمام فوج کے ساتھ کٹھیر کو کوچ کیا۔ مگر اخبار حسن سے ثابت ہے کہ نواب سید علی محمد خان احمد شاہ ابدالی کی تحریر پہونچنے پر اُسکی شرکت کو رضامند ہو گئے تھے اور شاہ کو جواب لکھا تھا کہ مین آپکے احکام کی تعمیل کو موجود ہون۔ جبکہ یہ خبر محمد شاہ کو اخبار کے ذریعہ سے موصول ہوئی تو نواب صاحب کو ایک شقہ بھیجا کہ یہان چلے آؤ چنانچہ سرہند کی حفاظت کے لیے چند معتمد چھوڑ کر دلی گئے اور محمد شاہ نے ملک روہیلکھنڈ کی سند اور خلعت عطا کیا نواب صاحب تو یہ بات چاہتے ہی تھے اپنے دونون بیٹون عبداللہ خان اور فیض اللہ خان کو وزیر الممالک کے ہمراہ سرہند کی طرف رخصت کر کے روہیلکھنڈ کو چلے گئے۔

بعض مؤرخ یہ لکھتے ہین کہ احمد شاہ ابدالی کی چڑھائی کے باعث نواب سید علی محمد خان نے سلطنت کی قوت مین زیادہ کمی دیکھی اور دلی کے دربار کو ابدالی کے افکار مین اُلجھا ہوا پایا تو اُنکو دوبارہ اپنے ممالک مقبوضہ کی طرف رُجحان پیدا ہوا۔ اِدھر محمد شاہ کو ابدالی کی توجہ نواب سید علی محمد خان کی طرف

پائے جانے سے اُنکا روہیلکھنڈ کو جانا غنیمت معلوم ہوا۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے فرصت وقت کو غنیمت جان کر اور میدان خالی پاکر محمد شاہ سے اجازت حاصل کیے بغیر تیس چالیس ہزار سپاہ کے ساتھ اور تاریخ مظفری کے قول کے مطابق بیس ہزار فوج کے ساتھ سرہند سے کوچ کیا اور طوفان کی طرح روہیلکھنڈ کا رُخ کیا۔ اور کڑے کڑے کوچ کر کے ۱۱۵۸ھ ہجری مین سہارنپور بوڑیہ کی راہ ہوتے ہوئے کنجپورہ کے مقام پر جمنا کو اور چاندی کے گھاٹ سے گنگا کو عبور کر کے جہان افسران بادشاہی تھے اُنکو روندتے اور اپنے لشکر کو ہوا کے گھوڑون پر اُڑاتے بجلی اور بادل کی کڑک دمک دکھاتے روہیلکھنڈ مین گھُس پڑے۔ جس وقت اُنھون نے اس ملک مین قدم رکھا تو اُنکو اپنی متفرق شدہ جماعت مین سے کچھ لوگ ملے اُنکو ہمراہ لیکر سرِ نو اپنے ملک پر قبضہ کرنا شروع کیا پہلے اُنھون نے دھام پور اور شیر کوٹ پر قبضہ کیا یہ دونون مقام خاص صفدر جنگ کی جاگیر کے تھے۔ اسی زمانے مین اُنکے سردار دوندے خان نے دھار کی جاگیر حاصل کی اسی طرح رفتہ رفتہ تمام ضلع بجنور پر قبضہ کر لیا۔ نواب سید علی محمد خان مراد آباد کے متصل پہونچے تو راجہ چتر بھوج حاکم مراد آباد نے جو فرید الدین خان کی جگہ مقرر ہوا تھا مقابلہ کیا مگر آخر شکست پائی اور بھاگ گیا اور بعض مورّخ یہ کہتے ہین کہ بلا مقابلہ مراد آباد کو خالی کر دیا۔ نواب سید علی محمد خان نے یہان کا انتظام کیا اور اپنی طرف سے حاکم مقرر کر کے رام گنگا کو عبور کر کے بریلی کی طرف بڑھے۔ ہدایت علی خان فوجدار بریلی کے پاس زیادہ تر روہیلے نوکر تھے اُنھون نے جو نواب سید علی محمد خان کی

آمد کا حال سنا تو ہدایت علی خان سے منحرف ہوگئے اور ہدایت علی خان کی حویلی کو جو قلعۂ بریلی مین تھی تنخواہ کے تقاضے کے حیلے سے گھیر لیا قطب الدین محمد خان دو تین سو آدمیون کے ساتھ اُنکے پاس رہ گئے یہ وہ لوگ تھے جو دہلی کے باشندے تھے یا ہدایت علی خان سے نزدیک کی رشتہ داری رکھتے تھے۔ جب نواب سیّد علی محمد خان کا لشکر بریلی سے دس کوس کے فاصلے پر پہونچا تو قطب الدین محمد خان نے ہدایت علی خان سے کہا کہ نواب سید علی محمد خان کے پاس فوج کثیر ہے اور آپ کے نوکر بھی آپ سے مخالف ہوگئے ہین نواب سید علی محمد خان کی رفاقت کا دم بھر رہے ہین اُنسے لڑنے مین آپکو کامیابی نہو گی مین نواب سیّد علی محمد خان کے پاس جاتا ہون اور دیکھتا ہون اگر اُنکا مزاج آپ کی طرف سے صلح پر ہے تو اُنکی مدد سے اِن لوگون کے ہاتھ سے آپکو نجات دلائی جائیگی اور اگر اُنکا ارادہ آپکی بربادی کا ہوگا تو مین اُنکو وہین قتل کر کے آپ بھی مارا جاؤنگا۔ ہدایت علی خان نے یہ بات قبول کر کے قطب الدین خان کو رخصت کیا یہ اپنے اکثر رفیقون کو ہدایت علی خان کے ساتھ حراست مین چھوڑ کر نواب سیّد علی محمد خان سے ملنے کے ارادے سے اُنکے لشکر مین آئے جب نواب کے خیمے پر پہونچے تو تمام ہمراہیون کو دروازے پر چھوڑ کر صرف دو تین آدمیون کے ساتھ اندر گھسے پیچھے سے اُنکے اور دو چار رفیق اندر جانے لگے۔ سپاہیون اور چوبدارون نے روکا اور شور ہونے لگا قطب الدین محمد خان ابھی نواب صاحب کے پاس پہونچنے نہ پائے تھے کہ پلٹ آئے اور اپنے ہمراہیون کو سمجھا دیا۔ چوبدار نے اُنکے ساتھ مزاحمت مین سختی کا برتاؤ کیا قطب الدین محمد خان نے غصے مین آکر چوبدار کے

سر پر زور سے طمانچہ مارا اور کہا کہ تو کون ہے جو ان لوگون کو منع کرتا ہے اس وجہ
سے وہان زیادہ شور مچا نواب سید علی محمد خان آواز سنکر اندر سے خود نکل آئے
اور سب کو خاموش کیا اور قطب الدین محمد خان کو گلے سے لگایا اور بہت مہربانی
کے ساتھ پیش آئے اور کہتے جاتے تھے کہ معاف فرمایئے دربان سے غلطی ہوئی
اور اُنکے رفقا کو بھی اندر لیگئے اور اُنکو اپنی مسند پر برابر بٹھایا بعد مزاج پرسی کے
خان مذکور نے نواب سے عرض کیا کہ مین سید ہدایت علی خان فوجدار بریلی کی
رفاقت مین ہون آپکی آمد آمد کی خبر سنکر اُنکے تمام سپاہی شورش پر آمادہ ہو گئے
ہین اور اُنکو گھیر لیا ہے اگر آپ کا بھی یہی ارادہ ہو تو مین جاتا ہون آپ اُس سیّد
کے استیصال کے لیے بریلی تشریف لیجایئے اِس لڑائی کا بھی دُنیا مین نام رہیگا۔
اور اگر آپ کو یہ منظور نہو کہ اُنکو کوئی ایذا پہونچے تو آپ اپنی سپاہ کے ساتھ چلکر
اُن نمک حرامون کو سزا دیجیے تاکہ وہ اس سرکشی کو چھوڑکر جس قدر نقد و جنس
غیر ضروری اُنکے پاس ہے اُسے تنخواہ مین لے لین۔ نواب سید علی محمد خان نے
قسم کھا کر قطب الدین محمد خان کو اطمینان دلایا اور رخصت کیا مگر اُنسے یہ اقرار
لے لیا کہ سید ہدایت علی خان اور قطب الدین محمد خان دلی کو نہ جائین اور یہ عہد
اس وجہ سے لیا گیا کہ مبادا یہ وہان جاکر امراے بادشاہی کو نواب کے ساتھ
لڑائی کے لیے اُکسائین۔ جب نواب سید علی محمد خان بریلی پہونچ گئے تو
ہدایت علی خان وغیرہ قلعہ سے اُٹھ کر بیچ محلہ مین جو بیرون شہر بریلی ہے ٹھہر گئے
اور کئی روز ادائے تنخواہ کی تکرار مین گذرے اور ہر روز یہ احتمال تھا کہ آج
مارے جائین اور اسباب لُٹ جائے۔ خدا خدا کرکے اُس مخمصے سے نجات ملی

اور دہلی کی طرف روانہ ہوے۔ فرخ آباد مین پہونچے تو اُنکو خبر لگی کہ محمد شاہ مر گئے اور احمد شاہ تخت نشین ہوے۔

سید ہدایت علی خان کے ساتھ اُسکا بیٹا مولف سیر المتاخرین بھی تھا اِسی زک پانے کی وجہ سے عمر بھر پھر وہ روہیلون کا جانی دشمن رہا اور اپنی کتاب مین اُنکو بیسیون حسد کے نشتر مارے ہین مگر ہر جگہ اُنکی شجاعت یا سخاوت کا چشمہ بہہ نکلتا ہے وہ جو فتح سے کماتے تھے کھاتے تھے کھلاتے تھے لٹاتے تھے نیکنامی کے باغ لگاتے تھے ایسے تھے کہ اُنکے سائے مین سیکڑون بندگان خدا پرورش پاتے تھے عالم فاضل باکمال عزت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اُنکی تاریخ سیر المتاخرین مین کل دو ایک روہیلے تھے جنسے آپ خوش رہے ورنہ سب پرلے دے مار دھاڑ ہے نواب سید علی محمد خان کے ساتھ انکا یہ سلوک ہے کہ جب نواب کے پاس سے گذرتے ہین تو ایک چٹکی لے جاتے ہین۔ حالانکہ نواب سید علی محمد خان وہ شخص ہین جنھون نے دین و داد کے دربار کو عقل کے اُجالے سے روشن کر دیا تھا۔

گزیٹیر مین لکھا ہے کہ اس وقت مین نواب سید علی محمد خان کی فوج کی بہت کمی تھی اس وجہ سے اُنکو ان ممالک پر قبضہ کرنے مین بڑی تکلیفین اُٹھانا پڑین جس قدر گنگا کے اس طرف علاقہ ہے سب پر قبضہ کر لیا۔ دارانگر۔ امروہہ۔ دھامپور۔ نگینہ۔ شیرکوٹ۔ مرادآباد۔ سنبھل۔ آنولہ۔ منونہ۔ بریلی شاہجہان پور۔ پیلی بھیت اور جاگیرات اعتماد الدولہ اور صفدر جنگ اور غازی الدین خان اور سادات خان ذوالفقار جنگ اور صرف خاص اور

خالصہ پر قبضہ کرلیا۔ امراے عالی شان مثل صفدر جنگ و فیروز جنگ و انتظام الدولہ و ذوالفقار جنگ وغیرہ مین سے کسی کو یہ طاقت نہ تھی کہ نواب صاحب کے ہاتھ سے اپنی جاگیرات کو چھڑا لیتا۔ بلکہ ہر ایک نواب موصوف کی تالیف قلب کرتا تھا۔ فرح بخش مین لکھا ہے کہ بدایون پر بھی نواب سید علی محمد خان نے قبضہ کر لیا تھا اور تاریخ فرخ آباد مؤلفہ آرون صاحب سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف ضلع بدایون کا اُس پار گنگا کے نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کے قبضے مین تھا اور یہ امر کہ بدایون نواب محمد خان کے قبضے مین تھا ہمکو گلستان رحمت اور گل رحمت سے معلوم ہوا اور ایک پرگنہ شاہجہان پور کا نواب محمد خان کے قبضے مین تھا۔

نواب سیّد علی محمد خان کے ملک کی وسعت کے بیان مین یہ قول مشہور ہے "از سنگ تا گنگ" یعنی دامن کوہ کمایون سے دریاے گنگا کے کنارے تک تمام ملک کے نواب صاحب حکمران تھے اور اب اُنھون نے پُرانے خاندانون اور زمینداروں کی نسل قطع کرنا شروع کی اور اپنے آدمی جابجا مقرر کئے۔ ایک اُنمین سے ٹھاکر مہندر سنگھ مالک ٹھاکردوارہ تھا جسکے نام سے ٹھاکردوارہ مشہور ہے

احمد شاہ ابدالی کا سیّد عبداللہ خان اور سیّد فیض اللہ خان پسران نواب سید علی محمد خان کو سرہند سے اپنے ہمراہ قندھار کو لیجانا

اعتماد الدولہ قمر الدین خان بادشاہی فوج کے ساتھ احمد شاہ ابدالی کے مقابلے کو سرہند گئے تھے اور نواب سیّد علی محمد خان کے دونون بیٹون کو

ہمراہ لیگئے تھے اعتماد الدولہ نے تمام سامان فراش خانہ۔ توشہ خانہ۔ خزانہ اور سید فیض اللہ خان و سید عبد اللہ خان کو سرہند مین چھوڑ آپ ابدالی سے لڑنے کو اُنکی طرف متوجہ ہوے ۲۰ ربیع الاول ۱۱۶۱ ہجری مطابق مارچ ۱۷۴۸ء مین احمد شاہ ابدالی نے شکست کھا کر اپنے وطن کو واپسی کے وقت سرہند کو لوٹ لیا اور تمام سامان اور خزانہ شاہی بھی اُٹھالیا اور نواب سید علی محمد خان پر دباؤ پڑنے کے خیال سے اُنکے دونون بیٹون کو بھی اپنے ہمراہ لے کر قندھار کو چلے گئے جب نواب سید علی محمد خان کو یہ خبر پہونچی کہ احمد شاہ کو شکست ہوئی۔ وزیر الممالک مارے گئے۔ اور احمد شاہ دُرّانی سید عبد اللہ خان و سید فیض اللہ خان کو قلعہ سرہند سے اپنے ہمراہ لے گئے تو اس خبر وحشت اثر سے بے حد رنج ہوا۔

صفدر جنگ کی تقویت کے لیے نواب سید علی محمد خان کا ایک فوج دہلی کو بھیجنا

سرہند کی لڑائی کے بعد ایک مہینے کے اندر ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۱ ہجری مطابق اپریل ۱۷۴۸ء کو محمد شاہ بادشاہ ہندوستان مرگئے اور اُنکے بیٹے احمد شاہ جانشین ہوئے مگر احمد شاہ دُرّانی کی قوت کی دھوم دھام سے احمد شاہ ہندوستانی ترسان و لرزان تھے اور اُنھون نے فیروز مندیون کی لوٹ مار سے سلطنت کو حفظ و حراست مین رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ آصف جاہ کو سپرد کرنا چاہا مگر چونکہ آصف جاہ نے انکار کر دیا جسکے بعد ہی اُنے وفات پائی تو بادشاہ نے

ناصر جنگ آصف جاہ کے جانشین کو اپنی امداد و اعانت کے واسطے اُس فوج سمیت بلایا جو اُسکی سعی و ہمت سے فراہم ہو سکتی تھی مگر تھوڑے عرصے مین یہ بات دریافت ہوئی کہ احمد شاہ دُرّانی اپنی قلمرو کے مغربی حصّے مین مصروف و مشغول ہین چنانچہ اِس خبر کو سنکر احمد شاہ ہندوستانی کے اوسان درست ہوے اور انتظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کرنا چاہا اور اب اُسکی مدد کی کچھ ضرورت نرہی۔

اس وقت جدید وزارت قائم کرنے کی تجویز درپیش ہوئی صفدر جنگ کو خِلعت وزارت کی بڑی خواہش تھی اور طرح طرح کی کوششین اِس کامیابی کے واسطے کر رہے تھے۔ نواب سید علی محمد خان صاحب کو اُنھون نے ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ احمد شاہ محمد شاہ کی جگہ تخت نشین ہوے مگر اب تک عہدۂ وزارت کسی امیر بادشاہی کے نام قرار نہین پایا ہے بظاہر مدنظر بادشاہ کی میری طرف ہے مگر امراے تورانی چاہتے ہین کہ خلعت وزارت انتظام الدولہ ابن قمرالدین خان کو مرحمت ہو اگر آپ بھی تشریف لاکر ہمارے شریک ہون تو ہم آپکی اعانت قمرالدین خان سے زیادہ کرینگے نواب سیّد علی محمد خان ان دنون محمد شاہ بادشاہ کے مرنے اور نئے بادشاہ کے مسند نشین ہونے کی وجہ سے یہ چاہتے تھے کہ اپنی طرف سے کوئی آدمی دہلی بھیج کر کسی رکن سلطنت کی معرفت اپنے معاملے کی پختگی بادشاہ کے حضور سے کرائین۔ صفدر جنگ کی تحریر کو غنیمت سمجھکر اُنکو اپنا طرفدار بنا نامناسب جانا مگر اس وقت نواب صاحب کی یہ حالت تھی کہ مرض استسقا مین مبتلا تھے قوت سامعہ مین بھی بڑا خلل آگیا تھا دوسرے قوٰی بھی بیکار تھے اسلیے آپ تو نہ جا سکے حافظ رحمت خان کو

ہزار سوار جرار دے کر دہلی کو روانہ کیا۔ حافظ صاحب قریب پہونچے تو صفدر جنگ
نے جنکو بڑا انتظار تھا حافظ صاحب کے ورود کی خبر سنکر اپنے بیٹے شجاع الدولہ
کو اسحاق خان کے ساتھ استقبال کو بھیجا یہ دونون سردار حافظ صاحب کو اپنے
ہمراہ دہلی مین لے گئے اور اُنکے ڈیرے شیر جنگ کے باغ مین نصب کرائے۔
صفدر جنگ نے تمام لشکر کے لیے ضیافت بھیجی دوسرے دن صبح کو صفدر جنگ
نے حافظ صاحب کو اپنی ملاقات کے لیے بلایا اور بہت تعظیم و تکریم کی گلے
سے لگایا اور تخلیہ کر کے تورانیون کی مخالفت اور ایرانیون کی موافقت کی
ساری داستان بیان کی حافظ صاحب نے صفدر جنگ سے کہا کہ مین
آپکی مرضی کا تابع ہون آپ جو حکم دینگے اُسکی تعمیل کرونگا اور اپنے قیامگاہ کو
لوٹ آئے اور روزانہ حافظ صاحب صفدر جنگ کی ملاقات کو جانے لگے۔
کئی دن کے بعد صفدر جنگ نے حافظ صاحب کو طلب کر کے کہا کہ کل
مین خلعت حاصل کرنے کے لیے قلعہ کو جاؤنگا۔ پانچہزار تورانی انتظام الدولہ
کے ہمراہ میرے روکنے کی کوشش کے لیے قلعہ کے دروازے پر کھڑے ہونگے
اور یہ چاہینگے کہ مجھپر سبقت کر کے انتظام الدولہ کو خلعت دلوا دین اسلیے کل
تڑکے آپ اپنے سوارون کو ساتھ لیکر میرے پاس آجائین چنانچہ دوسرے دن
صبح کو حافظ صاحب تیاری کر کے صفدر جنگ کے دروازے پر پہونچے
صفدر جنگ قبل سے اپنی فوج کو تیار کر کے حافظ صاحب کے منتظر تھے اُنکے
پہونچتے ہی نہایت تزک و شان کے ساتھ قلعہ کو روانہ ہوئے۔ تورانی قبل سے
پانچ چھہ ہزار کے قریب جمع ہو کر چاہتے تھے کہ قلعہ مین گھس جاوین مگر جاوید خان

قلعہ دار نے جو صفدر جنگ کا طرفدار تھا اُنکو قلعہ کے اندر داخل نہین ہونے دیا کہ اتنے مین صفدر جنگ کی سواری جا پہونچی۔ تورانی صفدر جنگ کی جمعیت دیکھکر دم بخود ہوگئے اور کچھ نہ بولے صفدر جنگ قلعہ کے دروازے پر پہونچے۔ قدسیہ بیگم والدہ احمد شاہ کے حکم سے جاوید خان نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا اور صفدر جنگ کو تھوڑے سے خدمتگارون کے ساتھ قلعہ مین لے لیا حافظ رحمت خان دروازے پر تورانیون کے مقابلے کے لیے کھڑے رہے تھوڑی دیر کے بعد صفدر جنگ خلعت وزارت ہندوستان پہن کر قلعہ سے نکلے اور اُسی جمعیت کے ساتھ اپنی حویلی کو چلے آئے۔ تیسرے روز صفدر جنگ حافظ رحمت خان کو احمد شاہ کے دربار مین لیگئے خلعت اور نوبت اور خطاب حافظ رحمت خان بہادر نصیر جنگ دلایا پھر باہم دوستی کا عہد و پیمان کر کے اپنی طرف سے بھی خلعت گھوڑا ہاتھی حافظ صاحب کو دے کر رخصت کیا۔ حافظ صاحب دہلی سے روانہ ہوے اور ایک مہینہ کئی دن کے بعد آنولے مین آ پہونچے اور صفدر جنگ کا شقہ جسمین حافظ صاحب کی طرف سے خوشنودی کا بیان تھا نواب صاحب کو دکھایا تو وہ مسرور ہوے۔

روہیلکھنڈ گزیٹیر مین لکھا ہے کہ صفدر جنگ نے نواب سید علی محمد خان کے لیے تمام روہیلکھنڈ کی حکومت کی منظوری کا حکم بھی سلطنت کی طرف سے جاری کرادیا مگر حق یہ ہے کہ نواب سید علی محمد خان کے مُلک کی نسبت یہ مثل صادق آتی ہے "جسکی لاٹھی اُسکی بھینس"۔

نواب سید علی محمد خان کی علالت مرض الموت مین انتظامات اور نواب صاحب کی وفات

نواب سید علی محمد خان کو اپنے مُلک پر قبضہ کئے ہوے ہنوز ایک سال نہ گذرا تھا کہ اُنکو مرض استسقا پیدا ہوگیا مشہور یہی ہے۔ اور عماد السعادت مین لکھا ہے کہ مرض فالج مین مبتلا ہوگئے۔ اور بعضے کہتے ہین کہ اُنکی پیٹھ مین سرطان (ڈھیٹ) نکل آیا مگر صحیح یہ ہے کہ مستسقی ہوگئے اور بہت کمزور ہوگئے اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت جاتی رہی۔ ایک دن دردِ سر کی شدت تھی حکیم سید احمد گیلانی معالج تھا اُسنے پیشانی پر صندل وغیرہ کا ضماد کرادیا نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ نواب صاحب بہرے ہوگئے امتحان کے لیے نواب صاحب نے بڑی سی توپ اپنے سامنے طلب کرکے سر کرائی اُسکی آواز بھی سماعت مین نہین آئی۔ اُس وقت زندگی سے تنگ ہوکر موت کے لیے دعائی اور کہی بار فرمایا کہ اب زندگی مین کوئی لطف نہین رہا بدن گھل گیا تھا پوست اور ہڈیان باقی رہ گئی تھین۔ زندگی سے مایوس ہوکر پرہیز توڑ دیا۔ نواب صاحب بہادر کو جب زندگی سے مایوسی ہوگئی تو اپنے مُلک کے انتظام اور اپنے افسرون کے بندوبست کی طرف متوجہ ہوے دونون بڑے بیٹے اُنکے قندھار مین احمد شاہ ابدالی کے پاس تھے اور باقی چار بیٹے ایسے کمسن تھے کہ کوئی بندوبست اُن سے غیر ممکن تھا۔ نواب صاحب بڑے دور اندیش تھے برسون کی بات اور کوسون کی مسافت کو سامنے دیکھتے تھے۔ حافظ رحمت خان کی صفائی طبیعت کے امتحان کے لیے اول اُنھون نے اپنے افسرون کو طلب کرکے اپنی پگڑی حافظ رحمت خان کے

سر پر رکھدی حافظ صاحب رونے لگے اور اُس پگڑی کو اپنے سر سے اُتار کر نواب
سید سعد اللہ خان کے سر پر رکھدیا جنکی عمر اسوقت تیرہ[۱] چودہ سال کی تھی اور
سید عبد اللہ خان و سید فیض اللہ خان سے چھوٹے اور باقی بھائیون سے بڑے
تھے۔ نواب سید علی محمد خان حافظ صاحب کے اس فعل سے بہت خوش ہوئے
اور فرمایا کہ اگر سید عبد اللہ خان قندھار سے واپس آئین تو یہ دستار اُنکے سر پر رکھدینا[۲]۔
غرضکہ نواب صاحب نے حافظ رحمت خان۔ دوندے خان۔ بخشی
سردار خان۔ فتح خان خانسامان۔ عبد الستار خان۔ راجہ کنور سین بخشی دوم۔
سید احمد شاہ۔ سید معصوم۔ شیخ محمد کبیر اور بدو خان وغیرہ ارکان دولت کی صلاح
سے نواب سید سعد اللہ خان کو اپنا قائم مقام کیا اور پگڑی اپنے سر سے اُتار کے
نواب سید سعد اللہ خان کے سر پر رکھی اور حافظ رحمت خان کو اس تمام مُلک
روہیلکھنڈ کا نگران اور نواب سید سعد اللہ خان کا مدار المہام بنایا اور دوندے خان
حافظ رحمت خان کے چچازاد بھائی کو تمام فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا اور حکم
دیا کہ اُنکے دونون بھائی نعمت خان اور صلابت خان اُنکے کام مین مشیر رہین اور
مُلّا محمد سردار خان کو بخشی فوج مقرر کیا اور فتح خان کو خانسامان گری کا کام سپرد کیا

---

[۱] اخبار حسن مین لکھاہے کہ نواب قائم خان کی لڑائی کے وقت نواب سید سعد اللہ خان سات برس کے تھے اور منتخب العلوم مین لکھاہے کہ نواب سید علی محمد خان کی وفات کے وقت اُنکی عمر دس سال کی تھی حالانکہ ۱۱۵۰ ہجری مین اُنھون نے انتقال کیا تو ستائیس برس کا سن تھا اور نواب سید علی محمد خان نے ۱۱۶۲ ہجری مین وفات پائی ہے تو معلوم ہوا کہ نواب سید علی محمد خان کے بعد تیرہ برس زندہ رہے اور اس صورت مین انتقال نواب ممدوح کے وقت اُنکی عمر چودہ سال کی ہونا چاہیے ۱۲ منہ [۲] دیکھو منتخب العلوم ۱۲

داؤد خان کے جانشین ہوے تھے اور کوئی تیئیس یا چوبیس برس تک جوہر جلادت و سرداری دکھایا۔

نواب سید علی محمد خان بہادر کے ذاتی عادات

نواب سید علی محمد خان ریاست کا کام سیاست کے ساتھ اور حکومت کا کام شریعت کے ساتھ کرتے تھے علی العموم احکام شریعت کو مانتے تھے اور اُنکی بہت تشدد سے پابندی کرتے تھے۔ نہایت دلیر۔ وجیہ۔ سخی۔ عقیل۔ صائب الراے تھے مذہبی معاملات کے پابند تھے۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ اُنھوں نے ملک گیری اور ملک داری کے تمام اوصاف سے پورا پورا حصہ پایا تھا جدھر لشکرلے کر گئے کامیاب ہوے اُنکی عالی ہمتی اور دریا دلی کے چشمے زبانوں پر جاری ہیں اور زبانوں تک رہینگے اخلاق اور بہادری اُن کے نام پر ہمیشہ پھول اور موتی برسائینگی اُنکا سر ایسے پھولوں کے ہاروں سے سجا ہے جنکی مہک قیامت تک دماغ عالم کو معطر رکھے گی۔

مؤلف سیر المتاخرین باوصف اسکے کہ بڑا نا آشنا مزاج اور روہیلوں کے خلاف ہے اُسنے نواب سید علی محمد خان بہادر کی تعریف میں ایک فقرہ لکھا ہے گویا انگوٹھی پر نگینہ اور نگینہ پر نقش بٹھا ہے "شجاعت اور لیاقت اور سرداری سے بہرہ رکھتے تھے" اس کتاب میں اُسنے کئی جگہ نواب صاحب کی جرات اور ارادے اور شعور اور عزم کی تعریف کی ہے اور اُن کو صاحب ارادہ و جرات اور باشعور تسلیم کیا ہے۔

نواب صاحب تمام کٹھیر پر بالاستقلال فرمانروا تھے۔ ہندو جو اس ملک پر اباعن جد حکومت رکھتے تھے اُنکی حکومت کو بالکل صفحۂ روہیلکھنڈ سے مٹا دیا تھا۔ تمام زمینداران دامن کوہ کی جڑ اُکھیڑ ڈالی تھی۔ لیکن پھر بھی اُن کی کھرچن کنارون مین لگی ہوئی تھی۔

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب صاحب نے بتخانون کو تڑوا ڈالا۔ احکام اسلام جیسے صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو بخوبی جاری کیا بہت سی مسجدین مدرسے اور خانقاہین تعمیر کرائین علما و فضلا اور فقرا کے بڑے قدردان تھے۔ ہر طرف سے غربا اُنکے سایۂ عاطفت مین آتے اور پرورش پاتے ملک روہیلکھنڈ پر اُنکو حکومت اُنکی شجاعت۔ نیک نہادی۔ سخاوت۔ رعیت پروری۔ عدالت گستری کی وجہ سے حاصل ہوئی اُن ہی کی ہمت نے اس سرزمین خراب آباد کو رشک باغ ارم بنایا اور اُنکی تیغ بیدریغ نے اکثر مخالفون کو قضا کے گھاٹ اُتارا۔ اُنھون نے اپنے دشمنون پر زور و شور کے دھاوے اور جان جوکھون کے ساتھ یلغارین کین اور تھوڑی سی جمعیت سے ہزارون کے لشکر گرد باد کر دیے۔ مین نے نواب سید علی محمد خان کی تعریف مین وہ الفاظ خرچ کیے ہین جن سے اُن کے جوہر اصلی کھُل جائین اور معلوم ہو جائے کہ وہ اس ڈھب کے ہین یا نہین اور ہین تو کس درجے پر ہین اور کتنی ستائش کے قابل ہین اُن کے حالات پھول پھول بلکہ پتی پتی چُن کر ایک گلدستہ سجایا اور کسی جگہ مبالغہ اور تصنع کا رنگ نہین چھڑکا۔

شہر آنولہ اور کثرت مساجد

نواب سید علی محمد خان کا دارالحکومت آنولہ تھا اور یہ اُس زمانے میں شہر عظیم الشان تھا۔ قوم قوم کے محلے جدا جدا تھے اس شہر میں نواب صاحب کے عہد میں بہت سے مدرسے۔ خانقاہیں تھیں۔ پختہ قلعہ تھا جسکے گنبد زرین تھے اور مُذہّب مسجد[1] تھی۔ شجاع الدولہ کی یورش کے وقت ۱۱۸۸ ہجری میں قلعہ خراب ہوگیا۔

تذکرۃ حکومۃ المسلمین میں لکھا ہے چونکہ ہر ایک پٹھان کا بسبب نفسانیت کے یہ قول تھا کہ دوسرے پٹھان کے مکان و مسجد پر نماز پڑھنے کو نہیں جائینگے اسلیے ہر ایک پٹھان نے اپنے دروازے پر مسجد تعمیر کی چنانچہ سترہ سو مسجدیں آنولہ میں تیار ہوئیں بلکہ ابتک بعض مساجد آباد اور اکثر شکستہ و ویران موجود ہیں۔

نواب سید علی محمد خان بہادر کا حلیہ

انندرام مخلص نے بن گڑھ کے سفرنامے میں لکھا ہے "علی محمد خان چہل سالہ جوانے ست یک پیرہن گوشت۔ میانہ قد۔ سفید پوست۔ چہرہ کوچکے کہ پُرمشابہ بروہیلہ نیست می بیچد شگفتہ رو وکشادہ پیشانی وصاحب دل وجگرست اغلب کہ جوہر او خوب باشد"

---

[1] دیکھو مساکن فلسفی مؤلفہ دیوان منشو لال م۔

نواب صاحب کا اصلی نام۔ اور خطابی نام۔ اور سکّہ

ہمارے مُلک کے مؤرخین کو نواب سید علی محمد خان کے نام اور خطاب مین بڑا اشتباہ ہوگیا ہے حقیقت مین نام اُنکا محمد علی تھا۔ اور علی محمد خان خطاب کے وقت سے بدلا گیا ہے۔ اور ثبوت اسکا اُنکے نام کے اُن کاغذات سے ہوتا ہے جو اُنکے نام پر ایسی حالت مین صادر ہوے تھے کہ وہ ابھی سلطنت کی طرف سے صاحب خطاب نہین ہوے تھے۔ اور اُن لوگون کے بیانات سے بھی جو اُسوقت مین موجود تھے اور عزت و وقار رکھتے تھے۔ چنانچہ خواجہ عبدالکریم نے جو کہ نواب حکیم علوی خان معتمد الملوک معالج محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کی رفاقت مین تھا اور نادر شاہ کے واقعات فوج کشی ہندوستان کو اپنی آنکھون سے دیکھ کر لکھا ہے اور پھر علوی خان کی رفاقت چھوڑ کر حج بیت اللہ کو چلا گیا تھا اپنی کتاب تاریخ مین جسکا نام "بیان واقع" ہے لکھتا ہے۔ کہ "در ماہ صفر ۱۱۵۸ھ ہجری محمد شاہ بہ ترغیب و تحریک صفدر جنگ برائے تادیب و تنبیہ محمد علی خان کہ در آنولہ و بن گڑھ وغیرہ کمال استقلال بہم رسانیدہ بود تشریف بردند"

اور ایک شعر سکّے کے متعلق نواب کے نام سے تمام روہیلکھنڈ مین مشہور تھا اُسمین بھی محمد علی موزون ہے اور وہ یہ ہے ؎

سکّہ زد بر کل کٹھیر و طبل زد در پیلی   بادشاہ ہے شد روہیلہ نام او محمد علی

یہان محمد علی کی حاے حطّی تقطیع سے ساقط ہوتی ہے اور ایسا شعرا مین جائز ہے فصیح کا شعر ہے ؎

اے فصیح یہ گھر بغیر از یار کے زندان ہے ہر در و دیوار پر لکھد یجیے اس بات کو

عزیز القلوب مین چند پروانے بکجائی نواب سید علی محمد خان کے نام نامی برمت رسج ہین جو ابتدائے ترقی کی حالت مین کہ ابھی حد کمال کو نہ پہونچی تھی اُنکو لکھے گئے تھے اُنکا عنوان یہ ہے **شہامت پناہ محمد علی خان روہیلہ** اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت نواب صاحب کو منصب اور ماہی مراتب عطا ہوا تو اُس وقت اُنکے اصلی نام کی جگہ **علی محمد خان** نام مرحمت ہوا۔ اور یہ سلطنت مغلیہ کا دستور تھا کہ جسکا پایہ بڑھایا جاتا اُسکا نام بھی دوسرا سلطنت کی طرف سے رکھدیا جاتا۔ جو بطور خطاب کے سمجھا جاتا۔ اور بعد اس کے یہی عطیہ نام زبانون پر جاری ہوکر وہ پہلا نام نسیاً منسیاً ہوجاتا۔ نظیر اسکی یہ ہے کہ اعتماد الدولہ وزیر اعظم محمد شاہ کا اصلی نام محمد فاضل تھا سلطنت کی طرف سے محمد فاضل کی جگہ قمر الدین نام مرحمت ہوا۔ برہان الملک بانی ریاست اودھ کا اصلی نام محمد امین ہے مگر وہ خطابی نام سعادت علی خان کے ساتھ مشہور ہوے۔ امیر الامرا غازی الدین خان فیروز جنگ کا اصلی نام محمد پناہ ہے ابو المنصور خان صفدر جنگ کا اصلی نام محمد مقیم ہے۔

قانون خاندان مین لکھا ہے کہ محمد شاہ نے نواب کو خطاب ”فدوی بادشاہ محمد شاہ بہادر غازی“ دیا تھا۔

اس شعر سے ؎ سکہ زد بر گل کشمیر الخ یہ بات بخوبی ثبوت کو پہونچتی ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے روہیلکھنڈ مین سکہ جاری کیا تھا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے۔ کیونکہ اُس وقت لکھنؤ اور فرخ آباد

روہیلکھنڈ کے قرب وجوار مین ٹکسالین تھین اور بعد کو نجیب آباد اور بریلی مین
جاری ہوئین تو نواب سید علی محمد خان کی قوت وشوکت بدرجہا اُنسے بالا تھی
پھر اُنکو ٹکسال رکھنے مین کون مانع آتا اور ابتک ہمارے دیکھتے راجپوتانے اور
مالوے کی چھوٹی چھوٹی ریاستون مین علٰحدہ علٰحدہ سکے جاری تھے اور اُنکے
یہان دارالضرب موجود تھے۔

نواب سیّد علی محمد خان بہادر کی مُہر

نواب صاحب کی مُہر مین یہ عبارت کندہ تھی "علی محمد خان بہادر فدوی
محمد شاہ بادشاہ غازی" یہ مہر گول اور کلان تھی۔
ذرا اُنکی ملکداری۔ تدبر اور سلسلۂ فتوحات کا اندازہ تو دیکھو۔ ایک ذرا سے
چٹکلے مین کیسا بادشاہ کے مزاج کو اپنی طرف مائل کرنے کی صورت نکال لی۔

نواب سید علی محمد خان بہادر کے دستار بدل بھائی

کتب تواریخ کی تلاش سے یہ معلوم ہوا کہ نواب سیّد علی محمد خان صاحب
سے دو شخصون نے پگڑی بدلی تھی۔
(۱) بریلی کے فوجدار پہاڑ سنگھ کھتری نے نواب سید علی محمد خان کے ساتھ پگڑی
بدلی تھی[۱] جبکہ تمام روہیلکھنڈ پر نواب سیّد علی محمد خان کا قبضہ ہوگیا تو پہاڑ سنگھ
اُنکی سرکار مین بڑی عزت کے ساتھ رہنے لگا اور بعد اُنکے حافظ رحمت خان کا

[۱] دیکھو عماد السعادت ۱۲

دیوان بلکہ مدار المہام ہوگیا۔ جبکہ حافظ رحمت خان شجاع الدولہ کے محاربے مین مارے گئے تو شجاع الدولہ سے ملگیا اور روہیلکھنڈ کی رعایا پر زر مالگذاری کی بابت بہت سختیان کین مگر آخرکار اُسکی پاداش مین خود بھی اتنی کشاکش اُٹھائی کہ اُس صدمے سے مرگیا۔

(۲) شجاعت خان غلزئی قادر گنج والے نے بھی نواب سید علی محمد خان سے پگڑی بدلی تھی[1] یہ شخص نواب محمد خان اور نواب قائم خان والیان فرخ آباد کا ایک بڑا سردار تھا۔ روہیلکھنڈ پر نواب قائم خان نے چڑھائی کی تو یہ شخص بڑی بیدلی سے نواب موصوف کا شریک تھا جبکہ نواب قائم خان مارے گئے تو شجاعت خان نے اپنے آپ کو روہیلون کے حوالے کردیا اور مارا گیا۔

تنبیہ پگڑی کا بدلنا ہندوستان مین نہایت اتحاد کی علامت ہے ایسے شخص باہم بھائی سمجھے جاتے ہین۔

اولاد نواب سید علی محمد خان بہادر

(۱) نواب سید عبد اللہ خان (۲) نواب سید فیض اللہ خان بطن مرغلری بیگم قوم متنیا سے۔ مرغلری پشتو کی زبان مین دُرنایاب کے معنی مین ہے۔ (۳) نواب سید سعد اللہ خان بطن سارا بیگم قوم بنیروال سے (۴) سید محمد یار خان بطن لاڈو بیگم سے (۵) سید اللہ یار خان راج بیگم کے بطن سے (۶) سید مرتضی خان (۷) شاہ بیگم زوجہ عنایت خان خلف حافظ رحمت خان

---

[1] [illegible] فرخ آباد [illegible]

ہمشیرۂ حقیقی نواب سید فیض اللہ خان (۸) نیاز بیگم زوجۂ شاہ محمد خان خانزادہ قوم بڑتیچ برادر رحمت خان جنکے نام سے ایک گھیر بریلی دروازے موجود ہے (۹) معصوم بیگم والدۂ نواب غلام قادر خان ابن نواب ضابطہ خان خلف نواب نجیب الدولہ بہادر (۱۰) عنایت بیگم زوجۂ بہادر خان خانزادہ قوم کمالزئی (۱۱) ایک دختر بڑو خان کی بیٹی کے بطن سے تھی جس کی منگنی اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے بیٹے کے ساتھ ہوئی تھی مگر بیاہ سے قبل سن تمیز کو پہونچنے سے پیشتر نواب سید علی محمد خان کی حیات مین انتقال ہوگیا۔

نواب سیّد سعد اللہ خان خلف نواب سیّد علی محمد خان بہادر کی مسند نشینی

جب سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین نواب سید سعد اللہ خان نواب سید علی محمد خان کی جگہ مسند نشین ہوے تو حافظ رحمت خان وغیرہ سردارون کے مشورے سے ملک کا انتظام ہونے لگا۔

اُس وقت نواب سید سعد اللہ خان کی عمر تیرہ چودہ برس کی تھی وہ سنہ ۱۱۴۸ یا سنہ ۱۱۴۹ ہجری مین پیدا ہوے تھے کیونکہ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین اُنھون نے انتقال کیا تو اُس وقت ستائیس[۲] برس کے تھے پس جن مورخون[۱] نے یہ بیان کیا ہے کہ مسند نشینی کے وقت نواب سید سعد اللہ خان کی عمر دس برس کی تھی اور جنھون[۲] نے نواب قائم خان کی چڑھائی کے وقت اُن کی عمر سات برس کی بتائی ہے اُنکی راے صحیح نہین ہے۔

---

[۱] دیکھو منتخب العلوم ۱۲ [۲] دیکھو اخبار حسن ۱۲

قطب الدین محمد خان کامرادآباد کی چکلہ داری پرآنا اور روہیلون کے ہاتھ سے مارا جانا

فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان کے مرض الموت مین قطب الدین محمد خان نبیرۂ نواب عظمت اللہ خان نواب سید علی محمد خان کی سرکار کی نوکری چھوڑ کر دہلی کو چلا گیا۔ جب اُسنے یہ سنا کہ نواب سیّد علی محمد خان کا انتقال ہوگیا تو اُسنے خان خانان انتظام الدولہ ابن قمرالدین خان وزیر اعظم سے استدعا کی کہ مرادآباد کی چکلہ داری پر مین بھیجدیا جاؤن یہان روہیلون کے تسلط کی وجہ سے انتظام الدولہ کو ایک حبہ بھی نہین پہونچتا تھا۔ اُسنے فوراً اس درخواست کو منظور کر لیا اور ایک پروانہ سند کے لیے لکھ کر دیدیا مگر نہ کوئی سامان جنگ دیا نہ زر نقد سے اعانت کی[له]

بعض کہتے ہین کہ صفدر جنگ کے دل مین یہ حرص پیدا ہوئی کہ مُلک روہیلکھنڈ روہیلون سے چھین کر اپنے مُلک اودھ مین شامل کرلے اور اپنے ملک کی غربی حدود کو گنگا تک پہونچادے اس بنا پر بادشاہ کے یہان سے قطب الدین محمد خان کو روہیلکھنڈ کی گورنری کا حکم لکھوا کر روانہ کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس زمانے مین بادشاہ کی حکومت اور دبدبہ کی یہ کیفیت تھی کہ ایک ادنی بچے پر بھی جسکو تلوار کا نام لینا تک نہ آتا ہو سلطنت کا کچھ رعب نہ تھا۔

له دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

قطب الدین محمد خان حکومت کے نام پر مٹا ہوا تھا قرض وام کرکے تھوڑا سا اسباب تیار کیا اور مراد آباد کی تسخیر کے ارادے سے روانہ ہوا اُسکے پاس کچھ سپاہی بھی جمع ہو گئے اور قطب الدین محمد خان ایک کوتہ اندیش آدمی تھا وہ بڑی بے پروائی سے گنگا اُتر کر دھام پور نگینہ ضلع بجنور مین داخل ہوا۔ سرداران روہیلہ نے اُسکا یہ قصد سنکر اُسکو خط لکھے کہ آپ اس ارادے سے باز آئیے اور صلح کے ساتھ ہمارے پاس چلے آئیے جیسے ہم گذر کرتے ہین آپکے واسطے بھی اسی طرح آپکی مرضی کے موافق مقرر کر دیا جائیگا اُسکی موت سر پر سوار تھی پٹھانون کی ان تحریرات نے اثر نہ کیا۔ اخبار حسن اور منتخب العلوم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ نواب قائم خان والی فرخ آباد نے بھی روہیلکھنڈ پر چڑھائی کی تیاری کی تھی۔ پس اُسوقت روہیلون پر جو مصیبت دمصیبت پیش تھی اُسکا اندازہ مشکل ہے۔ نواب سید علی محمد خان کے مرنے سے ایک بہت بڑا مدبر اور شجاع رئیس اُنکے ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ جو رئیس اسوقت اُنکا تھا وہ ناتجربہ کار اور کم عمر تھا ہر طرف سے اُنکو دشمنون نے گھیر رکھا تھا۔ نجیب خان۔ عبد الستار خان۔ دوندے خان اور سید معصوم کی ماتحتی مین فوج روہیلہ آنولے سے قطب الدین محمد خان کے مقابلے کے لیے مراد آباد کو روانہ ہوئی رام گنگا کے کنارے پر لڑائی ہوئی بعض کہتے ہین کہ وہ ہنوز دھام پور تک نہ پہونچا تھا کہ دوندے خان نے پہونچکر اُسکا مقابلہ کیا۔ سیر المتاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ قطب الدین محمد خان کے ساتھ دو تین سو آدمیون سے زیادہ نہ تھے اور جام جہان نما مین بیان کیا ہے

کہ پانسو سوار و پیادون کی جمعیت اُسکے ساتھ تھی اور تاریخ مظفری مین لکھا ہے
کہ قطب الدین محمد خان کے ساتھ سات آٹھ ہزار سوار و پیادے تھے جن مین زیادہ تر
نئے آدمی بھرتی کیے ہوے تھے۔ افغانون کی فوج کثیر تھی توپخانے کا سلسلہ بڑا
تھا اور یہ لوگ بان کی جنگ مین بڑے مشّاق تھے۔ لڑائی کا تھوڑا سا زور
پڑتے ہی قطب الدین محمد خان کے اُن سپاہیون کے جو نئے بھرتی ہوکر میدانِ
جنگ مین آئے تھے۔ قدم اُکھڑ گئے اور بھاگ نکلے تھوڑے سے آدمی جو ساڑھے تین سو
کے قریب تھے اُسکے ہمراہ رہگئے۔ اِنمین زیادہ تر اُسکے رفیق قدیم تھے اور تھوڑے
سے نئے آدمی تھے مگر اُنھون نے اپنی شرافت اور مردانگی کی وجہ سے میدان سے
مُنھ نہ پھیرا اور قطب الدین محمد خان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ قطب الدین محمد خان کا
ایک پاٗون گولے سے یا بان سے اُڑگیا۔ اِس وقت اُسکے ہمراہی بھی کام آچکے
تھے کچھ تھوڑے سے باقی رہے تھے۔ اُنکی تسلّی کے لیے قطب الدین محمد خان
نہایت استقلال کے ساتھ کہنے لگا کہ "دل مین ذرا ہراس نہ لانا چاہیئے" یہ کلمہ
جون ہی زبان سے نکلا تھا کہ ایک سخت ضرب کھا کر گھوڑے سے گرا اور دم نکل گیا۔
سیر المتاخرین کا مؤلف قطب الدین محمد خان کی تعریف کرتا ہے۔ کہتا ہے
کہ "تہور و مردانگی مین رستم سے کم نہ تھا اُسکے ہمراہیون نے بڑی ثابت قدمی کے
ساتھ لڑائی کی اور بندوقون کے فیر کیے مگر روہیلون پر فتحیاب نہ ہوسکے وہ اور
اُسکے تمام آدمی مارے گئے۔ صرف دس بارہ آدمی زخمی بچے تھے جو مرہم پٹی کے
بعد تندرست ہوگئے"۔ روہیلے چونکہ اتقا اور پرہیزگاری مین حد سے گذرے
ہوے تھے اور سیر المتاخرین کا مؤلف اپنے ہم مذہبون کا عاشق تھا یا اُن لوگون

شیدا تھا جو روہیلون سے دشمنی رکھتے تھے۔ اسلیے روہیلون کے باب مین اچھے لفظ قلم سے نہین ٹپکتے بلکہ جہان موقع پاتا ہے چٹکی لیجاتا ہے چوکتا کسی سے نہین اور اُنکے دشمنون کا ذکر ادب اور تعظیم سے کرتا ہے۔

غرضکہ اس فتح کے بعد روہیلون کی تمام فوج قائم خان کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئی۔

نواب قائم خان بنگش والی فرخ آباد کی روہیلکھنڈ پر تسخیر کے ارادے سے چڑھائی اور روہیلون کے ہاتھ سے اُن کی تباہی

نواب قائم خان بنگش کا ملک کٹھیر سے بالکل ملا ہوا تھا اسواسطے اُنکے اور روہیلون کے درمیان بہت موافقت تھی۔ نواب سید علی محمد خان کے بعد صفدر جنگ کو یہ سوجھی کہ اب اِن دونون سکردارون کو آپس مین لڑا دو۔ دونون مین سے جس کسی کو شکست ہوگی اُسمین اپنا مطلب نکلتا رہیگا۔ صفدر جنگ روہیلون کی جمعیت کو اپنے صوبے کے قریب نہین دیکھ سکتے تھے۔ ہمیشہ اُنکی بربادی کی فکر مین رہتے تھے۔ قمرالدین خان جب تک زندہ رہے صفدر جنگ اپنے دل کا بخار روہیلون سے خاطر خواہ نہ نکال سکے۔ صفدر جنگ نے بادشاہ کے یہان سے روہیلکھنڈ کی گورنری کا حکم قائم خان کے نام جاری کرکے بھیجدیا اور جام جہان نما مین لکھا ہے کہ ہندوستان کے شہنشاہ احمد شاہ نے بھی تحریک کی اُدھر خفیہ صفدر جنگ نے روہیلون کو اشارہ کردیا

کہ تم مقابلے مین کمی نہ کرنا یہ امر آرون صاحب نے کتاب بیان الواقعہ سے نقل کیا ہے
اس حکم کے پہونچنے پر نواب قائم خان نے خاص خاص سردار بغرض مشورہ طلب کئے سرگروہ ان مین بخشی محمود خان آفریدی مع اپنے بھائیون کے تھا انھون نے فوراً لڑائی کی راے دی لیکن نواب قائم خان اپنے پٹھان بھائیون سے لڑنا نہ چاہتے تھے۔ شجاعت خان غازی جسنے نواب سید علی محمد خان سے پگڑی بدلی تھی اور یاقوت خان وخان بہادر خان اور شمشیر خان اور مقیم خان اور اسلام خان اور کمال خان اور سردار خان چیلون نے عرض کیا کہ روہیلے آپکے بدخواہ نہین ہین اگر کوئی شخص اُنکے پاس اُس طرف گنگا کے بھیجا جائیگا تو عجب نہین کہ نواب سید سعد اللہ خان آپکے پاس حاضر ہو جائینگے اس غرض کی منظوری کے لیے معظم خان برادر محمود خان آنولے کو روانہ کیا گیا اور تین خلعت نواب سید علی محمد خان کے تین بیٹون کے واسطے اُسکے ہمراہ کیے گئے کہ جاکر اُنکو عطا کرے اور حسب دستور کل جائداد مملوکہ نواب سید علی محمد خان بادشاہ کے نام سے ضبط کر لیوے اگر اسمین کوئی اعتراض واقع ہوگا تو نواب قائم خان بذات خاص حملہ کرنے کو روانہ ہونگے۔

راقم کے نزدیک قائم جنگ کے تین خلعت بھیجنا محل نظر ہے کیونکہ نواب سید علی محمد خان کی اولاد مین قابل خلعت پوشی صرف نواب سید سعد اللہ خان بہادر آنولے مین موجود تھے اور دو صاحبزادے جو اس قابل تھے وہ احمد شاہ ابدالی کے پاس افغانستان مین تھے اور اگر اولاد صغیر السن کا بھی شمار کیا جائے تو اس حساب سے چار خلعت چاہیے تھے نہ کہ تین خلعت کیونکہ صغیر السن اولاد مین

علاوہ نواب سید سعد اللہ خان کے تین صاحبزادے اور بھی موجود تھے لیکن حکایت کرتے ہین کہ قبل پہونچنے معظم خان کے نواب سید علی محمد خان کے بیٹون کو سلطنت کی طرف سے خلعت سرفرازی پہونچ چکا تھا خیر کیسا ہی ہوا معظم خان کی سفارت محض ناکام رہی اور روہیلون نے جواب دیا کہ ہمنے اس ملک کو راجپوتون اور زمیندارون سے لیا ہے جب تک مرغ جان قفس عنصری مین باقی ہے ملک و مال سے ہرگز دستکش نہونگے اور وہ دوسرے دن فرخ آباد کی طرف لوٹا جب معظم خان نے اپنی ناکامی کی اطلاع دی تو محمود خان نے کہا کہ خلعت کا واپس آنا سخت اہانت کی بات ہے اور یہ اہانت اس صورت سے مٹ سکتی ہے کہ فی الفور آنولے کی طرف کوچ کیا جائے۔ بہت دیر تک شجاعت خان اور چیلون سے مشورہ رہا شجاعت خان نے ابتک یہی صلاح دی کہ میدان جنگ سے کنارہ کش رہنا چاہیے۔ مگر محمود خان کہ ملک و غنیمت کا تشنہ تھا کہنے لگا کہ شجاعت خان فریق ثانی کی دلالی کرتا ہے محض اس سبب سے کہ اُسنے نواب سید علی محمد خان کے ساتھ پگڑی بدلی تھی اس توہین سے طیش مین آکر شجاعت خان نے کہا کہ بسم اللہ مین جھنڈا کھڑا کرکے سب سے آگے ہوتا ہون اُسی وقت خزانے کے صندوق کھولے گئے جھنڈا کھڑا کیا گیا اور توپخانے سے بارود نکالی گئی۔ اس عرصے مین احکام تنخواہ دار فوج کی طلب مین جاری ہوے اور اطراف کے زمیندار بلائے گئے کسل سنگھ ردرو والے اور راجہ ہندو سنگھ چچیڑی والے اور راجہ شیوراج[۱] پور کے نام حکم بھیجے گئے اور وہ

[۱] یہ ضلع کانپور مین بلہور کے قریب سمت مشرق مین ہے ؎

مع بیس ہزار سوار کے قائم خان کے شریک ہوے کچھ سرداران مرہٹہ کہ کالپی کے ناظم تھے بلائے گئے اور جعفر خان چیلہ ناظم پرگنہ اکبرپور اُن کے پاس بھیجا گیا۔ اور شیخ فرحت اللہ لکھنوی بھی جو کہ نواب سعادت خان اور صفدر جنگ سے عداوت رکھتا تھا آکر شریک ہوا۔ روہیلے حملے کی صورت دیکھکر خوف زدہ ہوے اور اس بلا کو ٹالنے کے لیے اُنھون نے ایک عرضداشت نواب سید علی محمد خان کی بیوہ کی جانب سے تیار کی اور سید معصوم[۵۱] کے ہاتھ اور بقول حضرت سید احمد شاہ[۵۲] عرف شاہ جی میان والد سید معصوم کے ہاتھ کہ بڑے نیک خصلت اور عقل و دانش مین ارسطوے زمانہ اور تہور و مردانگی مین یگانہ اور افاغنہ کے پیرزادے تھے اور حضرت سید علی بابا کی اولاد مین تھے جو سادات ترمذ سے ہین فرخ آباد کو روانہ کی اور سادات اور قرآن مجید بھی اُن کے ہمراہ کیا۔ اُس عرضداشت کا مضمون یہ تھا کہ جب اس یتیم (یعنی سید سعد اللہ خان) کے والد نے قضا کی تب بجز نواب کے اور تمھاری ذات کے اُنکو کسی پر بھروسا نہ تھا اگر تمھارا ہی منشا ملک چھین لینے کا ہے خیر ایسا ہی سہی شجاعت خان اور شمشیر خان اور خان بہادر خان کو یہان بھیجدو ہم سب اُنکے ساتھ حاضر ہو جائینگے اور بعوض اُسکے والد کے ملک کے ہم بزور شمشیر مشرق مین کچھ ملک صفدر جنگ کا فتح کر لینگے۔ جب سید نواب قائم خان کے روبرو حاضر ہوے تو اُنھون نے نواب سید سعد اللہ خان کی ماں کی چادر نواب کے قدمون پر ڈالدی اور قرآن شریف ہاتھ مین اُٹھایا اور اس طرح سے نواب سے

---

۵۱ دیکھو منتخب العلوم اور تاریخ فرخ آباد مؤلفہ آروِن صاحب ۱۲

۵۲ دیکھو اخبار حسن و فرح بخش و تاریخ فرخ آباد مؤلفہ سید ولی اللہ و عماد السعادت ۱۲

متکلم ہوے "اے قوم افغان کے سردار اس کلام مجید کے واسطے سے اس فقیر بیچارے کی عرض قبول فرماکر اور اس چادر کے مالک کی عاجزی وبیکسی پر لحاظ کرکے اس قوم پر رحم کر اور غریب بے یار ومددگار بچون کے خون سے درگذر۔ خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انبیا و اولیا سب کے واسطے صلح پسندیدہ ہے[1]"

فرح بخش مین بیان کیا ہے کہ روہیلون نے نواب قائم خان سے یہ بھی عرض کرایا کہ ہم ایک رقم معقول نذر کرینگے اور قبضے پرگنے دریاے گنگا کے کنارے پر واقع ہین وہ چھوڑ دینگے اور ارواح حضرت رسول مقبول و حضرت غوث اعظم کو شفیع بنایا۔ سید کی عرض سنکر نواب بخشی محمود خان کی جانب مخاطب ہوا اور اس کل بحث کو اسکی راے پر محول کیا اس شخص کے دل مین سواے ضرر رسانی اور فساد کے دوسری بات نہ تھی سید سے کہنے لگا کہ تم سید ہو پیرزادے ہو تمکو معاملات دُنیا کا حال کیا معلوم ہے تم کیون اس قسم کے کامون مین ہاتھ ڈالتے ہو۔ اللہ اللہ پیر گردون سال کو کمال دنیاے دانش کے دل پر اسوقت کیا گذری ہوگی آسمان کی طرف دیکھ کر کہا ہوگا کہ زمانے نے کیا ہوگا۔ گھبراتا ہے ہمارا مزاج خود ان جھوٹون کی برداشت نہین رکھتا ایسے بیدل بیج عنقریب تمہارے جوانمردون کی گھوڑدوڑ مین دب جائینگے۔

جب چند سوال وجواب اسی قسم کے ہوے تو سید کو معلوم ہوا کہ یہان کچھ امید صلح کی نہین ہے کئی دفعہ انھون نے کہا کہ تکبر خدا اور رسول کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے اور مغرور ضرور مقہور اتنی ہوتے مین اگر خدا اور رسول کو

[1] دیکھو تاریخ فرخ آباد مؤلفہ [illegible] صاحب۔

نہین مانتے ہو تو ضرور تم پر کوئی نہ کوئی آفت پڑیگی اور تمھاری فوج و سپاہ سے کچھ نہو سکے گا تم اپنی فوج پر نازان ہو تو وہ خدا پر بھروسا کیے ہوے ہین یاد رکھو کہ تمکو اجل اُس مُلک کی طرف لیے جاتی ہے۔ قائم جنگ نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔

اکسیر اعظم کے مصنف حکیم محمد اعظم خان صاحب مجھ سے بیان فرماتے تھے کہ "میان فضل امام نام ایک روشن ضمیر سنی المذہب نہایت عابد و زاہد شہر فرخ آباد کے باہر رہا کرتے تھے قائم جنگ چونکہ شیعہ تھے اسلیے اُنکے ساتھ نہایت تعصب تھا بلکہ اُن ہی کی ضد سے اپنے دو غلامون کا نام قہر امام اور غضب امام رکھا تھا جب شاہ جی میان قائم خان کے پاس سے بے نیل مرام واپس ہوے تو راہ مین میان فضل امام سے ملاقات ہوئی اُنھون نے حال دریافت کیا شاہ جی میان نے کہا کہ نہایت منت و سماجت کی گئی کہ کسی طرح سے حریف اپنے ارادے سے باز آئے مگر قائم جنگ نے ایک نہ سُنی میان فضل امام نے شاہ جی میان سے کہا کہ تم حافظ رحمت خان سے کہدو کہ بلا تامل جنگ کی تیاری کر دین قائم جنگ پر قہر امام اور غضب امام نازل ہوے ہین تم ضرور فتحیاب ہوگے" اس کے بعد شاہ جی میان آنولہ کو واپس آئے اور روہیلون سے کہا کہ تم جنگ کی تیاری کرو۔

گزیٹیر مین ہے کہ فی الفور روہیلون نے پچیس ہزار کے قریب آدمی جمع کیے اور ڈوری رسول پور کے باغات مین خیمہ زن ہوے۔ عماد السعادت مین اُن کی فوج تعداد چالیس ہزار پیادے اور سات ہزار سوار بتائی ہے۔ روہیلے شب و روز درگاہ حافظ حقیقی مین اپنے حفظ کے واسطے دست بدعا رہتے تھے اور نہایت خائف و ہراسان تھے کیونکہ انکی فوج کی تعداد مخالف کی جماعت سے بہت کم تھی۔

اور مکرر نواب قائم خان کی خدمت مین پیام دیا کہ تم رئیس ہو اور ہم تمہارے
تہ دل سے مطیع اور خیر خواہ ہین یہ وقت یتیمون اور بیوؤنکی خبر گیری کا ہے مگر
کامیابی نہوئی۔

نواب قائم خان اور محمود خان بخشی نے اب ارادہ بڑھنے کا کیا۔ انکے ساتھ
پچاس ہزار سوار و پیادے تھے جنکو سرکار فرخ آباد سے تنخواہ ملتی تھی علاوہ اس کے
سرداران بنگش تھے اور سب کے پاس ہاتھی تھے اور سب طرح کا سامان جنگ
اُنکے پاس موجود تھا اور یکے بعد دیگرے سب لوگ سامان جنگ مین زیادہ
کوشش کرتے جاتے تھے اور اسکے سوا راجگان مندرجۂ بالا کی بھی فوج تھی
علاوہ چادرکی توپون اور رہکلون اور زنبورکون کے دو سو بڑی بڑی توپین تھین
جو ہاتھیون پر حوضون مین کسی ہوئی تھین۔ اور بارود گولی بافراط تھی بعض مؤرخ
کہتے ہین کہ قائم خان کے ہمراہ ساٹھ ہزار آدمی تھے۔ ۲۔ ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۳ ہجری
مطابق ۱۳ نومبر سنہ ۱۷۴۹ء کو قائم خان کی فوج بڑے ساز و سامان کے ساتھ
آگے بڑھی اور منزل بمنزل کوچ کرتی ہوئی دریائے گنگا کے کنارے قادر گنج مین
پہونچی یہ مقام فرخ آباد سے تینتالیس میل شمال و مغرب مین ہے اور یہان کشتیون
کے پل سے اُترکر ضلع بدایون مین پہونچی شمشیر خان و خان بہادر خان آگے روانہ
کیے گئے اور اُدسیت اور دوسرے موضعون کی راہ کاٹ کر نواب کی لشکرگاہ
ندی کے کنارے تیار کی نواب قائم خان کے لشکر کا ملاحظہ حضرت ملک الموت
نے آکر کیا یعنی اُن لوگون مین خوف و ہراس نے اسقدر غلبہ کیا کہ دن رات
فتح کے واسطے خدا سے دعا کیا کرتے تھے اور لڑائی کی شب کو تمام رات سب لوگ

مصلے پر بیٹھے دعا کرتے رہے یہ مہم چھاتی پر غم کا پہاڑ ہو گئی تھی۔ الٰہی کیونکہ یہ کوہ غم کٹے اور یہان روہیلون نے راہ فرار مسدود دیکھکر اپنے خیمون کے گرد دوری ورسول پور کے قریب جو بدایون سے چار میل جنوب و مشرق مین ہے خندق کھودنی شروع کی۔

تاریخ فرخ آباد مؤلفہ[1] آرون اور خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے کہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۱۶۰ ہجری مطابق ۲۲ نومبر ۱۷۴۸ء روز دوشنبہ کو علی الصباح قائم خان نے روہیلون پر حملہ کیا مگر یہان غلطی ہے اسلیے کہ ۱۱۶۲ ہجری مطابق ۱۷۴۹ء مین نواب سید علی محمد خان کا انتقال ہوا تھا اور یہ جنگ اُنکے بعد ہوئی ہے اور فرح بخش مین کہا ہے کہ قائم جنگ نے ۱۱۵۸ ہجری مین چڑھائی کی تھی۔ اور سیر المتاخرین مین بیان کیا ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے ۱۱۶۱ ہجری مین وفات پائی اور اسی سال قطب الدین محمد خان اور قائم خان نے روہیلکھنڈ پر چڑھائی کی تھی اور اسکی تقلید سے تاریخ ہندوستان مین سٹورٹ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی نے تحریر کیا ہے کہ قائم خان بنگش اور صفدر جنگ مین دسمبر ۱۷۴۸ء مطابق ذی الحجہ ۱۱۶۱ ہجری مین روہیلون سے لڑنے مرنے کی بابت قول و قرار ہوے اور جام جہان نما مین ذکر کیا ہے کہ قائم خان کا معرکہ اُسوقت واقع ہوا جب نواب سید عبد اللہ خان اور نواب سید فیض اللہ خان قندھار سے ہندوستان مین آ چکے تھے اور مُلک روہیلکھنڈ کو روہیلہ سردار باہم تقسیم کر چکے تھے۔ اور منتخب العلوم مین کہا ہے کہ نواب قائم خان نے قطب الدین محمد خان کی امداد کے لیے فوج کشی کی تھی۔ لیکن یہ تمام اقوال اور سال غلط ہین پس صحیح یہ ہے کہ ۱۱۶۲ ہجری مطابق ۱۷۴۹ء مین نواب قائم خان نے

---

[1] دیکھو تکملۂ ذکر ملوک مؤلفۂ حاجی محمد رفیع الدین خان مرادآبادی ۱۲

فوج کشی کی تھی چنانچہ نواب قائم خان کے مقتول ہونے کے تاریخی مادے جو نظر سے گذرے اُن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ بہرصورت نواب قائم خان[1] نے ۱۵ ماہ ذی الحجہ کو علی الصباح حکم جنگ کا دیا اور خود لباس رزم پہنکر مع اپنے پندرہ بھائیوں (مثل عبد النبی خان۔ ہادی داد خان۔ بہادر خان۔ مرید خان امام خان۔ مرتضیٰ خان۔ احمد خان۔ حسین خان۔ اسماعیل خان و کریم داد خان وغیرہ) اور خاص سرداروں اور رشتہ داروں اور بخشی محمود خان کے بھائی بندوں مثل معظم خان و اعظم خان و یوسف خان و سعادت خان و صلابت خان و احمد خان اور اُن راجون کے جو کمک کو آئے تھے ہاتھی پر سوار ہوے۔

روہیلوں کی طرف سے بھی فوج مقابلے کو تیار ہوئی نواب سید سعد اللہ خان کی خواصی مین سید حسن شاہ بن علی شاہ کو کہ اہل طن مین سے تھے بٹھایا اور روہیلوں کی فوج کی ترتیب اس طرح تھی کہ سید احمد و شیخ فتح خان و عبد الستار خان کو مقدمہ لشکر مین مقرر کیا۔ دوندے خان کو میمنہ مین رکھا بخشی سردار خان کو میسرہ مین اور نواب سید سعد اللہ خان اور دوسرے سردار اُنکے عقب مین تھے۔ حافظ رحمت خان قلب لشکر مین مقیم ہوے۔ قائم خان کے توپچی نے روہیلونکو بہت نقصان پہونچایا۔ نواب قائم خان نے چیلہ شمشیر خان و مقیم خان و اسلام خان و جعفر خان و رستم خان و کمال خان و خان بہادر خان کو پیش لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور یہ لوگ بعجلت تمام اُس باغ مین جہان دوندے خان مقیم تھے جا پہونچے۔ شمشیر خان نے باغ کے جنوبی گوشے کی طرف حملہ کیا اور دہان کی سپاہ روہیلہ کو

---

[1] دیکھو گل رحمت ۱۲

تہ تیغ کرکے توپین چھین لین اور روہیلون کے پانون اُکھڑ گئے۔ اس لیے حافظ رحمت خان مدد کو پہونچ گئے اور اب لڑائی روہیلون کی طرف سے سنبھل گئی۔ بخشی سردار خان بھی تین ہزار بندوقچیون کے ساتھ اپنے مورچے سے کمک کو چھٹے مگر دشمن کے ہجوم کی وجہ سے دوندے خان تک نہ پہونچ سکے باجرے کے ایک کھیت مین بیٹھ گئے۔ بعض روہیلے جو درختون پر چڑھے ہوے چھپے بیٹھے تھے اور کسی کو نظر نہ آتے تھے اوپر سے تیر اور گولیان برسانے لگے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ تیر اور گولیان آسمان سے برستی ہین۔ کئی گولیان بہادر خان کی زرہ مین لگین اور ایک تیر شمشیر خان کی پیشانی کو چھیلتا ہوا نکل گیا اور بہت سے فرخ آبادی مارے گئے۔ جبکہ قائم خان نے اپنی سپاہ کی سستی اور نواب سید سعد اللہ خان کے ساتھ جمعیت کم دیکھی تو اپنے دوسرے سردارون کو لیکر اول حملے کی مدد کو پہونچے پہلے تیر اور بندوقین چھوڑین اور پھر شمشیر بدست ہو کر بہت سے روہیلون کو قتل کیا اُسوقت جنوبی گوشے کی طرف سے یہ لوگ لڑتے لڑتے نواب سید سعد اللہ خان تک پہونچگئے اور ایک گولی بھی نواب سید سعد اللہ خان کی گردن کے قریب سے نکل گئی منور خان کے ہاتھ مین ایک گرز تھا اُسنے اُٹھا کر چاہا کہ نواب سید سعد اللہ خان پر مارے مگر معظم خان چلا اُٹھا کہ بھائی اِن کو زندہ گرفتار کرو اور اُسی وقت اپنا ہاتھی بڑھا کر نواب سید سعد اللہ خان کے ہاتھی کے قریب لے گیا تین مرتبہ اپنے پٹکے کا پھندا بنا کر نواب سید سعد اللہ خان پر ڈال کر کھینچنا چاہا مگر سید حسن شاہ نے کہ اُنکی خواصی مین بیٹھے ہوے تھے کاٹ کاٹ دیا[۱]۔ اور بعض

---

[۱] دیکھو اخبار حسن و گل رحمت ۱۲

کہتے ہین کہ نواب سید سعد اللہ خان اپنے ہودے مین دبک گئے۔ اور پھندے نے خطا کی۔ سید حسن شاہ معظم خان کی تلوار سے زخمی ہوگئے اسلیے مدافعت کی قوت نرہی ایک روہیلہ ہاتھ مین بندوق لیے اُنکے ہاتھی کے پاس متحیر سا کھڑا ہوا اس دارو گیر کو دیکھ رہا تھا سید صاحب نے اُس سے سختی کے ساتھ کہا کہ اسکے بندوق مار دے تب اُسکے اوسان درست ہوے اور معظم خان کے سینے مین گولی ماردی اور اب اُسوقت لڑائی کی یہ حالت تھی کہ کبھی روہیلے فیل سوارون کو ہٹا دیتے تھے اور کبھی فیل سوار روہیلون کو پریشان کر دیتے تھے ۱؎ سردار خان جن کا مورچہ باغ کے جنوب مین تھا مع چند ہزار سوارون اور بندوقچیون کے اپنے مورچے سے جھپٹے اور تمام بنگش سردارون کو باڑھ پر دھر لیا۔ ہاتھیون کے بھی گولیان لگین اور اعظم خان۔ صلابت خان۔ جلال خان۔ اور دوسرے آفریدی سردار مارے گئے یہ دیکھکر محمود خان اپنا ہاتھی آگے بڑھا لایا اور تھوڑے عرصے کے بعد وہ بھی گولی سے مارا گیا۔ تب نواب قائم خان نے اپنے بھائی عبد النبی خان کو اُسکی کمک پر جانے کا حکم دیا عبد النبی خان اور شاہ اسد علی ایک ہاتھی پر سوار تھے عبد النبی خان تو مارا گیا اور اسد علی کی کہنی پر زخم لگا۔ نواب قائم خان کے حکم سے نواب محمد خان کے بیٹے یکے بعد دیگرے بڑھنے لگے اور قتل ہوے چنانچہ بادی داد خان بہادر خان مرید خان تو قتل ہوے اور امام خان فخر الدین خان مرتضی خان مجروح ہوے۔ تین کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب قائم خان نادانستہ کمینگاہ مین جا پڑنے سے مارے گئے مگر دوسرون نے اس بیان کو نہین لکھا ہے۔

۱؎ دیکھو تاریخ فرخ آباد مؤلفہ [illegible] صاحب ۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ منگل خان موسٰی نگری[1] نے نواب قائم خان سے مشورۃً یہ کہہ رکھا تھا کہ تاوقتیکہ جنگ کا تصفیہ نہ ہو جائے ہرگز آگے قدم نہ بڑھانا مگر نواب نے اُسکی نصیحت کو محض لغو تصور کیا۔

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ دونون فوجون کے درمیان بڑی طویل وعریض اور عمیق جھیل تھی اُسکی زمین بیہڑ[2] تھی۔ اور اس جھیل کے اوپر دونون طرف باجرے کا کھیت تھا۔ فرح بخش اور اخبار حسن مین جوار کا کھیت بتایا ہے جھیل کی داہنی طرف والے کھیت مین تین ہزار روہیلے اور بائین طرف والے کھیت مین پانچ ہزار روہیلے بندوقین بھرے ہوے بیٹھے تھے اور یہ سب بخشی سردار خان کے ہمراہ تھے جیساکہ اور کتب تواریخ سے ثابت ہوتا ہے قائم خان نے غرور سے اُن روہیلون پر حملہ کیا جو اُنکے مقابل تھے وہ تمام پسپا ہو کر اُس جھیل مین گھس پڑے اور نواب قائم خان اُنکے متعاقب اٹھارہ ہزار سوار اور اکیاون سرداران فیل نشین کے ساتھ جھیل کے اندر چلے گئے چونکہ روہیلے پیادہ تھے اسلیے بآسانی اوپر چڑھکر بھاگ گئے قائم خان جھیل مین نصف راہ بھی نہ جانے پائے تھے کہ جو روہیلے کمینگاہ مین تھے سب کے سب اُٹھکر دفعۃً جھیل کے داہنے اور بائین کنارے پر آ گئے اور آٹھون ہزار نے ایک دفعہ باڑھ ماری ایسے نازک وقت مین راجہ ہندو سنگھ

---

[1] موسی نگر بھوگنی ضلع کانپور سے جنوب و دریاے جمنا کے بائین کنارے پر واقع ہے ۱۲

[2] بیہڑ باے موحدہ کے کسرے اور یاے تحتانی مجہول اور ہاے ہوز مفتوح اور راے ثقیل کے سکون سے اور یاے معروف سے بھی آیا ہے جیساکہ فرہنگ آصفیہ مین ہے ناہموار اور اونچی نیچی زمین اور وہ زمین جس مین بڑے غار اور نالے کھالے ہون جیسے دریا اور ندی کے قریب کی زمین۔ خواجہ حیدر علی آتش نے اپنے شعر مین اس لفظ کو باندھا ہے ؎ بلند و پست عالم کا بیان تحریر کرتے ہین ✤ قلم ہے شاعرون کا یا کوئی رہرو ہے بیہڑ کا ✤ ۱۲

ونگا سنگھ اور کسل سنگھ جو قائم خان کی داہنی جانب تھے منھ پھیر کر بھاگے اور کالپی کے مرہٹون نے بھی اُنکی دیکھا دیکھی ویسا ہی کیا۔ یہ حالت دیکھکر حافظ رحمت خان دوندے خان فتح خان باغ سے نکلے اور ملا سردار خان نے متفق ہوکر قائم خان پر آن پڑے۔ نواب کے ہمراہی جو ہنوز محفوظ تھے اُنکے ہاتھی کے گرد جمع ہوگئے۔ روہیلے برابر باڑھین مارتے رہے۔ جب نواب قائم خان کے گرد بہت سے سپاہی مارے گئے تب روہیلون نے اُنکے ہاتھی کو گھیر لیا اور اُسپر گولیان چلانے لگے۔ شیخ فرحت اللہ لکھنوی جو داہنے بازو پر تھا اپنا ہاتھی قائم خان کے قریب لایا مگر فی الفور مارا گیا تھوڑی دیر بعد قریب ڈیڑھ گھنٹہ دن چڑھے نواب قائم خان کی پیشانی مین ایک گولی لگی اور فوراً سرد ہو گئے اور رخت زندگی باندھ کر گنھر کے گنھر ہمراہ لیگئے۔ دلاور خان ترکشی نے جو نواب کے پاس بیٹھا تھا اُن کو اپنی گود مین لے لیا اور اپنے رومال سے خون پوچھنے لگا۔ بہت کچھ کوشش کی کہ نواب کی لاش اٹھا لیجا مین۔ مگر زین خان اور شاغران خان روہیلون نے قائم خان کے ہاتھی پر چڑھ کر اُنکی لاش اُتار لی اور سر کاٹ کر ایک جگہ دفن کر دیا اور قائم خان کے ہاتھون اور گلے مین جتنا جواہرات تھا اُنھون نے لیکر چھپا دیا۔ جو نامی لوگ قائم خان کے ساتھ مارے گیے اُنکے نام یہ ہین منگل خان موسی نگری مظفر خان دریا آبادی جعفر خان اور خان بہادر خان خواجہ سرا اور رستم خان وکمال خان چیلے اور روشن امام ولد میان فضل امام۔ اس جنگ مین شجاعت خان غازی محض اس وجہ سے آیا تھا کہ وہ نواب کا ملازم تھا ورنہ یہ لڑائی بالکل اُسکی مرضی کے خلاف تھی تنہا ایک جانب

کھڑا تھا جب اُسنے یہ سُنا کہ قائم خان مارے گئے تو رویا اور کہنے لگا کہ ایسا سردار
مارا جائے اور مین سلامت جاؤن۔ بی بی صاحبہ (والدۂ قائم خان) کو کیا منھ دکھاؤنگا
یہ مجھ سے نہ ہو سکیگا وہ حافظ رحمت خان وغیرہ کے روبرو اپنے تئین حوالے کر دینے کی
غرض سے گیا جب وہ حافظ رحمت خان کے قریب پہونچا روہیلون نے کہا تمھارے
مُنھ مین خاک پڑے۔ حافظ رحمت خان کہ ہاتھی سے اُتر چکے تھے اُس سے کہنے لگے
تم اُترو پالکی منگواتا ہون مگر دیوان مان راے جو قریب کھڑا تھا زبان پشتو مین کہنے لگا۔
عُقلا بچھو کو مار کر اُسکے بچے کو زندہ نہین چھوڑا کرتے ہین۔ اس اثنا مین ایک روہیلے
نے ایک جانب سے آکر شجاعت خان کے سینے مین گولی لگائی اور وہ فوراً جان بحق
تسلیم ہوا۔

جب نواب قائم خان مارے گئے تو اُنکے باقی ماندہ سردار کچھ زخمی اور کچھ خستہ
وخراب وہان سے بھاگے مفرورین کی تفصیل یہ ہے۔ نواب احمد خان زخمی شدہ۔
اور اُنکا بیٹا محمود خان۔ اور حسین خان اور فخر الدین خان و اسماعیل خان و امام خان
اور کریم داد خان یہ سب قائم خان کے بھائی تھے اور شمشیر خان و مقیم خان و اسلام خان
کہ چیلے تھے جب وہ بھاگے تو کسی نے اُنکا تعاقب نہین کیا اور نہ کوئی اُنکا سدِّ راہ
ہوا۔ ایک تو سب کے سب منتشر اور پراگندہ تھے اور دوسرے اُس طرف کے
زمیندارون نے اُنکو بہت تنگ کیا کیونکہ یہ آنا عیدگاہ سے گھر آنا تو تھا نہین خیر
جون تون کرکے دریاے گنگا کے کنارے یہ سب مجتمع ہوے پہلے کشتیون کا پُل
باندھا گیا۔ نواب احمد خان نے اس پل کو توڑ واڈالا اور ہاتھیون پر دریا پار ہوے۔
اور سوار و پیادے کپڑے اُتار اُتار کر دریا پیر گئے۔ سب کے سب شہر فرخ آباد مین

شاہ راہ چھوڑ کر گلیون سے گھُسے اور اپنے اپنے گھرون مین چھپ رہے - جب
شہر مین یہ شور ہوا کہ نواب قائم خان مارے گئے اور اُنکی فوج نے شکست پائی -
ہر گلی و کوچہ مین آہ و واویلا مچی - گھر گھر ماتم سرا ہو گیا - ہزارون فرخ آبادیونکی لاشین
میدان مین پڑی تھین - جو پہچانی گئین اُنکی لاشین اُنکے اعزا نے لے جا کر دفن کین -
روہیلون کے ہاتھ جس قدر مفرور آئے اُنکا بھی اسباب لوٹ لیا - بھیر بھی سب
لُٹ گئی - گھوڑون اور ہاتھیون پر بھی قبضہ کر لیا اس کے بعد حافظ رحمت خان اور
نواب سید سعد اللہ خان قائم خان کے ڈیرے مین آئے اور اب اُنکی لاش تلاش
کرائی تو بے سر دھڑ ملا جب سر کی بہت جستجو ہوئی تو زین خان اور شاغزان خان
نے کہا کہ اگر اُنکے جواہرات کا مطالبہ ہمسے نہ کیا جائے تو ہم لے آئین حافظ صاحب
نے وعدہ کیا تب وہ قائم خان کا سر اُٹھا لائے حافظ صاحب نے لاش سے ملوا کر
سلوا دیا اور دوشالہ لاش پر اُڑھا کر پالکی مین رکھوا کر فرخ آباد کے چند معتمدون
کے ساتھ فرخ آباد کو میدان جنگ سے روانہ کیا فاتحہ پڑھنے اور ماتم کرنے
والے اُس کے ساتھ تھے -

مگر آرون صاحب کی تاریخ فرخ آباد سے ثابت ہے کہ نواب قائم خان کا
سر ہاتھ نہین آیا تھا کیونکہ اُنکا بیان ہے کہ لڑائی کے تیسرے روز تین لاشین
بے سر الیہ بیگم عرف بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کے روبرو کی گئین - نواب
قائم خان کی لاش اس طرح پہچانی گئی کہ نواب کے پانؤن پر ایک پدم تھا
اور حیات باغ مین اُن ہی کپڑون مین لپیٹ کر جو مرتے وقت اُنکے بدن پر تھے

سلہ دیکھو گل رحمت ۱۲

اُنکے باپ نواب محمد خان کے پہلو مین دفن کیا۔ تاریخ عالم شاہی اور جام جہان نما مین جو لکھا ہے کہ "لاش قائم خان در رزمگاہ یافتہ نشد" یہ صحیح نہین۔ فرخ آبادیون کی شکست کے بعد روہیلون نے درگاہ الٰہی مین لاکھون شکر کیے اور شادیانے بجاتے اور فتح کے نشان اُڑاتے ہوے لڑائی سے ساتوین دن اپنی دار الریاست آنولے کو واپس آئے۔

فرخ آباد کے جس قدر پرگنے گنگا کے اُتر کی جانب واقع تھے اُنپر قبضہ کرنے کو سپاہ تعینات کی گئی اُس زمانے مین اُسمین یہ محال تھے۔ بدایون۔ اوسیت[۱]۔ جلال آباد۔ مہرآباد[۲]۔ اوسیا۔ اوجھیانی۔ کھاکت[۳] مؤ وہلیا۔ امرت[۴] پور۔ اسلام گنج۔ پرم نگر۔ سہسوان۔ سپاہ روہیلہ کھاکت مؤ تک بڑھگئی یہ جگہ فرخ آباد کے قریب واقع ہے یہان ایک چیلہ عامل تھا اُسنے مقابلہ کیا اور روک کی جب بہت سے روہیلے کام آئے تو سب سپاہ روہیلہ واپس چلی آئی۔ عماد السعادت مین لکھا ہے کہ روہیلون نے چاہا کہ گنگا کو عبور کرکے قائم خان کے مُلک پر قبضہ کرلین۔ حافظ رحمت خان نے اُنکو روکا اور کہا کہ تمکو جو یہ فتح حاصل ہوئی یہی غنیمت ہے ورنہ ہم کہان اور قائم جنگ کا مارنا کہان علاوہ اسکے قائم خان قوم افاغنہ کے لیے باعث فخر تھا۔ پٹھان کو لازم نہین کہ اپنے بھائی بند کے ساتھ بدسلوکی کرے قائم جنگ نے جو کچھ کیا اُسکا نتیجہ پالیا تمکو بھی اُس کے مُلک کے فتح کرنے سے کوئی فائدہ نہوگا بہتر یہ ہے کہ اللہ کا شکر کرو اور

---

۱ اوسیت گنگا کے اُس طرف ضلع بدایون مین واقع ہے ۱۲ ۲ مہرآباد گنگا کے اس طرف ضلع شاہ جہان پور کے جنوب مین ہے ۱۲ ۳ کھاکھت مؤ وہلیا گنگا کے اس طرف تحصیل علی گدھ ضلع فرخ آباد مین ہے ۱۲ ۴ امرت پور گنگا کے اس طرف تحصیل علی گدھ ضلع فرخ آباد مین ہے ۱۲

آگے کو قدم مت بڑھاؤ۔ چنانچہ روہیلون نے حافظ رحمت خان کے ارشاد کی تعمیل کی گنگا کے اُس طرف کے کچھ پرگنے ہمیشہ کے لیے فرخ آباد کی ریاست کے حکم سے نکل گئے اور فتح خان خانساماں ان پرگنون کے حاکم مقرر کیے گئے صرف امرت پور کھاکھت مئو اور پرم نگر اُس گمنام چیلے کی شجاعت سے ریاست فرخ آباد کے قبضے مین رہے۔

قائم خان کا بہت سا مال و اسباب وغیرہ اور توپ خانہ اور ہاتھی وغیرہ روہیلون کے ہاتھ لگے روہیلون نے قائم خان کی والدہ کے پاس بہت معذرت کہلا بھیجی اور عزا و تعزیت کے مراسم ادا کیے۔ نواب سید سعد اللہ خان نے اُن سے کہلا بھیجا کہ ہماری طرف سے کوئی بُرائی ظہور مین نہین آئی ہمنے بہت کچھ چاہا کہ لڑائی نہو اور آپس مین مصالحت کی تدبیر نکالی مگر قائم خان نے نہ مانا۔

ہندوستان مین یہ بات دور دور تک مشہور ہو گئی کہ نواب سید سعد اللہ خان نے باوصف کم سنی کے قائم جنگ کو جسکے پاس اعلیٰ درجے کا سامان جنگ تھا تباہ کر دیا۔ یہ معرکہ روہیلون کے اقبال کا وہ کارنامہ تھا جسکے دمامے سے سارا ہندوستان گونج اُٹھا جہان جہان دشمن تھے سناٹے مین آکر دم بخود ہو گئے۔

آخر ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۲ ہجری مطابق نومبر سنہ ۱۷۴۹ء مین احمد شاہ بادشاہ دہلی سے فرخ آباد کی ضبطی کے لیے روانہ ہوے اور کول مین مقام کیا تو نواب سید سعد اللہ خان کو لکھا اور تقاضا کیا کہ قائم خان کا توپ خانہ اور تمام مال متروکہ اور ہمارا نذرانہ داخل کرو چنانچہ بادشاہ کے حکم کے موجب نواب سید سعد اللہ خان نے لوٹ کے مال مین سے عمدہ عمدہ ہاتھی اور کچھ اور سامان بادشاہ کے حضور مین بھیجا۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان پر ایک مقدار نا معلوم بادشاہی خراج یا نذرانے کی بھی مقرر ہوئی۔

سنبا اور کھیر اگڑھ اور دوسرے پرگنات دامن کوہ کی تسخیر

حافظ رحمت خان نے پیلی بھیت مین پہونچکر پیلی بھیت کے شرق مین ترائی کے مُلک پر تسلط کرنا شروع کیا اور شیخ کبیر کو پرگنات سنبا اور کھیر اگڑھ وغیرہ پر قبضہ کرنے کو آگے کو روانہ کیا۔ سنبا کے لوگون نے شیخ کبیر کا مقابلہ کیا بہت سے آدمی روہیلون کے ہاتھ سے مارے گئے اور زخمی ہوے اور باقی بھاگ گئے اور اُنکا سرغنہ پکڑا گیا۔ جب حافظ الملک کو فتح کا مژدہ پہونچا تو شیخ کبیر کو حکم دیا کہ وہان کی رعایا کو کسی طرح کا نقصان نہ پہونچایا جائے اور وہان کے سرغنہ کو رہا کرکے اور اُسکی سرفرازی کرکے کھیر اگڑھ کو فتح کرو جو لکھنؤ سے ساٹھ کوس پر جانب شمال مین اور بریلی سے اسی قدر شرقی جانب واقع ہے اور مُلک اودھ کے توابعات مین سے تھا۔ چنانچہ شیخ کبیر کھیر اگڑھ کی طرف بڑھے اور حافظ صاحب چار دن کے بعد پیلی بھیت سے سنبا کو روانہ ہوے اور وہان پہونچکر وہان کے زمیندار پر اپنی طرف سے زمینداری بحال کرکے آپ کھیر اگڑھ کی فتح کے انتظار مین قیام کیا۔ کھیر اگڑھ کا راستہ نہایت دشوار گزار تھا اُسکے غربی جانب دریاے سار دھا جاری ہے جو اودھ کے تلے گھاگھرا کہلاتا ہے شیخ کبیر اُس دشوار گذار جنگل کو طے کرکے سار دھا کے کنارے پہونچے جسکی دھار نہایت تیز تھی۔ مگر اُنکو پایاب اُترنے کا ایک جگہ موقع مل گیا اور ہاتھیون کے ذریعہ سے دریا کو اُترنا چاہا تو کھیر اگڑھ کی رعایا اُنپر بندوقین مارنے لگی مگر پٹھان دلیری کے ساتھ اُتر ہی گئے

اور کسانون پر حملہ کرکے اُن کو بھگا دیا اُنھون نے کھیرا گڑھ پہونچکر اس لشکر کی چڑھائی کی خبر کی۔ زمیندار دس ہزار آدمی جمع کرکے مدافعت کے لیے تیار ہوے شیخ کبیر کھیرا گڑھ سے تین میل کے فاصلے پر مقیم ہوے صبح کو لڑائی ہوئی مگر تھوڑے سے مقابلے کے بعد دشمن بے غیرتی کی چادر سر پر ڈال کر بھاگ نکلے شیخ کبیر کھیرا گڑھ مین داخل ہوے اور بھاگے ہوے لوگون کا مال و اسباب ضبط کرلیا اور رعایا کی دلجوئی شروع کی جب حافظ الملک کو اس فتح کی اطلاع ملی تو حکم بھیجا کہ رعایا کو اُنکے مکانون مین آباد کرکے اور کسی معتمد افسر کو انتظام کے لیے چھوڑ کر بھرتا پور کی تسخیر کے لیے بڑھو۔ یہ مقام کھیرا گڑھ کے گوشۂ شرق و شمال مین اُس سے چھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے جسکے غرب و شرق کی جانب دریاے کوڑیالا اور کرنال جاری ہین اور وہان دشوار گذار جنگل تھا شیخ کبیر روانہ ہوکر کرنال پر پہونچ گئے۔ عبور کے وقت راجپوتون نے روکا مگر تھوڑی سی لڑائی کے بعد بھاگ کر بھرتا پور کے قلعہ مین متحصن ہوگئے۔ شیخ کبیر نے تعاقب کرکے محاصرہ کرلیا اور فتح کے لیے روزانہ حملے شروع کیے لڑائی دن رات جاری تھی تیر و تفنگ جواب و سوال کرتے تھے جب محصورین پر ثابت ہوگیا کہ اب اُنکی حفاظت مشکل ہے تو وہان کے سردار نے دو سو ہمراہیون کو قلعہ کی حفاظت پر چھوڑا اور رات نے اپنی سیاہ چادر تانی تو خود اندھیرے مین بھاگ گیا شیخ کبیر نے حملہ کیا جوان چارون طرف سے قلعہ کی فصیلون پر چڑھ گئے اور اندر گھس گئے اور سب محصورین کو جو مقابلہ کرتے تھے قتل کرڈالا۔ اس فتح کے بعد حافظ الملک کے حکم سے شیخ کبیر نے بجولیا اور دریپور اور سنگھپور کی فتح کو روانہ ہوے اور بغیر روک ٹوک کے اُنپر قبضہ کرلیا اور آس پاس کے جو زمیندارات کے خوف سے اپنے اپنے

مقامون سے بھاگ گئے تھے اُنکو بلاکر تسلی و تشفی کی اور آباد ہوجانے کے لیے حکم دیا
اور ہر ایک پر خراج و باج مقرر کیا اور بہت سا نذرانہ حافظ الملک کی خدمت مین
بھیجا اور ہر پرگنے مین اپنی طرف سے تھانے مقرر کرکے خود سنبا کو لوٹ گئے حافظ الملک
نے شیخ کبیر کی بہت تعریف کی اور اُنکو انعام و اکرام سے مالامال کیا۔ جب شیخ کبیر
سنبا مین پہونچے تو کھیر اگڑھ کے بنجارون کا سرغنہ جسکی زمینداری نصف پرگنے مین تھی
اور آدھا پرگنہ راجپوتون کی ملکیت مین تھا حافظ صاحب کے پاس آیا اور اپنے قصور
کی معافی چاہی حافظ صاحب نے خلعت سرفرازی دیکر کھیر اگڑھ کی خدمت اُس سے
متعلق کردی۔ تھوڑے دنون کے بعد حافظ الملک نے شیخ کبیر کو تازہ فوج دے کر
پرگنات ملہوارہ اور لچھیالی واقع دامن کوہ کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ شیخ کبیر نے اوّلاً
ملہوارہ پہونچکر جبراً اُسپر قبضہ کرلیا۔ پھر لچھیالی کی فتح کے لیے روانہ ہوے۔ یہ پرگنہ
راجہ ڈوٹی کے تحت حکومت تھا اور یہ قصبہ اُس نواح کی ایک بہت بڑی
منڈی تھا جس مین پہاڑی اور شہری لوگ تجارت کرتے تھے اور ڈوٹی کے
راجہ کی سپاہ بھی محافظت کے لیے اُس مقام پر مقرر تھی اور وہان کا محصول
وصول کیا کرتی تھی۔ شیخ کبیر لچھیالی کے قریب پہونچے تو راجہ کے آدمی مقابلے
کو تیار ہوے مگر روہیلون سے شکست پاکر بھاگ نکلے۔ شیخ کبیر نے وہان کے
تمام مال و اسباب پر قبضہ کرلیا۔ عمدہ عمدہ چیزین تو حافظ رحمت خان کو بھیجدین
باقی سامان سپاہ پر تقسیم کردیا اور اس مہم سے فارغ ہوکر سنبا کو معاودت کی
جہان حافظ رحمت خان مقیم تھے ڈوٹی کا راجہ فتح الموڑہ کے وقت سے روہیلون
کا لوہا مانے ہوا تھا جب یہ تازہ واقعہ پیش آیا تو اُسکو اپنی حکومت کے زوال کا

اندیشہ پیدا ہوا۔ اسلیے اُسنے ایک تحریر حافظ صاحب کی خدمت مین بھیجی جس مین یہ لکھا کہ مین دوستی اور اطاعت کو موجود ہون اور اپنی تحریر کے ساتھ بہت کچھ پیش کش اور پہاڑی عمدہ عمدہ چیزین بھی بھیجین۔ راجہ کے سفیر مقام سنبا مین حافظ صاحب کے پاس پہونچے اور التماس کیا کہ اپنی طرف سے پھیالی مرحمت کر دیجیے۔ حافظ صاحب نے یہ التماس اس شرط پر قبول کیا کہ راجہ ہر سال پیش کش بھیجا رہے اور دامن کوہ کے تمام مقامات کی فتح سے فارغ ہو کر چار مہینے کے بعد سنبا سے معاودت کر کے پیلی بھیت آئے۔ اس عرصے مین اُنکو یہ خبر پہونچی کہ صفدر جنگ نے قائم خان بنگش کی تمام ریاست کو ضبط کر لیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جو کارروائیان ہوئین اور ممالک فتح ہوے یہ سب نواب سید سعد اللہ خان بہادر کے حکم سے ہوے اور اُنکا ہی اقبال ایمین یاوری کر رہا تھا حافظ صاحب نائب ذی اختیار تھے۔

ابو المنصور خان صفدر جنگ کا فرخ آباد کی ریاست کو ضبط کر لینا۔ نواب احمد خان بنگش کا صفدر جنگ کے نائب نول راے کو شکست دینا اور نواب احمد خان کی کمک کے لیے صفدر جنگ کے مقابلے مین روہیلون کی فوج کا جانا

جبکہ صفدر جنگ اپنے بڑے مطلب یعنی روہیلون کی شکست سے مایوس ہوے تو اُنھون نے اپنی بدبختی کے نقصان کو یون پورا کیا کہ اپنے رفیق نواب

قائم خان مقتول کے سارے ملک پر قبضہ اور تصرف کر لیا اور فرخ آباد کی ضبطی کے بعد دہلی کو چلے گئے اور نول رائے کو وہان کا گورنر مقرر کر گئے۔ مگر صفدر جنگ کی دون ہمتی نے اُنکو کچھ فائدہ نہ دیا اسلیے کہ نول رائے کی سختیون کی وجہ سے قائم جنگ کی رعایا اُس سے باغی ہوگئی اور نواب احمد خان برادر قائم خان نے اُسپر خروج کیا فرخ آبادیون کی آمادگی جنگ کی خبر تھوڑے ہی عرصے مین دہلی پہونچی اور صفدر جنگ نے سلخ (آخر) ماہ رمضان ۱۱۶۳ ہجری روز جمعرات مطابق ۲۳ جولائی ۱۷۵۰ء کو بادشاہ سے رخصت حاصل کی اور بڑے لشکر کے ساتھ نول رائے کی مدد کے لیے فرخ آباد کی طرف کوچ کیا علاوہ وزیر کی فوج کے پندرہ[1] ہزار آدمی کنور سورج مل پسر مہاراج مدن سنگھ بھرت پور والے کے ساتھ تھے دہلی سے تین چار روز مین دو منزل آئے تھے کہ احمد خان کے ہاتھ سے نول رائے کی شکست کی خبر سنی۔ وزیر مارہرے مین ٹھہر کر فوج بڑھانے کا بندوبست کرنے لگے۔ احمد خان نے بھی اپنی فوج کو وزیر کے مقابلے کے لیے بڑھانا شروع کیا۔ گل رحمت مین بیان کیا ہے کہ احمد خان نے بی بی صاحبہ والدۂ قائم خان کی طرف سے ایک ایلچی روہیلون کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ بھی مدد کرین۔ حافظ صاحب نے پٹھانون کی تباہی پر خیال کر کے پرمول خان اور دور خان اور دوسرے جماعہ دارون کو چیدہ سپاہ کے ساتھ احمد خان کی کمک کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ کڑے کڑے کوچ کر کے جلد احمد خان سے جا ملین اور آپ بھی روانگی کے ارادے سے شہر بریلی سے خیمے باہر نکلوا کر کھڑے کرائے۔ لیکن اس بات کی تحقیق کے لیے کہ وزیر فرخ آباد کے قریب پہونچے یا نہین توقف کیا اور

---

[1] دیکھو وقایع راجپوتانہ ۱۲

سپاہ کی فراہمی مین مشغول ہوے۔ صفدر جنگ کو یہ خبر پہونچی کہ روہیلے بھی احمد خان کی مدد کو آمادہ ہوے ہین تو فوراً احمد خان سے لڑائی کے لیے آگے بڑھے۔ ۲۲ رشوال ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۱۳ ستمبر ۱۷۵۰ء کو خاص وزیر کو احمد خان کے ہاتھ سے رام چتونی مین جو سہاور سے ۴ میل مشرق مین اور پٹیالی سے پانچ میل مغرب مین واقع ہے شکست ہوئی۔ وزیر شکست و ذلت اُٹھا کر ۲۹ رشوال ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۲۰ ستمبر ۱۷۵۰ء کو دہلی مین داخل ہوے اور چپ چاپ اپنے گھر کو چلے گئے۔ محمد علی خان پسر پایندہ خان بھی وزیر کے ساتھ تھے اُنکے سیدھے ہاتھ مین بندوق سے زخم آیا۔ حافظ رحمت خان کے افسرون نے بھی اس جنگ مین بڑی دلاوری دکھائی۔ احمد خان نے صفدر جنگ پر فتحیابی کے بعد حافظ الملک کے جماعہ دارون کو خلعت اور ہاتھی اور گھوڑے اور نقد وجنس دے کر رخصت کیا اور حافظ صاحب کو شکر گذاری کا خط لکھا اور اُس مین یہ بھی تحریر کیا کہ اب اودھ کے فتح کرنے کا ارادہ ہے اگر آپ اپنی سپاہ خیر آباد تک جو آپ کے ملک کی سرحد پر ہے بڑھائین تو بہتر ہو۔ اور نواب احمد خان نے حافظ رحمت خان کو بھی بہت سے تحفے روانہ کیے۔ حافظ صاحب نے شیخ کبیر اور سردار خان کو سپاہ دے کر سرحد ملک اودھ کی طرف یورش کرنے کے لیے بھیجا جنھون نے صد شرقی خیر آباد تک فتح کر لیا۔ ادھر احمد خان خاص ملک اودھ مین فتوحات حاصل کرنے لگے اسکے بعد حافظ رحمت خان پیلی بھیت سے آنولے کو چلے آئے۔

حافظ رحمت خان کی اولاد نے اپنی تاریخون مین یون ہی لکھا ہے۔ لیکن اس مقام پر یہ بات قابل بحث و غور ہے کہ ابھی ابھی تو روہیلون اور فرخ آبادیون مینا

ایک خونریز اور بربادی بخش معرکہ پیش ہو چکا تھا اور ابھی سے روہیلون نے اُنکی مدد شروع کر دی کیا روہیلے اتنی نہمی سی سمجھ کے ساتھ حکمرانی کرتے تھے یا وہ وقت ہی اس قسم کا تھا۔

صفدر جنگ کی نواب احمد خان پر دوبارہ چڑھائی۔ نواب سیّد سعداللہ خان کا احمد خان کی مدد کے لیے فرخ آباد کو جانا اور صفدر جنگ کے مقابلے مین شکست پاکر آنولے کو واپس آنا

جب حافظ صاحب آنولے مین پہونچے تو اُنکو سب سے زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑا یعنی اس سے قبل صفدر جنگ نے احمد خان بنگش کے ہاتھ سے تنگ آکر افغانون کے استیصال پر کمر باندھی۔ مگر سوا اسکے اور کوئی بات اُنکی سمجھ مین نہ آئی کہ اُنھون نے مرہٹون کو لالچ دے کر احمد خان کے مقابلے کے لیے بلایا اور ملہار راؤ ہلکر اور آپا سیندھیا جھنکو کے باپ اور کنور سورج مل جاٹ ابن راجہ بدن سنگھ والی بھرت پور اور بادشاہ کی فوج کے ساتھ احمد خان پر دوبارہ چڑھائی کی۔ عماد السعادت مین لکھا ہے کہ اسوقت صفدر جنگ کے پاس دو لاکھ سپاہ اور ہزار کے قریب چھوٹی بڑی توپین اور ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے سردار تھے۔

صفدر جنگ نے اس پریشانی و بربادی کے وقت سورج مل کو جو خط لکھا تھا

اُسکی نقل صفدر جنگ کے اُن قلمی خطون سے جو بھرت پور سے ہاتھ آئے ہین یہان درج کرتا ہون "فرزند وفادار بہادر من قرار کردہ بودند کہ از مہمات خود فراغ حاصل کردہ بعد دو ماہ در حضور می رسم مدت بامتداد انجامید کہ ایفاے وعدہ ہنوز بعمل نیامدہ و این جانب بجان و دل مشتاق خصوص درین ولا کہ انصرام مہم افاغنہ منظور خاطر۔ و اصلاح کارہاے سرکار بزودتر ہمت شما ست توقف ورزود شتافتن آن وفادار موجب کمال نگرانی و انتظار ست مخالفان شقاوت بنیاد کہ بسبب اتفاق بر دولت خداداد دست یافتہ بودند حالا نخوت و غرور در سر دارند و باجتماع ہم کفت دور و نزدیک مشغول ہر چند عزیمت بے درنگ منظور بود لاکن با انتظار رسیدن آن کامگار روزے چند دیگر ہم توقف لازم بود الحاصل زود بیایند و زیادہ برین متوقف نشوند؎

اگر بسیر چمن می روی قدم بردار　　کہ ہمچو رنگ حنا میرود بہار از دست

دیکھو اس بزدل مین کچھ حمیت و شجاعت کا نام و نشان ہے۔ افغانون کی ایک چھوٹی سی ریاست سے کیسے اسکے ہوش اُڑ گئے کہ بھرت پور جیسی ریاست کے رئیس سے کتنی چاپلوسی کے ساتھ ملتا ہے دہلی کے تخت کا یہ وزیر اعظم وہ دست ملکون کی زبردست ریاستون پر حکومت کا سکہ جما سکتا تھا جب ایران و توران کے عیاش اور سست اور مغرور آدمی دہلی کے بادشاہون کے مزاجون پر غالب آئے تو سلطنت کو عظمت کے آسمان سے نیچے گرا دیا اور یہ شخص تو امیر ابن امیر بھی نہین وہان کے ایک کاسہ ساز کا بیٹا ہے۔

آروِن صاحب نے تاریخ ریاست فرخ آباد مین لکھا ہے کہ جب دل دل

وزیر کے واپس آنے کی خبر مشہور ہوئی تو احمد خان نے ہر جانب مدد کے واسطے لکھا۔ علاوہ دوسرون کے اُنھون نے نواب سید سعد اللہ خان اور حافظ رحمت خان سرداران روہیلہ کو بھی بطلب امداد تحریر کیا اور یہ لکھا کہ "گو ہمارے اور تمھارے درمیان مین مناقشہ ہے لیکن باہمی جھگڑے طے ہوتے رہینگے لیکن یہ ضرور نہین کہ غیر کے ہاتھ سے ضرر روا رکھا جائے امید ہے کہ آپ فوج مدد کے واسطے روانہ کرینگے تاکہ ہم اس غنیم پر جو ہم دونون کا دشمن ہے حملہ کرین"۔ حافظ رحمت خان نے یہ عذر کیا کہ ابھی ہمکو قائم خان کے خون کا دعویٰ باقی ہے تاوقتیکہ اس کا تصفیہ نہو جائے ہمکو اپنے آدمی تمھارے قبضے مین کرنے سے خوف آتا ہے۔ اس بیان کو دیکھ کر ہمکو وہ بات تعجب مین ڈالتی ہے کہ حافظ صاحب نے اس سے قبل پرمول خان اور دور خان کی ماتحتی مین ایک فوج نواب احمد خان کی امداد کو روانہ کی تھی جو رام چٹونی کے مقام پر اُنکے شریک ہوکر وزیر سے لڑی جیسا کہ گل رحمت مین ہے فرح بخش مین لکھا ہے کہ احمد خان کو جب یہ معلوم ہوا کہ سرداران روہیلکھنڈ میرے ساتھ شریک نہین ہوتے تو قائم جنگ کے خون کی معافی کا ایک محضر تیار کرا کے بی بی صاحبہ (والدہ قائم خان) کے ہاتھ آنولے کو بھیجا محضر کا مضمون یہ تھا کہ "ہم نے قائم خان کا خون معاف کیا آج سے تاقیامت اُسکا دعویٰ ہم نکرینگے

سلہ یہان سے ثابت ہوتا ہے کہ تاریخ فرخ آباد مین سید ولی اللہ نے جو لکھا ہے کہ نواب احمد خان کی درخواست امداد پر روہیلون نے یہ جواب دیا تھا کہ اول خون قائم جنگ کا معافی نامہ آج سے قیامت تک کے لیے لکھ بھیجیے پھر گنگا کو عبور کرکے اس طرف چلے آئیے ہم سب جان فشانی کو موجود ہونگے یہ بیان صحیح نہین ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو اصل قصے کی خبر نہین ہے منتخب العلوم مین بھی بیگم کے آنے کا ذکر ہے۔ روہیلکھنڈ گزیٹیر مین غلطی سے لکھا ہے کہ نواب احمد خان روہیلون سے مدد حاصل کرنے کے لیے خود آنولے مین آگئے تھے ۱۲

بی بی صاحبہ حافظ رحمت خان - دوندے خان - بخشی سردار خان اور فتح خان خانسامان وغیرہ اکثر امرا کے مکانون پر گئین اور سب سے بڑی منت وزاری کے ساتھ کہا کہ ایسے سخت وقت مین احمد خان کی مدد کرنی چاہیے - سرداران مذکور چونکہ جہاندیدہ اور جنگ آزمودہ تھے رفاقت واعانت سے صاف پہلوتہی کی اور کہدیا کہ قائم خان نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا تھا کہ اُنکے ننگ وناموس کے اب ہم شریک ہون بی بی صاحبہ سب کی طرف سے مایوس ہوکر نواب سید سعد اللہ خان کے محل مین گئین اور بیگمات سے کہہ سنکر نواب سید سعد اللہ خان کو آمادہ اعانت کیا پٹھانون کی بہادری کی داستان اور ننگ ورفاقت کے قصے ایسے طرز سے بیان کیے کہ نواب سید سعد اللہ خان مدد کو آمادہ ہوگئے - اور اُنھون نے حافظ رحمت خان دوندے خان - مُلّا سردار خان - بہادر خان (یہ نواب سید علی محمد خان کا چیلہ تھا) اور فتح خان کو طلب کیا اور اُنکو مضمون خط سے اطلاع دیکر صلاح پوچھی حافظ رحمت خان اسوجہ سے کہ وزیر سے اور اُنسے اتحاد تھا خاموش بیٹھے رہے اور دوسرے سردار بھی اُنکی خاموشی کی وجہ سے کچھ نہ بولے نواب سید سعد اللہ خان نے حافظ رحمت خان سے پوچھا کہ تم کچھ بولتے نہین تب حافظ رحمت خان نے کہا کہ آخر آپ کا کیا ارادہ ہے اُنھون نے جواب دیا کہ جو سردارون کی راے ہوگی وہی میری راے ہے - حافظ رحمت خان کی دو آنکھین تھین ہزار آنکھین تھین اسلیے اُنھون نے جواب دیا کہ اس لڑائی مین کسی جانب شریک نہونا چاہیے کیونکہ اگر فتح ہوئی تو اس مین سراسر نفع احمد خان بنگش کا ہے اور خدانخواستہ اگر ہزیمت ہوئی تو تمام آفت اور بلا ہمپر نازل ہوجائیگی - بہادر خان چونکہ شجاعت کے

لہ دیکھو [illegible]

کے باعث سے سب روہیلہ سرداروں مین نمود رکھتا تھا بول اُٹھا "پھرا ے سردار! دستار کے عوض زنانہ برقعہ کیون نہین اوڑھ لیتے۔ ایسی نامردی کے الفاظ کبھی کسی پٹھان کے مُنھ سے نہ نکلے ہونگے"۔ اور نواب سیّد سعد اللہ خان کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ "اگر کوچ کا حکم نہوگا تو کل مین اپنا رسالہ لیکر بغیر حکم روانہ ہو جاؤنگا اور جس پٹھان کو اپنی ننگ و آبرو کا خیال ہوگا اُسکو ساتھ ہونے کا اختیار ہے" یہ کہکر وہان سے رخصت ہوا اور تیاری مین مصروف ہوا۔ نواب سیّد سعد اللہ خان محل مین گئے اور جو حجت حافظ رحمت خان اور بہادر خان مین ہوئی تھی لفظ بلفظ اپنی مان سے بیان کی اور پوچھا کہ مین حافظ رحمت خان کی بات سُنون یا بہادر خان کا شریک ہون۔ مان نے جواب دیا کہ "ایسے امورات مین ہم مستورات سے مشورہ لینا کیا مناسب ہے جو تمھارا دل قبول کرے سو کرو۔ میری راے مین یہ آتا ہے کہ حافظ رحمت خان وزیر کی جانبداری کی وجہ سے منع کرتے ہین اور بہادر خان اپنی عزت و نام کے واسطے یہ عزم کرتا ہے" یہ گفتگو اپنی مان سے سُن کر نواب سیّد سعد اللہ خان باہر آئے اور اپنے خاص خاص سردارون کو طلب کیا اور کہا کہ احمد خان کی درخواست مدد کو نامنظور کرنا بڑی نامردی کی بات ہے جو ہو سو ہو کل مین روانہ ہونگا جسکا دل چاہے میرے ساتھ چلے اور دوسرون کو اختیار ہے پھر اُنھون نے بہادر خان کو بُلا کر یہ حکم دیا کہ میری فوج مین یہ حکم سُنا دو کہ جو جو اپنے تئین میرے ملازم جانتے ہین روانگی کی تیاری کرین نہین تو مین سب کو برطرف کردونگا۔ بہادر خان نے یہ حکم سُنا دیا سواے حافظ رحمت خان و دوندے خان اور بخشی سردار خان کی فوج کے باقی سب روانگی پر آمادہ ہوے فتح خان خانسامان

اسوجہ سے ہمراہ ہوے کہ اُنکی تربیت مین نواب سید علی محمد خان نے نواب سید سعد اللہ خان وغیرہ چھوٹے بچون کو دیدیا تھا اور بہت سے سپاہی اور رسالدار اور جماعدار بھی اپنے اپنے سردارون کی رفاقت چھوڑکر ہمراہ ہوے اور دوسرے دن کوچ ہوا لیکن حافظ رحمت خان اور دوسرے سردارون نے بڑی نافہمی کی جو اس جھگڑے مین شریک ہونے سے جان بچائی۔ ان لوگون کو یا تو اپنے ساتھیون کے عزم کو اس لڑائی مین شریک ہونے سے روکنا لازم تھا یا اپنی تمام قوت دار جماعت کے ساتھ اس یورش کا مقابلہ کرنا ضرور تھا مگر اسوقت یہ بات کسی کے خیال مین نہ آئی فتح گڑھ مین وزیر اور مرہٹون نے نواب احمد خان کو محصور کرلیا تھا اور اس محاصرے کو ایک مہینے سے زائد عرصہ گذر گیا تھا تب یہ خبر مشہور ہوئی کہ نواب سید سعد اللہ خان قریب آپہونچے اس خبر سے وزیر اور ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو نہایت تردد ہوا ابو منصور خان صفدر جنگ نے نواب سید سعد اللہ خان کو لکھا کہ میرا دعویٰ احمد خان سے تھا تم اُنکی مدد کو کیون آئے ہو تم اپنے ملک کو لوٹ جاؤ اور اطمینان سے رہو تسے مجھے کوئی تعرض نہین۔ ادھر حافظ رحمت خان نے وزیر کو تحریر کیا کہ ہر چند مین نے نواب سید سعد اللہ خان کو بہت روکا مگر اُنھون نے نہ مانا اور احمد خان کی مدد کو روانہ ہوے مین اسلیے میری صلاح یہ ہے کہ جس خوبی سے ممکن ہو قبل پہونچنے نواب سید سعد اللہ خان کے احمد خان سے صلح کرلو کیونکہ صلح ہر حال مین عداوت سے بہتر ہے دوسرے روز وزیر ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے لشکر مین گئے اور نواب سید سعد اللہ خان کے کوچ کا حال بیان کرکے کہا کہ "تمھاری صلاح کیا ہے" ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے اپنے خاص خاص عہدہ دارون کو بلایا اور اُن سے کل حال بیان کرکے مشورہ پوچھا جملہ سردارون نے باستثناے

آپا سیندھیا کے جو درپردہ نواب احمد خان کا دوست تھا کہا کہ ہم بالکل وزیر کی تجویز پر ہین ہمسے پوچھنے کی کوئی حاجت نہین ہے ہمین جو حکم ہوگا اُس کے بجالانے پر مستعد ہین۔ تب وزیر نے آپا سیندھیا کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا کہ تمھاری خاموشی کا کیا باعث ہے اُسنے جواب دیا کہ عیان راچہ بیان جو کچھ ماجرا ابتک گذرا ہے اُس سے سب واقف ہین یہ لوگ جنگ کرنے سے کچھ عاجز نہین ہین راؤتا ابتیا تو بالکل عداوت پر آمادہ تھا مگر اُسکو کامیابی نصیب نہین ہوئی۔ وزیر کے لشکر مین گوکہ چیدہ فوج ہے مگر اُسکی جو کچھ حالت ہے اُس سے وزیر خود واقف ہین۔ نواب احمد خان دونون فوجون پر غالب رہے ہین اور جب نواب سید سعد اللہ خان اُنسے متفق ہوجائینگے تو افواج متفقہ کو شکست دینا مشکل ہوگا۔ وزیر نے سرداران مرہٹہ سے یہ بھی بیان کیا کہ حافظ رحمت خان لکھتے ہین کہ نواب سید سعد اللہ خان بہادر خان کے اغواسے نواب احمد خان کی امداد پر آمادہ ہوے ہین بعد اس مذکور کے حافظ موصوف صلاح دیتے ہین کہ نواب احمد خان سے قبل اسکے کہ نواب سید سعد اللہ خان پہونچین صلح کرلینا چاہیے سب نے اس راے کو پسند کیا۔
جب نواب احمد خان سے صلح کی تحریک کی گئی تو اُنھون نے صلح کو نامنظور کیا۔
نواب سیّد سعد اللہ خان بھی پے درپے کوچ کرکے فتح گڑھ کے قریب پہونچگئے۔
قاصد نے نواب احمد خان کو جاکر خبر کی کہ کل نواب سید سعد اللہ خان دریاے گنگا کے کنارے مقام کرینگے نواب احمد خان کی طرف سے محمود خان اور منور خان استقبال کو گئے۔ دوسرے روز نواب سید سعد اللہ خان کی فوج طبل بجاتی ہوئی اور تلوارین کھینچتی ہوئی احمد خان کی سپاہ کو نظر آئی نواب سید سعد اللہ خان کے ساتھ

بارہ ہزار جوان تھے احمد خان کے ہمراہی اس کمک کو آتے دیکھ کر فرط خوشی سے توپیں داغنے لگے۔ سید اسد علی شاہ مع حسام الدین اور دوسرے اشخاص کے دریا کے کنارے بیٹھے ہوے تھے نواب سید سعد اللہ خان کی فوج کو آتے دیکھ رہے تھے جب شاہ صاحب کی نظر اس فوج پر پڑی ایک حالت اُنپر طاری ہوئی اور اُسوقت فرمانے لگے "مقتول ہوے اور مغلوب ہوے" جب وہ حالت زائل ہوئی تو کہنے لگے کہ انکی خوشی خدا کو خوش نہ آئی دیکھینگے کہ کل کیا پیش آتا ہے۔

۳ جمادی الآخری سنہ ۱۱۶۳ ہجری کو نواب سید سعد اللہ خان نے اپنے خیمے دریاے گنگا کے بائین کنارے حسین پور مین استادہ کرائے۔ اور احمد خان نے اُنکے واسطے ہر قسم کا کھانا مستجاب خان ورکزئی کے ہاتھ بھیجا۔ اور نواب احمد خان نے نواب سید سعد اللہ خان سے کہلا بھیجا کہ کل دریا اُترآؤ کیونکہ فوجون کا متفق ہونا ضرور ہے یہ پیغام نواب سید سعد اللہ خان کو پہونچا لیکن اُنھون نے کہا کہ مین اپنے خاص خاص سردارون سے مشورہ کرکے جواب دونگا۔ تب اُنھون نے بہادر خان اور فتح خان کو طلب کرکے اُن سے احمد خان کا پیام کہا۔ بہادر خان نے جواب دیا کہ قوم افغانان کے سردار کے سامنے بے سوغات جانا مناسب نہین ہے۔ احمد خان کو جواب بھیجنا چاہیے کہ انشاء اللہ کل آپ کے بدخواہ آپکے دشمنون یعنی وزیر اور سرداران جاٹ اور مرہٹہ کے سر بطور تحفہ کے پیش کرینگے۔ لاڈلے نواب سید سعد اللہ خان چونکہ نوعمر اور ناتجربہ کار تھے اُنھین یہ خیال ہوا ہوگا کہ بہادر خان بہادر ہے ضرور ایسا کریگا۔ اُنھون نے وہی پیغام بھیجدیا۔ نواب احمد خان نے جواب دیا کہ جیسا تم خیال کرتے ہو ویسا ہی کیجیو

مگر ایک بات کا ضرور دھیان رہے کہ کسی حال مین دریا کا کنارہ نہ چھوڑنا اور
اگر مرہٹے مُنھ موڑین تو اُنکا تعاقب نہ کیجیو اور اپنے سپاہیون کو اُنکے تعاقب
سے باز رکھیو کیونکہ یہ اِس قوم کی عادت ہے کہ اس قاعدے سے دشمن کو اسکی
جگہ سے دور کر دیتے ہین تاکہ مدد اسکو نہ پہونچ سکے دوسرے روز نواب سید سعد اللہ خان
اور منور خان اور محمود خان آمادۂ جنگ ہوے اور اپنی فوجون کی صفت باندھ کر
دشمن کی طرف بڑھے۔ وزیر نواب سید سعد اللہ خان کے آنے سے نہایت خوفزدہ
ہو رہے تھے۔ اُنھون نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور سورج مل کو بغرض مشورہ
طلب کیا۔ یہ تجویز ہوئی کہ فوج دریا پار نواب سید سعد اللہ خان سے لڑنے کو
بھیجدی جائے اس سے قبل کہ نواب سید سعد اللہ خان اور نواب احمد خان
متفق ہونے پائین سنگی رام پور کا پل جو خراب ہو رہا تھا اُسکی مرمت کی گئی پھر
کھانڈے راؤ اور تانتیا گنگا دھر جمعیت پچاس ہزار سپاہ کے دریا پار ہوے۔
جواہر سنگھ ولد سورج مل جاٹ اور رانا بھیم سنگھ زمیندار گوالیار مع چالیس ہزار
سوار و پیادہ کے اُنکی کمک کو پہونچے اور روہیلون پر حملہ شروع ہوا پہلے بہادر خان
کے سپاہیون نے بانون کا مینھ برسانا شروع کیا بعد اسکے بندوقین سرکین بعد ازان
اُنھون نے بندوقین بند کین اور تلوارین کھینچ کھینچ کر ہندوؤن پر حملہ آور ہوے اور اُنھون
نے فی الفور پشت دی۔ بہادر خان نے احمد خان کی نصیحت فراموش کر کے دریا
کا کنارہ چھوڑا اور دشمن کے متعاقب بڑھا اور فتح کی خوشی مین موج کی طرح لہراتا
ہوا پیچھا کئے چلا گیا خوب بہادر جوان تھا اور شمشیر زنی کا شوقین تھا اُس کا جی
چاہتا تھا کہ اپنا جوہر تلوار مین دکھائے۔ اسکے ساتھ فقط دو یا تین ہزار آدمی تھے

یہ یہانتک پیچھا کرتے ہوے گئے کہ قلب لشکر کے مقابل جا پہونچے دشمن نے دیکھا کہ فقط ایک ہاتھی ہے اور تھوڑے سے جوان ہین اور اُنکے پیچھے کچھ کمک بھی نہین۔ مڑکر چارون طرف سے بہادر خان کو گھیر لیا بہادر خان ہاتھی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوا اور اُسکے جوان بھی تلوارین کھینچ کر اُسکے ہمراہ ہوے اور دشمن کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن ہندوون نے اس طرح گھیر لیا تھا جیسے شکار کو گھیر لیتے ہین اور تیر اور گولیان اُنپر برسانا شروع کین اُنھون نے بھی تلوار اور برچھون اور نیزون سے بعض کو زخمی و قتل کیا۔ جب تک بہادر خان کے جسم مین جان رہی تلوار ہاتھ سے نہ چھوڑی اور اپنے دم کے موافق کام کیا۔ کوئی اُسکی مدد کو نہ آیا آخر گھوڑے سے گر کر جان بحق تسلیم ہوا دشمنون نے اُسکا سر کاٹ لیا اور جو کچھ سپاہی باقی رہ گئے تھے اُنھون نے بھاگ کر جان بچائی۔

جب نواب سید سعد اللہ خان نے سُنا کہ بہادر خان قتل ہوا تو اُنھون نے فتح خان خانسامان سے پوچھا کہ اب کیا صلاح ہے۔ بہادر خان سے سب سردار عداوت رکھتے تھے۔ آنولے سے چلتے وقت حافظ رحمت خان نے مخفی فتح خان سے کہا تھا کہ بہادر خان ضرور جنگ مین آگے ہوگا ایسی تدبیر کرنا کہ کوئی اُسکو مدد نہ دینے پائے اور وہ مغلوب ہوکر مارا جائے اور اِس صورت سے اس خار کو دور کرنا کیونکہ یہی نواب سید سعد اللہ خان کو مدد دینے کا باعث ہوا ہے۔ اگر کہین احمد خان وزیر پر غالب آئے تو ضرور تخت کا دعوی کرینگے۔ کیونکہ پھر کوئی اُنکے مقابلے کو باقی نہ رہیگا۔ اور اُس وقت قائم خان کے انتقام مین تمام روہیلونکو ملک سے نکال دینگے۔ جب نواب سید سعد اللہ خان نے فتح خان سے صلاح

پوچھی تو اُنھون نے موقع پاکر کہا کہ سب سے بہتر تو یہی ہے کہ آنولے واپس چلو نواب سید سعد اللہ خان نے جواب دیا جوانمردی مانع ہے کہ نواب احمد خان کو دشمن کے منھ مین چھوڑ دین۔ فتح خان نے جواب دیا کہ احمد خان کی کامیابی کی کوئی صورت نہین ہے وہ بھی تھوڑے عرصے مین آنولے کو آئینگے وہان جو کچھ صلاح ٹھہرے اُسپر عمل کرنا۔ نواب سید سعد اللہ خان فتح خان کی باتون مین آگئے اور آنولے کی طرف لوٹ گئے پھر رات گئے مرہٹون اور جاٹون نے نواب سید سعد اللہ خان کے خیمون مین آگ لگادی۔ فتح خان نواب سید سعد اللہ خان کو ساتھ لے کر آنولے آئے۔ سید محمد یار خان۔ سید آلہ یار خان اور سید مرتضیٰ خان بھی کہ ہمراہ تھے بخیریت تمام آنولے مین پہونچ گئے۔

نواب احمد خان بنگش والی فرّخ آباد کا وزیر کے مقابلے سے بھاگ کر آنولے کو آنا وزیر اور مرہٹون کا احمد خان کے تعاقّب مین روہیلکھنڈ مین گھس آنا۔ تمام روہیلون کا احمد خان کی طرفداری پر آمادہ ہونا

نواب سید سعد اللہ خان کی شکست اور واپسی کے بعد نواب احمد خان کی فوج بھی اسقدر بے دل ہوگئی کہ خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگی سردار اور نامور لوگ تو البتہ اپنی اپنی جگھون پر قائم رہے جب نواب احمد خان کا ساتھ سب نے بجز اُنکے عہدہ دارون اور جماعہ دارون کے چھوڑ دیا اور اب اُنکو

پھر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اُنکے سپاہیون کی حالت ایسی خراب ہو گئی تھی جسکے سبب
سے مقابلہ کرنا غیر ممکن ہوا اسیلیے وہ بھی شب کی تاریکی مین قلعہ سے نکلے اور
امیت پور کی راہ سے شاہجہان پور پہونچے اور وہان سے آنولے مین داخل
ہوے یہان روہیلہ سردارون کی ملاقات کو آئے مسٹر ہیملٹن صاحب کہ حکمت عملی
کی رو سے روہیلون نے یہ بڑی حماقت کی کہ اپنی فوج کو نواب احمد خان کے
شریک کر دیا مگر اس وقت کی صورت پریشانی کرنے سے اس اعتراض کا جواب
بہت آسان ہے کیفیت اُس وقت کی ویسی ہی مسٹر ہیملٹن نے بیان کی ہے
جیسی ہمنے لکھی ہے یہ کارروائی نوعمر نواب سید سعادت خان سے برخلاف راے
سرداران تجربہ کار کے ہوئی تھی اگر موقع مل جاتا تو وزیر یا مرہٹے نواب سید
سعادت خان کی عداوت اور دوسرون کی دوستی مین کچھ کسر نہ کرتے اور کل
روہیلون پر [illegible] جاتا بعض تواریخ مین لکھا ہے کہ وزیر نے روہیلکھنڈ مین
پہونچنے کی اثنا مین اسپر ہوے روہیلون کے حاکم کے نام ایک تحریر اس
مضمون کی بھیجی تھی کہ پچھلے تین سالون کا خراج جو تمسے ذمے واجب الادا
ہے وہ شاہی خزانے مین داخل کرو اس تحریر کے پہونچنے پر تو روہیلون نے
کوئی جواب بھیجا نہ کچھ سامان جنگ تیار کیا۔ بڑی بے پروائی سے اُس کا کچھ
خیال نہ کیا نہ یہ بات ذہن مین آئی کہ اس جھگڑے مین ہمارے دو افسرون کے
شریک ہونے سے ہماری تمام جماعت اس فوج کشی کے مخالف مانی جائیگی
لیکن اس تحریک کے دیکھنے کے بعد یہ اثر ضرور ہوا کہ اپنی تھوڑی سی جماعت لیکر
نواب سید سعادت خان اور فتح خان کی خبر گیری کے خیال سے اُنکی طرف

روانہ ہوے اُنکے پہونچنے کے پہلے صفدر جنگ نے اسلام نگر پرگنۂ بدایون کے قریب احمد خان بنگش اور اُس کے ہمراہیون پر اچانک حملہ کرکے ایسی شکست فاش دی کہ کسی کے پانوٗن میدان مین نہ جمے۔ روہیلون اور بنگشون کی تعداد ملکر قریب بارہ ہزار آدمیون کے تھی اور آخر مین کچھ اور زیادہ ہوگئی تھی۔

عماد السعادت مین بیان کیا ہے کہ ساٹھ ہزار سپاہ احمد خان کی تھی اور نوے ہزار سپاہ روہیلون کی تھی مگر اس تعداد مین مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔

الغرض آنولے مین نواب احمد خان کے پہونچنے کے بعد اُنکے اور روہیلہ سردارون کے مشورے سے یہ بات قرار پائی کہ بالفعل کوہ کمایون کے دامن مین پناہ گزین ہونا چاہیے۔ دوسرے روز احمد خان۔ نواب سید سعد اللہ خان۔ حافظ رحمت خان۔ بخشی سردار خان۔ فتح خان خانسامان اور دوندے خان وغیرہ مع اپنی فوجون کے پہاڑ کی طرف روانہ ہوکر مراد آباد پہونچے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ یہان چند روز مقام کرنا پڑا اس عرصے مین یہ خبر آئی کہ وزیر مرہٹون کو سنگی رام پور مین چھوڑ کر لکھنو کو گئے ہین۔ یہ خبر سُنکر حافظ رحمت خان اور نواب سید سعد اللہ خان وغیرہ نے احمد خان سے کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنولے کو واپس چلین چونکہ بارش قریب ہے ہم بے کھٹکے آرام کرینگے اور اپنے ہم قومون کو ہر طرف سے بلائینگے اور مرہٹون سے جنگ کرینگے۔ یہ صلاح سبنے پسند کی اور وہ آنولے کو واپس آئے۔ روہیلے اپنے مکانون کو چلے گئے اور نواب احمد خان شہر کے باہر خیمہ زن ہوے۔ جب ۱۷۵۱ء کا موسم برسات ختم ہوا تو جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ کشتیان جمع کی گئین اور رام گنگا پر پل بنایا گیا

یہ ندی روہیلکھنڈ مین بہتی ہوئی قنوج کے قریب فرخ آباد سے چالیس میل نیچے بائین جانب سے گنگا مین داخل ہوئی ہے جب وزیر کو معلوم ہوا کہ نواب احمد خان نواب سید سعداللہ خان اور حافظ رحمت خان کی مدد سے حملہ کرنے کو بڑھے ہین تو اُنھون نے کھانڈے راؤ ولد ملہار راؤ کو بے شمار فوج کے ساتھ اُنسے جنگ کرنے اور بھگا دینے کے لیے گنگا پار بھیجا تب نواب احمد خان اور نواب سید سعداللہ خان اور حافظ رحمت خان وغیرہ اپنے پل پر سے رام گنگا پار ہوے اور اپنے سپاہیونکو سخت تاکید کی کہ دریا سے دور مت جانا اسی کے کنارے کنارے چلنا ایک مقام پر دریا ہلال کی صورت پر بہا ہے۔یہان مرہٹون نے نواب احمد خان اور نواب سید سعداللہ خان کے روکنے کے ارادے سے قیام کیا تھا۔دونون خان نے جو پیش لشکر مین تھے دشمن کے مقام کو دیکھا اور یہ خیال کیا کہ اب مین دریا کے کنارے کنارے نہین بڑھ سکتا ہون اسلیئے اُنھون نے کوچ موقوف کر کے دریا کے گھاؤ کے دونون گوشون یعنی مشرق و مغرب پر اپنا مورچہ لگا دیا اس تدبیر سے اُنھون نے دشمن کے بیٹھنے کی راہ مسدود کر دی جب کھانڈے راؤ نے راہ ہر طرف سے مسدود پائی اور دیکھا کہ پٹھانون نے سب طرف سے آمد و رفت بند کر دی ہے تو اُسنے نواب احمد خان کے پاس پیغام بھیجا اُسکے قاصد نے آکر یون بیان کیا کہ گو ہم حسب الحکم بادشاہ ہند کے اس جنگ مین شریک ہوے ہین مگر ہم دل سے وزیر کی طرف سے نہین لڑتے ہین محض وقت کا نباہ کرتے ہین اس وقت جو کچھ ہمارے اور تمھارے درمیان باہم ٹھہر جائیگا ہم قسم کھا کر اقرار کرتے ہین جبکہ جنگ کہ یون شروع ہوگی ہم تمکو بذریعہ تحریر اطلاع دین گے۔

جب یہ پیغام نواب احمد خان نے سُنا تو حافظ رحمت خان کو طلب کیا اور اُن سے
مرہٹون کی درخواست ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میرے والد نواب محمد خان اور مرہٹون
مین سابق مین اتحاد بھی تھا بعد اسکے اُنھون نے حافظ رحمت خان سے کہا کہ تم
دوندے خان کو حکم بھیجو کہ مرہٹون کی راہ جو اُنھون نے بند کر دی ہے کھولدین حافظ
رحمت خان نے جواب دیا کہ لڑائی کے وقت دوندے خان کسی کا حکم نہین مینںگے
ہان آپ خود اگر وہان تک چلنے کی تکلیف کرین تو شاید وہ مانین اور مین آپکے ساتھ
چلتا ہون پٹھانون کی فوج کی ترتیب اس طرح تھی۔ دوندے خان کے عقب مین
کمک کے واسطے بہادر خان اور ملا سردار خان تھے اُنکے پیچھے فتح خان خانسامان
تھے اور اُنکے بعد نواب سید سعد اللہ خان اور حافظ رحمت خان یہ دونون ہاتھی پر
سوار تھے یہ سب نواب احمد خان کا ہراول تھا۔ نواب احمد خان اور حافظ رحمت خان
بڑھکر دوندے خان کے پاس گئے اور مرہٹون کی درخواست سے اُنکو مطلع کیا اور
کہا کہ اُنھون نے اپنے اقرار پر قسم کھائی ہے۔ اُنکی باتین ہزار من سنگین وزنی ہوتی تھین
اُنھون نے جواب دیا کہ اسوقت تو مرہٹے خواہ مخواہ مصالحت کی درخواست کرینگے۔
کیونکہ اُنکی حالت نہایت نازک ہو رہی ہے تین طرف تو اُن کے ندی حائل ہے
اور چوتھی جانب مین نے راہ بند کر دی ہے اب اُنکا ایسا حال ہے کہ بلا تصدیع و
بے تضییع اوقات اُنکو ہم باسانی شکست فاش دے سکتے ہین ایسے موقع کی قسم محض لغو ہے
نواب احمد خان نے کہا جو تم کہتے ہو سب صحیح ہے مگر مذہب اسلام مین امان مانگنے
والے کو امان نہ دینا جائز نہین بلکہ سخت بُرا ہے اگر وہ جھوٹی قسم کھائینگے خدا اُنکو
سزا دیگا دوندے خان نے مجبور ہو کر منظور کیا اور اپنی فوج کو حکم بھیجا کہ راستہ کھولدے

سپاہی وہان سے ہٹ گئے اور دشمن کے واسطے راستہ کھول دیا نواب احمد خان اور
نواب سید سعد اللہ خان نے اس مقام پر اپنے خیمے نصب کروائے دوسرے روز
افاغنہ ناؤ کے پل پر پہونچے جو وزیر نے شنگی رام پور پرگنگا کا بندھوایا تھا مسلمانون
کے پہونچنے سے قبل مرہٹون نے پل کو توڑ ڈالا تھا۔ جب نواب احمد خان اور
نواب سید سعد اللہ خان پہونچے تو اُنھون نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے
درمیان دریا حائل ہے دونون جانب سے توپین چلنے لگین جن مرہٹون کا نازک
حالت مین راستہ کھولدیا گیا تھا وہ بھی پٹھانون کے لشکر کے گرد مجتمع ہوے مگر قریب
نہ آسکے قریب ایک ہفتہ تک یہی حال رہا مگر دریا کو عبور کرنے کی صورت
نہ نکلی اور خوراک جو سپاہی اپنے ساتھ لائے تھے وہ بھی ختم کو پہونچی۔ روہیلہ سردارون
نے نواب احمد خان سے صورت حال بیان کی اور کہا کہ اسوقت یہی مناسب
نظر آتا ہے کہ آگے چل کر سورج پور مین مقام کرنا چاہیے۔ سورج پور پرگنہ کمپل مین
جسکو کمپل قائم گنج کہتے ہین تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد مین ایک گھاٹ ہے
اور فرخ آباد سے بیس میل اور شنگی رامپور سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔
اُنھون نے خیال کیا کہ ہم کو وہان بھی رسد پہنچیگی اور ہم دریا سے بآسانی اترجائینگے
اور برسر ملہار راؤ کی طرف بڑھینگے۔ کیونکہ اس وقت ملہار راؤ کے پاس
تھوڑی سی فوج تھی اسلیے پل کی مرمت مین تضیع اوقات کرنا خوب نہین اور کوچ کے
وقت مشہور کرینگے کہ ہم اپنے رامگنگا کے پل کی طرف غلے کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کے
واسطے واپس جاتے ہین اور تازہ رسد ہم پہونچاکر ہم اپنے قدیم موقع پر آکر جنگ
شروع کردینگے نواب احمد خان نے اس تجویز کو پسند کیا اور افغانون نے کوچ کیا

جب وہ چلے تو مرہٹے پیچھے سے توپین داغتے رہے لیکن تعاقب نہ کیا جب وزیر نے افغانون کی کوشش کا مذکور سُنا بہت جلد پیچھے ہٹ کر اور سیدھی گھاٹ سے اُتر کر ۹ محرم ۱۱۶۵ ہجری مطابق ۱۷ نومبر ۱۷۵۱ء کو ملہار راؤ سے بمقام سی رام پور جا ملے۔ سیدھی گھاٹ پرگنہ قنوج مین فرخ آباد کے نیچے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے وزیر وہان داخل ہوئے تو کل توپین سلامی مین سر ہوئین اُنکی آواز سے پٹھانون کے لشکر مین بڑا انتشار پیدا ہوا جب افغان سردارون نے وزیر کی آمد سُنی سب نے مجتمع ہوکر صلاح کی آخر یہ بات قرار پائی کہ سیدھے بن گڑھ کی طرف کوچ کر چلین۔ بازید خان حاکم توپ خانہ طلب ہوا کہ اپنی سب توپین بطور حیلہ سر کرکے روانہ ہو جائے بہ تعمیل اس حکم کے توپخانہ روانہ ہوگیا کل فوج مین پریشانی پھیل گئی۔ ایک سپاہی کے بھی حواس بجا نہ ہے فقط عہدہ دار اور خاص خاص لوگ تو البتہ اس خوف سے محفوظ تھے جب عہدہ دارون نے سپاہ کا یہ حال دیکھا متردد ہوکر کہنے لگے کہ ہمکو بے جنگ شکست ہوگئی نواب احمد خان مع فوج کے نواب سید سعد اللہ خان کی فوج سے نصف کوس پر تھے اصلا خبر نہ تھی کہ روہیلون کا کیا حال ہے۔ آفتاب طلوع نہونے پایا تھا کہ نواب سید سعد اللہ خان۔ حافظ رحمت خان۔ ملا سردار خان۔ دوندے خان اور دوسرے روہیلہ سردار نواب احمد خان کے پاس پہونچے اور سارا حال اُن سے کہا۔ احمد خان نے اپنے افسرون کو طلب کیا اور شاہ دل خان اور سعادت خان کو حکم دیا کہ تم فوراً روانہ ہو جاؤ پل کو توڑ ڈالو اور ناوین سورج پور گھاٹ لیجاؤ وہان پل تیار کر دو مین آج اُس پل سے دریا کو عبور کرونگا اور دوسرے افسرون کو حکم دیا کہ تم مسلح ہوکر تیار رہو۔ جب نواب احمد خان فوج روہیلہ کی

طرف چلے اور اُنکو ساتھ لیکر ایک کھلے وسیع میدان مین مقام کیا۔ اُسوقت نواب سید سعد اللہ خان اور دوسرے سرداران روہیلہ نے نواب احمد خان سے ملاقات کر کے اپنی فوج کا حال کہا کہ توپخانے کے روانہ ہوجانے سے اُنکے دلون مین ہراس پیدا ہوگیا ہے اور سب کے سب بھاگنا چاہتے ہین اور جب یہ حال ہے تو ہم میدان مین کیسے جنگ کرسکتے ہین۔ نواب احمد خان نے کہا کہ اُنکے ارادے سے مجھے پیشتر ہی سے اطلاع کردی ہوتی۔ تاکہ دوسری تدبیر کی جاتی۔ بے جنگ کیے ہوے ہٹنا بڑی خراب بات ہے۔ دنیا بھر مین اسکو کوئی پسند نہ کرے گا۔ نواب سید سعد اللہ خان اور دوسرے سردارون نے سرنیچا کرلیا اور کچھ نہ بولے بعد ایک لمحہ کے کہنے لگے جو کچھ ہوا سو ہوا بہت سی گفتگو اور سوال وجواب کے بعد نواب سید سعد اللہ خان اور حافظ رحمت خان وغیرہ نے کہا کہ ہماری فوج دل ہار گئی ہے اس صورت مین بہتر یہ ہے کہ آنولے کو واپس جائین اور وہان اپنے خاندان کے لوگون کو مجتمع کر کے پہاڑ کو چلیین اور آپ کو بھی یہی صلاح دیتے ہین نواب احمد خان نے بھی اس بات کو قبول کیا۔

دامن کوہ کمایون مین پٹھانون کا پناہ لینا۔ مخالف کا تعاقب کرنا اور پٹھانون کو محصور کرلینا۔ پہاڑ کی طرف سے رسد کا محصورین کے لیے انتظام۔ وزیر کا اُن کو تنگ کرنے کے بارے مین اہتمام

ایک گھنٹہ قبل از غروب سب کے سب آنولے مین پہونچے۔ نواب احمد خان نے

شہر کے باہر ایک باغ مین قیام کیا اور یہان ۹ گھنٹے مقام کیا جب صبح ہونے لگی تو نواب سید سعد اللہ خان کو بُلا بھیجا اور پہاڑ کی طرف روانہ ہوے دوسرے لوگ تمام رات بھر گھر کے کام مین نقد روپیہ جمع کرنے مین اور مدفون کرنے مین اور بان اور توپخانے کے کام مین مصروف رہے۔ پھر گھرون کو چھوڑ کر اپنے اہل و عیال ساتھ لیکر روانہ ہوے اور گھرون مین آگ لگا دی پہر رات گئے رمپورے پہونچکر اپنے خیمے استادہ کیے دوسرے روز پھر روانہ ہوکر مرادآباد مین پہونچے اور یہان چھ گھنٹے ٹھہر کر کاشی پور کی طرف چلے جو مرادآباد سے تیس میل شمال مین ہے اُس وقت ایک جاسوس آیا سیندھیا کے پاس سے احمد خان کے نام خط لیکر آیا اُس مین لکھا تھا کہ جب وزیر نے سُنا کہ افغان پہاڑ کی طرف ہٹے جاتے ہین اُنھون نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ فوراً ندی پار ہوکر تیز کوچ کرتے ہوے دشمن کے متعاقب جاوین اور کہین مقام نہ کرین۔ گنگا دھر تانتیا بجمعیت تیس ہزار سوار و مغل و قزلباش اُس تعاقب کے واسطے مقرر ہوا ہے وہ پہونچا ہی چاہتے ہین اس لیے تمکو لازم ہے بہت جلد پہاڑ کی طرف روانہ ہوکر جاے امن تلاش کرو۔ احمد خان نے اس خط کو پڑھ کر نواب سید سعد اللہ خان اور حافظ رحمت خان کو بلا کر مضمون بیان کیا اور سب حال کہا اور قاصد کو سات اشرفیان دے کر رخصت کیا۔[1]

افغان فی الفور جانب کوہ روانہ ہوے اور دوسرے روز جنگل مین پہونچگئے فرح بخش مین یون لکھا ہے کہ ملہار راؤ وغیرہ نے سرداران افاغنہ کے ساتھ اس قدر سلوک کیا کہ دو تین دن کا توقف اپنے کوچ مین کیا کہ افاغنہ خیریت سے

---

[1] دیکھو تاریخ فرخ آباد مؤلفہ آرون صاحب ۱۲

جنگل مین پہونچ گئے اگر مرہٹے تعاقب کیے ہوے چلے آتے تو افاغنہ مین سے کوئی بھی صحیح وسالم وہان تک نہ پہونچ سکتا اور منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ ملہار راؤ نے دوندے خان کو کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو یہان سے چلے جاؤ ورنہ یہان برباد ہو جاؤ گے۔ تمھارے تمام خاندان خراب ہو جائینگے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ اگر ہمنے یہان سے کوچ کیا تو تم ہمارا تعاقب کروگے اسلیے ہمکو یہان ہی شہید ہو جانا بہتر ہے۔ ملہار راؤ نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم جنگل مین نہ پہونچ جاؤ گے ہم تعاقب نہین کرینگے تمام افغان چلکیا مین پہونچ گئے۔ یہ مرہٹون کا احسان سمجھنا چاہیے جیسا کہ یہان کے مؤرخون کا بیان ہے اور انگریزی مؤرخون کا قول ہے کہ روہیلون کا تعاقب کا نہی اور تساہل سے اس وجہ سے کیا گیا کہ مرہٹون کی فوج بیشتر لوٹ مار کی فکر مین ادھر اُدھر بھٹکتی رہی۔

روہیلون کے پناہ لینے کے مقام مین بھی اختلاف ہے ہملٹن کے بیان کے موافق اُن لوگون کا مقام گڑھوال کی پہاڑی پر مقام لال ڈانگ مین تھا۔ گلستان رحمت اور جام جہان نما اور منتخب العلوم سے معلوم ہوتا ہے کہ روہیلے آنولے سے نکل کر چلکیا مین پناہ گزین ہوے تھے اور مولوی قدرت اللہ شوق مؤلف جام جہان نما نے طبقات الشعرا مین خانزادے کاظم خان شیدا کے حالات مین لکھا ہے کہ جب ابو المنصور خان صفدر جنگ سے پٹھانون نے منہزم ہو کر جنگل جنسیر دامن کوہ کمایون مین پناہ لی تھی تو شیدا نے اس واقعہ کی تاریخ لفظ فساد عظیم سے نکالی تھی۔ اور مآثر الامرا۔ اور سیر المتاخرین مین ذکر کیا ہے کہ کوہ مداریہ مین جو کوہ کمایون کی ایک شاخ ہے افاغنہ نے پناہ لی تھی

اور عماد السعادت مین لکھا ہے کہ گنگو رکے ٹیلے پر پناہ لی تھی۔

اس جنگل کے تین طرف دشوار گذار خارستان تھا اور ایک طرف جدھر سے راہ تھی افغانون نے عمیق خندق کھودی اور برج بنائے اب یہ مقام بہت مستحکم اور بے گذر ہو گیا کہ روہیلون پر یکایک حملہ کرنا سخت دشوار اور خطرناک تھا۔ پٹھانون نے اس جنگل کے وسط مین اپنا لشکرگاہ قائم کیا اور توپین قرینے سے نصب کر کے زنجیرون سے کس دین مدت تک یہ مقام سنکر کے نام سے مشہور رہا باوجود اس سب کے وہ نہایت مضطر تھے کہ کہین سے سامان رسد کا انتظام نہ تھا اور کھانا اُنکے پاس بالکل نہ تھا۔ تھوڑے عرصے تک اُنھون نے نیشکر پر بسر کی اور کہین سے کوئی سامان مہیا نہ ہوا۔ نواب احمد خان نے حافظ رحمت خان کو طلب کر کے کہا کہ قادر مطلق نے ہمکو جائے پناہ تو ایسی عطا کی ہے کہ جہان سے ہم شاہ ہفت اقلیم سے بھی جنگ کر سکتے ہین مگر غذا بہم پہونچانا نہایت ضرور ہے اُنھون نے جواب دیا کہ الموڑے کا راجہ اپنی دامن کوہ کی ریاست کے ناظم سید احمد کو نہایت عزیز رکھتا ہے اور سید موصوف ہماری قوم کا بھی خواہ ہے اگر آپ سید کو کچھ تحائف دے کر راجہ کے پاس بھیجین اور اُس سے درخواست بہم رسانی غلہ کرین تو بہت مناسب ہوگا نواب احمد خان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ حافظ رحمت خان نواب احمد خان سے رخصت ہو کر سید صاحب کے پاس گئے سید مذکور نجیب خان کے قریب توپخانے مین تھا اور جو تجویز کیا گیا اُس سے بیان کیا۔ سید کو نواب احمد خان کے پاس بُلا لائے نواب نے اُسکو خط و تحائف دیے اور الموڑے کی طرف رخصت کیا سیّد کے

پہونچنے سے قبل وزیر کا وکیل مہدی جنگل کی راہ سے راجہ الموڑے کے پاس آیا وزیر کا پیغام یہ تھا کہ "ہمارے دشمنون نے دامن کوہ مین پناہ لی ہے ہم تمھاری دوستی سے امید رکھتے ہین کہ اُنکو رسد نہ پہونچنے پائے بعوض اسکے روہیلون کا تمام مُلک تمھاری ریاست مین شامل کر دیا جائیگا" جب سید مع تحائف وہان پہونچا اور نواب احمد خان کا خط دیا الموڑے کے راجہ کے مدار المہام نے وزیر کے وکیل کو رخصت کیا اور کہا کہ یہ انسانیت سے بعید ہے کہ جو ہمارے یہان آکر پناہ لے ہم اُسپر کھانا بند کرین اُسنے فوراً اپنے کارندون کو حکم دیا کہ جوگا توٹن والے پٹھانون کے لشکر سے قریب ہین اُن سے کہو بہت جلد غلہ لاد کر اُن کے لشکر مین پہونچائین اور سید کو جواب دے کر رخصت کیا سید یہان پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ ہزارون پہاڑی غلہ سرون پر لیے ہوے نمودار ہوے اور بیچنا شروع کیا پٹھانون نے اس غلے کو من وسلویٰ تصور کیا بیچارے بھوکون مر رہے تھے اُسکو بہت غنیمت سمجھا جتنا جسکو درکار تھا خرید کیا اور شکر خدا بجا لائے اور کھانے پکانے مین مصروف ہوے۔ بعد اسکے سید جواب خط لے کر پہونچا اُسکا مضمون سواے خاص خاص لوگون کے اور کسی کو نہ سُنایا گیا بلکہ سید احمد کی تحریک سے راجہ الموڑہ افغانون کے لشکر کو دیکھنے کے لیے خود آیا تھا اور یہان کے رئیسون سے ملاقات کی تھی۔

جب صفدر جنگ گنگا پار ہوے تو اُنھون نے ملہار راؤ کو سخت تاکید کی کہ اپنا لشکر لے کر دشمن کا تعاقب کرے لیکن مرہٹہ سردارون نے ایفاے اپنے قول کے توقف کیا اور یہ عذر کیا کہ تا نتیا گنگا دھر اور مغل افغانون کے

تعاقب مین گئے ہین اسلیے مناسب یہ ہے کہ اتنا انتظار کیا جائے کہ دشمن کس طرف کا ارادہ رکھتے ہین جب معتبر خبر مل جائے گی تو اُسوقت کوچ یلغار کرنا مناسب ہوگا تھوڑے ہی عرصے مین خبر ہوئی کہ پٹھان دامن کوہ کی طرف گئے۔ مرہٹون نے بہ تعجیل تمام کوچ کیا۔

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ صفدر جنگ آنولے پہونچے تو وہان نواب سید سعداللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان کو اُنھون نے قتل کرادیا اور دو روز تک اس مقام مین وزیر کی فوج رہی تیسرے روز روہیلون کے تعاقب مین کوچ کیا۔ لیکن قتل نواب سید سعداللہ خان کی حکایت محض غلط ہے۔

بہرصورت مرہٹون کی فوجین تعاقب کرتی ہوئین پٹھانون کے قیام گاہ کے تین کوس قریب جا پہونچین یہان اُنھون نے مقام کیا اور وزیر نے اپنا لشکر موضع چلکیا مین ڈالا اور پٹھانون کے اس طرف کے تمام راستے بند کردیے گئے تاکہ بھوک پیاس کی شدت سے مجبور ہوکر قبضے مین آجائین مگر پٹھانون کو پہاڑ کی جانب سے رسد پہونچنے کا عمدہ ذریعہ میسر تھا۔

عماد السعادت مین بیان کیا ہے کہ پٹھانون کے پاس پہاڑ سے جو رسد آتی تھی وہ اُنکی جماعت کثیر کو کافی نہ تھی اسلیے گوشت کھاکر بسر کرتے تھے وزیر کے لشکر کے غریب آدمی یہان سے گوشت لیجاتے اور ایک سیر گوشت ایک اشرفی کو فروخت کرتے اور فروخت کرنے کی یہ ترکیب تھی کہ دور سے پٹھانون کو گوشت دکھایا جاتا وہ قیمت اوپر سے ڈال دیتے بیچنے والا قیمت لے کر ہٹ جاتا خریدار پہونچکر گوشت اُٹھا لیتا اور یہ گوشت گائے کا ہوتا تھا نہ بکری کا اور پٹھانون کے لشکر مین

رسد کی اتنی کمی تھی کہ رفتہ رفتہ گائے اور بھینس ایک ایک پیسے کو وزیر کے لشکریون کے ہاتھ فروخت کرنے لگے یہ بیان غلط ہونے مین اتنا واضح ہے کہ اس کی تردید کی بھی ضرورت نہین۔

جنگل بہت گھنا اور راستہ نہایت ناہموار تھا اس وجہ سے وزیر کا بڑا توپخانہ بہت دیر مین پہونچا ہر روز وزیر خود تو پیچھے رہتے اور مرہٹون کو لڑنے کے واسطے آگے کرتے تھے روز شام کو وہ واپس آتے تھے وزیر کا توپخانہ تھوڑی دیر بعد آتا تھا۔ ہر روز اسی طرح جنگ ہوتی تھی۔ ایک روز وزیر دن نکلے ہاتھی پر سوار ہو کر اپنا توپخانہ نواب احمد خان کے مقابل لائے۔ وزیر کے توپخانے کا گولا اتنا بلند جاتا تھا کہ احمد خان کے توپخانے کے اوپر سے گذر کر لشکر کے پیچھے میدان مین جا کر گرتا تھا اس کوس بھر کے میدان مین اولے کی طرح گولے برستے تھے صبح سے شام تک توپین چلا کرتی تھین اور رات نہین ہونے پاتی تھی کہ وزیر اپنی توپین بنظر احتیاط اپنے لشکر کے قریب کھچوا لیجاتے تھے دو مہینے یہی حال رہا مگر افغانون کو اس سے کچھ بھی ضرر نہوا پہاڑ سے ایک نالہ جاری تھا یہ اور بھی وزیر کی تدبیر مین ہارج تھا روہیلے اس نالے سے نہر کاٹ لائے تھے اور اسکا پانی اپنے لشکر کے گرد پہونچایا تھا۔ ملہار راؤ اور سورج مل جاٹ نے بہت کوشش راستہ معلوم کرنے کی کی مگر سب بے سود رہی۔

اُس وقت وزیر کے پاس ایک خط اُن کے کارندے کے پاس سے جو دربار شاہی مین متعین تھا اس مضمون کا آیا کہ "جاسوسون نے بادشاہ سلامت کو خبر دی ہے کہ احمد شاہ دُرّانی اپنے ہمرقوم افغانون کی مدد کو آرہے ہین"

اور دُرّانی مذکور نے افغانان کوہستانی کو اطلاع دی ہے کہ مین آتا ہون سب کے سب مجتمع ہوکر دریاے سندھ کے کنارے پر میرے منتظر رہین خط مین یہ بھی لکھا تھا کہ جب بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو نہایت متردد ہوکر فیروز جنگ سے کہا کہ صفدر جنگ میری تمام فوج اور ہر مقام سے زمینداروں کو لیکر بیہودہ جنگ کرنے گئے ہین۔ ابتک یہ بھی نہین معلوم ہوا ہے کہ وہ احمد خان اور روہیلون پر غالب آئے یا فتحیاب ہونے کی کچھ امید بھی ہے اب ہم کیا کرین۔ فیروز جنگ نے آداب بجالاکر التماس کیا کہ جو کچھ غلام سمجھتا تھا وہی پیش آیا۔ کمترین نے حضور عالی کو پیشتر سے آگاہ کردیا تھا چونکہ حضور نے اس امر مین جاوید خان سے صلاح لی تھی لہذا اب اُس سے پوچھنا چاہیے۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا یہ تو سچ ہے مگر خطا انسان سے ہو ہی جاتی ہے تمکو یہ لازم نہین ہے کہ مشورہ دینے سے انکار کرو۔ تب فیروز جنگ نے کہا کہ صفدر جنگ کے نام ایک شقہ روانہ ہونا چاہیے کہ احمد شاہ دُرّانی اس طرف آتے ہین لہذا تمکو لازم ہے کہ احمد خان سے صلح کرلو اور یہ صلاح دی کہ علی قلی خان چھنگا اس قاصدی پر بھیجا جائے۔

اندر گر گوشائین کے اتیتون کا حملہ

وزیر نے اس خبر کو اپنے معتمدون سے بھی مخفی رکھا دوسرے روز اُنھون نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور تانتیا گنگادھر اور سورج مل جاٹ کو طلب کیا اور کہا دو مہینے تو گذر گئے اور ہنوز روز اول ہے تم ذرا بھی آگے نہ بڑھے اور نہ کچھ مدد دی۔ آپا سیندھیا نے سب سے پہلے جواب دیا کہ ہم میدان کی لڑائی لڑتے ہین

نہ خارستان اور قلعہ و خندق کی راجہ اندرگر گوشائین نے کہا کہ تمھارا دشمن میدان مین ہے نہ وہ قلعہ مین ہے نہ خندق مین فقط پانی سد راہ ہے دو گوشون مشرق و مغرب کی طرف پانی نہین ہے۔ مشرق کی طرف نجیب خان اور سید احمد کا توپخانہ ہے اور مغرب کی سمت نواب احمد خان ہے۔ اگر کوئی شخص تھوڑی بھی تکلیف کرے تو اُنپر فتح حاصل کر سکتا ہے۔ آپا سیندھیا نے کہا کہ تم بھی تو نواب وزیر کے نوکر ہو تمھین اتنی تکلیف کیون نہین کرتے ہو۔ اندرگر نے کہا کہ کل مین نواب احمد خان کے مورچے پر حملہ کرونگا اور بے مدد اُسپر قبضہ کر لونگا وزیر کے اقبال سے احمد خان کو زندہ گرفتار کر لاؤنگا یا اُسکا سر نیزے پر لاؤنگا۔ سردار مرہٹہ نے جواب دیا کہ اس سے بہتر اور کیا ہے۔ سب سردار رخصت ہو کر اپنے اپنے مقام کو گئے۔ آپا سیندھیا نے نواب احمد خان سے کہلا بھیجا کہ کل راجہ اندرگر تمپر حملہ کریگا اور مجھے امید ہے وہ یا تو مارا جائے گا یا شکست کھائے گا جب رات ختم ہوئی اور آفتاب مشرق سے طلوع ہوا۔ راجہ اندرگر پندرہ ہزار سوار و پیادہ کی جمعیت سے کہ سب اتیت اور ناگے تھے بان اور بندوق سے مسلح ہو کر وزیر کے روبرو گیا اور حملہ کرنے کا حکم پایا قبل حملہ کرنے کے راجہ اندرگر نے وزیر سے درخواست کی کہ مغل اور شیر بچہ کو حکم ہو کہ اول وہ دونون کا حملہ نجیب خان اور سید احمد کے مورچے پر کرین تاکہ کل پٹھان اس طرف متوجہ ہون اور نجیب خان کی مدد کو جائین اور احمد خان کی جانب خالی چھوڑ دین اور کوئی پٹھان اُسکا معاون نرہے اُسوقت مین اُسپر حملہ کرونگا وزیر نے اُسکے دلخواہ حکم دیا۔ راجہ اندرگر نے بڑھکر نشیب مین مقام کیا اور منتظر موقع کا ہوا اِدھر مغلون نے نجیب خان کے مورچے پر حملہ کیا لڑائی شروع ہو گئی مغلون نے حتی المقدور بڑی

جوانمردی کی نجیب خان کے مورچے پر سخت آن بنی مگر اُنھون نے بڑی دل جمعی کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنے دوستون سے کہا کہ ابھی گولہ باری موقوف کرو جب دشمن قریب آئے تو تلوار سے مقابلہ کرنا۔ نجیب خان نے بخشی سردار خان اور دوندے خان سے کہلا بھیجا کہ اپنی اپنی جگہین چھوڑکر آئین کیونکہ وہ سمجھتے تھے خاص حملہ میری طرف کیا گیا ہے۔ حافظ رحمت خان یہ دیکھکر کہ نجیب خان پر حملہ ہوا ہے سوار ہو کر نواب احمد خان کے پاس پہونچے مگر قبل انکے پہونچنے کے نواب احمد خان ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے مورچے کو جا چکے تھے۔ حافظ رحمت خان نے نواب سے کہا کہ آج خاص حملہ نجیب خان کے توپخانے کی طرف ہے۔ نواب نے جواب دیا کہ نجیب خان پر فقط دھوکے کا حملہ ہے۔ اصل حملہ مجھپر قوم اتیت کے ہاتھ سے ہوگا۔ اس لیے تم اپنے مورچے کو جاؤ اور اپنے سردارون کو حکم دیا کہ سب ہوشیار رہین۔ ڈیڑھ گھنٹہ دن رہے اتیتون کی فوج میدان مین آئی پٹھان تمندارون نے اپنی سپاہ کی صف بندی کی اجازت چاہی۔ نواب احمد خان نے اُنسے کہا کہ فاتحہ خیر پڑھکر جنگ کا ارادہ کرو۔ افغانون نے دونون ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور فاتحہ خیر پڑھکر دشمن کی طرف چلے۔ دونون جانب سے پیشتر بان اور بندوق سر ہوے اور ایک گھنٹہ تک اس صورت سے لڑائی ہوتی رہی۔ آخرالامر پٹھان بڑھکر دشمن پر جا پہونچے اور تلوار چلنے لگی۔ افغانون نے اس سختی سے حملہ کیا کہ اتیتون نے تاب نہ لاکر ہٹنا شروع کیا اس وقت اندر گرکا چیلہ اتیتون پر حکمران تھا جب اُسنے دیکھا کہ ناگون اور اتیتون نے منھ پھیر لیا تو وہ گھوڑے پر سے

اُتر پڑا اور اُنکو مجتمع کرنا چاہا اور اپنے خاص خاص ہمراہیون سے کہا کہ تلوار لیکر حملہ کرو۔ اُنھون نے اُسکے حکم کی تعمیل کی اور خوب جان بازی سے لڑے اُن مین سے بہت سے مارے گئے اور باقی منتشر ہو گئے تب خود اتیتون کا سردار شمشیر بدست سامنے آیا اور ایک پٹھان فقط تلوار لیکر اُسکے مقابل ہوا تھوڑی دیر لڑکر پٹھان نے اُسکو مار لیا۔ اور اُس کا سر تن سے جدا کر لیا جب اتیتون نے دیکھا کہ اُنکا سردار قتل ہوا بھاگ کھڑے ہونے۔ راجہ اندرگر یہ برگشتگی طالع دیکھکر میدان جنگ سے پھرا۔ پٹھانون نے وزیر کے لشکر تک اُسکا تعاقب کیا اور غروب آفتاب کے وقت وہان پہونچے۔ بعد غروب اس قدر تاریکی ہوئی کہ ایک دوسرے کو شناخت نکر سکتا تھا۔ نواب احمد خان نے فوراً قاصد روانہ کیا اور حکم دیا کہ سب تعاقب سے واپس آئین پٹھانون نے وزیر کی توپ کی گاڑیون مین آگ لگا دی اور مع مال غنیمت اپنے لشکر مین واپس آئے جب وزیر نے اندرگر کی شکست کی خبر سُنی نہایت افسردہ خاطر ہوے اور اپنے خیمہ سے نکل کر ہاتھی پر سوار ہوے اور کاشی پور کی طرف بھاگے جب ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو وزیر کی گریز کی خبر ملی تو بہت سی فوج لیکر اُنکا تعاقب کیا اور کاشی پور پہونچکر اُن کے سدّ راہ ہوے اور وزیر کے پاس جاکر بولے کہ شکست تو اندرگر کو ہوئی تمھاری اس بزدلی کا کیا باعث ہے اُسنے اپنے غرور کی واقعی سزا پائی۔ غرض ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے وزیر کو اس حرکت بزدلی سے جو بالکل منافی اُنکے مرتبے کی تھی باز رکھا اور وزیر واپس آکر پھر اپنی جگہ سابق مین قیام پذیر ہوے۔ روزمرہ کے حملے توپون کے ختم ہو گئے کیونکہ توپ کی گاڑیان اور رسالہ

پٹھانون نے جلادیا تھا۔

آن جوانمردیون کے باعث پٹھانون کا گیا ہوا رعب لوگون کے دلون مین بیٹھا جاتا تھا۔ مرہٹون کے دل ایسے محاصرے سے اکتا گئے کہ انکو لڑائی تو زیادہ کرنا پڑتی تھی اور غنیمت کچھ ہاتھ نہ آتی تھی۔ اسکے علاوہ موسم کی تبدیلی اور آب و ہوا کی خرابی نے دونون فریق کی صحتون مین نقصان پیدا کرنا شروع کردیا۔

ابوالمنصور خان صفدر جنگ وزیر اور پٹھانون مین علی قلی خان کے توسط سے عہد و پیمان کی تجویز اور اس مین ناکامیابی

وزیر کو اس مہم کی مشکلات سے دن رات تردد رہتا تھا۔ اسوقت علی قلی خان وزیر کے لشکر مین بادشاہ دہلی کا شقہ لیکر داخل ہوا۔ یہ شقہ بادشاہ کا خاص دستخطی تھا جس مین یہ تحریر تھا کہ "احمد خان سے فوراً صلح کرلینی چاہیے"۔ یہ شقہ وزیر کو حوالے کرکے علی قلی خان نے بادشاہ کا زبانی پیام یعنی احمد شاہ دُرّانی کی آمد کی خبر بیان کی۔ وزیر نے کہا کہ اگر صلح کی درخواست میری طرف سے ہوگی تو اس مین تمام عمر کے واسطے میری توہین ہوگی پس کس صورت سے صلح کرنی چاہیے علی قلی خان نے جواب دیا کہ مجھ مین اور احمد خان مین قدیم سے رابطۂ اتحاد ہے اگر تمھاری مرضی ہو تو مین احمد خان سے ملاقات کرکے اُنکو صلح کی طرف مائل کردون وزیر اس تدبیر سے نہایت محظوظ ہوے علی قلی خان نے احمد خان کو ایک شوقیہ خط

اس مضمون کا بھیجا کہ مجھے تمھاری ملاقات کی کمال آرزو ہے اس خط کے پہونچنے پر نواب احمد خان نے جواب لکھا کہ آپ کو استفسار کی کیا ضرورت تھی آپ کا گھر ہے جب یہ جواب پہونچا تو علی قلی خان نے وزیر سے کہا وزیر نے اُس سے قسم لی کہ ہرگز صلح کا اشارہ میری جانب سے نہ متصور ہو۔ علی قلی خان نے کہا کہ تم خاطر جمع رکھو کیونکہ مین سمجھتا ہون کہ تمھاری توہین مین بادشاہ کی اہانت ہے۔ علی قلی خان پٹھانون کے کیمپ مین پہونچا اور شام کو علی قلی خان نے دوستانہ گفتگو کے بعد معاملات کا ذکر کیا اور بادشاہ کا دستخطی شقہ جو نواب احمد خان کے نام تحریر تھا احمد خان کو دیا احمد خان نے رسم آداب بجالا کر اس شقہ کو کھولکر پڑھا۔ اُس کا مضمون بجز خاص خاص سردارون کے اور کسی پر ظاہر نہ کیا۔ شرائط صلح کے شروع ہونے سے تھوڑے ہی دن بعد معلوم ہو گیا کہ بادشاہ نے صلح کر لینے کا حکم دیا ہے۔ احمد خان نے شقہ شاہی پڑھکر پوچھا آخر اس سے بادشاہ کا منشا کیا ہے علی قلی خان نے کہا کہ تم اپنے بیٹے محمود خان اور حافظ رحمت خان کو میرے ہمراہ بھیجدو تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ گو وزیر نے حکم شاہی کی بجاآوری مین کوتاہی کی مگر احمد خان نے خود فرمان شاہی الامر فوق الادب سمجھکر اطاعت کی اور اپنے بیٹے محمود خان اور نواب سید سعد اللہ خان کے ایک خاص سردار کو وزیر کے لشکر مین صلح کی غرض سے بھیجدیا۔ اس مین وزیر کی بھی آبرو بنی رہیگی اور مراتب شاہی بھی ملحوظ رہین گے۔ احمد خان نے جواب دیا کہ مین مین بغیر مشورہ نواب سید سعد اللہ خان اور حافظ رحمت خان وغیرہ کے کچھ نہین کہہ سکتا ہون۔ احمد خان اُسی وقت سوار ہو کر نواب سید سعد اللہ خان کے

ڈیرے مین آئے اور حافظ رحمت خان اور دوسرے سردارون کو طلب کر کے امر مذکور مین صلاح پوچھی مُلّا سردار خان جو اُن سب مین عمر مین زیادہ تھے بولے کہ علی قلی خان کی بساط کیا ہے نواب احمد خان نے پوچھا کہ تمھاری اس سوال سے غرض کیا ہے ملا سردار خان نے جواب دیا کہ معاملہ صلح کا ایسے شخص کے توسط سے ہونا چاہیے جو خود کچھ قوت اور اختیار رکھتا ہو۔ اگر ضرورت پڑے تو تعمیل شرائط مین مجبور کرے اور فسخ معاہدہ کی صورت مین مقابلے سے پیش آسکے اُنکا مطلب یہ تھا کہ صلحنامہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے توسط سے ہونا چاہیے مگر کسی حال مین مجھے یہ منظور نہین ہے کہ محمود خان دشمن کے لشکر مین جائے حافظ رحمت خان کو اختیار ہے کہ چاہے جائین یا نہ جائین کیونکہ اُن مین اور وزیر مین مخفی اتحاد ہے۔ احمد خان نے بخشی سردار خان کو جواب دیا کہ مین تمھاری صلاح کو پسند کرتا ہون اور اسپر عمل کرونگا۔ اسکے بعد احمد خان اپنے لشکر مین واپس آئے اور دوسرے روز علی قلی خان سے کہا گو مجھے خود تم پر اعتماد کامل ہے مگر روہیلہ سردار میرے بیٹے کے بھیجنے مین رائے نہین دیتے ہین" یہ سنکر علی قلی خان نے جواب دیا کہ "واللہ روہیلہ سردار نہایت ذی ہوش اور دور اندیش ہین۔ یہی میری خواہش تھی جو اُنھون نے صلاح دی۔ میری جو مراد صلح سے تھی وہ حاصل ہے کیونکہ میری غرض صرف تم کو صلح کی طرف راغب کرنے کی تھی"۔ بعد اس ملاقات کے علی قلی خان رخصت ہو کر اپنے لشکر مین آیا اور وزیر سے ملاقات کا کل ماجرا مفصل بیان کیا اور کہا کہ مین نے احمد خان کو صلح پر تو راضی کر لیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ صلح نامہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے

توسط سے ہونا چاہیے اس لئے کھانڈے راؤ کو محمود خان اور حافظ رحمت خان
کو لانے کے واسطے بھیجا جائے - وزیر نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو طلب کر کے
کہا کہ نواب احمد خان کے بیٹے اور حافظ رحمت خان کے یہان لانے کی تدبیر کرو
جب وہ یہان آئین گے تو ہم کوئی تصفیہ کرین گے - ان دونون سردارون نے منظور
کیا مگر یہ کہا کہ ایسی کوئی بات نہونے پائے کہ پھر ہم کو وزیر سے مخاصمت پیدا کرنا پڑے
وزیر نے باوجود اپنے مرتبے کے مجبور ہو کر قسم کھائی کہ اُنسے میرا ارادہ دغا کا
نہین ہے تب ملہار راؤ نے اپنے بیٹے کھانڈے راؤ کو نواب احمد خان کے
بیٹے اور حافظ رحمت خان کو وزیر کے لشکر مین لانے کے واسطے بھیجا - آپا سیندھیا
نے احمد خان سے کہلا بھیجا تھا کہ اپنے بیٹے کو بھیجنے مین کوئی عذر نہ کرنا -
کھانڈے راؤ مع ہمراہیون کے پٹھانون کے مورچے کے قریب پہونچا اُس کے
آنے کی خبر پہونچی تو نواب احمد خان نے محمود خان کو اور نواب سید سعد اللہ خان
نے حافظ رحمت خان کو بھیجا اور یہ دونون اُسکے ساتھ مرہٹون کے لشکر مین پہونچے
ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور تانتیا اور دوسرے سردارون نے پیشوائی کی
اور اپنے خیمے مین لیجا کر تحائف پیش کیے پھر سرداران مرہٹہ وزیر کے لشکر
مین گئے اور یہ کہا کہ سردار ذی مرتبہ اُنکے لانے کے لیے روانہ کرو - نواب
سالار جنگ اور علی قلی خان کو وزیر نے جانے کا حکم دیا - مرہٹہ سرداران دونون
کے ساتھ اپنے لشکر کی طرف واپس آئے جب مناسب فاصلے پر پہونچے تو یہ دونون
کھڑے ہوگئے - اُن کے آنے کی خبر سُنکر محمود خان اور حافظ رحمت خان مرہٹون
کے لشکر سے نکلے اُنکو آتے دیکھکر علی قلی خان اور نواب سالار جنگ آگے بڑھے

اور جب قریب پہونچے تو اپنے ہاتھی سے اُتر پڑے اور اُن سے بغلگیر ہوے تب
یہ سب باہم وزیر کے لشکر مین پہونچے اور وزیر سے ملاقات اور بات چیت ہوئی
اسکے بعد وزیر نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ مین نے
ابھی کچھ کھایا نہین ہے آپ براہِ عنایت بابا محمود خان سے رخصت ہو جیئے
یہ سنکر دونون سردار اپنے لشکر کو روانہ ہوے۔ پھر وزیر محمود خان اور حافظ رحمت خان
کو لے کر اپنے خاص خیمے مین گئے اور خاصہ طلب کیا۔ بقاء اللہ خان نے مہمانون
کے واسطے کھانا بھیجا۔ جب کھانے سے فارغ ہوے وزیر نے اسمٰعیل خان کو
حکم دیا کہ ہمارے سراچے کی داہنی جانب اُنکے واسطے خیمے استادہ کرو جب خیمے
کھڑے ہو چکے تو محمود خان اور حافظ رحمت خان وزیر سے رخصت ہوے جب ایک
گھنٹہ رات گئی وزیر کے حکم سے ایک ہزار مغلون نے ان دونون شخصون کے خیمون
کو گھیر لیا۔ جب نواب احمد خان اور نواب سید سعد اللہ خان کے نوکرون نے یہ حال
دیکھا۔ ہر ایک نے فرداً فرداً جا کر اپنے مالکون سے اطلاع کی مرہٹون کے جاسوسون
نے معلوم کیا کہ کچھ دغا کا ارادہ ہو رہا ہے اس لیے نہایت متردد ہو کر اپنے
سردارون کو جا کر خبر دی۔ کھانڈے راؤ یہ خبر سنتے ہی بلا اطلاع اپنے والد کے جلدی
وزیر کے لشکر کو گیا وہان اُسنے دیکھا کہ ایک ہزار مغل سپاہی حافظ رحمت خان اور
محمود خان کے خیمے کے گرد ہین۔ فوراً اُسنے اپنی فوج کو حکم دیا کہ ان نالائقون پر
حملہ کر کے ان کو منتشر کر دو یہ حکم سنکر مغل بھاگ کھڑے ہوے۔ سراچے مین پہونچکر
کھانڈے راؤ نے دیکھا کہ محمود خان اور حافظ رحمت خان مسلح بہ ارادۂ مقابلہ
کھڑے ہین۔ کھانڈے راؤ کو دیکھکر محمود خان نے مُسکرا کر کہا کہ مین خدا سے دعا مانگتا تھا

کہ مین کسی صورت سے وزیر تک پہونچ جاؤن خدا نے میری دعا قبول کی اب تم اپنے
بہادر سپاہی میرے تابع کردو تاکہ وزیر کو اُن کے فریب کا مزہ چکھا دون کھانڈے راؤ
نے جواب دیا جب وزیر فقط اپنے ہی بھروسے پر رہ جائینگے تو وہ آپ اپنے کیے کی
سزا پائینگے۔ اب تم کو لازم ہے کہ فوراً یہان سے نکل چلو وہ سب سوار ہو کر چلے اور
مرہٹے کے لشکر کو بائین جانب چھوڑ کر دامن کوہ کی طرف روانہ ہوے جب وہ اپنے
لشکر کے قریب پہونچ گئے تو کھانڈے راؤ نے اپنے باپ سے آکر مفصل حال کہا کھانڈے راؤ
کے آنے کے بعد ملہار راؤ اور آپا سیندھیا وزیر کے پاس گئے اور کہا کہ جب تم کو دغا
منظور تھی تو ہم کو درمیان مین ڈالنے کی کیا ضرورت تھی اور کسی قدر سخت کلامی سے
گفتگو کی وزیر نے نرمی سے جواب دیا کہ تمھارا کیا خیال ہے بغیر دریافت حال اس قدر
سختی سے بات چیت کرتے ہو جو اصل حال ہے وہ علی قلی خان سے جو نواب احمد خان
کا بڑا دوست ہے دریافت کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے جب علی قلی خان وہان
آیا وزیر نے اُس سے کہا کہ ان سے مفصل کیفیت بیان کرو اُسنے کہا کہ اس خیال سے
کہ وزیر کے سپاہیون کو افغانون سے عداوت قلبی ہے مبادا وہ اُنکو کچھ ضرر پہونچائین
مین نے وزیر سے مشورہ لیکر ایک ہزار مغل سوارون کا پہرہ مہمانون کے گرد کھڑا کر دیا تھا۔

وزیر کی افغانون مین پھوٹ ڈالنے اور اُن کے افسرون کے توڑنے کی کوشش اور اس مین ناکامیابی

عہدنامۂ صلح کی کوشش مین اس طرح ناکامیابی ہوئی تو وزیر نے سید محبوب عالم
کی صلاح سے یہ بات تجویز کی کہ نواب احمد خان کے افسرون مین سے ہر ایک شخص کے نام

ایک شقہ اپنے دستخط اور مہر خاص سے اس مضمون کا لکھوایا کہ نواب احمد خان کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے پاس چلے آؤ تمھارے مرتبے اور عزت کے موافق تمکو نوکری اور منصب عطا کیا جائیگا۔ اور محبوب عالم کے جتنے دوست آشنا مؤشمس آباد کے رہنے والے نواب احمد خان کے لشکر مین تھے اُس نے اُن کے نام اس مضمون کے خط لکھے کہ مین نے وزیر سے تمھاری سفارش کی ہے وزیر نے فرمایا ہے کہ سب کے مرتبے کے موافق سلوک کیا جائیگا اور مین نے مضبوطی کے واسطے شقہ مہری وزیر کا لکھوا لیا ہے اسلیے تمکو لازم ہے کہ وہان سے چلے آؤ۔ محبوب عالم نے یہ سب شقے اور اپنے خط اکٹھے رکھ کے وزیر کے ایک قاصد کے ہاتھ اپنے خدمتگار بھائی خان کے ساتھ نواب احمد خان کے لشکر مین روانہ کیے۔ صاحب داد خان جو نواب احمد خان کے لشکر مین تھا اور محبوب عالم سے بہت دوستی تھی محبوب عالم نے یہ سب کاغذات اُسکے پاس بھیجے۔ محبوب عالم نے ایک خط فخر الدین خان سے جو اسوقت وزیر کے لشکر مین حاضر تھا اُسکے چچا زاد بھائی حسام الدین کے نام بھی جو نواب احمد خان کا ملازم تھا اسی مضمون کا لکھوایا تھا۔ قاصد نے یہ تمام کاغذات صاحب داد خان کے خیمہ مین پہونچا دیے اور حسام الدین کا خط اُس کو دیدیا۔ حسام الدین نے انکاری جواب نہایت روکھے الفاظ مین لکھا اور یہ بھی تحریر کیا کہ مین ایسی نادانی کی تحریرین منظور نہین کر سکتا ہون اور صاحب داد خان نے یہ جواب لکھا کہ مین نے تمھارے خطوط اور شقے تقسیم کر دیے جو کچھ اس کا نتیجہ ہوگا اُس سے بھی اطلاع دی جائیگی۔ یہ دونون جواب لیکر قاصد وہان سے چلا۔ روہیلے چور اور لٹیرے جو نواب سید سعد اللہ خان اور نواب احمد خان کے

لشکرون کو دق کیا کرتے تھے وزدی اور رہزنی مین طاق تھے۔ اب اُنھون نے یہ وتیرہ اختیار کیا تھا کہ توپخانے کی داہنی اور بائین جانب چھپے رہتے تھے جب رات ہوتی تھی وزیر کے لشکر مین جاتے تھے اور گھوڑا اور اونٹ اور جو کچھ سامان ملتا تھا لوٹ لاتے اور اُسکو بیچڈالتے۔ اتفاقاً یہ قاصد اُن کے سامنے سے گذرا وہ اُسکو گرفتار کرکے نواب احمد خان کے پاس لائے نواب نے قاصد سے دریافت کیا کہ تم یہان کس لیے آئے تھے اُس نے جان کے خوف سے کُل حال بیان کردیا اور وہ دونون خط بھی نواب کے سامنے پیش کردیے۔ نواب نے اُن خطون کو دیکھکر حسام الدین کو طلب کیا اور اُسکی بڑی تعریف کی۔ پھر حافظ رحمت خان مُلّا سردار خان دوندے خان۔ فتح خان۔ اور سید احمد کو نواب نے بُلاکر تمام حال کہا۔ سید احمد نے کہا کہ میرے ماتحت کے لوگ دامن کوہ سے لیکر پیلی بھیت تک متعین ہین اُنکو حکم بھیجدونگا کہ اگر کوئی پٹھان بارادہ گریز لشکر سے نکلے اُسکو فوراً قتل کرڈالو اور اُسکا اسباب ضبط کرلو۔ یہ سردار نواب احمد خان کے پاس سے رخصت ہوے اور قاصد لشکر سے نکلوادیا گیا۔

تجدید شرائط عہدنامہ و تکمیل صُلح

فرح بخش مین لکھا ہے کہ محصورین کو وزیر کے لشکر سے کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا تھا بلکہ محاصرین وقت مین آگئے تھے کیونکہ نہ اُن کے جانورون کو چارہ مل سکتا تھا اور نہ غلہ آسانی سے میسر آتا تھا۔ نمک تمبا کو چراغ کا تیل کبریت احمر کے حکم مین تھا۔ روہیلے کہ پہاڑی آدمی تھے اور پیادہ چلنے کے عادی تھے

پہاڑون پر جاتے غلّہ لاتے اور آرام سے کھاتے تھے بلکہ تجارت بھی کرتے اور کبھی جنگل کے درختون کی آڑ پکڑ کر مخالف پر باڑھ مار دیتے تھے۔ صفدر جنگ نے تبرداروں اور بیلدارون کو حکم دیا کہ جنگل کے درخت کاٹنا شروع کرین جب بڑے بڑے درخت کٹ کر گرے تو اور راستہ بند ہونے لگا اور پہلے سے زیادہ روہیلون کو آڑ ہو گئی اور اُنکے لیے یہ قدرتی مورچہ تیار ہونے لگا۔ محاصرے کی مدت کو تین ماہ کا طول ہو گیا۔ صفدر جنگ بھی طول محاصرہ اور مرہٹون کی دست درازی سے ملول ہو گئے اور اسی زمانہ مین خبر پہونچی تھی کہ احمد شاہ دُرّانی نے دوبارہ ہندوستان پر چڑھائی کی اور پنجاب پر پورے قابض ہو گئے مغرب کے بعض راجون نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو لکھا کہ احمد شاہ دُرّانی پٹھانون کی مدد کو آتے ہین اور اُنھون نے دریاے سندھ کو عبور کیا ہے اور برسم یلغار بڑھتے آتے ہین اس خبر نے مرہٹون کو بڑے تردد مین ڈالا اور وہ سب مشورے کے لیے مجتمع ہوے اور متفق الراے ہو کر وزیر کے پاس گئے اور اُن کو ملامت کر کے کہا کہ تم نے احمد شاہ دُرّانی کی آمد ہم سے ذکر نہ کی اور اس خبر کو ہم سے مخفی رکھا اور اُنھون نے یہ بھی کہا کہ یہ تو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ ہماری اور تمھاری دونون کی سپاہ نے مہم کی صعوبت دیکھکر دل ہار دیا ہے اور عاجز ہو گئی ہین سوا اسکے پہاڑ کے پانی نے اُن مین ایسا اثر پیدا کر رکھا ہے کہ وہ اکثر مرگ مفاجات سے ہلاک ہوتے ہین چونکہ جان ہر شخص کو عزیز ہے اس سبب سے اُن مین بڑا خوف پھیل رہا ہے اب جو وہ احمد شاہ دُرانی کی آمد کی خبر سُنین گے اور بھی پریشان ہونگے اور بھاگنا شروع کر دینگے اب وزیر کا کام یہ ہے کہ اس امر کا انصاف کرین ہمارا کام فقط مان لینا ہے وزیر دریاے حیرت مین

ڈوب گئے کیونکہ وہ ایسے خطرناک موقع پر حیلہ کرنے سے معذور تھے اس واسطے صلح کی طرف مائل ہوے اور بڑے غور و تامل کے بعد اُنھون نے کہا کہ مین نے اسکا تصفیہ تمھاری راے پر چھوڑا جو تمھاری راے مین آئے سو کرو مرہٹون نے کہا کہ اب تلوار میان مین کرنی چاہیے اور علی قلی خان کو افاغنہ کے لشکر مین بھیجنا چاہیے وہ جا کر کہین کہ وزیر بہ تعمیل حکم بادشاہ جنگ سے دست بردار ہوے ہین تمکو بھی لازم ہے کہ صلح کر لو اور احمد خان کو کُل ملک موروثی اُنکا دیا جاتا ہے اس شرط سے کہ اُسکے عوض وہ تیس لاکھ روپے بطور نذرانے کے داخل کرین اور جب تک یہ روپیہ ادا نہو نصف ملک مکفول رہے۔ یہ شرائط وزیر نے منظور کین اور مرہٹون نے کہا کہ کوئی معتمد آدمی علی قلی خان کے ساتھ ہو ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے اپنے دیوان گنگا دھر کو منتخب کیا اور دونون ایلچی روانہ ہوے وزیر سے پوشیدہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے تانتیا گنگا دھر سے یہ کہدیا کہ تم احمد خان سے موقع مناسب پر ہماری طرف سے یہ کہدینا کہ جو شرائط علی قلی خان پیش کرے تم بلا رد و کد منظور کر لینا کیونکہ اس وقت یہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور ہم تمھارے بہر حال ہوا خواہ ہین اور اپنے بیٹے کو ہماری ذمہ داری پر وزیر کے لشکر مین بھیجدو یہ دونون پٹھانون کے لشکر مین پہونچے علی قلی خان نے کہا کہ ہم دونون ایک ساتھ ملاقات کرین مگر گنگا دھر نے کہا کہ تم آج ملاقات کر لو مین کل جاؤنگا علی قلی خان احمد خان کے پاس گیا ادھر اُدھر کی باتون کے بعد معاملہ کی گفتگو شروع ہوئی علی قلی خان نے پیغام بیان کیا اور کہا کہ مرہٹون کا وکیل گنگا دھر کل حاضر ہوگا۔ تانتیا دوسرے روز نواب احمد خان کے پاس گیا اور روہیلہ سردار طلب ہوے۔

مُلّا سردار خان کی یہ راے ہوئی کہ معاملہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کی راے پر چھوڑنا چاہیے اسپر نواب احمد خان راضی ہوے اور علی قلی خان اور تانتیا کو بلا بھیجا اور اُن سے کہا کہ ہم ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو رضامند رکھنے کے واسطے اپنا نصف ملک تا ادا ے نذرانۂ شاہی مکفول کرتے ہین اور شرائط مجوزۂ سرداران مرہٹہ کی قبولیت کا خط تحریر کر دیا۔ یہ خط تانتیا کے حوالے کیا۔

ایک نقل یون ہے کہ شرائط تانبے کے دو پتّرون پر کندہ کی گئی تھین جنکو احمد خان اور مرہٹون نے باہم تبدیل کر لیا۔ اور محمود خان اور حافظ رحمت خان مرہٹون کے لشکر کو روانہ ہوے اور اُنکے لشکر کے قریب پہونچے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا سوار ہوکر تھوڑی دور گئے اور محمود خان اور حافظ رحمت خان کی وزیر سے ملاقات کرائی اور شرائط صلح کی تکمیل ہو گئی یہ بیان تاریخ فرخ آباد مولفۂ آرون صاحب کے مطابق ہے اور اس کتاب مین ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ بعض کہتے ہین کہ مرہٹون کی اس نوکری کی بابت صفدر جنگ اُن کے تیس لاکھ روپیے کے مقروض تھے بار اس قرض کا نواب احمد خان کے دوش پر ڈالا گیا اور یہ واقعہ ۱۱۶۵ھ ہجری مطابق ۱۷۵۲ء کا ہے۔

فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ جب صفدر جنگ نے صلح کے لیے افغانون کے پاس وکیل بھیجے تو حافظ رحمت خان نے شاہ صاحب یعنی والد سید معصوم کو صفدر جنگ کے پاس بھیجا اور اس بات پر صلح ہو گئی کہ احمد خان پچاس لاکھ روپے بابت خرچۂ جنگ دین چنانچہ نواب احمد خان نے اُسکی ادائگی کے واسطے ایک تمسک لکھ دیا صفدر جنگ نے وہ تمسک بعوض اُس روپے کے مرہٹون کے حوالے کر دیا جو اُن کو

اس فوج کشی اور امداد کے عوض دینا ٹھہرا تھا۔

عماد السعادت مین کہا ہے کہ ملہار راؤ خود نواب احمدخان کے پاس گیا تھا اُس نے احمد خان سے کہا کہ مین تمھارے خیمے مین بیٹھا جاتا ہون تم بے اندیشہ وزیر کے پاس چلے جاؤ احمد خان نے کہا کہ یہ صلاح دمشورہ طفلانہ ہے مجھے پسند نہین کیونکہ ہندوستان مین وزیر کے قوی دو ہی دشمن ہین ایک پٹھان دوسرے مرہٹے جبکہ مین وہان جاؤنگا اور وزیر نے مجھکو مروا ڈالا تو تمکو میرے آدمی مار ڈالین گے اس صورت مین وزیر کو عجیب راحت حاصل ہوگی۔ ایک طرف مرہٹے بے سروپا ہوکر بھاگ جائین گے دوسری طرف پٹھان جنگل مین سر مارتے پھرینگے۔ بس بہتر صلاح یہ ہے کہ ادھر سے میرا بیٹا محمود خان وزیر کے پاس چلا جائے اُدھر سے تمھارا بیٹا کھانڈے راؤ محمود خان کے عوض مین میرے لشکر مین آکر بیٹھ جائے اگر محمود خان سلامت لوٹ آیا تو کھانڈے راؤ تمھارے پاس پہونچ جائیگا اور اگر وزیر نے محمود خان کو قتل کردیا تو تم کھانڈے راؤ سے دست بردار ہوجانا انتہا یہ ہے کہ میرے اور تمھارے دو قطرہ منی ضائع ہوجائین گے مین اور تم تو زندہ رہین گے ملہار راؤ نے یہ صلاح پسند کی اور اپنے بیٹے کھانڈے راؤ کو احمد خان کے خیمے مین بٹھا کر محمود خان کو وزیر کے پاس پہونچا دیا۔ اس تمام بیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عماد السعادت کے مؤلف مین واقعات تاریخی کے جانچنے کا کوئی بھی سلیقہ نہین کیا مرہٹون کی عقل ملک گیر کو چانڈو خانے کی گپیون کی فراست کے مطابق سمجھتا تھا۔

سیر المتاخرین مین ذکر کیا ہے کہ نواب سید علی محمد خان کے محالات بطور

مالگذاری کے اُن کی اولاد کو دیے گئے۔ اور روہیلکھنڈ گزیٹیر مین بیان کیا ہے
کہ اس عہدنامے پر صلح کی گئی کہ روہیلون کی جانب سے پچاس لاکھ روپے ہرجہ جنگ
کے ادا کیے جائین اور پانچ لاکھ روپے سالانہ خراج کے بے قیل وقال داخل کرتے
رہین اس عہدنامے پر حافظ رحمت خان نے مع دوسرے رئیسون کے دستخط کیے
اور یہ عہدنامہ مُکمّل ہوکر مرہٹون کے سپرد کیا گیا کیونکہ صفدر جنگ نے ہنگام
فوج کشی اتنے روپون کے ادا کرنے کا اُن سے وعدہ کیا تھا۔ مرہٹون کو یہ سند
دیکر اقرار لیا گیا کہ ہنگام ضرورت پھر مدد دینا پڑیگی مگر وہ اس بار ایسے کندرلے ہوے
معلوم ہوتے تھے کہ شاید دوبارہ روہیلکھنڈ کی جانب مُنھ نکرین۔

گل رحمت مین آیا ہے کہ اس عہدنامے پر دستخط ہونے کے بعد حافظ رحمت خان
اور محمود خان پٹھانون کے مورچون کو واپس آئے اور صفدر جنگ کا مہری عہدنامہ
لوگون کو دکھایا۔ دوسرے روز حافظ صاحب صفدر جنگ کے پاس گئے اور اُنسے کہا
کہ اب یہان سے کوچ کرنا چاہیے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ ہم کل صبح کو یہان سے
روانہ ہونگے اور تمکو اپنے ساتھ شاہجہان پور تک لیجائینگے اور کہا کہ نواب احمد خان
اور روہیلون سے کہدو کہ وہ ہمارے لشکر کے کوچ سے دو دن کے بعد اپنے وطنون
کو روانہ ہون۔ حافظ صاحب روہیلون کو مطمئن کرکے دوسرے دن صبح کو چار سو
جوانون کے ساتھ صفدر جنگ کے لشکر مین آگئے اُسی دن صفدر جنگ کا کوچ شروع
ہوا اور بعد چند روز کے وہ دریاے گنگا کے کنارے پر پہونچے اور یہان اُنھون نے
ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو قنوج جانے کا حکم دیا اور خود محمود خان اور حافظ رحمت خان
کو لیے ہوے لکھنؤ کی طرف روانہ ہوے اُنسے صفدر جنگ نے کہا کہ جب معاملے کی

تکمیل ہوجاے گی مین تمکو رخصت کرونگا بموجب حکم کے مرہٹے دریاے گنگا کو عبور کرکے قنوج مین مقیم ہوے لیکن گنگا دھر مع دس ہزار سوار کے محمود خان کے ساتھ رہا۔ وزیر کی روانگی کے دو روز بعد نواب احمد خان اور نواب سید سعد اللہ خان دامن کوہ سے نکل کر اُس مقام پر خیمہ زن ہوے جہان وزیر کی فوج قائم تھی اور منزل بمنزل کوچ کرکے آنولے مین پہونچے۔ احمد خان اس قصبے مین چند روز قیام کرکے فرخ آباد کی طرف چلے گئے۔ صفدر جنگ نے راہ مین حافظ صاحب کی بہت خاطر کی دونون وقت دعوت بھیجتے اور اکثر اپنے دسترخوان پر بھی شریک طعام کرتے اور کہتے تھے کہ مین نے افغانستانیون مین ایسا لائق آدمی کبھی نہین دیکھا جب شاہجہانپور پہونچے تو صفدر جنگ سے حافظ صاحب نے رخصت چاہی۔ اُنھون نے کہا ابھی ٹھہرو اور شاہجہان پور سے آگے کو روانہ ہوے اور زیادہ مہربانی کرنے لگے اور راستے مین اُنکو برادر کے لفظ کے ساتھ مخاطب کرتے اور بعد اسکے جب کبھی حافظ صاحب کو خط بھیجتے اُسمین یہی لفظ لکھتے۔ موہان مین پہونچکر وزیر نے حافظ صاحب اور محمود خان کو رخصت کیا۔ محمود خان کو پہلے خلعت ہفت پارچہ عنایت کیا پھر حافظ صاحب کو خلعت عطا کیا جسکے ساتھ مالاے مروارید اور جیغہ اور سرپیچ مرصع اور شمشیر اور سپر اور گھوڑا زیور نقرئی کے ساتھ اور فیل سامان نقرئی اور زربفت کی جھول کے ساتھ تھے اور حافظ صاحب کے واسطے پرگنہ سنبل کی سند آل تمغا جو راہ مین اپنے وکیلون کی معرفت بادشاہ دہلی سے حاصل کی تھی اور پرگنہ کی سند اپنی مہر سے مرتب کرکے عطا کی گل رحمت مین اسی طرح سے ہے مگر [illegible]

لہ دیکھو تاریخ فرخ آباد مولفہ آردن صاحب ۱۲

مین اسکے برخلاف روایت کی ہے کہ عہدنامہ ؔ حلکیا کے مرتب ہو جانے کے بعد صفدر جنگ نے حافظ رحمت خان سے ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھوایا کہ حافظ رحمت خان اور اُنکے جانشین کبھی کسی وقت مین پرگنہ بورنپور اور سنبا پر قبضہ نہ کرنے پائین۔

محمود خان اور حافظ رحمت خان کو خلعت دینے کے بعد وزیر نے تانتیا کو سند اس بات کی دی کہ تا ادا ے نذرانہ شاہی نواب احمد خان کے نصف ملک پر قبضہ کر لے یہ ملک اُسکو بعوض اُس بقایا کے ملا جو وزیر سے اُسکو یافتنی تھا محمود خان و تانتیا رخصت ہو کر جانب مغرب روانہ ہوے اور حافظ رحمت خان آنولے کو چلے آئے۔

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ پٹھانون کے ملک کی لوٹ سے مرہٹون کے ہاتھ دو کروڑ روپے لگے تھے اور کروڑ روپے وزیر سے بابت مدد دہی جو ٹھہرے تھے وہ ملے اور پچاس لاکھ روپے وزیر نے انعام کے دیے اور پچاس لاکھ روپے پٹھانون سے اینٹھے۔ اس بیان مین سراپا مبالغہ ہے وہ زمانہ ایسا تھا کہ مرہٹے اتنی دولت وصول کر لیتے نہ دینے والون کے پاس اتنا روپیہ تھا نہ مرہٹے اسکے مستحق سمجھے جاتے اور نہ آسانی و سختی سے اتنی دولت کثیر مل سکتی تھی۔

مہرآباد کے زمینداروں کو سزا دہی

حافظ الملک کو خبر پہونچی کہ پرگنہ مہرآباد کے زمیندار سرکاری مالگذاری دینے مین تغافل کرتے ہین اور وہان کے کارندون کے احکام کی تعمیل نہین کرتے۔ تھوڑی سی سپاہ لیکر مہرآباد کی طرف کوچ کیا اور جلال آباد مین ٹھہر گئے اور زر مقرری کے وصول

کرنے کے لیے کارندے مہرآباد کو بھیجے وہان کے زمیندار قدیم سے سرکش تھے بعض تو اطاعت بجا لائے اور بعضون نے اپنی جمعیت کی کثرت اور جنگل کے گھنے ہونے کے گھمنڈ مین آکر اطاعت نہ کی بلکہ کوریا کے زمینداراتون مین گھوڑے بھی ان کے لشکر سے چرالے گئے جب حافظ صاحب کو جاسوسون کے ذریعہ سے یہ خبر متحقق ہو گئی کہ یہ کام کوریا کے لوگون نے کیا ہے تو گھوڑے اُنسے طلب کیے مگر اُنھون نے انکار کر دیا اور لڑائی پر مستعد ہو گئے۔ حافظ رحمت خان نے اُنکی سرکوبی کے لیے سپاہ بھیجی۔ زمیندارون نے بھی گرد و پیش کے کسانون کو جمع کر کے بارہ ہزار کے قریب جمعیت بہم پہونچالی حافظ صاحب کے افسرون نے سوارون کو حکم دیا کہ زمیندارون کو گھیرین اور پیادون کو حکم دیا کہ اُنسے لڑین۔ لڑائی سخت تھی اسلیے کہ زمیندار لوگ پیڑون کی آڑ پکڑ کر بندوقین مارتے تھے۔ مگر جب اُنکی جمعیت کا سرغنہ مارا گیا تو سب بھاگ کر جنگل مین منتشر ہو گئے پٹھان اُنکے مکانون مین گھس گئے اور سب مال و اسباب لوٹ لیا دو ہزار عورتین اور بچے اسیر ہوے اور اس کارروائی کے بعد سپاہ جلال آباد کو لوٹ گئی۔ اور حافظ صاحب اس مہم سے فرصت پا کر جلال آباد سے آنولے کو واپس آئے

صفدر جنگ وزیر کی اپنے بادشاہ احمد شاہ سے بغاوت بادشاہ کا روہیلون کو اپنی کمک کے لیے طلب کرنا۔ نجیب خان کا سپاہ لیکر دہلی کو جانا صفدر جنگ کی شکست کے بعد نجیب خان کا منصب و جاگیر کے ساتھ ترقی پانا

اللہ اللہ یا تو بادشاہ کا وہ عالم تھا کہ جو بات ہے پوچھے صفدر جنگ سے جو مقدمہ ہے

کہو ابو المنصور خان سے سلطنت کے سفید و سیاہ کا کل اختیار۔ آفتاب اقبال اس اوج پر کہ جس سے اونچا ہونا ممکن نہین افسوس! اب اسکے ڈھلنے کا وقت آگیا۔ ظاہری صورت یہ ہوئی کہ صفدر جنگ پٹھانون کی مہم سے فرصت پاکر ابھی دہلی نہ پہونچے تھے کہ احمد شاہ دُرّانی پنجاب پر پورے قابض ہو گئے اور اُنھون نے ایک ایلچی اس غرض سے روانہ کیا کہ شاہ ہندوستان سے اس صوبہ کو بحسب ضابطہ حاصل کرین احمد شاہ دُرّانی کی درخواست اُس جوکھون کے خوف سے فی الفور منظور ہوگئی جس کو نادر شاہ کے ہاتھون سے اُٹھایا تھا اور اب تک اُسکی یاد باقی تھی اور جبکہ صفدر جنگ دلّی مین داخل ہوے تو اُنھون نے اس انتظام یعنی پنجاب کی تفویض کو کامل پایا اُنھون نے پنجاب کی تفویض کو اپنی شکایت کا بہانہ ٹھہرایا جسکو بادشاہ کی بڑی بے عزّتی کا باعث بتایا۔ اور حقیقت مین ناراضی کے اسباب اور اور وجوہ تھے چنانچہ اُن مین سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جب وہ روہیلکھنڈ مین گئے تھے تو اُن کا رعب و داب عین دربار مین جاوید نامی خواجہ سرا مخاطب بہ نواب بہادر کو حاصل ہوا تھا جس پر احمد شاہ بادشاہ اور اُسکی مان دونون نہایت مہربان تھے صفدر جنگ نے جبکہ یہ دیکھا کہ میری موجودگی پر بھی میری بات نہ سنبھلی تو اُنھون نے وہ بُری طرز اختیار کی جو دلّی کے گلی کوچون مین طشت ازبام ہوگئی۔ یعنی اُنھون نے ۲۷ شوال [سلہ] سنہ ۱۱۶۵ ہجری کو جمعرات کے روز جاوید خان کو دعوت کے بہانے سے اپنے مکان پر بُلایا اور تہ خانے مین لیجاکر قتل کر دیا۔ صفدر جنگ کے اس فعل سے احمد شاہ سخت برہم ہوے۔ اور جمادی الاُخریٰ سنہ ۱۱۶۶ ہجری مین وزیر اور بادشاہ مین کدورت پیدا ہوگئی۔

سلہ دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

امراے بادشاہی مدد کی جگہ بدخواہی پر کمربستہ ہوگئے اور بادشاہ انتقام کے درپے ہوے اور صفدر جنگ کے مقابلے کے لیے غازی الدین خان امیر الامرا ان کامون کے کارپرداز بناے گئے۔ اس دل شکستگی کے عالم مین اور اس نازک موقع پر کہ بدنصیبی کا ہیچ تھا صفدر جنگ نے چاہا کہ اپنی اور بادشاہ کی ناراضی کا پردہ دور ہو جائے اور عزت کی پگڑی کو دونون ہاتھون سے پکڑکر دلی سے نکل جائین مگر قسمت نے بڈھے کی داڑھی لونڈون یا طفل مزاج بڈھون کے ہاتھ مین دیدی تھی بادشاہ اور صفدر جنگ کے درمیان بہت کچھ جھگڑا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی صفدر جنگ نے حافظ رحمت خان کو خط لکھا کہ آپ ہماری اعانت کرین چونکہ معاہدۂ چالکیا کے وقت دونون امیرون مین یہ عہد و پیمان مستحکم ہو چکا تھا کہ وقت ضرورت ایک دوسرے کی کمک کیا کرے اس لیے حافظ صاحب چالیس ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ صفدر جنگ کی مدد کو بریلی سے روانہ ہوے جب مقام ہاپڑ مین پہونچے تو میر مناقب اور راجہ دیبی دت اور بسنت خان خواجہ سرا بادشاہ کا فرمان حافظ صاحب کے نام لیکر آئے جس کا مضمون یہ تھا کہ صفدر جنگ ہم سے نافرمان ہوگیا ہے گستاخیان کرتا ہے تم کو چاہیے کہ ہمارے پاس فوج لیکر آجاؤ۔ اس حسن خدمات کے صلے مین تم پر حضور کی عنایات مبذول ہونگی جب یہ حکم دیکھا تو حافظ صاحب یہین ٹھہر گئے اور شاہی سفیرون سے کہا کہ مجھ مین اور صفدر جنگ مین عہد و پیمان ہو چکا ہے نقض عہد مجھ سے نہین ہو سکتا اور اسی مضمون کی عرضی لکھکر بادشاہ کی خدمت مین روانہ کی اور جواب کے انتظار مین یہین ٹھہرے رہے تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ کا فرمان اس مضمون کا پہونچا کہ اگر ہمارے پاس حاضر ہونے مین نقض عہد جانتے ہو

تو اپنے ملک کو لوٹ جاؤ کیونکہ بغاوت کی شرکت دین اسلام مین ممنوع ہے جب بادشاہ کا یہ فرمان پہونچا تو اُسکے دیکھتے ہی حافظ صاحب کو اپنے ملک کی طرف لوٹنا پڑا اور بادشاہ کے مقابلے مین جانا مناسب نظر نہ آیا اور صفدر جنگ کو اِس بات کا عذر کہلا بھیجا۔

گل رحمت مین لکھا ہے کہ میر مناقب وغیرہ جو فرمان شاہی لائے تھے درپے اسکے ہوے کہ کچھ جمعیت یہان سے صفدر جنگ کے مقابلے کے لیے دہلی کو لیجائین جب یہ دیکھا کہ حافظ رحمت خان اپنے ملک کو لوٹے جاتے ہین تو اُنکے رسالہ دارون جمعدارون اور سپاہیون کو مخفی ملانا شروع کیا اور روپے کا بہت سا لالچ دیا تاکہ حافظ صاحب کے لشکر مین سے ایک شایستہ جماعت اُنکے ساتھ ہوجائے نجیب خان عمر خیل جو دوندے خان کی سپاہ مین ایک سو پیادہ و سوار کے جمعدار اور اُنکے داماد تھے اُنھون نے جانے کا اقرار کرلیا اور بہت سے روپے سفیرون سے لیکر مفلس اور طمّاع سپاہیون کو دیکر متفق کرلیا چنانچہ تین ہزار سوار و پیادے حافظ صاحب کے بغیر حکم دہلی کو روانہ ہوگئے۔

تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ راجہ دیبی دت نے ایسا افسون پھونکا کہ نجیب خان جمعدار جو ابھی مرتبۂ امارت کو نہ پہونچے تھے سوار ہوکر اپنی جماعت سے نکلے اور آواز دی کہ جسکو مذہب اہل سنت اور خلیفہ کی حمایت منظور ہو میرے ہمراہ چلے اور جو یہ امر ناپسند کرے اُسے نہ چلنے کا اختیار ہے۔ یہ منادی سنتے ہی جسقدر روہیلے صفدر جنگ سے عداوت جبلی رکھتے تھے ساتھ ہو لیے۔ ادھر حافظ الملک ہاپڑ سے روہیلکھنڈ کو لوٹ آئے اور دوندے خان سے جو اس سفر مین ساتھ نہ تھے

شکایت کی کہ نجیب خان ہماری اجازت کے بغیر دہلی کو چلے گئے دوندے خان نے
معذرت کی لیکن منتخب العلوم وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود دوندے خان نے
مقام ہاپڑ سے نجیب خان کو ایک زبردست فوج کے ساتھ بادشاہ کا شریک ہونے
کے لیے بھیجا تھا۔ او جلد دوم تنقیح الاخبار سے بھی ثابت ہے کہ رُدسا سے افاغنہ
نے نجیب خان کو بادشاہ کی مدد کے لیے دس بارہ ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجا تھا۔

نجیب خان۔ اصالت خان ابن عنایت خان کے بیٹے ہین نواب سید
علی محمد خان کے عہد مین اپنے چچا بشارت خان کے پاس آئے تھے اُنکے ذریعہ
سے نواب صاحب کی سرکار مین نوکر ہوے تھوڑے سے پیادہ و سوار کے افسر
مقرر کردیے گئے تھے اور نواب صاحب نے اپنے مرنے کے ایک سال قبل پرگنہ جلال آباد
اُنکو اپنی طرف سے عطا کیا تھا۔

یہ بات صحیح نہین کہ نجیب خان جسوقت دہلی کو روانہ ہوے تو اُسوقت مین
جماعدار تھے اسلیے کہ فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ جب صفدر جنگ نے مرہٹون کی
اعانت سے احمد خان بنگش اور روہیلون کو دامن کوہ مین محصور کیا تھا تو مورچے
مین نجیب خان نے بڑی جوانمردی سے کام انجام دیا تھا۔ نواب سید سعد اللہ خان صاحب
نے اسکے صلے مین اُنکو جماعداری سے ترقی دیکر رسالدار بنا دیا تھا جن لوگون کو
یہ بات معلوم نہین ہے کہ اُس عہد مین رسالدار کا کیا مرتبہ ہوتا تھا اور کتنی فوج پر
وہ افسر ہوتا تھا وہ یہ سمجھتے ہین کہ رسالدار سو آدمیون کا افسر ہوتا ہوگا جیسا کہ
آجکل ہوتا ہے حالانکہ اُسوقت کا رسالہ ہزار پندرہ سو پیادہ و سوار کا مجموعہ ہوتا تھا
اور رسالدار کو اپنے رسالے کے آدمیون کی موقوفی اور بحالی کے پورے پورے

اختیارات حاصل ہوتے تھے وہ آج کل کے جنرل سے بدرجہا زیادہ اختیارات رکھتا
تھا نقارہٗ دنشان اُسکے ہمراہ ہوتا تھا اور بڑی جاگیر اور ہزار پندرہ سو روپیہ ماہانہ
کی تنخواہ رکھتا تھا۔ نجیب خان باوجود بے علمی کے قابلیت ولیاقت خداداد رکھتے
تھے شجاعت اور شہامت اور سرداری مین نشان بلکہ نشان قدرت الٰہی کے تھے۔
بہرصورت تاریخ سلاطین متاخرین ہند اور مرأت آفتاب نما سے مستفاد ہوتا ہے
کہ یکم شعبان ۱۱۶۶ھ ہجری کو نجیب خان بارہ ہزار سوار و پیادون کے ساتھ دہلی پہونچ گئے
اور میر مناقب وغیرہ اُمرا کے ذریعہ سے غازی الدین خان عماد الملک سے ملے۔
فریقین کے تضیئے اختلاف مذہب کے غیظ وغضب سے چوگنے ہوگئے تھے
اسلیے کہ صفدر جنگ اپنے مذہب کے شیعہ اور غازی الدین خان سنّی تھے چنانچہ
سُنّی شیعون کے لڑنے والون کا لقب اور مابہ الامتیاز اُنکی ایک آواز تھی یعنے سُنّی
دم چاریار اور شیعہ دم پنجتن کہتے تھے۔ چھ مہینے تک یہ لڑائی قائم رہی اور کوٹلہ
کی جنگ مین گوشائین اندر گر جو صفدر جنگ کا سپہ سالار تھا نجیب خان کے ہاتھ
سے مارا گیا[۵۱]۔ صفدر جنگ کے ایک سردار اسماعیل خان کابلی بچے نے دہلی کی
شہر پناہ کے ایک برج مین جو قمر الدین خان وزیر سابق کی حویلی کے متصل تھا اور
بادشاہی سپاہ کا وہان مورچہ تھا نقب لگا کر آگ دیدی باوجودیکہ پورا برج منہدم
نہوا مگر بہت سے سپاہی اور عمدۃ الملک کے نوکر اور سنگ تراش جو نقب کو باطل
کر رہے تھے کام آئے اور برج نیلہ کے پتھر بھی اُس صدمے سے ٹوٹ کر شاہی فوج
کے مورچون پر گرے جس مین بادشاہ کے بہت سے سپاہی کام آئے اور زخمی ہوے

۵۱ دیکھو گلستان رحمت ۱۲

وزیر کی فوج نے ایسی سختی سے دھاوا کیا تھا کہ قریب تھا کہ غالب آجاتی مگر عماد الملک میر بخشی اور نجیب خان اور حافظ بختاور خان نے بڑی جوانمردی اور مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کیا بہت سی جانین ضایع ہوئین نجیب خان کی کوکھ مین گولی لگی مگر قائم رہے آخرکار اسماعیل خان پسپا ہوا اور شب مین اپنے مورچے خالی کر دیے

جبکہ صفدر جنگ نے آخرکار اپنے آپ کو کمزور پایا اور اُن مرہٹون کو بزیر حکم ملہار راؤ ہلکر کے قریب پہونچا دیکھا جنکو غازی الدین خان نے اپنی مدد کے لیے بُلایا تھا تو پریشان ہوے اور اس طرح صلح کرنے پر مجبور ہوے کہ اودھ اور الہ آباد اُنکے قبضہ مین رہین۔

اس فتحیابی کے بعد احمد شاہ نے غازی الدین خان کی سفارش سے نجیب خان کو خطاب نجیب الدولہ بہادر ثابت جنگ اور منصب ہفت[۱] ہزاری اور نقارہ و نشان اور منصب بخشی[۲] گری اور جاگیر سہانپور بوڑیہ اور تمام قصبات بارہ کی عطا کی۔ نجیب الدولہ کی لیاقت انھین ہاتھون ہاتھ آگے بڑھا رہی تھی اور مصلحت اُنھین وہ رستے دکھاتی تھی کہ بادشاہ بلکہ زمانے کے دبیر اُنکی دانائی کے نقش عجیبہ سے تھے منصب ہفت ہزاری کی تنخواہ ماہانہ ۴۵۰۰۰ روپیہ ہے اور اس منصب والے کو اتنا سامان رکھنا ہوتا تھا۔ اسپ عراقی ۴۹۔ اسپ مجنسی ۴۹۔ اسپ ترکی ۹۸۔ یابو ۹۸۔ اسپ تازی ۶۹۔ اسپ جنگلہ ۶۹۔ فیل شیر گیر ۳۰۔ فیل سادہ ۴۲۔ فیل منجھولہ ۲۷۔ فیل کرہہ ۲۷۔ فیل پھندرکیہ ۱۲۔ اونٹ ۱۱۰۔ خچر ۲۴۔ گاڑی اور

[۱] منصب ہفت ہزاری اور خطاب کا ذکر تذکرۂ امرا مین لکھا ہے ۱۲ [۲] دیکھو منتخب العلوم مگر بعض تواریخ مین یون بھی لکھا ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر جب چڑھائی کی تھی تو اس وقت نجیب الدولہ کو بخشی گری کا منصب ملا تھا۔

چھکڑے ۲۲۰ - جیساکہ آئین اکبری مین مذکور ہے - اُس وقت بادشاہی خزانے مین خاک اُڑتی تھی وہان اتنا روپیہ کہان تھا کہ اس منصب والے کو ماہانہ ۴۵۰۰۰ ہزار روپے دیے جاتے منصب کا اب صرف زبانی اعزاز باقی رہگیا تھا نجیب الدولہ کو بجاے نقدی کے جو کچھ جاگیر دی گئی تھی اُسی سے اعزاز قائم رکھا -

افسران سپاہ روہیلہ کو فوج کی تنخواہ مین بجاے نقدی کے جاگیرین دی جانا

گل رحمت مین لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان نے سرداران سپاہ پر کچھ ملک اس وجہ سے تقسیم کردیا کہ وہ اپنی اپنی سپاہ متعلقہ کی تنخواہ اُسکی آمدنی سے وصول کرتے رہین اور وقت بے وقت سپاہ کی تنخواہ کا تقاضا حافظ صاحب سے نہ کیا کرین چنانچہ مہرآباد اور سنبھل اور کاشی پور وغیرہ دوندے خان کی سپاہ کی تنخواہ کے لیے جن کے پاس بارہ ہزار سوار و پیادے تھے جاگیر مین دیا اور کوٹ وغیرہ آنولے کے مضافات بخشی سردار خان کے سپرد کیے گئے اسی طرح چند پرگنے فتح خان خانسامان اور شیخ کبیر اور ملا محسن وغیرہ رسالہ دارون اور جماعہ دارون کو اُنکی سپاہ کی تنخواہ کے مصارف کے مطابق اُنکو دیے اور باقی تمام ملک حافظ صاحب نے اپنی ساتھ کی سپاہ کی تنخواہ دیتے اور تمام ریاست کا خرچ چلانے کے لیے اپنے قبض و تصرف مین رکھا - نواب سید سعد اللہ خان اور اُنکے بھائیون اور نواب سید علی محمد خان بہادر کے دوسرے متعلقین کے مصارف ذات کے لیے سات لاکھ روپے نقد اور چند گانوُن مقرر کردیے - یاد رکھو اس وقت تک حافظ صاحب ایک مدار المہام ذی اختیار کی

حیثیت رکھتے تھے اور سب کام نواب سید سعد اللہ خان بہادر کے حکم اور اُنکی جانب سے کرتے تھے۔

نواب سید عبد اللہ خان اور نواب سید فیض اللہ خان کی دوبارہ ملک ہندمین آمد

منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ جس زمانے مین نواب سید فیض اللہ خان احمد شاہ ابدالی کے پاس افغانستان مین رہتے تھے اُس وقت تورمخ نامی ایک شخص نہایت زبردست سرکش قندھار کے اطراف مین رہتا تھا تورمخ زبان پشتو مین سیاہ رو کو کہتے ہین چونکہ وہ شخص بھی بہت کالا تھا اسلئے تورمخ کہلاتا تھا اُسنے احمد شاہ کے اکثر سرداروں کو تہ تیغ کیا تھا کسی کے قابو مین نہین آتا تھا احمد شاہ درانی نے فرمایا کہ جو کوئی اُسے قتل کرے گا مین اُسے بہت انعام دونگا نواب سید فیض اللہ خان شاہ موصوف سے رخصت لیکر اُسکے مقابلے کو روانہ ہوے اور اُسکے ایک ایسا تیر مارا کہ اُس کا کام تمام ہوگیا شاہ نہایت مسرور ہوے اور اس کارگذاری کے صلے مین نواب سید فیض اللہ خان اور سید عبد اللہ خان کو ہندوستان کو رخصت کردیا عقل سلیم کے نزدیک دلکو لگتی ہوئی وہ بات ہے جو گلستان رحمت گل رحمت اور اخبار حسن وغیرہ مین بیان کی ہے کہ حافظ رحمت خان نواب سید علی محمد خان بہادر کے انتقال کے زمانے سے احمد شاہ ابدالی کے حضور مین متواتر عرضیان نواب سید عبد اللہ خان اور نواب سید فیض اللہ خان کی واپسی کے لیے بھیجا کرتے تھے اور ہمین اپنی اطاعت کا اظہار کرتے تھے۔

۱۱۶۵ ہجری مین احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر دوبارہ حملہ کیا تو حافظ رحمت خان نے

پھر ایک عرضی شاہ کی خدمت مین اُنکی واپسی کے واسطے تحریر کی شاہ نے روہیلون سے دوستی بڑھانے کے خیال سے نواب سید علی محمد خان کے دونون بیٹون کو اُنکے انتقال سے تیسرے سال روہیلکھنڈ کی جانب رخصت کیا۔ فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ جب احمد شاہ ابدالی کو یہ معلوم ہوا کہ نواب سید علی محمد خان کا انتقال ہوگیا تو بہت تاسف کیا اور نواب سید عبد اللہ خان اور نواب سید فیض اللہ خان کو اپنے پاس بُلا کر بہت کچھ دلدہی اور تشفّی کی ان صاحبزادون نے بعض مصاحبون کی معرفت عرض کرایا کہ ہم کو وطن کی رخصت عطا ہو جائے بادشاہ نے منظور کر لیا اور دونون بھائیون کو خلعت اور جیغۂ مرصّع اور کلغی اور گھوڑے عنایت کر کے رخصت کر دیا اور اُن سرداران ہندوستان کے نام جنکی ریاستین سرراہ تھین پروانے اِس مضمون کے لکھدیے کہ جس مقام پر یہ پہونچین انکی مہمانداری اور ضروریات کا بندوبست کرین اور چوکی وپہرہ کا انتظام رات کو کر دیا کرین۔ اور اونکے ہمراہ ایک سفارشی تحریر اپنی جانب سے حافظ رحمت خان وغیرہ روہیلون کے سردارون کے نام لکھوا کر بھیجی کہ قائم مقام اور وارث مُلک ودولت نواب سید علی محمد خان کے یہ ہین۔ اور ہندوستان کا یہ قاعدہ ہے کہ مسند ریاست پر بڑا بیٹا بیٹھتا ہے اِسلیے مناسب یہ ہے کہ قاعدۂ ہندوستان کے موافق اور ان لڑکون کے باپ کی وصیّت کے مطابق نواب سید عبد اللہ خان کو اپنا رئیس بنائین اور حق تلفی نہ کرین۔ اگر اس کے خلاف عمل مین آئے گا تو ہمارا قصد ہندوستان کی طرف ہے وہان پہونچ کر قرار واقعی تدارک کیا جائیگا۔ افغانان مالیر و کنجپورہ نے موافق تحریر احمد شاہ ابدالی کے اور اس وجہ سے بھی کہ نواب سید علی محمد خان بہادر نے اُن کے ساتھ بہت کچھ

سلوک کیا تھا بہت اچھی طرح مہمانداری کی اور دھامپور نگینہ مین نجیب الدولہ نے بھی بخوبی خاطرداری کی بلکہ ایک پالکی اور دوسرا ضروری سامان اُنکے ہمراہ کرکے روہیلکھنڈ کو رخصت کیا۔ نواب سید سعد اللہ خان اور حافظ رحمت خان انکی آمد کی خبر سنکر آنے سے استقبال کے لیے روانہ ہوئے اور قصبہ امروہہ کے پاس یہ سارا لشکر اُنسے ملاقی ہوا اور سب ملکر آنولے کو آئے۔

مسند نشینی نواب سید عبد اللہ خان

اور بھائیون مین ناچاقی واقع ہونا۔ مُلکِ کٹھیر کو ارکانِ دولت کا سب بھائیون پر تقسیم کردینا

نواب سید عبد اللہ خان نواب سید علی محمد خان کے تمام بیٹون مین بڑے تھے جب ۱۱۶۵ھ ہجری مین افغانستان سے کٹھیر مین داخل ہوئے تو یہی نواب سید علی محمد خان کے قائم مقام سمجھے گئے۔ یہ ناتجربہ کار نواب سید عبد اللہ خان اول سب کو بلند نظر نوجوان نظر آئے مگر حقیقت اسکے خلاف تھی حافظ رحمت خان جیسے شخص کو اپنی بدمزاجی سے آزردہ کیا کہ وہ اُنکی معزولی کے درپے ہوگئے۔ نواب سید عبد اللہ خان کے پاس بدنیت اور بداعمال مصاحب صحبت مین رہتے تھے وہ ہر وقت دل کو اُچاٹ اور طبیعت کو آوارہ کرتے تھے قطب شاہ نامی ایک شخص پنجاب سے اُنکی رفاقت مین ہوگیا تھا یہ بڑا مفسد تھا اُسکے اغوا سے ایسی حرکات کرتے رہتے تھے جن سے سردارون کو وحشت پیدا ہوتا تھا قطب شاہ نے اُنسے کہا کہ

حافظ صاحب کا کام جب تک تمام نہوگا حضور کو من مانی حکومت کا مزہ نہ آئیگا۔ اسلیے اُنکی جان لینے کے درپے ہوگئے چنانچہ گل رحمت مین لکھا ہے کہ نواب سید عبد اللہ خان نے کئی بار کھانے مین زہر ملا کر حافظ صاحب کے پاس بھیجا جسکا ہر بار حافظ صاحب کو علم ہوگیا اور کھانے کو زمین مین دفن کرا دیا بلکہ بعض مصاحبون کے اغوا سے یہانتک آمادہ ہوے کہ حافظ صاحب کے قتل کی فکر کی اور اپنے بہت سے سینہ سیاہ رفیقون کو حافظ صاحب کی تاک مین مسلح دالان مین پردون کے پیچھے بٹھا دیا کہ اُنکے آتے ہی فیصلہ کردین اور خود بالاخانے پر جاکر بیٹھ گئے اور حافظ صاحب کو مشورہ کرنے کے بہانے سے بلایا وہ اپنے رسالہ دارون کے ساتھ اُنکی حویلی کو گئے اور جب صحن مین پہونچے تو دیکھا کہ کئی مسلح آدمی دالان کے پردون کی آڑ سے نکلکر گھبرائے ہوے بالاخانے پر جس مین نواب سید عبد اللہ خان بیٹھے تھے چڑھ رہے ہین حافظ رحمت خان یہ کیفیت دیکھکر اپنی حویلی کو لوٹ آئے نواب موصوف نے یہ نہ خیال کیا کہ حافظ رحمت خان نے برسون نواب سید علی محمد خان کے ساتھ یلغارون مین محنتین اُٹھائی ہین اور توپ وتفنگ کے منھ پر جان جوکھون مین رہے ہین اور اُنکے جاہ وجلال اور ملک ودولت کی ترقی مین جانفشانی کی ہے ایسے شخص کی جڑ اُکھیڑنا آسان کام نہین۔ حافظ رحمت خان کو تو یہ خیال ضرور ہوگا کہ نواب سید عبد اللہ خان وہی بچہ ہے جسکو مین نے گود مین کھلایا ہے اور یہان بچے کے لہو مین خود مختاری کی گرمی سرسرانے لگی تھی اسپر حریفون کی اشتعالک ہر وقت گرمائے جاتی تھی نواب سید عبد اللہ خان نہ کسی کو بڑے عہدے پر نوکر رکھ سکتے تھے نہ کسی کو معقول رقم دے سکتے تھے۔

تصور صحیح سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان سید عبداللہ خان پر جب ریاست عظیم کا پہاڑ اور ذمہ داری کا آسمان ٹوٹ پڑا اور روہیلون کو دیکھا تو اس سرے سے اُس سرے تک سردارون کے رفیق ہین۔ اور سردارون کو دیکھا گرگان کہن ہین جو برائے نام ماتحت ہین اور ایسا موقع آن پڑا کہ آنکھ سامنے نہین کر سکتے وہ ناچار مجلس مصلحت مین آتے تھے لیکن گم صم بیٹھتے تھے اور اپنے رفقا کی خلوتون مین بیٹھ کر خدا جانے کیا نواب سید عبداللہ خان کی بیخ کنی کے متعلق کہتے تھے۔

فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ نواب سید عبداللہ خان کا مزاج بے حد سخت تھا۔ اس لئے تمام بھائیون مین نزاع پیدا ہوگیا سردارون نے جو دیکھا کہ تمام بھائی باہم مخالفت پر آمادہ ہین ایک دوسرے کا دشمن ہے تو حافظ رحمت خان دوندے خان بخشی سردار خان۔ فتح خان خانسامان۔ سید احمد شاہ۔ سید معصوم قطب شاہ۔ بدو خان۔ شیخ کبیر۔ ملا محسن خان۔ پرمول خان۔ مبارز خان دیوان مان راے اور راجہ کنور سین بخشی نے باہم مشورہ کرکے یہ بات قرار دی کہ جہان تک ہوسکے نواب سید علی محمد خان کا ملک منقسم نہو ایک ہی ریاست رہے اور اُنکے تمام بیٹے متفق ہو کر رہین سہین اور خزانے کا جمع خرچ فتح خان کی تحویل مین رہے مگر چھوٹون بھائیون مین نزاع رات دن بڑھتا رہا اور دشمنی اس درجہ بڑھی کہ ہر ایک دوسرے کی بے حرمتی کا خواہان ہوا سردارون نے مجبور ہو کر ملک کی تقسیم پر راے قرار دی حافظ رحمت خان کو اپنی حکومت اور اقتدار کا برباد کرنا بخوشی خاطر منظور نہ تھا۔ مگر مجبوراً مصلحت وقت کا لحاظ کرنا ضرور تھا اس واسطے ملک کی تقسیم جان بوجھکر اس طریق سے کی گئی کہ انجام کار

نقیض اور فساد برپا ہوا اور حکومت آخر کار حافظ صاحب کے ہی ہاتھ مین رہے۔ یعنی تمام ملک کے تین حصّے کر کے ایک ایک حصہ دو دو بھائیون کے قبضے مین سپرد کیا گیا۔ آنولہ۔ منونہ۔ بدایون۔ اوسیت اور کوٹ وغیرہ ۱۳ لاکھ روپے کی آمدنی کا ملک نواب سید عبداللہ خان کو دیا اور سید مرتضےٰ خان کو تربیت کے لیے اُن کے سپرد کیا۔ بریلی اور اہرات وغیرہ ۱۳ لاکھ روپیہ کا ملک نواب سیّد فیض اللہ خان کو دیا اور سیّد محمد یار خان کو اُنکے ذمے کیا۔ اور مراد آباد وغیرہ ۱۳ لاکھ روپے کا ملک نواب سید سعداللہ خان کو دیکر صاحبزادہ سید اللہ یار خان کو اُنکے شریک کیا اور اِس طرح تینون بھائیون کو راضی کر کے ایک اقرارنامہ لکھا کر تمام سردارون کی مہرون اور دستخطون سے مرتب کرالیا۔ نواب سید سعداللہ خان مراد آباد کو روانہ ہوگئے اور وہان راجہ کنور سین کی عالی شان حویلی مین اُترے اور نواب سید فیض اللہ خان اور نواب سید عبداللہ خان آنولے مین نواب سید علی محمد خان کے قلعہ مین رہنے لگے۔ غالباً یہ تقسیم ۱۱۶۶ ہجری مین واقع ہوئی تھی۔

نواب سیّد عبداللہ خان کا نواب سیّد فیض اللہ خان سے جھگڑا کرنا اور سرداران فوج کا نواب سیّد عبداللہ خان کو جلاوطنی کی سزا دیکر نواب سیّد سعداللہ خان کو دوبارہ تمام روہیلکھنڈ کا مسند نشین کردینا

روہیلکھنڈ گزیٹیر مین لکھا ہے کہ نواب سید عبداللہ خان اور سید مرتضےٰ خان کے رفیق اور مصاحبون مین رات دن فساد ہونے لگے شہر کی گلی کوچون مین ہر روز

خانہ جنگیان ہوتی تھین۔ شہر کا بازار اکثر لوٹ لیا جاتا تھا۔ اس جھگڑے کی بابت نواب سید عبداللہ خان نے حافظ رحمت خان سے اپنے بھائی کی شکایت کی اُسکے جواب مین حافظ صاحب نے نواب موصوف کو ایسی لفظون مین جواب دیا کہ نواب سید عبداللہ خان اُسکی غیرت مین اپنی جان کھونے پر آمادہ ہوے۔ حافظ صاحب نواب سید عبداللہ خان سے بہت رنج رکھتے تھے اِسلئے کہ نواب نے کئی بار کھانے مین زہر ملاکر حافظ صاحب کے پاس بھیجا تھا لیکن حافظ صاحب کو خبر ہوگئی اور وہ کھانا نہ کھایا۔ نواب سید عبداللہ خان کو نواب سید فیض اللہ خان سے بھی عداوت قلبی تھی۔ چنانچہ گل رحمت مین لکھا ہے کہ[لہ] نواب سید عبداللہ خان اُنکے قتل کی تاک مین رہتے تھے۔ نواب سید عبداللہ خان کی صحبت مین مصاحب اچھے نہ تھے بے اعتدالیان بڑھنے لگین مصاحبون مین نہ کسی کی عقل پر اعتماد تھا نہ دیانت کا اعتبار تھا ایک دن نواب سید فیض اللہ خان کے قتل کے ارادے سے نواب سید عبداللہ خان اُنکے مقام پر گئے چونکہ اُن کو تھوڑی دیر پہلے سے اطلاع مل چکی تھی اسلئے وہ اپنے قیام گاہ سے نکلکر حافظ صاحب کے پاس چلے گئے تھے۔ اور فرح بخش کے مؤلف کی تحریر سے ثابت ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان کے قتل کا ارادہ کسی اور مقام پر کیا گیا تھا مگر وہ صحیح وسالم رہے اور قلعہ مین داخل ہوگئے یہ بات تمام آنولے مین مشہور ہوگئی تمام رسالدار وجماعدار ہتھیار لگاکر قلعہ کے دروازے پر پہونچ گئے اور فساد کی صورت پیدا ہوگئی روہیلے تو لوٹ مار کے موقعے اور تقریب دیکھتے ہی رہتے تھے پھر کیا تھا تمام

[لہ] دیکھو فرح بخش ۱۲

شہر مین شورش مچ گئی جا بجا ہتھیار بندی ہونے لگی اس دوڑا دوڑ مین بہت سے گھر لٹ گئے اور واقعہ طلب لوگ اٹھ کھڑے ہوے۔ حافظ رحمت خان۔ دوندے خان اور بخشی سردار خان نے صلاح کر کے کہ جب انکا ایسا تیز مزاج ہے تو ان سے ہمیشہ ایسے ہی فسادات پیدا ہوتے رہین گے اور نواب سید علی محمد خان کی تمام دولت و حشمت برباد ہوجائے گی اور یہ بھائیون کی خونریزی کرینگے انکو روہیلکھنڈ سے علیحدہ کردینے تک اپنے اوپر کھانا پینا حرام کرلیا تھا۔ نواب سید عبداللہ خان کو اسی دن آنولے سے چلا جانا پڑا اس جلا وطنی مین سید محمد یار خان نے بھی انکی رفاقت کی نواب سید عبداللہ خان فرخ آباد کے علاقے مین چلے گئے پھر اپنی ناشایستہ حرکات سے نادم ہوکر سرداران روہیلہ کو خط لکھے اور وعدہ کیا کہ پھر کبھی ایسی لغو حرکت کا ارتکاب نکرونگا انکی جلا وطنی کے زمانے مین فتح خان خانسامان انکی خبر گیری کرتے رہے اور زر نقد کی ہنڈیان بھیجتے رہے لیکن اسوجہ سے کہ آیندہ کے لئے انکو عبرت ہوجائے اور پھر کبھی ایسی حرکت نکرین روہیلکھنڈ مین انکو طلب کرنے سے توقف کرتے تھے۔

نواب سید عبداللہ خان کے اخراج کے بعد سردارون نے نواب سید سعد اللہ خان کو مرادآباد سے طلب کر کے مسند نشین کردیا اور وہ آنولے مین رہنے لگے یہ واقعہ بھی غالبًا ۱۱۶۶ ہجری کا ہے۔

نواب سید عبداللہ خان کی روہیلکھنڈ مین معاودت اور اس ملک کی دوبارہ تقسیم

عرصہ دراز کے بعد نواب احمد خان والی فرخ آباد کے درمیان مین پڑنے سے

نواب سید عبداللہ خان کی سرداران روہیلکھنڈ سے صفائی ہوئی اور انکو آنولے مین بلا لیا گیا ان فسادون اور بے عنوانیون کے باعث روہیلون کے ملک کو تقسیم جدید کی حاجت پڑی تاکہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ حکمرانی کر سکے۔ تقسیم ۱۱۶۶ ہجری مطابق ۱۷۵۳ء مین وقوع ہوئی اس تقسیم مین نواب سید سعد اللہ خان صاحب کو آٹھ لاکھ روپے سالانہ کی پنشن مقرر کر کے برائے نام صوبہ کا حاکم مانا گیا۔ نواب سید عبداللہ خان کے مصارف کے واسطے ضلع بدایون مین سہسوان اور اوجھیانی اور سہدادپور کی جاگیر تین لاکھ روپے سال کی آمدنی کی عطا ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ چار لاکھ روپے کی آمدنی کی جاگیر دی گئی۔ نواب سید عبداللہ خان اوجھیانی مین اپنے لئے عمدہ عمدہ مکانات تیار کرا کے انمین رہنے لگے اور امورات ملکی کی طرف سے بالکل بے پروائی اختیار کر لی زہد اور زہد فروش فقرا اور درویشون کی صحبت مین رہنے لگے شیر اور سانپ پالتے تھے اور کبھی کبھی انکو اپنے سامنے بلا قید چھوڑ دیتے تھے۔ اگر کوئی انکو سمجھاتا تو پھر کچھ اثر نہوتا وہ اپنی جان کو درویش کامل سمجھنے لگے تھے۔

نواب سید فیض اللہ خان کو مدد خرچ کے لئے شاہ آباد اور رامپور ضلع اور چھاچھٹ ضلع بریلی کا علاقہ سپرد کیا فرح بخش کا مؤلف لکھتا ہے کہ پرگنے پانچ لاکھ کی آمدنی مین مقرر کر کے دیے گئے تھے جو تین لاکھ کی آمدنی سے زیادہ کے نہ تھے اور گل رحمت مین لکھا ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان کو تین لاکھ روپے کی جاگیر دی گئی تھی۔ اور جلد دوم عماد السعادت مین ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان کو چھہ لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی کا علاقہ دیا گیا تھا۔

سید مرتضےٰ خان اور سید محمد یار خان اور سید الہ یار خان کو کوئی جاگیر نہ ملی قانون
خاندان ریاست مین جو مذکور ہے کہ نواب سید محمد یار خان کو پرگنہ ٹانڈہ جاگیر مین
ملا وہ اُس مین حکومت کرتے رہے اور سید الہ یار خان پرگنہ اتر چھپنڈی کے رئیس
ہوے یہ دونون باتین غلط ہین ان دونون صاحبزادون کو ملک مین سے کوئی حصہ
نہ ملا اور جن لوگون نے یہ کہا ہے کہ سید مرتضےٰ خان نے ملک لینے سے نفرت ظاہر
کی اور سید محمد یار خان اس تقسیم کے وقت موجود نہ تھے اور سید الہ یار خان اسی
زمانے مین سل کی بیماری مین مبتلا ہو کر مر گئے یہ صحیح نہین۔ اِسلئے[1] کہ سید مرتضیٰ خان
باپ کے ملک و مال مین سے کچھ نہ ملنے کی وجہ سے اور بھائیون کی بے اتفاقی
کے سبب سے بے دل ہو کر نواب نجیب الدولہ کے پاس چلے گئے اور قصبہ جھانسو
مین بیمار ہو کر مر گئے اور بعض کہتے ہین کہ سکندر آباد مین انتقال کیا انتقال کے بعد
اُنکی لاش اُنکے ہمراہی آنولے کو لائے اور مقبرۂ نواب سید علی محمد خان کے صحن مین
مدفون ہوے اور سید الہ یار خان اس تقسیم سے بہت عرصے کے بعد مرے ہین اور
سید محمد یار خان کے اس تقسیم کے وقت موجود نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ سرداران روہیلکھنڈ
اپنے ولی نعمت زادے کے حقوق سے بھی چشم پوشی کر لیتے۔

اِس تقسیم کے بعد حافظ رحمت خان اور دوندے خان وغیرہ نے نواب سید
سعد اللہ خان کو بوجہ عنفوان شباب کے کھیل کود اور مرغ بازی اور کبوتر بازی مین چھوڑ کر
باقی ملک کی یہ صورت کی کہ اہرات وغیرہ سیر حاصل علاقہ سردار خان بخشی فوج کے
سپرد کیا۔ اوسیت اور بدایون اور آنولہ فتح خان خانساماں کو ملا مراد آباد اور بجنور

---

[1] دیکھو فرح بخش ۱۲

اور سنبھل اور مادھو اور کاشی پور اور ٹھاکر دوارہ حافظ رحمت خان کے چچا زاد بھائی دوندے خان کے قبضے مین دیا گیا۔ اِسکے سوا رلج پور، اسد پور، اسلام نگر، بسولی اور ستاسی ضلع بدایون کے پرگنے بھی دوندے خان کے تفویض کیے گئے۔ اور سلیم پور پرگنہ اس ضلع مین سے حافظ رحمت خان نے اپنی ذات خاص کے واسطے رکھا اور مقام کوٹ سردار خان بخشی کو اُس قرضے کے بالعوض دیا گیا جو مقام جلکیا وغیرہ کے نقصانات مین صرف کرنا پڑا تھا۔ باقی تمام ملک حافظ رحمت خان کے قبضے مین رہا بعض اضلاع کے تھوڑے تھوڑے حصّون کے علاوہ ضلع بریلی تمام کمال حافظ رحمت خان کے تصرف مین آیا جس مین شاہ جہان پور بھی داخل تھا۔ اور ان سردارون نے اپنے ولی نعمت کے حق نمک سے چشم پوشی کر کے تینون صاحبزادون کو اِس طرح بے نصیب چھوڑ کر تمام ملک پر آپ قابض ہو گئے۔

روہیلکھنڈ گزٹیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنولہ سردار خان بخشی کے حصّے مین آیا تھا۔ اور اخبار حسن مین لکھا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان کو دیا گیا تھا۔ اور تاریخ روہیلکھنڈ مین بھی بیان کیا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان کو آنولہ وغیرہ کا علاقہ سات لاکھ روپے کی جمع کا ملا تھا۔ اور فرح بخش مین مندرج ہے کہ آنولہ بخشی سردار خان کو دیا گیا تھا۔

اِن سردارون نے آٹھ لاکھ روپے سالانہ اِس تفصیل کے ساتھ نواب سید سعد اللہ خان کو دینا اپنے ذمّے مقرر کیا تھا کہ تین لاکھ روپے حافظ رحمت خان اور تین لاکھ روپے دوندے خان اور دو لاکھ روپے فتح خان خانسامان دیتے تھے

نواب سید سعد اللہ خان اکثر لہو و لعب مین مصروف رہتے تھے اور ملک و سپاہ سے

مطلقاً بے خبر تھے حافظ رحمت خان نے اُنکو ایک نمونہ سا بنا رکھا تھا۔ نواب موصوف مقام اُتر چھینڈی مین کہ آنولے سے مشرق کی طرف دو تین کوس پرے ہے دریاے ارل کے کنارے عمارات بنوا کر اُس مین رہنے لگے گانے بجانے کی صحبت رات دن رکھتے تھے عیش و عشرت کرتے تھے بڑے بڑے نامی گویے اُنکی قدر دانی کا شہرہ سُنکر دور دور سے آتے اور اُنکی داد و دہش سے مالا مال ہو کر جاتے۔ وہ خود بھی ستار اور بین وغیرہ بجاتے تھے گلے سے بھی گاتے تھے تمام عمر اُن کا دل انھین کامون مین ہوتا رہا۔

ان لوگون کے صدر مقامات یہ تھے۔ دوندے خان نے اپنا دار الحکومت بسولی مقرر کر کے ایک پختہ قلعہ تعمیر کرایا۔ جو ابتک موجود ہے۔ بسولی ابتدا مین ایک گانون تھا نواب دوندے خان کی سکونت کی وجہ سے ایک بڑا قصبہ ہو گیا قلعہ کے علاوہ پختہ عمارتین اور بازار اور مسجدین اور حمام اُسمین بہت تیار ہوے فتح خان اویت مین ایک قلعہ تیار کرا کے اکثر وہان رہتے تھے کبھی بدایون مین بھی چلے جاتے تھے نواب سید عبد اللہ خان اوجھیانی مین اور سردار خان آنولے مین ریاست کا دم بھرتے تھے۔

نواب سید فیض اللہ خان صاحب نے اپنے رہنے کے لئے بریلی مین قلعہ کے پاس دروازے کی برابر عمارات تیار کرائین مگر حافظ رحمت خان کے بیٹون کی حرکات نے ملول کر دیا۔ یہانتک کہ ایک روز نواب سید فیض اللہ خان کے دروازے پر حسب معمول نوبت بج رہی تھی عنایت خان بن حافظ رحمت خان کی سواری اُدھر سے نکلی۔ عنایت خان نے سواری روک کر کہا "یہان نوبت بجنے کی کیا وجہ؟ دہ درویش در گلیمی بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمی نگنجند"۔ اور نوبت بند کرا کر نقارون کو پھڑوا ڈالا۔ نواب سید فیض اللہ خان بریلی کی سکونت ترک کر کے شاہ آباد چلے گئے۔

حافظ رحمت خان نے اپنی حکومت کا مقام بریلی مقرر کر کے اپنی ایک بی بی کو اپنے بڑے بیٹے عنایت خان کے ہمراہ بریلی کے قلعہ مین ایک مکان بنوا کر رہنے کے واسطے حکم دیا باقی عورتین اُنکے گھر کی پیلی بھیت کو بھیجی گئین۔ کیونکہ وہان اُنھون نے ایک بہت بڑی محلسرا ے اور دیوان عام اور دیوان خاص بنوایا تھا اور پیلی بھیت کا نام حافظ آباد مقرر کیا اور دوسرے سال بریلی اور پیلی بھیت کے درمیان مقام حافظ گنج آباد کیا۔ اور نانک متہ اور سورئی کی طرف دورے کو گئے اور وہان کی آبادی کی ترقی کے وسائل پیدا کر کے پیلی بھیت کو واپس آئے۔

اِن سردارون مین سے بظاہر ایک دوسرے کی متابعت نہین کرتا تھا لیکن باطن مین ایک دل اور ایک قالب تھے۔ اور بہت کچھ جاہ و حشم ظاہری پیدا کر لیا تھا اور اپنی دانشمندی اور بہادری اور آپس کے اتفاق مین مشہور تھے۔ یہ لوگ خود آزاد رہنا چاہتے تھے مگر ناحق اپنے ملک کو بڑھانا اور ہمسایہ رئیسون کو نقصان پہونچانا نہ چاہتے تھے جس وقت لاہور سے لیکر راس کماری تک کہین امن و امان کا نام نہ تھا اور ہر طرف فتنۂ و فساد کا بازار گرم تھا اُس وقت اُنکے ملک مین پتا بھی نہ ہلتا تھا اور اُن کے اتفاق کی یہ صورت تھی کہ ضرورت کے وقت ایک آواز پر ہزارون آدمی جمع ہو جاتے تھے۔ اب ملک مختلف حصّون مین تقسیم ہونے کے بعد یہ رئیس جدا جدا آزادانہ بسر کرنے لگے سب کے پاس سپاہ ملکر اسی ہزار سوار و پیادے ہون گے جب کبھی دشمن انکی ریاست پر حملہ کرتا تو وہ اپنے قومی جوش مین آکر لڑنے کو اُس سے سب مستعد ہو جاتے۔ دیکھو خدا کی قدرت یہ سب ملک و مال نواب سید علی محمد خان کا ہے اُنکے فرزند اسکے مستحق تھے اور فرزندون مین نواب سید فیض اللہ خان سا

بیمثل آدمی موجود تھا جس کا مماثل انڈیا مین آج تک ملنا دشوار ہے مگر وہی لوگ
جو نواب مرحوم کی رکاب مین رہکر افلاس کے گڑھے سے نکلکر عزت کے زینون پر چڑھے
تھے کیا کیا گل کھلانے لگے مگر زمانے نے سب کی کارگاہین مٹا کر چھوڑین اور نواب
سید فیض اللہ خان کی بارگاہ اب تک بھی نہایت شان و شوکت سے موجود ہے - یہ
نیت کا پھل اور حسن اعمال کا نتیجہ ہے ـــ

نواب سیّد عبداللہ خان کا تمام مُلک روہیلکھنڈ کی حکومت کے دوبارہ حاصل ہونے کے لیے بے سود کوشش کرنا اور اسی ارمان مین جان بحق تسلیم ہوجانا

حافظ رحمت خان اور دوندے خان نے ایسے تسلط کے ساتھ ملک روہیلکھنڈ کا انتظام کیا تھا کہ نواب سید عبداللہ خان اسی آرزو مین ایڑیان رگڑتے رہے کہ پھر کسی طرح سارے روہیلکھنڈ پر قبضہ مل جائے مگر اُنکی ایک نہ چل سکی۔ اس اُمید مین نواب سید عبداللہ خان حرکات دور از قیاس کے مرتکب ہوتے تھے اور فضول باتون مین اپنی اوقات ضایع کرتے تھے اگرچہ محمد سردار خان بخشی اور فتح خان خانسامان اپنے اپنے حصۂ ملک پر قابض تھے مگر ظاہر داری اور چرب زبانی مین قصور نہین کرتے تھے اور ہر کام مین انقیاد اور اطاعت کا لفظ زبان پر رکھتے تھے اور اپنے آپ کو ملازمون کے زمرے مین دکھاتے تھے۔

نواب سید عبداللہ خان اپنے نفس کو دنیا کی خواہش سے مستغنی اور مولا کا طالب

قرار دیکر تمام اپنی جاگیر کا حاصل ظاہری درویشون کی خدمت گذاری مین صرف کرتے اور لطیفۂ غیبی کے منتظر تھے کہ شاید کسی درویش کامل کی برکت سے تمام ملک و دولت مل جائے اور وہ درویشان لاأبالی کھا کھا کر خوب بھسنڈ بن گئے تھے۔ نواب موصوف کو اُنکی صحبت سے صرف اس قدر حاصل ہوا کہ سانپ اور شیر پلنے لگے۔ اکثر اوقات اُنسے کھیلتے اور سامنے بے قید چھوڑ دیتے۔ اپنے ہاتھ سے کھلاتے ایک دن ایک کالے ناگ نے ہاتھ مین کاٹا زہر نے کام کیا چھتیس برس کی عمر پاکر آغوش لحد مین آرام کیا۔ گیارہ سو اکاسی ہجری پانچوین صفر زمانۂ رحلت ہے ۱۱۴۵ھ مین پیدا ہوے تھے اد جھیانی کی سرزمین مین مدفون ہوے۔ اُنکے تعویذ لحد پر یہ اشعار عربی کندہ ہین جن کے چوتھے مصرع سے سال رحلت حاصل ہوتا ہے:-

فلما ذہب نواب عبداللہ خان الی دار البقا من دار فان
لفتحت علیہ ابواب الجنان قالوا الملائکۃ بصوت حزین

مآثر الامرا مین جو لکھا ہے کہ نواب سید عبداللہ خان حافظ رحمت خان کے ہمراہ شجاع الدولہ کے معرکے مین مارے گئے یہ صحیح نہین۔ دو بیٹے سید نصر اللہ خان اور سید غازی الدین خان یادگار چھوڑے تھے۔ نواب مذکور کے انتقال کے بعد سید نصر اللہ خان کی شادی صاحبزادہ سید محمد یار خان بن نواب سید علی محمد خان صاحب کی بیٹی سے ہوئی تھی اور جاگیر پر بھی سید نصر اللہ خان ہی قابض رہے۔

نواب سید عبداللہ خان کو ابتداے سن شعور مین شعر کا شوق ہوا تھا ترتیب کلام کی طرف توجہ نہ تھی جو غزل موزون ہوئی کسی کو دیدی اُنکے انتقال کے بعد میر فیض علی ابن میر حسن متوطن دہلی نے کہ ڈیڑھ برس بیشتر سے خدمت اشعار نویسی پر نوکر تھے

کلام موجودہ کو کہ کسی مین عاصی کسی مین آزاد کسی مین مبتلا تخلص تھا ترتیب دیا اور ایک دیوان مرتب ہوگیا۔ شعرا کے قدم بقدم چلتے تھے مگر خود پسندی نے کلام کو بدمزہ کر دیا تھا اور اُنکی درویشانہ افسردہ طبیعت کی طرح ایک شعر مین بھی شعلہ نہین۔

مولوی قدرت اللہ شوق نے طبقات الشعرا مین جو جام جہان نما کے تکملے کے طور پر ہے کہا ہے مدجولنے بود عالی حوصلہ مجمع شجاعت منبع سخاوت پیش ہمت او حاتم طائی را یکی از گدایان دراو باید شمرد در رعایت فقرا و شعرا وحید زمان بود و عاصی و آزاد ومبتلا سہ تخلص می نمود طبع خوب ورسا وفہم بجا داشت فاما بہ سبب غرور ہمہ دانی اصلاح از کسی نہ گرفت لہذا شعرش ہمہ بے رتبہ ماند،، یہ چند غزلین اُنکے دیوان سے بطور نمونہ لکھتا ہون۔

زدم چترے بفرق از بسم اللہ عنوان را — نشاندم بر سر تخت خرد طبع سخندان را
بفرمان مجازم مہر طغرائے حقیقت شد — بفرق لفظ از معنی نہادم تاج عنوان را
لعاب پان ازان لعل لبش گر بر زمین ریزد — بریزد آبروے قیمت یاقوت و مرجان را
ازان روزیکہ بازلف ورخش جمع و پریشانم — نمی خواہم گلستان را نجویم سنبلستان را
طلسمی گر نگاہ جادوش سازد بصحراے — رمیدن ہم شود زنجیر پا آہوے خیزان را

سواد ہند اے عاصی بچشم نور می بخشد
ندارم آرزوے سرمۂ خاک صفاہان را

شوق رندان ز زاہدان مطلب — نوبہار از کف خزان مطلب
بجہاز دلم حسد اکشتی — ہمت از چرخ و بادبان مطلب
نیست فرقے میان آتش و لعل — موسیٰ از داغ دل امان مطلب

روے ہستی سوے عدم باز ست — عیش جاوید از جہان مطلب
بجز از زہر خندِ مجبوری — اختیاری ز گلستان مطلب
کام دل راز دوستان می خواہ — حرفِ عشرت ز دشمنان مطلب
چشم نرگس ہنوز منتظر ست
عاصیا غیرِ دلستان مطلب

دل تا کہ سر بطرۂ دلبر کشیدہ است — بر خود چو شانہ چاک گریبان ندیدہ است
گلبرگ عیش بار غم آورد سرو آہ — آتش ز خاکسارئ قمری بریدہ است
چون گل ز شور شعلۂ آواز عندلیب — فانوس غنچہ سر بگریبان چکیدہ است
طوفانِ کوہ کن ز سر بے ستون گذشت — تا سیل پا بدامنِ صحرا کشیدہ است
چشمِ شہید داغِ تو گر دید نو بہار — گلشن ز شوخیت دل در خون طپیدہ است
تا نیست چشم سرمہ شکار دو چار دل — از دیدہ ام خیال غزالان رمیدہ است
بلبل کہ بے زبانی پروانہ گوش کرد — چون غنچہ گوہرش سرِ شمع بریدہ است
سر زد ز چرخ دیدۂ سیار صد ہزار — لیکن یکے بخواب و خیالش ندیدہ است
عاصی ز چشم دل بدل آرا توان رسید
دستِ قدح بدامنِ مینا رسیدہ است

یاد آن جلوہ گہے می آید — خانہ برباد دہے می آید
وعدہاے کہ وفا بود بسال — شکر اللہ بہ مہے می آید
بسرِ تشنہ لبے مے گردم — زان زقن یاد چہے می آید
طپشِ دل چہ قدر جانسوز ست — پاسے کوبان ز رہے می آید

درچمن بہرِ کہ آئین بستند　　نوعروسانہ شہے می آید
می رود مُلکِ سلیمان برباد　　مورِ خط راسپہے می آید

رحم کُن بہرِ بیانِ کہ بود
عاصیے روسیہے می آید

خوش می رسد بہ جلوۂ عشرت نگارِ عید　　گل کردہ است ازچمنی در بہارِ عید
می آید از کرامِ چمن شہسوارِ عید　　چون بوئے گل دماغ فریبد نگارِ عید
بے مِنّتِ قدم رہِ یک سالہ طے شدست　　میدانستم بجز صلہ شوقِ دیارِ عید
صد رنگ بیش مُلاحظہ می توان نمود　　آن شوخ شد مگر بگلستان دوچارِ عید
آخر بکار او نہ توان آمدن بہ ہیچ　　گل چون نہ کرد مُشت زری را نثارِ عید

ہر کہ ہلال ابروے او جلوہ گر شود
عاصی بحال خویش نمایم شمارِ عید

بست بر سر چہرۂ گلگون بطِ ما زین نمط　　ساخت بلبل چشم خود را نقش دیبا زین نمط
چشم فتانش دلم کاوید دریک غمزۂ　　آہ یا د تیشہ دارد سنگ خارا زین نمط
لعلِ او دریک نفس صد کشتہ را جان میدہد　　کے بعالم بود اعجازِ مسیحا زین نمط

عاصی از نقش قدم کمتر شمارد خویش را
در جناب خاکِ پا بر گیر او را زین نمط

ربا عی

اے آنکہ نداری تو عدیل و ہمتا　　در وصف تو ذرّۂ زبانم گویا
اول نہ ز تو کسے نہ آخر ز تو کس　　ہم اول و آخر تو خدائی تو خدا

رباعی

اے ذات تو فیض رسانِ کونین　　خاک درِ تست توتیاے ہمہ عین
دست دل من بگیر اے آنکہ رسند　　باخلق حسن نیست کسے غیر حسین

رباعی

تا حال نرفت خوے شوخی از تو　　آید بمشام بوے شوخی از تو
یک لحظہ بیارام بیا از سرِ زلف　　اے سرزدہ گفتگوے شوخی از تو

صاحبزادہ سید الہ یار خان ابن نواب سید علی محمد خان بہادر کی وفات

فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد نے خرچہ جنگ کی بابت جو تمسک پچاس لاکھ روپے کا لکھکر صفدر جنگ کو دیا تھا اور صفدر جنگ نے وہ تمسک ملہار راؤ وغیرہ مرہٹون کے سپرد کردیا تھا کیونکہ صفدر جنگ نے فوج کشی کے وقت بطور استمداد کے اتنے روپیون کے دینے کا اُنسے وعدہ کیا تھا۔ گنا ہوراؤ اس تمسک کے روپے پٹھانون سے وصول کرنے کے لیے ایک بھاری جمعیت کے ساتھ آیا تھا اور دریاے گنگا کے اُس جانب گڑھ مکٹیسر کے گھاٹ پر آکر ٹھہرا تھا اور نواب سید سعد اللہ خان اُسکے مقابلے اور جواب دہی کے لیے حسن پور مین پڑے ہوئے تھے سید الہ یار خان بھی اُنکے ہمراہ تھے اور یہ وہان علیل ہوگئے حسن پور سے آنولے کو آئے تپ اور کھانسی کی شدت سے فوت ہوگئے اُنکی یادگار مین ایک بیٹا سید مصطفے خان نامی سیدہ بیگم قوم کمالزئی ولایت خیل سے رہا۔ نواب سید فیض اللہ خان بہادر نے اپنی ایک بیٹی کا عقد سید مصطفے خان کے ساتھ کردیا تھا

اور بطور فرزند کے اُنکی پرورش کرتے تھے۔

قانون خاندان مین لکھا ہے کہ صاحبزادہ سید مصطفےٰ خان کو شاہ عالم بادشاہ دہلی نے خطاب "امتیاز الدولہ مبارز الملک نواب مصطفےٰ خان بہادر حشمت جنگ" دیا تھا۔

نواب شجاع الدولہ والی اودھ کا نواب سید سعد اللہ خان سے دستار بدلنا

جبکہ ماہ ذیحجہ ۱۱۶۶ھ ہجری مطابق ۱۷۵۲ء مین نواب صفدر جنگ مرگئے اور شجاع الدولہ اونکے جانشین ہوے تو عماد الملک غازی الدین خان کی طرف سے اُنکو ہمیشہ کھٹکا رہتا تھا اس خیال سے کہ مبادا وہ بادشاہ کے مزاج کو اُنکی طرف سے مکدر کردین۔ اسلیے میر غلام رسول عرف میر منجھلے پسر غلام احمد خلف خان جہان بہادر کوکہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کو نواب سید سعد اللہ خان کے پاس بھیجکر دوستی اور تبدیلی دستار کی خواہش ظاہر کی۔ دوندے خان اور بخشی سردار خان سے صلاح لی تو اُنھون نے کہا کہ نواب شجاع الدولہ کی اِس درخواست کو منظور کرنا چاہیے۔ چنانچہ نواب سید سعد اللہ خان نے ایک خط لکھا جسمین نہایت تپاک ظاہر کیا اور وہ خط میر مذکور کے حوالے کیا۔ میر منجھلے یہ خریطہ نواب شجاع الدولہ کے پاس لیگئے اور جس قدر دوستی اور محبت کے کلمات نواب سید سعد اللہ خان کی زبان سے سُنے تھے وہ بھی بیان کیے۔ نواب شجاع الدولہ نے اپنی دستار سربستہ نواب سید سعد اللہ خان کو میر منجھلے کے ہاتھ بھجوائی اور اُنکی دستار سربستہ آپ منگوائی تمام ہندوستان مین یہ بات مشہور ہوگئی کہ یہ دونون رئیس باہم دستار بدل بھائی ہین اور ہر ایک دوسرے کا ہر حال مین شریک ہے[۱]

[۱] دیکھو شرح بخشش ۱۲

حافظ رحمت خان کی اولاد نے تبدیل دستار کے متعلق ایک اور طرح حکایت بیان کی ہے جسکو ہم آگے چلکر لکھینگے۔

غازی الدین خان عماد الملک کی شجاع الدولہ پر چڑھائی نواب سید سعد اللہ خان کا شجاع الدولہ کی مدد کرنا اور انکی وجہ سے باہم معاملہ و مصالحت ہوجانا

سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین غازی الدین خان عماد الملک نے احمد شاہ خلف محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کو معزول و نابینا کر کے قید کر دیا جنھون نے ذیحجہ سنہ ۱۱۸۹ ہجری مین وفات پائی اور انکی جگہ ۱۰ شعبان سنہ ۱۱۶۷ ہجری کو عالمگیر ثانی کو تخت دہلی پر بٹھایا۔ سنہ ۱۱۷۰ ہجری مین احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر بڑے زور و شور سے حملہ کیا اور دہلی مین پہونچکر تمام شہر کو لٹوایا دلی کی تباہی مین کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اہل غیرت نے خودکشی کر لی۔ شاہ ابدالی دس ماہ تک شہر مین مقیم رہے اور اپنے بیٹے تیمور شاہ کا نکاح اعز الدین برادر حقیقی عالمگیر ثانی کی صبیہ سے کیا۔ جب نواب سید سعد اللہ خان کو احمد شاہ ابدالی کے دہلی مین ورود کی خبر پہونچی تو انھون نے یعقوب علی خان کو جو احمد شاہ کے وزیر شاہ ولی خان کے چچازاد بھائی تھے اور تھوڑے عرصے سے شاہ جہان پور مین مقیم تھے خلعت اور گھوڑا اور ہاتھی اور پالکی اور دوسرا اسباب اور پانچہزار روپے دیکر شاہ کے پاس اپنی طرف سے سفارت پر بھیجا جن کے ساتھ ایک تحریر شاہ کی خدمت مین اپنی طرف سے اظہار اطاعت کے باب مین اور پیشکش روانہ کیا۔ اور شاہ کے امرا کے لیے علیحدہ علیحدہ خط اور تحائف دیے یعقوب علی خان دہلی پہونچے اور شاہ ولی خان وزیر اعظم کے ذریعہ سے شاہ کے حضور مین پیش ہوئے

اور نواب صاحب کی تحریر مع پیش کش نذر کی جو قبول ہوئی۔ شاہ نے یعقوب علی خان کو خلعت اور گھوڑا عطا کیا۔ اور نواب صاحب کی تحریر کا جواب بھی لکھوا دیا اور وزرا و اُمرا نے بھی خطوط حافظ الملک کی تحریرون کے جواب مین دیدیے جنکو یعقوب علی خان نے حافظ الملک کے پاس بھجوا دیا اور آپ وہین مقیم رہے۔

جب احمد شاہ ابدالی نے غازی الدین خان سے روپے بطور پیش کش کے طلب کیے تو اُنھون نے احمد شاہ سے عرض کیا کہ کسی تیموری شاہزادے کو میرے ہمراہ کر دیجیے اور دُرّانیون کی فوج ساتھ دیجیے تو مُلک انتر بید (مُلک مابین دوآبۂ گنگا وجمنا) مین جاکر زربطریق نذرانہ وصول کر کے لاؤن۔ مگر اس سے اُن کا اصل منشا یہ تھا کہ شجاع الدولہ والی اودھ سے جبراً روپیہ وصول کرین احمد شاہ ابدالی کے حکم سے شاہزادہ ہدایت بخش ولد عالمگیر ثانی اور مرزا بابر داماد عالمگیر ثانی پسر اعز الدین کو مع فوج دُرّانی زیر حکم جان باز خان ساتھ لیکر غازی الدین خان فرخ آباد کی طرف روانہ ہوے۔

گل رحمت مین لکھا ہے کہ احمد شاہ نے اپنی تحریر مین جو یعقوب علی خان کی معرفت روانہ کی تھی یہ بھی لکھا تھا کہ عماد الملک شاہی فوج ساتھ لیکر صوبۂ اودھ کی طرف روانہ ہوے ہین تاکہ شجاع الدولہ سے ہمارے واسطے پیش کش وصول کرین اگر شجاع الدولہ دینے مین عذر کرین تو تم عماد الملک کی مدد کیجیو چنانچہ حافظ رحمت خان مدار المہام نواب سید سعد اللہ خان فوج جمع کرنے لگے اور عماد الملک کا انتظار کرنے لگے۔ نواب احمد خان بنگش نے بہت سے گھوڑے ہاتھی اور اسباب دیا اور تھوڑے سے پٹھان بھی مدد کے لیے ساتھ کر دیے۔ عماد الملک نے گنگا کو عبور کر کے

شجاع الدولہ پر چڑھائی کی۔ اور کودیپور پرگنہ مہرآباد کے میدان مین ڈیرے
کردیے (یہ مہرآباد گنگا کے اُس پار ضلع شاہجہان پور کے جنوب مین ہے سابق
مین پرگنہ شمس آباد ضلع فرخ آباد مین شامل تھا) اور شجاع الدولہ کو پیام بھیجا کہ
مُلک بادشاہی فوراً خالی کردو اور صفدر جنگ کا تمام مال و اسباب بھیجو اور شاہزادون
کے لیئے پیش کش حاضر کرو۔ اس پیام سے شجاع الدولہ کے ہوش جاتے رہے
اور وہ بھی لکھنؤ سے روانہ ہوکر حملہ آورون کے روکنے کے ارادے سے سانڈی پالی
تک آئے یہ مقام لکھنؤ سے ۶۸ میل ہے۔

فرح بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ شجاع الدولہ نے میر مجھلے کو نواب سید سعداللہ خان
کی خدمت مین بھیجکر التماس کیا کہ "اس وقت مین اس دوستدار کی مدد کرنی چاہیئے"
میر مجھلے نے تمام حال نواب سید سعداللہ خان سے بیان کیا کہ عماد الملک
شاہزادون کو ہمراہ لیکر شجاع الدولہ کی بربادی کے درپے ہین اور صفدر جنگ
کے تمام خزانون اور مال کی ضبطی کے لیے بڑی بھاری فوج سے چڑھائی کی ہے
ایسے وقت مین آپ مدد کرین۔ نواب سید سعداللہ خان سنے تیاری کرکے اپنے
بھائیون کو ہمراہ لیکر اور حافظ رحمت خان۔ دوندے خان بخشی۔ سردار خان
فتح خان خانسامان۔ عبدالستار خان۔ احمد خان۔ شیخ محمد کبیر۔ ملاحسن اور سید معصوم
وغیرہ کی سپاہ کے ساتھ آنولے سے کوچ کیا اور میر غلام رسول کو پیشتر سے
شجاع الدولہ کے پاس بھیجدیا۔ اور ایک خط اِس مضمون کا اُنکے ساتھ کیا کہ
"جان و مال اور ملک و ناموس بموجب اُس عہد و پیمان کے ہمارا آپ کا ایک ہے
آپ کسی قسم کا تردد نہ کرین ہم بہت جلد پچاس ہزار سپاہ کے ساتھ پہونچتے ہین"

نواب سید سعد اللہ خان میر مجھلے کی روانگی کے بعد کڑے کرتے کوچ کرکے کودیوہ مین پہونچ گئے اور دونون لشکرون کے درمیان مین اپنی فوج کو جما دیا اور اپنے دربار مین زور سے علانیہ کہا کہ "جو کوئی نواب شجاع الدولہ کا مخالف و معاند ہے وہ ہمارا دشمن ہے اُسکو چاہیے کہ اول میرا سر کاٹے پھر نواب شجاع الدولہ کے سر کے کاٹنے کا ارادہ کرے" اِس عرصے مین عالمگیر ثانی کے متواتر فرمان نواب سیّد سعد اللہ خان کو پہونچتے رہے کہ شاہزادون کی خدمت گذاری اور اطاعت اچھی طرح انجام دین۔ اور شجاع الدولہ کو نکالکر صفدر جنگ کا مال ضبط کرین اِس خدمت کے صلے مین عنایت بادشاہی کے مورد ہونگے مگر نواب سید سعد اللہ خان نے ان احکام کی تعمیل نہ کی بلکہ برخلاف اُن احکام کے نواب عماد الملک کو صاف کہلا بھیجا کہ "آپکو شجاع الدولہ سے نہ لڑنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ آپ دہلی کو لوٹ جائین"

گل رحمت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان احمد شاہ دُرّانی کے احکام کی پابندی کی وجہ سے بظاہر عماد الملک ہی کے جنبہ دار تھے شجاع الدولہ نے سانڈنی پالی سے حافظ صاحب کو خط لکھا کہ "عماد الملک میری خانہ ویرانی کے درپے ہین کسی صورت سے صلح پر راضی نہ ہونگے آپ میرے چچا کی جگہ ہین ایسی تدبیر کرین کہ صلح ہو جائے۔ اور میری طرف سے احمد شاہ کا مزاج بھی ناخوش نہو" حافظ رحمت خان نے صفدر جنگ کی دوستی کی وجہ سے شجاع الدولہ کو تسلی آمیز خط لکھے اور صلح کی کوشش مین مصروف ہوے۔ اِس عرصے مین شجاع الدولہ نے عماد الملک کے پاس سفیر بھیج کر صلح کی استدعا کی چونکہ عماد الملک کو شجاع الدولہ کی

خانہ ویرانی منظور تھی اسلیے اتنا روپیہ مانگا جو شجاع الدولہ ادا نہ کر سکتے تھے اور اس عرصے مین طرفین کے قراولون مین چھوٹی چھوٹی لڑائیان بھی شروع ہو گئین حافظ رحمت خان عماد الملک کے مافی الضمیر پر مطلع ہو کر صلح کی فکر مین ہوے اور نواب سید سعد اللہ خان کو کہلا بھیجا کہ آپ شجاع الدولہ کے ڈیرے پر جا کر صلح کی تدبیر فرمائین۔ چنانچہ نواب موصوف نے شجاع الدولہ کے پاس پہونچکر تبدیل دستار کر کے اخوت پیدا کر لی اور اپنے کیمپ کو لوٹ آئے۔ حافظ رحمت خان نے بظاہر نواب سید سعد اللہ خان کے اِس فعل سے ناخوشی ظاہر کی مگر اِس تقریب سے صلح کی گنجائش پا کر عماد الملک کو کہلا بھیجا کہ نواب سید سعد اللہ خان نے بمقتضائے خردسالی شجاع الدولہ سے صلح کر لی ہے جس کا حال آپ نے سنا ہی ہو گا۔ شجاع الدولہ بھی اپنی مقدرت کے موافق روپیہ دینے کو مستعد ہین اور مجھکو احمد شاہ درانی کا یہی حکم ہے کہ اگر شجاع الدولہ پیشکش ادا کرنے مین حیلہ کرین اور لڑائی پر نوبت پہونچے تو تم عماد الملک کی مدد کیجیو اب اگر میری صلاح مانو تو صلح کر لو ورنہ مین اپنے ملک کو لوٹ جاؤنگا اور احمد شاہ کو سارا حال لکھ بھیجونگا۔ عماد الملک نے مجبور ہو کر پانچ لاکھ روپے نذرانہ شاہزادون کو پیش کرنے پر صلح کر لی۔

فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان نے ان پانچ لاکھ روپون کا پہونچانا اپنے ذمے مقرر کر لیا اور ضمانت نامہ لکھکر عماد الملک کے پاس بھیجدیا۔ پھر شجاع الدولہ نے یہ پانچ لاکھ روپے نواب سید سعد اللہ خان کے پاس پہونچا دیے۔ کیونکہ نواب سید سعد اللہ خان نے یہ رقم اپنے خزانے سے بادشاہ کے حضور مین پہونچا دی تھی اور یہ لڑائی نواب سید سعد اللہ خان کی کوشش سے شجاع الدولہ

کے سر سے ٹل گئی شجاع الدولہ نواب سید سعد اللہ خان کے بہت شکر گذار ہوے اور لکھنؤ کو چلے گئے اور نواب سید سعد اللہ خان آنولے کو لوٹ آئے۔

سیر المتاخرین اور مآثر الامرا مین بھی یہی بیان کیا ہے کہ شجاع الدولہ کو اس لڑائی سے نجات نواب سید سعد اللہ خان کی وجہ سے ملی تھی۔ مگر گلستان رحمت اور گل رحمت کے مؤلفون نے نواب سید سعد اللہ خان کی کارروائی کو بالکل اُڑا دیا ہے اور اس باب مین جو کچھ لکھا ہے اُس سے سوا حافظ رحمت خان کے اور کسی کا اِس صلح مین دخیل ہونا نہین پایا جاتا۔ بلکہ نواب سید سعد اللہ خان کی تبدیل دستار کو ایک بے خردی کا مقتضی بتایا ہے۔ اور اسکی وجہ وہی کینۂ طبعی ہے جسکو ہم مفصل اوپر لکھ آئے مین۔

عماد الملک صلح کرکے ۷۔ شوال ۱۱۷۱ھ ہجری مطابق جون ۱۷۵۷ء کو فرخ آباد کو لوٹ گئے اور احمد شاہ دُرّانی کے انجام کار کا اِنتظار کرنے لگے۔

احمد شاہ نے سورج مل جاٹ کے بعض قلعون کو مسخر کیا۔ اور متھرا کو لٹوایا پھر اُنکے لشکر مین وبا پھیل جانے کے سبب سے ملک جاٹ کے بعض قلعون سے محاصرہ اُٹھا کر قندھار کو لوٹنے کے قصد سے دہلی آئے۔ عالمگیر ثانی نے مقصود آباد کے تالاب پر احمد شاہ سے ملاقات کی نجیب الدولہ عالمگیر ثانی کے ہمراہ تھے احمد شاہ نے محمد شاہ کی بیٹی سے اپنا عقد کیا۔ اور عالمگیر ثانی کے عماد الملک کی نسبت شکایت اور نجیب الدولہ کے حق مین سفارش کرنے پر نجیب الدولہ کو امیر الامرا کیا۔ اور دار الحکومت کا انتظام اُنکے سپرد فرمایا۔ اور یعقوب علی خان کو دوبارہ خلعت اور گھوڑا دیکر اور

---

[۱] گزٹیر مین لکھا ہے کہ ۱۷۵۷ء مین احمد شاہ ابدالی نے سہ بارہ ہندوستان پر چڑھائی کی تو اس بار نجیب الدولہ کو بخشی گری کا عہدہ سپرد کیا گیا۔ اور تاریخ مظفری مین ہے کہ نجیب الدولہ کو احمد شاہ نے بخشی گری عطا کی تھی ۱۲

ایک خلعت اور فرمان روہیلون کے واسطے اُن کے حوالے کر کے رخصت کیا اور خود ماہ جون ۱۷۵۷ء مطابق شوال ۱۱۷۱ھ ہجری کو اپنی قلمرو کو لوٹ گئے جب یعقوب علی خان دہلی سے چلکر بریلی کے قریب پہونچے تو مدار المہام نواب سید سعد اللہ خان نے فرمان شاہی کی تعظیم کے لیے استقبال کیا۔ نجیب الدولہ عالمگیر ثانی کے ساتھ دہلی مین پہونچے اور سلطنت کا کام کرنے لگے۔ اور سعد اللہ خان وزیر شاہجہان صاحبقران ثانی کی حویلی پر جو عماد الملک کے قبضہ مین تھی زبردستی قبضہ کر کے اُسمین رہنے لگے۔ اور عماد الملک کے نوکرون کو وہان سے نکالدیا۔

نواب جعفر علی خان اور نواب قاسم علی خان والیان بنگالہ کا نواب سید سعد اللہ خان سے دوستی اور راہ و رسم پیدا کرنا

جب ۱۷۵۷ء مین نواب میر جعفر علی خان کو انگریزون نے مرشد آباد مین سند ریاست پر بٹھایا تو اُنھون نے بہت سے تحفے (جن مین ہاتھی اور ابلق ٹانگن اور سفید کپڑے اور ناگ کیسر کا عطر اور ڈھالین اور فرنگستان کی بہت سی عمدہ عمدہ چیزین تھین) نواب سید سعد اللہ خان کے پاس میر علی خان تیر انداز کی معرفت روانہ کیے اور بڑی محبت و اشتیاق کے پیام بھیجکر دوستی کی استدعا کی۔ یہان سے بھی اسپان عربی و عراقی و ایرانی و تازی و پنجابی اور پشمینہ کشمیر اور پیش قبض اور ولایتی چھرے وغیرہ تحائف بھیجے گئے۔ نواب جعفر علی خان ان تحفون کو دیکھکر بہت خوش ہوے ناگرمئی اور بے پور وغیرہ کچھ گانو عظیم آباد کے علاقے مین بادشاہ ہند نے نواب سید سعد اللہ خان کو معافی مین دیے تھے۔ نواب جعفر علی خان نے وہ گانو ان

بلا مزاحمت چھوڑ دیے۔ نواب سید سعد اللہ خان نے میر غلام رسول کی معرفت لالہ موجی لال کو اُس جاگیر کے انتظام کے لیے بھیجا۔

جب ۱۷۶۰ء مین انگریزون نے میر جعفر علی خان کو معزول کر کے اُن کے داماد میر قاسم علی خان کو صوبجات اوڑیسہ و بنگالہ اور عظیم آباد کی ریاست پر مرشد آباد مین مسند نشین کیا تو اُنھون نے بھی نواب سید سعد اللہ خان کے ساتھ دوستی کی راہ و رسم جاری رکھی اور ہاتھی وغیرہ تحفے نواب موصوف کی خدمت مین بھیجے۔

غازی الدین خان عماد الملک کے ہمراہ مرہٹون کی نجیب الدولہ پر چڑھائی۔ دہلی کا محاصرہ کر لینا۔ نجیب الدولہ کا مغلوب ہو کر اپنے مُلک کو چلے جانا۔ شاہزادۂ عالی گہر کا نجیب الدولہ اور روہیلون کے مُلک مین وارد ہونا۔ اُن کی مہمانداری

غازی الدین خان فرخ آباد مین احمد شاہ ابدالی کے خوف سے موجود تھے۔ فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ نجیب الدولہ نے اُنکے متعلقین کے ساتھ جو دہلی مین رہتے تھے بدسلوکی کی۔ حالانکہ نجیب الدولہ کی دولت و حشمت اور عروج کا باعث وہی ہوے تھے۔ عماد الملک نے احمد شاہ کے افغانستان واپس ہوتے ہی ۱۷۵۸ء مین امیر الامرائی کا منصب نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد کو دیا اور نجیب الدولہ کو جنھین احمد شاہ دُرّانی عالمگیر ثانی کے پاس دلی کا امیر الامرا مقرر کر گئے تھے اور بڑی قابلیت اور عمدہ لیاقت کے سردار تھے معطل بٹھایا۔ مگر چونکہ تنہا غازی الدین خان اتنی قوت نہ رکھتے تھے کہ وہ دوسرے انقلاب پیدا کرین تو

اُنھون نے اپنی کمک کے لیئے مرہٹون کو طلب کیا چنانچہ رگنا تھ راؤ اور ملہار راؤ کے سہارے پر دلی پر چڑھائی کی۔ نجیب الدولہ کی طرف سے ایک مہینہ سے زیادہ عرصے تک مقابلہ جاری رہا مگر یہ امر ظاہر تھا کہ وہ اپنے دشمنون کا مقابلہ آئندہ نہ کر سکینگے اِس لیے ہلکر کو رشوت دیکر اور بظاہر باپ بیٹے[۵۱] کا لفظ زبان پر لا کر اپنے ملک سہارنپور کو چلے گئے جو دلی کے شمال مین واقع ہے۔

بادشاہ نے قلعہ کے دروازے کھولدیے اور غازی الدین خان کو اپنا وزیر تسلیم کیا۔

شاہزادۂ عالی گہر جو بادشاہ ہوکر شاہ عالم کہلائے غازی الدین خان کے فساد کی وجہ سے دلی مین ٹھہرنا مناسب نہ سمجھکر بنگالے کے قصد سے دلی سے نکلے اور کنجپورہ کے راستے سے ہوتے ہوے سہارنپور مین نجیب الدولہ کے پاس آئے۔ نجیب الدولہ نے آٹھ ماہ تک شاہزادے کو اپنا مہمان رکھا پھر شاہزادے بنگالے کی تسخیر کے ارادے سے مشرق کی طرف روانہ ہوے اور مرادآباد۔ رام پور۔ آنولہ اور بریلی ہوتے ہوئے پورب کی طرف بڑھے۔ سیر المتاخرین اور تاریخ مظفری کے مؤلف کہتے ہین کہ نواب سید سعد اللہ خان نے اثناے راہ مین شاہزادے کی ضیافت کی تھی اور زر پیش کش کیا تھا مگر اس قول کی تردید فرح بخش سے ہوتی ہے اِسلیے کہ اُسکا مؤلف کہتا ہے کہ جب شاہ عالم نجیب الدولہ سے رخصت ہوکر مرادآباد کی راہ سے پورب کی طرف روانہ ہوے تو نواب سید سعد اللہ خان اُنسے غازی الدین خان کی تحریر کی وجہ سے نہ ملے اور جام جہان نما سے بھی اسی کی تائید

---

[۵۱] دیکھو فرح بخش ۱۲

ہوتی ہے چنانچہ اُسکے مؤلف کا بیان ہے کہ جب شاہزادے نجیب الدولہ کے پاس سے رخصت ہوکر عازم بنگالہ ہوے تو مرادآباد کی راہ سے آنولہ اور بریلی کے درمیان کانہہ کنکی[۵۱] کے مقام پر خیمہ انداز ہوے نواب سید سعد اللہ خان اُنکے پاس حاضر نہین ہوے اور نہ کچھ نذر کو بھیجا شاہزادے نے اپنے قلم سے اِس مضمون کا شقہ لکھکر نواب سید سعد اللہ خان کو بھیجا۔

" ماکہ خود بدولت در اینجا تشریف آوردیم و آن فدوی خود را بحضور نرسانید خوب امروز دائرۂ دولت بر کانہہ کنبی خیمہ انداز می شود لازم کہ آمدہ ملازمت نمایند بعض سخنہا بالمشافہ فرمودنی ست "

اِس تحریر کو دیکھکر بھی نواب سید سعد اللہ خان شاہزادے کی خدمت مین حاضر ہوے۔ شاہزادے اسوقت خرچ سے بہت تنگ تھے اِسلیے بون روپ ہاتھی جو خاص محمد شاہ بادشاہ کی سواری مین رہتا تھا نواب سید سعد اللہ خان کے ہاتھ فروخت کراکے بریلی کو روانہ ہوے۔

نواب سید فیض اللہ خان نے چار[۵۲] کوس سے استقبال کرکے ۸[۵۳] ربیع الثانی سنہ ۵ جلوس عالمگیر ثانی (مطابق ۱۱۷۲[۵۴] ہجری) کو موضع فرید[۵۵]ون مین شاہزادے سے ملاقات کی اور بہت کچھ اسباب و زر نقد نذر کیا[۵۶]۔ بعد اسکے شاہزادے صاحب بریلی پہونچے۔ جام جہان نما مین لکھا ہے کہ اول شاہزادے نے بریلی مین شاہدانہ کی زیارت کی پھر اپنے ڈیرون مین جو نکٹیا کے کنارے کھڑے کیے گئے تھے

---

[۵۱] کانہہ کنکی اور کانہہ کنبی یہ دونون لفظ اسی طرح جام جہان نما مین لکھے ہین ۱۲
[۵۲] دیکھو جام جہان نما ۱۲ [۵۳] و [۵۴] دیکھو مرأت آفتاب نما ۱۲ [۵۵] دیکھو فرح بخش ۱۲

داخل ہوے صبح کو ہاتھی پر سوار ہوتے تھے کہ عنایت خان خلف حافظ رحمت خان
اور پہاڑ سنگھ سلام کو آئے۔ اور نقد و جنس بطور پیش کش نذر کیا۔ حافظ رحمت خان
چونکہ خود حاضر نہوے تھے اسلئے قبول نہ کیا سعادت خان افغان نے بہت کچھ
عذر و معذرت کی مگر شاہزادے نے منظور نہ فرمایا اور یہ کہا کہ "یار باقی صحبت باقی"
اور ہاتھی پر سوار ہوکر اودھ کی طرف روانہ ہوے۔

لیکن گلستان رحمت مین لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان اس زمانے مین
دامن کوہ کے انتظام مین مصروف تھے جب اُنکو دہلی کے اخبار کے ذریعہ سے
یہ معلوم ہوا کہ شاہزادہ عالی گہر بنگالے کے ارادے سے روہیلکھنڈ مین داخل ہوے
تو عنایت خان کو لکھا کہ جب شاہزادے صاحب ادھر آئین تو اُنکا استقبال کر کے
رسم مہانداری سلاطین کے موافق ادا کیجیو۔ چنانچہ جب وہ بریلی کے قریب پہونچے
تو عنایت خان نے پیشوائی کی اور دیوان مان راے کی حویلی مین اُتارا اور رخصت
کے وقت ۲۴ گھوڑے ایک ہاتھی اور کئی ہزار روپے اور خیمے اور برتن اور
باربرداری کا سامان حافظ صاحب کی طرف سے اور تھوڑا سا نقد و جنس اپنی
جانب سے نذر کیا اور تین کوس تک مشایعت کی۔ ۱۹۔ ربیع الثانی ۱۱۷۲ھ ہجری کو
شاہزادے بلگرام پہونچ گئے۔ مگر مجھکو جام جہان نما کی روایت قوی معلوم
ہوتی ہے۔

تبصرہ جس نے دہلی مین سلطنت مغلیہ کی معراج دیکھی ہو اور روہیلون کو
ہندوستان مین خانہ بدوشی کی حالت مین اور خوردہ فروشی کرتے دیکھا ہو اُسکے
ذہن مین یہ خیال کبھی آسکتا تھا کہ اُس خاندان کا ولی عہد مستحق سلطنت یون

اپنے نمک حرام نوکرون کے ہاتھ سے بے چین ہو کر غریب ایسا پریشان ہو گا کہ روہیلے اسکی ملاقات سے احتراز کرینگے اور وہ اُس قوم کے ہاتھ ہاتھی کو بیچکر خرچ چلائے گا جو یہان صرف لوٹ مار کرتی اور سپاہگری کے زمرے مین بسر کرتی پھرتی ہو وہی قوم جو کل اس سلطنت کے صوبہ دارون کی سواری کے آگے دوڑتی پھرتی تھی اور نوکری حاصل ہونے کے لیے منت سماجت کرتی تھی۔ اور اُنکی عنایت وکرم کو اپنی عزت و حرمت گنتی تھی آج وہی اُسکے بادشاہ کے قائم مقام کے ساتھ ایسی بے پروائی کے ساتھ پیش آرہی ہے۔ اِس عزت وذلت کا دَور ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور چلا جائیگا۔ مگر روہیلون ہی مین ایک سردار یعنی نواب سید فیض اللہ خان ایسا شخص موجود تھا جسنے پیش بینی کرکے اس الزام کو اس تمام قوم کے سر سے مٹا دیا۔

نواب سید علی محمد خان بہادر کی بیٹی کی عنایت خان کے ساتھ شادی

حافظ رحمت خان دامن کوہ سے واپس آئے تو اپنے بڑے بیٹے عنایت خان کی شادی کی تیاری کی اور نواب سید علی محمد خان کی بیگمات کو آنولے سے بریلی مین بلاکر ایک عالیشان جشن مرتب کرکے نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی حقیقی بہن کے ساتھ عنایت خان کا بیاہ کیا۔

غازی الدین خان وزیر اعظم کی تحریک سے مرہٹون کی نجیب الدولہ کے مُلک پر چڑھائی۔ روہیلون کے مُلک کو بھی برباد کرنا روہیلون اور شجاع الدولہ کا متفق ہو کر مرہٹون کا مقابلہ کرنا

محرم ۱۱۷۱ھ ہجری مین جھنکو ولد آپا سیندھیا اور اُسکا چچا دتا سیندھیا دکن سے

ہند مین آئے جنکو تو نوجوان تھا جو کچھ کرتا تھا دتا کرتا تھا۔ اِن دونون نے اتفاق کر کے یہ چاہا کہ تمام ہندوستان کو مسخر کرین۔ اُنھون نے شروع ۱۱۷۲ھ ہجری مین روہیلون کے ملک اور اودھ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ وزیر اعظم غازی الدین خان نے بھی اُنکو یہی صلاح دی۔ اسلیئے مرہٹون نے جمنا کو عبور کر کے اول نجیب الدولہ پر چڑھائی کی۔ نجیب الدولہ نے گنگا کے کنارے مظفر نگر کے پاس سُکّرتال[لہ] مین پناہ لی اور وہان سے نواب سید سعد اللہ خان اور نواب سید فیض اللہ خان اور حافظ رحمت خان وغیرہ سرداران روہیلکھنڈ سے امداد کے واسطے درخواست کی یہان سے موسم برسات کے ختم ہونے تک مدد پہونچنے مین دیر ہوئی اور جب تک نجیب الدولہ نے اُن مٹی کی دیوارون کی آڑ مین بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی نواب سید سعد اللہ خان۔ نواب سید فیض اللہ خان۔ حافظ رحمت خان۔ دوندے خان بخشی سردار خان اور فتح خان خانسامان عین برسات کے موسم مین کوچ کر کے لمبی لمبی منزلین کرتے ہوے امروہہ مین پہونچکر ٹھہر گئے اور چار ہزار سوار سردار خان بخشی کی ماتحتی مین بطور ہراول کے آگے کو روانہ کیے گئے تاکہ سنبل گڑھ کی حفاظت کرین اور نواب سید سعد اللہ خان نے میر غلام رسول کو شجاع الدولہ کے پاس بھیجا کہ وہ بھی مدد کرین۔ دتّا سیندھیا کو اتفاق مذکور کا پرچہ لگا۔ تو اُسنے گوبند راے بندیلے کو روہیلکھنڈ کے دھاوے کے لیے اپنے لشکر سے الگ کر کے روانہ کیا جسنے برسات کے اختتام کے بعد بیس ہزار سوارون کے ساتھ مقام ٹھاکردوارہ

لہ سُکّرتال لفظ ہندی ہے سین مہملہ مضموم اور کاف تازی مشدد اور راے مہملہ ساکن اور تاے قرشت اور الف اور لام سے یہ مقام میرٹھ سے شرقی و شمالی جانب ۱۴ کوس کے فاصلے پر ہے ۱۲ عماد السعادت و مساکن فلسفی

کے پاس جو کوہ کمایون کے متصل واقع ہے گنگا کو عبور کیا۔[۱۵]

شاہ حمزہ صاحب مقیم مارہرہ خلف شاہ آل احمد ابن شاہ برکت اللہ نے فصل الکلام مین بیان کیا ہے کہ "اس وقت مین دتا سیندھیا اور جھنکو نے اس فقیر کو بھی عرایض بھیجے اور اُن مین لکھا کہ نواب سید عبداللہ خان ابن نواب سید علی محمد خان آپ کی سرکار سے عقیدت اور ارادت رکھتے ہین اور وہ نجیب خان کی مدد کو نہین گئے ہین کیونکہ اُنکو اپنے باپ کے ملک کا دعوےٰ ہے نجیب خان وغیرہ سرداروں نے اُنکے باپ کے مُلک پر قبض و تصرف کر لیا ہے ہم اُنکو دو لاکھ روپے دیتے ہین۔ یہ روپے وہ اٹاوے کے خزانے سے جہان مرہٹون کی حکومت ہے وصول کر کے فوج مرہٹہ کو جسکا سردار گوبند مرہٹہ ہے اپنے ہمراہ لیکر روہیلون کے مقامات کو تاخت و تاراج کرین۔ ادھر سے ہم گھیر کر سب کو تہ تیغ کر ڈالین گے۔ یا گرفتار کر لین گے پھر آدھا ملک ہمارا ہے اور آدھا اُنکا اور ان خریطون مین بیل بھنڈار کی قسم بھی یاد کی تھی۔ چونکہ اس فقیر کے نزدیک ان ہندونکی مدد کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اسلیے جواب بیت و لعل کے ساتھ دیکر ٹال دیا۔ اور نواب سید عبداللہ خان سے بھی جواب لکھوا کر بھجوا دیا۔ نواب موصوف تو مرہٹون کے اس مشورے سے رضامند تھے لیکن اس فقیر نے اُنکو سمجھا کر اس ارادے سے روک لیا۔ اسی طرح اس فقیر کی معرفت نواب احمد خان بنگش کو بھی پیام بھیجے تھے۔ فقیر نے اُنھین بھی تغافل مین ڈالدیا یہ قصہ طول طویل ہے"۔

حسین شاہی مین امام الدین حسینی نے بیان کیا ہے کہ غازی الدین خان نے

---

[۱۵] دیکھو مآثر الامرا حالات نواب شجاع الدولہ ۱۲

نواب شجاع الدولہ کو لکھا تھا کہ آپ بھی ہمارے شریک ہو جیسے تو ہم اور آپ متفق ہو کر
ان پٹھانون کو یہان سے نکالدین اور اس سلطنت کا انتظام اپنی مرضی سے کرین
شجاع الدولہ نے مصلحت وقت کے لحاظ سے علی بیگ خان جارجی کو جو نہایت
ظریف و دانا تھا عماد الملک کے پاس بھیجکر لطائف الحیل مین رکھا تھا تاکہ مخالفت پر
آمادہ نہ ہون۔

انھین ایام مین نجیب الدولہ نے بھی نواب شجاع الدولہ کو تحریر کیا کہ مین نے
احمد شاہ دُرانی کو بُلایا ہے مناسب یہ ہے کہ اس وقت مین آپ ہماری مدد کرین کہ
یہ بات ہمارے اور آپ کے حق مین بہت مفید ہے۔ شجاع الدولہ جانتے تھے کہ
غازی الدین خان بدطینت اور مفسد ہین چنانچہ ۱۱۷۰ہجری مین شاہزادہ ہدایت بخش
اور مرزا بابر کو ہمراہ لیکر شجاع الدولہ کی بربادی کے لیے فرخ آباد کے راستے سے اودھ
پر چڑھائی کی تھی اور شجاع الدولہ نے دانائی کر کے نواب سید سعد اللہ خان سے پگڑی
بدل کے حافظ رحمت خان اور دوندے خان اور بخشی سردار خان اور فتح خان خانسامان
کو متفق کر کے اُنکے شر سے نجات پائی تھی اس سبب سے شجاع الدولہ نے غازی الدین خان
کے قول پر اعتماد نہ کیا اور نجیب الدولہ کی رفاقت کو بہتر سمجھا چنانچہ شجاع الدولہ فورًا
تیاری کر کے اوائل ربیع الاول ۱۱۷۳ہجری مین تیس ہزار سوار کے ساتھ نجیب الدولہ
کی مدد کو روانہ ہوے اور بڑی بڑی منزلین کر کے نواب سید سعد اللہ خان کے شریک
ہو گئے اس عرصے مین بخشی سردار خان کی فوج مرہٹون کے قریب جا پہونچی تھی
سردار خان نے دیکھا کہ مرہٹے گوبندراے کی ماتحتی مین گنگا پار اُتر آئے ہین اور شمالی
علاقے مین پھیلے ہوے ہین۔ سیندھیا کے حکم کی تعمیل معقول طور پر کی گئی کہ

ایک مہینے سے کچھ زیادہ عرصے مین مرہٹون نے تیرہ سو گانُون چاند پور نگینہ اور امروہے کے علاقے کے تباہ کرڈالے سردار خان نے اپنی فوج کو سنبل گڑھ کے قریب لیجاکر مرہٹون کو بڑی جوانمردی سے زور دیا اور کئی جگہ لڑائیان ہوئین لیکن مرہٹون کی جمعیت زیادہ تھی اسواسطے اُنکی تھوڑی سی فوج کو خیال مین نہ لاتی تھی بلکہ اُن کو مرہٹون نے سنبل گڑھ مین محصور کر لیا حافظ رحمت خان کے دو رسالہ دار اپنے رسالون کے ساتھ اُنکے آگے آگے چل رہے تھے وہ جلدی سے سردار خان کی مدد کو پہونچ گئے اُنھون نے مرہٹون پر جو گوبند راے کے ساتھ تھے حملہ کیا جسکی وجہ سے وہ گنگا کی طرف ہٹگئے آخرکار نواب سید سعد اللہ خان۔ نواب سید فیض اللہ خان۔ حافظ رحمت خان۔ دوندے خان فتح خان اور شجاع الدولہ چاند پور پہونچ گئے اُنھون نے جس دن چاند پور سے کوچ کیا مرہٹے کی فوج راہ مین کم نظر آئی۔ پانچ کوس چلکر ہلدوہ[له] پرگنہ چاند پور مین پہونچے تو خبر آئی کہ مرہٹون نے اکثر مقامات پر زور باندھ رکھا ہے چنانچہ نواب شجاع الدولہ کے بعض لشکریون کو بھی جو عقب مین تھے لوٹ لیا جب یہ حال معلوم ہوا تو شجاع الدولہ نے اپنی فوج مین سے انوپ گر گوشائین اور امراؤ گر گوشائین کو مرہٹون کی سرکوبی کے لئے ایک طرف بھیجا اور اپنے خالہ زاد بھائی میر نجف علی خان کو پانچ ہزار سوارون کے ساتھ اور میر باقر میمونی کو چار ہزار سوارون کے ساتھ مرہٹون کے پڑاؤ کی طرف روانہ کیا۔ ایک سو مرہٹے زندہ گرفتار ہوے اور دو سو مارے گئے اور بہت سا مال و اسباب مرہٹون کا اور بے شمار گھوڑے چھین لیے گئے۔ مرہٹے گوبند پنڈت کی ماتحتی مین تھے گرتے پڑتے گنگا کو عبور کر گئے

[له] ہلدوہ بفتح ہا و سکون لام و ضم دال مہملہ و فتح واو و ہاے ساکن ۱۲ خزانۂ عامرہ

اِس عبور مین اُنکے بہت سے آدمی اور گھوڑے ڈوب بھی گئے اور جو گنگا مین گھُس سکے وہ مارے گئے۔ یہ واقعہ جمادی الاولی ۱۱۷۳ھ ہجری (مطابق نومبر ۱۷۵۹ء) کا ہے۔ صبح کو ہلدوہ سے کوچ ہوگیا اور نجیب الدولہ کے پاس پہونچ گئے۔ مگر مرہٹے گنگا پار کا علاقہ تباہ کرتے رہے۔ اور جب افواج اسلام کے سامنے پڑتے پوری سزا اُٹھاتے۔ سیندھیا کی فوج اُس ٹکڑے کے ٹوٹنے سے جو روہیلکھنڈ کو بھیجا گیا تھا ایسی کمزور ہوگئی تھی کہ وہ صلح کی خواہان ہوئی مگر اسوجہ سے زیادہ قوی وجہ یہ تھی کہ نجیب الدولہ اور تمام پٹھانون اور ہندوستان کے راجون نے مرہٹون اور غازی الدین خان کے فساد سے تنگ آکر احمد شاہ ابدالی کی خدمت مین عرضیان لکھی تھین اور استدعا کی تھی کہ حضور اِس طرف کا قصد فرمائین تو عقیدت مند خدمت کو حاضر ہین احمد شاہ نے بھی مرہٹون کی زیادتی اور جسارت اپنے بیٹے تیمور شاہ کے ساتھ پاکر اور افاغنہ کا الحاح سُنکر اور غازی الدین خان کی بدذاتی اور نمک حرامی کا برتاؤ عالمگیر ثانی کے ساتھ معلوم کرکے قندھار سے ہندوستان کا عزم کیا تھا اور بہت قریب آپہونچے تھے غرضکہ مرہٹون نے شجاع الدولہ اور روہیلون سے آشتی کی شرطین پیش کین اور ان شرطون کے موافق باہم صلح ہوئی اور مرہٹے احمد شاہ کے خوف سے صلح کا نام کرکے ۱۷۵۹ء مین بالکل اس ملک سے چلے گئے۔

نواب سید سعد اللہ خان۔ نواب سید فیض اللہ خان۔ نجیب الدولہ۔ حافظ رحمت خان بخشی سردار خان اور فتح خان نے شجاع الدولہ کے سامنے کشتیان کپڑون اور جواہر کی اور ہاتھی گھوڑے اور زر نقد پیش کیا اور ان سردارون نے شاہ کی آمد آمد کی خبر سُنکر جلدی سے شجاع الدولہ کو رخصت کردیا اِس خیال سے کہ احمد شاہ جب آجائین گے

تو شجاع الدولہ کو بھی رخصت حاصل نہو سکے گی۔ ۹۔ جمادی الاولی ۱۱۷۵ہجری کو شجاع الدولہ لکھنؤ داخل ہو گئے اور ان سردارون نے عرضیان اِس مضمون کی کہ نواب شجاع الدولہ کسی قدر علیل ہو گئے تھے اور اُن کے ملک مین فساد پیدا ہو گیا تھا اسلیے اودھ کو رخصت کر دیے گئے احمد شاہ کی خدمت مین روانہ کین اور آپ شاہ سے ملنے کی غرض سے وہین ٹھہرے رہے اور بخشی سردار خان اور فتح خان خانسامان کو ملک روہیلکھنڈ کے انتظام کے لیے بھیجدیا۔

جنگ پانی پت مین روہیلون کی کارروائی

احمد شاہ دُرانی دہلی کے لوٹنے اور متھرا کے قتل عام کے بعد اپنے بیٹے تیمور شاہ کو مع جہان خان کے لاہور مین چھوڑ گئے تھے جبکہ ۱۷۵۸ء مین رگناتھ راؤ اور شمشیر بہادر بالاجی راؤ کے بھائی نے جہان خان او رتیمور شاہ کو پنجاب کی حکومت سے خارج کیا تو احمد شاہ دوبارہ پنجاب کو قبضے مین لانے کی غرض سے اپنی قلمرو سے روانہ ہوے اور پشاور تک اٹک کے کنارے کنارے کوچ و مقام کرتے ہوے ماہ محرم ۱۱۷۳ھ مطابق ستمبر ۱۷۵۹ء مین اٹک پار اُترکر پنجاب مین داخل ہوے دتا سیندھیا نجیب الدولہ سے صلح کا نام کر کے احمد شاہ دُرانی کے مقابلے کو روانہ ہوا اور عماد الملک جو اُسکی کمک کے لیے دِلّی سے آرہے تھے وہ احمد شاہ دُرانی کے خوف سے سورج مل کی پناہ مین چلے گئے۔

اگرچہ مرہٹون کے رفیق جاٹون نے اِس زمانے مین اُنکی مدد نہ کی تھی مگر باوصف اسکے اسّی ہزار سوار جرار اُنکے لڑائی کے میدان مین موجود تھے۔ یہ سوار اپنے

دو گروہون مین منقسم تھے کہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے کسی قدر فاصلہ تھا انمین سے ایک گروہ دتا سیندھیا کی ماتحتی مین تھا اور اس فوج کا دوسرا ٹکڑا ملہار راؤ ہلکر کے تحت مین تھا۔ احمد شاہ یہ خبر سنکر کہ مرہٹے روہیلون کو ایذا دے رہے ہین اُن کی مدد کے لیے ممالک متحدہ کی طرف روانہ ہوے اور شمالی پہاڑون کے قریب قریب منزلین کرتے ہوے سہارنپور کے برابر جمنا پار اُتر گئے۔ سرداران روہیلہ شاہ کی آمد کا حال سُنکر سُکر تال سے کوچ کر کے احمد شاہ کے لشکر مین پہونچ گئے شاہ نے جب دوآبے کی راہ لی تھی تو اپنی فوج قراولی کو حکم دیدیا تھا کہ متعارف راستون سے دتا کے مقابل سفر کرے جو نجیب الدولہ سے صلح کر کے احمد شاہ کے مقابلے کو روانہ ہوا تھا۔ دتا مذکور جب سرہند پہونچا تو فوج شاہی قراولی سے مقابلہ ہوا اور اس فوج نے مرہٹون کو پسپا کر دیا۔ دتا فساد کا فتیلہ لئے احمد شاہ کی فوج کے اِرد گرد جنگ کرتا ہوا دلی کو لوٹا اسنے اپنے بازؤن مین یہ طاقت نہ دیکھی کہ اُن شیرون کے ساتھ سینہ بسینہ ہو کر لڑے۔

گُل رحمت مین بیان کیا ہے کہ احمد شاہ سرداران روہیلہ کو ہمراہ لیکر لونی کے رستے سے دلی کی طرف روانہ ہوے اور جمنا کو عبور کرنے کے لیے وزیر آباد کے مقام پہ پہونچے اور اپنے سوارون کو حکم دیا کہ روہیلون کے لشکر کے ایک ایک پیدل کو اپنے پیچھے بٹھا لین چنانچہ اس طرح فوج دریا پار اُتری۔ چونکہ ملکی لوگ مرہٹون کی دست اندازیون سے سخت ناراض تھے اور اُنکو بُرا سمجھتے تھے اسلئے احمد شاہ کے کوچ و مقام سے اُنکو واقف نہ کیا یہان تک کہ بقول مؤلف سیر المتاخرین احمد شاہ جمنا کو عبور کر کے اپنی فوج قراولی سے جا ملے اور دتا کی لڑائی کا جو میدان باولی مین کہ دہلی کے قریب ہے موجود تھا حکم دیا فوج نے دتا کو گھیر لیا اُسنے مایوس ہو کر

اپنے بھتیجے جھنکو کو تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ بھگا دیا تاکہ دکن پہونچکر سارا حال بیان کرے اور جمادی الاولی سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین خود دتا اور اُسکی فوج کے دو تہائی حصے عین میدان مین مارے گئے۔ لیکن حسین شاہی مین بیان کیا ہے کہ مرہٹون نے جمنا کے تمام گھاٹون پر دہلی تک مورچے لگاکر انتظام کردیا تھا جب بادشاہ نے اُترنا چاہا تو روکا۔ دتا اور جھنکو دریا کو عبور کرکے روہیلون پر ٹوٹ پڑے۔ روہیلون پر یہ وقت بہت سخت تھا کہ یکایک بادشاہ کے حکم سے زنبورکون نے باڑھ ماری اور پھر تلوار چلنے لگی دتا دریا کے درمیان مین مارا گیا جسکا سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور مین لے گئے اور جھنکو زخمی ہوکر بھاگ گیا۔ ملہار راؤ ہلکر سکندرہ مین پڑا ہوا تھا وہ چنبل کے جانب جنوبی ملک مین بھاگنے لگا۔ یہ ٹکڑا اسلئے سیدھی راہ سے منحرف ہوا تھا کہ مسلمانون کی رسدون کو لوٹے کھسوٹے لیکن مراد اُسکی پوری نہوئی کہ پندرہ ہزار دُرّانیون نے شاہ پسند خان اور شاہ قلندر خان کی ماتحتی مین اُسکا تعاقب کیا یہ لوگ نارنول سے روانہ ہوے اور ستر کوس ایک دن رات مین چلکر دہلی پہونچے اور ایک روز یہان آرام کرکے آدھی رات کو جمنا اُترے صبح ہوتے ہوے سکندرہ پہونچکر ہلکر کو جا دبایا اور تباہی کے قریب پہونچا دیا۔ ہلکر گھبراکر تین سو آدمیون کے ساتھ گھوڑون کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوکر بھاگا باقی فوج اور سردار قتل و اسیر ہوے۔

حسین شاہی مین لکھا ہے کہ احمد شاہ جسدن دہلی مین داخل ہوے تو لشکریون نے شہر کے لوگون پر بڑی تعدی کی۔ چنانچہ فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ ہزارون خوبصورت عورتین اور لڑکے لڑکیان شریفون کی دُرّانیون اور روہیلون نے باندی غلام بنانے کو قید کرلین اور ہزارہا آدمی مارے گئے اور اُن قیدیون کو بطور تحائف کے ایران

توران سمرقند اور بخارا و کوہستان وغیرہ کو بھیجا حسین شاہی مین ہے کہ تین دن تک
شہر لٹا چوتھے دن شاہ نے حکم دیا کہ تمام سپاہ شہر سے باہر نکلکر ٹھہرے۔

گل رحمت مین بیان کیا ہے کہ احمد شاہ دلی سے کوچ کر کے مرہٹون کے تعاقب
مین میوات کی طرف چلے جب بادشاہ کی فوج کانا پہاڑی پر پہونچی تو اس مقام پر راجہ
جے نگر کا وکیل راجہ کی طرف سے پیش کش اور عرضی جسمین اطاعت شعاری کا بیان تھا
لیکر شاہ کے پاس آیا اور خبر دی کہ جھنکو روہیلکھنڈ کے تباہ کرنے کے لیے گیا ہے
شاہ نے یہ خبر سُنکر روہیلون کو تو اپنے لشکر مین چھوڑا اور خود چند ہزار سوار لیکر
مرہٹون کا تعاقب کیا۔ دھول کوٹ اور کانڑہ کے قریب مرہٹون کے سر پر
جا پہونچے اور اُنکو تباہ و برباد کر دیا۔ اُن کا تمام مال واسباب لوٹ لیا مرہٹے شکست
کھا کر بھاگ گئے بعد اسکے احمد شاہ شہر کول کو گئے۔

۴۔ ذیحجہ سنہ ۱۱۷۳ ہجری مطابق ۱۸ جولائی سنہ ۱۷۶۰ء کو مقام کول مین نواب احمد خان
بنگش نے پانچ ہزار جوانون کی جمعیت سے شاہ سے ملاقات کی اور شاہ نے کول کا
جو سورج مل جاٹ کی حکومت مین تھا بڑی سختی سے محاصرہ کیا یہ مقام سابق مین
ثابت گڑھ کہلاتا تھا سورج مل نے اسکا نام رام گڑھ رکھا تھا جیسا کہ حسین شاہی سے
ثابت ہے پندرہ روز کے بعد روہیلون کے سردار بھی وہان پہونچ گئے بھورے سنگھ
قلعہ دار نے تھوڑا سا مقابلہ کر کے حافظ رحمت خان کی معرفت اطاعت کر لی اور احمد شاہ
نے اُس قلعہ کی حفاظت نواب سید سعد اللہ خان کے سپرد کر دی۔ نواب سید سعد اللہ خان
اُس قلعہ کے معائنے کو بھی گئے جنکے ہمراہ فرح بخش کا مؤلف بھی سیر کو گیا تھا سارا
علاقۂ کول۔ اور جلیسر اور فیروز آباد اور شکوہ آباد اور خورجہ اور سکار پور اور سعد آباد

اور اٹاوہ اور کوڑہ اور کٹرا وغیرہ کا سرداران روہیلکھنڈ کو احمد شاہ نے دیدیا۔ نواب سید فیض اللہ خان کا دل سیر شکوہ آباد کی گل گشت کی ہوا مین لہلہایا اُنھون نے بادشاہ سے اجازت حاصل کی۔ اور نواب سید سعد اللہ خان بھی سیر و شکار کی غرض سے جلیسر و فیروز آباد کو احمد شاہ سے رخصت لیکر گئے۔ برسات کا موسم آگیا احمد شاہ نے انوپ شہر کے قریب دریاے گنگا کے کنارے چھاؤنی ڈالدی۔ اور نواب سید سعد اللہ خان نواب سید فیض اللہ خان سامان کی درستی کے لیے جو خراب و خستہ ہوگیا تھا۔ روہیلکھنڈ کو آگئے اور سامان کو درست کرانے لگے۔

جب دتا سیندھیا اور ہلکر کی درانیون کے ہاتھ سے کامل شکستون کی دربار دکن مین خبر پہونچی تو بالاجی پیشوا کا چچیرا بھائی سداشیو راؤ جو بھاؤ کے لقب سے چار دانگ ہندوستان مین مشہور ہے مرہٹون کے دربار سے مامور ہوا اِس زمانے مین مرہٹون کی قوت غایت عروج پر تھی اور اُنکی قلمرو کی وسعت یہان تک پہونچی تھی کہ شمال مین سرحد اُسکی کوہ ہمالیہ اور دریاے اٹک اور جنوب مین جزیرہ نماے دکن کے عین سرے تک یعنی سمندر تک پھیلی ہوئی تھی اور حدود مذکورہ مین جو ملک اُنکی حکومت سے خارج تھے وہ اکثر اُنکے باجگذار تھے۔ یا اُنکی دستبرد سے پامال تھے۔ یہ ساری قوت بالاجی کے قبض و قدرت مین تھی مرہٹون کی قوت کی ترقی پر اُنکی حکومت کے کارخانے ترقی کو پہونچ گئے تھے۔ یہانتک کہ اُنکی فوج نری لٹیرون کی جماعت نرہی تھی بلکہ اُس مین عمدہ عمدہ تنخواہ دار اور چُنے سوار اُنکی حکومت کے ملازم تھے اور دس ہزار پیادے عمدہ قواعد دان تھے اگرچہ پیادون کی فوج اُس فوج کی پوری پوری نقل نہ تھی جو اور ریاستون مین یورپ والون کے تحت حکومت ہوتی تھی

مگر باوصف اسکے ایسے پیادون کی فوج سے نہایت عمدہ تھی جو پہلے وقت مین
ہندوستان مین پائی جاتی تھی علاوہ اسکے اُنکے توپخانے کا سلسلہ اُس بادشاہی
توپخانے سے بہت شایستہ تھا جس سے مرہٹے ایک عرصے تک ترسان اور لرزان
رہتے تھے۔ مرہٹون کی قوم کو جاہ وحشمت کی حیثیت اور شان وشوکت کی روسے
جو بات حاصل تھی بھاؤ کے قدر ووقار بڑھانے کی غرض سے خاص اِس موقع
پر صرف کی گئی اور سیندھیا اور ہلکر کی تباہی سُنکر آمادگی پر آمادگی زیادہ ہوئی
اُنکا پورا ارادہ یہ تھا کہ بڑے جدوجہد اور سعی وہمت سے ہندوستان خاص کی فتح
وکشایش مین پچھلی چوٹ ایسی لگاؤ کہ قصہ ہی پاک ہوجائے۔ بالاجی کا جوان بیٹا
اور علانیہ وارث اُسکا بسواس راے اور بڑے بڑے برہمن اور چُنے چُنے مرہٹے سردار
اُسکے ہمراہ ہوے اور بہت سے راجپوتون کے گروہ اُسکی مدد اور اعانت کی نظر سے
راہ مین اُس سے ملتے گئے۔ بھرت پور کے راجہ سورج مل نے بھی بیس ہزار جاٹون کے
ساتھ اُسکی مدد کی۔ راجہ سورج مل نے جو ایک دراز عرصے سے مرہٹون کی رفاقت
مین لڑنے بھڑنے کا عادی ہوگیا تھا بھاؤ کو اس موقع پر یہ مشورہ دیا کہ آپ اپنے
پیادون اور بھاری بھاری اسبابون کو ہمارے ملک مین چھوڑ دین کہ وہ مضبوط
قلعون مین محفوظ و مامون رہین گے اور سوارون کو ہمراہ لیکر آگے باگ اُٹھائین اور
مرہٹون کے طریقے کے مطابق اپنے دشمنون کو تنگ پکڑین اور لڑائی کو یہانتک
طول دین کہ دُرّانی لوگ جو کئی مہینے سے ہندوستان مین آئے ہوے ہین آب وہوا
کی ناموافقت سے مجبور ہوکر اپنے پہاڑون مین لوٹ کر چلے جائین اگرچہ اور
مرہٹون نے تائید اِس معقول مشورے کی کی مگر بھاؤ نے یک لخت اسکو رد کیا۔

اسلیے کہ وہ ایسی فتح کو جو ایسے وسیلے سے حاصل ہو اپنے بڑے پلے کے حساب و ن
کمتر سمجھتا تھا اور اپنے قاعدہ دان پیادون کی فوج اور توپون کو بڑی بھاری
منزلت دیتا تھا بلکہ بھاؤ نے سورج مل کے جواب مین یہ کہا کہ "تو ایک چھوٹا سا
زمیندار ہے بڑے بڑے ملکون کی تدبیرون اور انتظامون کی لیاقت نہین رکھتا"
حاصل یہ کہ وہ بڑی دھوم دھام سے دلّی کی جانب بڑھا جسپر تھوڑے سے
دُرّانی قلعبند اور شریک اُنکے محسن الملک یعقوب علی خان کی ماتحتی مین قابض
ومتصرف تھے۔ یہ یعقوب علی خان شاہجہان پور مین رہا کرتے تھے اور احمد شاہ
کے وزیر شاہ ولی خان کے چچا زاد بھائی تھے روہیلون نے اُنکو اپنی طرف سے
سفارت پر احمد شاہ کے پاس ۱۱۷۰ھ مین دہلی بھیجا تھا اور پھر ۱۱۷۳ھ مین سفیر
بنا کر شاہ ولی خان وزیر اعظم احمد شاہ کے پاس بھیجا تھا وزیر نے بادشاہ سے ملاقات
کرا کے دلی کی قلعہ داری پر مقرر کرا دیا تھا۔ عماد الملک غازی الدین خان
عالمگیر ثانی کو قتل کرا کے اور محی السنۃ بن کام بخش بن اورنگ زیب کو شاہجہان
ثانی کے لقب کے ساتھ اُن کے تخت پر بٹھا کے خود جاٹون کی عملداری مین بھاگ
گئے تھے محیط شہر پناہ کے بڑے طول طویل ہونے سے توپ کے کسی بُرج کی
حفظ وحراست سے غفلت برتی گئی تھی کہ مرہٹون کا ایک گروہ اُسپر چڑھ گیا
اگرچہ محصورین نے تھوڑی دیر تک قلعہ کو بچائے رکھا مگر توپون کی مار مار سے
اطاعت قبول کی۔

بھاؤ نے مزار اقدام نبوی کے ظروف طلائی ونقرئی اور مقبرہ شاہ نظام الدین
اولیا اور محمد شاہ کی قبر کے عود سوز اور شمعدان اور قندیلون کو اور محل کی آرائش کے

ساما نون کو اُٹھوا لیا دیوان خاص کی بنا کا رنقرئی چھت کو بھی اُکھڑوا کر ٹکسال مین ڈھلوا لیا۔ اور تخت شاہی پر بھی قبضہ کر لیا اور بادشاہی زیورون کو بھی دبا لیا بلکہ اُسنے یہ تجویز کی تھی کہ بسواس راے کو ہندوستان کا بادشاہ بنالے اور اُسکی بادشاہی کا اعلان کرائے مگر لوگون کے سمجھانے سے اُسکو جب تک کے لیے ملتوی رکھا کہ دُرانیون کو اٹک پار اُتار دے۔ ان تمام ناشائستہ حرکتون کے دیکھنے سے سورج مل متغیر ہو کر سخت گھبرایا چنانچہ اُسنے خُفیہ شجاع الدولہ سے صلاح کی اور علانیہ بھاؤ سے بھی رفاقت نہین توڑی اور اُس سے یہ کہا کہ اب یہ لڑائی اور طرح کی ہوگئی ہے کہ تمام مسلمانان ہند متفق ہو گئے ہین بہتر یہ ہے کہ مین اپنے وطن کو چلا جاؤن تاکہ وہان سے آپکے لشکر مین غلہ وغیرہ رسد بھجواتا رہون بھاؤ نے سورج مل کو رخصت کر دیا[۵]

احمد شاہ درانی برسات کے پورے ہونے تک انوپ شہر مین پڑے رہے جو اودھ کی سرحد پر واقع تھا اور ایک بڑے عہد و پیمان کے بڑے معاملے کی صورت سے خاص اودھ مین گئے تھے اِسلئے اُنکو یقین کامل تھا کہ سارے روہیلے اُنکے شریک ہونگے لیکن شجاع الدولہ کی طرف سے متردد تھے شجاع الدولہ نے اپنے مطالب اور اغراض کی ضرورت سے دونون فریق سے الگ تھلگ رہنا مناسب تصور کیا۔ اور احمد شاہ کی شرکت سے وہ موروثی عداوت مانع تھی جو اُنکے باپ صفدر جنگ اور احمد شاہ مین مقام سرہند پر ۱۱۶۱ھ ہجری مین علانیہ واقع ہوئی تھی۔ احمد شاہ اِس غرض سے انوپ شہر تک بڑھکر گئے تھے کہ شجاع الدولہ کو اپنے

---

[۵] دیکھو عماد السعادت ۱۲

رعب و داب سے دبائین چنانچہ اُنکے بڑھنے اور نجیب الدولہ کے سمجھانے سے جنکو احمد شاہ نے بصیغۂ رسالت بھیجا تھا شجاع الدولہ راہ پر آئے اور احمد شاہ سے موافق ہوگئے۔ ایک مورخ اس مقام پر لکھتا ہے کہ "اُس کا باعث حافظ رحمت خان اور نواب احمد خان بنگش ہوے" یہ واقعہ ۱۱۷۳ ہجری مطابق ماہ جولائی ۱۷۶۰ء مین واقع ہوا۔ باوصف اسکے کہ احمد شاہ سے موافقت ہوگئی لیکن شجاع الدولہ نے اس غرض سے خط و کتابت کا سلسلہ مرہٹون سے قائم رکھا کہ مصلحت کا مقتضے ہوگا تو صلح کی جائیگی اور علاوہ اسکے یہ بات اُنکی وہ مفید ذریعہ بھی تھی کہ مرہٹون اور احمد شاہ کے درمیان صلح کے پیک و پیام آتے جاتے تھے۔

عبدالصمد خان ملازم احمد شاہ دُرّانی اور قطب شاہ اور مومین خان وغیرہ ملازمان نواب سید سعد اللہ خان کو نجیب الدولہ نے چکلہ سرہند کے انتظام کے لیے مقرر کردیا تھا تاکہ رسد جمع کرکے احمد شاہ کے لشکر مین پہونچاتے رہین یہ لوگ فوج مرہٹہ سے شکست پاکر کنجپورے مین جو دلّی سے شمالی و غربی جانب ۵۳ کوس کے فاصلے پر واقع ہے پناہ گزین ہوے۔

احمد شاہ بارش کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور رہے مگر بڑے بڑے تنگ آگئے یہان تک کہ برسات ابتک نہ گذر چکی تھی کہ اُنھون نے چھاؤنی توڑی اور انوپ شہر سے دلّی کو راہی ہوے۔ مرأت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ احمد شاہ نے نجیب الدولہ اور نواب احمد خان بنگش اور حافظ رحمت خان اور دوندے خان کو اپنے لشکر کا ہراول کیا۔ اور اُنکی مدد پر شجاع الدولہ کو رکھا اور جب اُنھون نے

---

۵۳ مساکن فلسفی مین یون ہی ہے مگر فرح بخش مین سات میل کا فاصلہ بتایا ہے ۱۲

یہ سنا کہ بھاؤ چیدہ چیدہ فوج لیکر کنجپورہ واقع ساحل جمنا کی طرف روانہ ہوا تو شاہ نے بڑی شتابی سے کرڑے کرڑے کوچ کئے۔ نجابت خان زمیندار کنجپورہ درپردہ مرہٹون سے موافقت رکھتا تھا۔ اُسنے عبد الصمد خان وغیرہ کو یہ صلاح دی کہ وہ مرہٹون سے میدان مین لڑین اور آپ قلعہ کی محافظت مین مشغول رہا پٹھان تھوڑے سے تھے مگر نجابت خان کے اغوا سے میدان مین نکل آئے اور جنگ کی مرہٹون کی کثرت تھی اسلئے پسپا ہوکر قلعہ کی جانب لوٹنے لگے نجابت خان نے دروازہ بند کرلیا اور قلعہ پر سے اُنکو مارنے لگا آخر کار یہ مجبور ہوکر پھر مرہٹون پر ٹوٹ پڑے اور لڑکر مارے گئے۔ احمد شاہ جب دہلی کے قریب جمنا کے کنارے پہونچے تو اُسکو بڑی طغیانی پر پایا۔ اور پایاب کی جستجو اور تلاش مین چلے گئے یہانتک کہ کنجپورہ کے محاذات پر جا پہونچے اور وہان اس بُری خبر کو سُننے سے نہایت آزردہ ہوے کہ مرہٹون نے کنجپورے پر قبضہ کیا اور قلعہ بند دُرّانیون اور روہیلون کو ٹھکانے لگا یا غرضکہ احمد شاہ اس بے عزتی سے کہ گویا وہ اُنکے سامنے واقع ہوئی ایسے بھڑکے کہ ۱۸۔ ربیع الاول ۱۱۷۴ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۷۶۰ء کو باکپت کے گھاٹ پر جو دلّی سے شمالی وغربی جانب ۱۴ کوس کے فاصلے پر ہے ایسی راہ سے جمنا پار ہوے جو کہین سے پایاب اور کہین سے تیرنے کے قابل تھی اگرچہ اُنکے بہت سے ساتھی اس دلیرانہ کام مین جان سے گئے مگر دشمنون پر اُنکا ایسا رعب پڑا کہ وہ اُنکی رسائی سے باہر چلے جانے پر مجبور ہوے یہان تک کہ تمام توپخانہ بادشاہی بھی دلی سے اُٹھاکر پانی پت کو چلے گئے اور وہان پہونچکر لشکر کے آس پاس اُسکی حفظ وحراست کے لیے دمدمے اور مورچے بنائے اور لڑائی کا سامان درست کیا اور ایک چوڑی گہری خندق سے

اُسکو گھیرا اور اپنے بھاری توپخانے کی حفظ و حمایت مین رکھا جس مین بقول مؤلف جہین شاہی ڈیڑھ ہزار توپین تھین ۔

بھاؤ کی فوج مین تنخواہ دار سوار و پیادون کی تعداد ستر ہزار تھی جنمین سے نو ہزار اور بقولے بارہ ہزار باقاعدہ پیدل فوج ابراہیم خان گاردی کے زیر حکم تھی جنکے پاس چقماق دار بندوقین تھین اُسکی فوج قواعد دان ہونے کی وجہ سے اُس کا لقب گاردی تھا یہ انگریزی لفظ ہے یہ شخص فرانسیسون کی ملازمت چھوڑکر چلا آیا تھا ۔ اِس سردار کے اختیار مین منجملہ دو سو توپون کے بہت سی توپین ایسی تھین جنکے ذریعہ سے شہر اور قلعون کی فصیلین توڑی جاتی ہین ۔ اور بہت سے بانون کے ذخیرے تھے جو مرہٹون کا بڑا پیارا ہتیار تھا اور لٹیرے سوار اور اُنکے ساتھی سوارون کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی ۔ مگر کاشی راے شجاع الدولہ کا ملازم جو کئی بار مرہٹون کے لشکر مین خطوط لیکر گیا تھا ساری جمعیت کو پانچ لاکھ بتاتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ بھاؤ کی فوج بہت سے ہمراہیون سمیت تین لاکھ کے قریب تھی ۔

نواب سید فیض اللہ خان اور نواب سید سعد اللہ خان بادشاہ سے اجازت لیکر رام پور اور آنولے مین آ گئے تھے اور یہان ساز و سامان کی درستی مین مصروف تھے جو ایک سال کے سفر مین ضائع ہو گیا تھا اور یہان سے یہ دونون رئیس حافظ رحمت خان اور دوندے خان وغیرہ کے اخراجات کی خبر گیری بھی کرتے تھے سامان کی درستی کے بعد جب یہ خبر آئی کہ مرہٹون سے مقابلہ شروع ہو گیا تو نواب سید سعد اللہ خان اور نواب سید فیض اللہ خان روہیلکھنڈ سے روانہ ہوے

نواب سید سعد اللہ خان تو حسن پور پہونچکر علیل ہو گئے اسلئے وہین ٹھہر گئے اور
نواب سید فیض اللہ خان لمبے لمبے کوچ کر کے احمد شاہ کے لشکر مین داخل ہو گئے
اور شاہ کے حضور مین نذر پیش کر کے مقام کیا اُسدن سے بادشاہ کی نظرِ عنایت اُنپر
زیادہ ہو گئی فرح بخش مین اسی طرح لکھا ہے رام پور کے کتب خانے مین ایک قلمی نسخہ
ہے اُسپر احوال الاخیار کا نام لکھا ہوا ہے اُس مین احمد شاہ دُرّانی کی اس لڑائی
کے حالات ہین اُس سے اور تاریخ مظفری اور سیر المتاخرین اور خزانۂ عامرہ سے
نواب سید سعد اللہ خان کا اس لڑائی مین شریک ہونا پایا جاتا ہے لیکن معتبر قول
مؤلف فرح بخش کا ہے جو وہان موجود تھا۔ روہیلہ سردارون مین سے یہ لوگ بھی شاہ
کے لشکر مین موجود تھے۔ نجیب خان نجیب الدولہ۔ حافظ رحمت خان۔ دوندے خان
عبد الستار خان۔ سید معصوم شیخ کبیر۔ ملا محسن شاہ اشرف خان اور عنایت خان ابن حافظ
رحمت خان بھی دو سو جوانون کے ساتھ بے طلب شاہ کے لشکر مین پہنچ گیا۔ اور حافظ صاحب کی معرفت
شاہ کا سلام حاصل ہوا۔ روہیلکھنڈ گزٹیر مین لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان اُس زمانے مین بیمار تھے
اور دوسرے اپنی مان کی موت کی وجہ سے بہت پریشان تھے اسواسطے اُنھون نے دوندے خان اور
عنایت خان اپنے بیٹے کو روہیلون کی فوج دیکر احمد شاہ ابدالی کے شریک ہونے
کو بھیجا تھا یہ بات صحیح نہین حافظ رحمت خان شاہ کے ساتھ موجود تھے فرح بخش
کا مؤلف نواب سید فیض اللہ خان کے ہمرکاب اِس معرکے مین شریک تھا وہ چشم دید
سب حال بیان کرتا ہے اُسنے حافظ صاحب کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ اور
مرأت آفتاب نما۔ سیر المتاخرین اور واقعات دُرّانی سے بھی اُنکی شرکت ثابت ہے
گلستان رحمت مین تو اس واقعہ کو یون لکھا ہے کہ میدان جنگ مین حافظ صاحب کو

اپنی والدہ کے انتقال کی خبر پہونچی تمام رئیس اُن کے پاس تعزیت کو آئے اور خود شاہ نے اپنے وزیر اعظم کو اپنی طرف سے تعزیت کے لیے بھیجا تیسرے روز اپنے پاس بلا کر اپنی زبان سے تعزیت کی رسم ادا کی اور تسلی کے کلمات ارشاد کیے۔ حافظ رحمت خان کو اس صدمے سے بخار آگیا اور چوتھے روز سرسام کے عارضے مین مبتلا ہو گئے مگر پھر جلد آرام ہو گیا لیکن کمزوری باقی رہی۔ اسلیئے اُنھون نے اپنے لشکر کے مورچون کی نگرانی دوندے خان اور عنایت خان کے سپرد کر دی اور کبھی افاقہ ہو جاتا تھا تو خود بھی سوار ہو کر دیکھ بھال کو چلے جاتے تھے۔

بخشی سردار خان اور فتح خان خانساماں کو ملک روہیلکھنڈ کے انتظام کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا اگر یہ دونون سردار یہان نہ رہ جاتے تو ایک پیسہ بھی یہان کے زمیندارون سے وصول نہوتا اور سرداران روہیلہ جو برس روز تک احمد شاہ کے لشکر مین رہے بھوکون مرنے لگتے اسلیے یہ دونون سردار اس جنگ مین شریک نہ تھے۔

دُرانیون کے بیان سے احمد شاہ کی اُس فوج کی تعداد جو اٹک سے پار اُتر آئی تھی تریسٹھ ہزار قائم ہوتی ہے مگر نادر شاہ اور پچھلے وقتون مین زمان شاہ کی فوج سے مقابلہ کرنے اور ایشیا والون کی تقسیمات افواج کی غلطی تعداد سے یہ قیاس مین آتا ہے کہ وہ تعداد مبالغہ سے بیان کی گئی ہے علاوہ اسکے بہت سی تخفیف اُن قلعہ بند گروہون کے نہ ہونے سے اصل افغانی فوج مین واقع ہوئی ہوگی جنکو پنجاب وغیرہ پر احمد شاہ چھوڑ کر آئے تھے اور کسی قدر لڑائیون مین مارے جانے اور گرمی برسات مین مرنے سے بھی فوج مین کمی پڑی ہوگی۔

غرضکہ قیاس مین یہ آتا ہے کہ احمد شاہ کی فوج کے چالیس ہزار سے زیادہ پٹھان جو اُس جگہ شریک وشامل تھے قرار نہ دیے جائین چنانچہ گل رحمت مین بھی لکھا ہے کہ احمد شاہ کی افغانی فوج تیس ہزار سوار تھی اور تیس ہزار پیادہ وسوار سرداران روہیلکھنڈ کے تھے اور پندرہ ہزار فوج نجیب الدولہ کے ساتھ تھی اور آٹھ ہزار سپاہ شجاع الدولہ کے ہمراہ تھی اور پانچ یا چھ ہزار فوج احمد خان بنگش کے ہمراہ تھی ان مین سے روہیلے پٹھانون کی فوج بڑے کام کی تھی مگر پیادون کی فوج کا بڑا حصہ عام ہندوستانیون سے مرکب تھا عماد السعادت مین جو لکھا ہے کہ شجاع الدولہ کے ساتھ تیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے تھے یہ تعداد مبالغہ آمیز ہے بلکہ کاشی راے تو کہتا ہے کہ شجاع الدولہ کے پاس دو ہزار پیادے اور دو ہزار سوار تھے اور اُسی کا بیان ہے کہ دُرانی خاص اپنی چالیس توپین رکھتے تھے مگر دُرانیون کے بیان کے خلاف اور قیاس سے بعید ہے محققین کی راے یہ ہے کہ احمد شاہ کی فوج مین تیس توپون کے قریب قریب تھین جو مختلف المقدار گولون سے بھری جاتی تھین جن مین سے اکثر ہندوستانی رفیقون کی تھین۔ علاوہ اُنکے چند توپین فصیل شکن بھی تھین۔

چونکہ احمد شاہ کی فوج تعداد کثرت مین قلیل تھی اسلیے دشمن کی فوج پر حملہ نہ کر سکتی تھی چنانچہ اُنھون نے بڑا اوٹ ڈالا اور فوج کے چارون طرف خندق کھدوائی اور جبکہ عام لڑائی کا واقع ہونا اس طرح ملتوی رہا تو بھاؤ کی اُمیدون کی صورت معقول طرح سے نہ بندھی۔ چنانچہ اُسنے گوبند راے بندیلے کو

۵۱ دیکھو تاریخ فرخ آباد مؤلفہ آرون صاحب ۱۲ ۵۲ دیکھو گل رحمت ۱۲

یہ حکم دیا کہ جمنا کے نیچے کی دھار پر جو فوج اُس سے فراہم ہوسکے فراہم کرے غرضکہ وہ سردار دس بارہ ہزار سوار اپنے ہمراہ لیکر دُرّانیون کے پیچھے سے پہونچا مگر احمد شاہ کی فوج سے دُور دُور اسلئے رہا کہ آفتون سے محفوظ و مامون رہے اور مرہٹون کی مانند ایسی طرح ملک مین پھیلا کہ تمام رسدون کو روکنا شروع کیا اور گمان غالب ہے کہ بھاؤ نے اور بھی گروہ اپنے سوارون کے بھیجکر مسلمانون کی طرف رسد پہونچنے سے روکنے کا انتظام کیا ہوگا اسلئے کہ بہت عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ مسلمانون کا لشکر رسدون کی کمی کوتاہی سے نہایت تکلیفین اُٹھانے لگا۔ اگرچہ دُرّانی ایسی لوٹ مار کی لڑائی کے عادی نہ تھے جیسی مرہٹون کی دوڑ دھوپ سے پیش ہوتی تھی مگر اُنھون نے اس نقصان کو اپنی فوج کے ٹکڑون کے کوچ و مقام سے پورا کیا۔

خزانۂ عامرہ اور سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ ۲۸۔ ربیع الثانی ۱۱۷۴ ہجری کو احمد شاہ نے مرہٹون کے توپخانے پر حملہ کیا۔ جہان خان اور شاہ پسند خان اور نجیب الدولہ کو ہراول لشکر مقرر کیا انکے پیچھے شجاع الدولہ احمد خان بنگش حافظ رحمت خان۔ دوندے خان اور نواب سید فیض اللہ خان کو مقرر کیا۔ اور اُنکے عقب مین احمد شاہ ابدالی خود مع وزیر کے رہے۔ مرہٹے مقابلے کو نکلے اور ایک بان کی زد کے فاصلے سے کھڑے ہوے اور لڑائی ہونے لگی۔ ظہر کے وقت سے لڑائی شروع ہوئی تھوڑا دن باقی رہے نجیب الدولہ کے ہمراہی بندوقین مارتے ہوے مرہٹون کے مورچون مین گھس گئے۔ بلونت راؤ بھاؤ کا سالا مارا گیا۔ آج ہی لڑائی کا فیصلہ ہوجاتا۔ رات کے حائل ہوجانے سے لڑائی ختم ہوگئی اور

روہیلے چیرہ دستی کرکے مرہٹون کے لشکر مین سے نکلکر اپنے لشکر مین داخل ہوگئے واقعات دُرّانی مین لکھا ہے کہ نجیب الدولہ کے چھ ہزار سپاہی اس لڑائی مین کام آئے مگر یہ تعداد مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے۔

نواب احمد خان بنگش کے پانچ چھ ہزار جوان تھے اور اُن کا توپخانہ ابراہیم خان گاردی کے توپخانے کے مقابل تھا ایک رات تاریکی شب مین ابراہیم خان نے یہ دیکھکر کہ نواب احمد خان کے زیر حکم فوج کم ہے یہ حکم دیا کہ ہم اُنپر شبخون مارینگے تھوڑی رات باقی رہے اسنے نواب احمد خان کے مورچے پر یک بیک آپڑنے کی کوشش کی لیکن نواب احمد خان کی سب توپین چڑھی ہوئی تھین اور بعض بعض پر چادرین بھی تھین۔ چونکہ موسم جاڑے کا تھا جا بجا الاؤ لگے تھے اور اُنپر متعلقین لشکر تاپ رہے تھے اُنھون نے گھوڑون کی ٹاپون کی آہٹ سُنکر ایک دوسرے سے کہا کہ مرہٹے ہم پر آتے ہین یہ کہکر اور پھوٹے ٹھیکرے مین الاؤ مین سے آگ نکالکر توپون کے پیالون مین ڈالدی اور سب توپین یکبارگی چل گئین بہت سے دشمن ہلاک ہوے اور باقی بھاگ کھڑے ہوے۔

نواب سید فیض اللہ خان کے مورچے مین اُنکے سردار رضی خان عرف روزی خان اکزئی کے رسالے کا مورچہ جانب مشرق نواب صاحب کے تمام افسرون کے مورچون سے آگے تھا۔ ایک روز نواب سید فیض اللہ خان نے رضی خان سے کہا کہ تمھارا مورچہ بہت آگے بڑھا ہوا ہے اور مرہٹون کے شب خون مارنے کی خبر ہے مبادا کہ اس شب خون مین تمھارے مورچے والے پسپا ہوجائین اور بادشاہ کے سامنے اس کا تھتک ہو۔ رضی خان نے جواب دیا کہ میرے بھائی بند

اور سپاہی بہت ہوشیار رہتے ہین اگر ایسا اتفاق ہوگا تو میرا گھوڑا رات بھر تیار رہتا ہے مین خود بھی اُس وقت جا کر اُن کا شریک ہوجاؤنگا"۔ نواب صاحب کے جتنے بڑے بڑے افسر تھے وہ سب رات کے وقت نواب صاحب کے خیمے مین اُنکے پلنگ کے پاس سوتے تھے ایک روز اخیر شب کو ابراہیم خان گاردی کا بھائی فتح خان فوج اور توپخانہ لیکر شب خون مارنے کے ارادے سے لشکر احمد شاہ کی طرف آیا اور روہیلون کے مورچون پر آپڑا سب سے پہلے رضی خان کے مورچے پر لڑائی شروع ہوئی رضی خان بھی نواب سید فیض اللہ خان کے خیمے سے نکلکر اپنے مورچے مین پہونچ گئے اور احمد شاہ بھی اس شب خون کا حال سُنکر اپنے خیمے سے باہر تشریف لے آئے اور مہتابین روشن ہوگئین۔ اس شب خون مین تین سو مرہٹے مارے گئے اور اُنکی چند توپین چھوٹ گئین اور فتح خان بھاگ گیا اور ستر آدمیون کے قریب رسالہ رضی خان کے سپاہی کام آئے اور وہ خود بھی زخمی ہوے لڑائی سے فارغ ہوکر جب نواب سید فیض اللہ خان رام پور واپس آئے اور رضی خان بھی اُن زخمون سے صحت پا چکے تو نواب صاحب نے اس صلے مین خلعت دیا جسمین ایک نارنجی دوشالہ اور کمخواب کا ایک انگرکھا تھا اور ایک مِلک موضع پتھر کھیڑہ مین عنایت کی[1]۔

اُسی زمانے مین احمد شاہ ابدالی کو خبر ملی کہ گوبند پنڈت دس ہزار سوارون کے ساتھ بہت سا خزانہ اور رسد اور غلہ ہمراہ لیے ہوے جمنا کے اُس پار شاہ درے پر

---

[1] زبانی حکیم محمد اعظم خان مؤلف اکسیر اعظم و قرابا دین اعظم و محیط اعظم وغیرہ ابن حکیم شاہ اعظم خان ابن رضی خان ۱۲

محاذی دہلی کے پہونچا ہے اور اُس کا ارادہ ہے کہ کنجپورے کے مقام پر جمنا کو عبور کر کے بھاؤ کے لشکر مین داخل ہوجاے احمد شاہ نے پانچ ہزار سوار اپنے لشکر کے اور پانچ سو سوار رسالہ عنایت خان ابن حافظ رحمت خان کے رہبری کے لیے اُنکے ساتھ مقرر کر کے اپنے وزیر اعظم کے بھتیجے عطائی خان اور ایک دوسرے سردار کریم داد خان نامی کے زیر حکومت گوبند پنڈت کی تباہی کے لیے روانہ کیے۔ یہ دونون سردار اُن سوارون کو لیکر شاہ کے لشکر سے ڈیڑھ پہر دن رہے غازی الدین نگر کو روانہ ہوے جو وہان سے چالیس کوس پر تھا رات بھر کی منزل مار کر سورج کے نکاس پر گوبند راے کی فوج کو یکایک جا دبایا۔ اور اُسکو تہ تیغ کر ڈالا یہان تک کہ خود گوبند راے مارا گیا دوسرے دن پہر دن رہے لشکر مین عطائی خان واپس آگیا۔

احمد شاہ نے جہان خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹون کی رسدون کو گرفتار کرے۔ اور شاہ پسند خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹون کے گرد و پیش کے دیہاتون کو پندرہ پندرہ کوس تک برباد کر دے تاکہ مرہٹون کے لشکر مین رسد وہان سے نہ پہونچ سکے اور بہادر خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹون کی نگرانی کرے کہ خندق سے باہر نہ نکل سکین۔ اِن سوارون سے اور اُن مرہٹون سے جو رسد لانے کے لیے نکلتے تھے کئی بار مقابلہ ہوا اور مرہٹے زخمی و خستہ ہو کر خندق کے اندر گھس گئے اور آخر کار اُن کا خندق سے نکلنا بہت کم ہوگیا۔ اور پھر شاہ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ "جو مرہٹے کا سر کاٹ کر لاے گا پانچ روپے انعام کے پاے گا" اس کا یہ اثر ہوا کہ چار پانسو کے قریب روزانہ اُنکے سر آنے لگے جب کمی پڑنے لگی

توفی سر دس روپے مقرر کردیے یہانتک کہ جب مرہٹون نے خندق سے باہر نکلنا چھوڑ دیا
توفی سر ایک اشرفی مقرر کردی۔

جبکہ دُرّانیون کو کُھلے میدان پر قبضہ حاصل ہوا تو بھاؤ اپنی دشواری و پریشانی
کو بہت جلد معلوم کرنے لگا۔ مرہٹون کے لشکر مین رسد پہونچنے کے سارے ذریعے
مسدود ہو گئے اور جبکہ اُنھون نے پانی پت کو کھا پی کر صاف کیا جو اُنکے لشکر مین
واقع ہوا تھا تو غلے کے نہونے سے بڑے بڑے صدمے اُٹھائے جبکہ حال ایسی
نوبت کو پہونچا تو منجملہ دونون فریق کے کوئی فریق اُس نازک وقت کے ظہور و
وقوع مین سعی و کوشش کرنے سے قاصر نہ تھا جسمین پورا فیصلہ ہو جائے چنانچہ
دونون فوجون کی کچھ کچھ چھیڑ چھاڑ آپس مین جاری تھی۔ مرہٹون نے دُرّانیون پر
تین بھاری دھاوے کیے۔ اور رسد کی بار برداریان اِس بات پر ہمیشہ آمادہ تھین کہ
مرہٹون کے لشکر مین داخل ہون چنانچہ اُن مین سے ایک بار برداری جو دلّی
سے خزانہ بھر کر لائی تھی پٹھانون کے ہاتھون مین پڑی لیکن باقی بار برداریون کو
آلا سنگھ جاٹ اور سورج مل اور راجپوت سردارون نے خفیہ خفیہ مرہٹون کے لشکر
مین پہونچا دیا اور جن دشواریون کو بھاؤ اُٹھائے جاتا تھا اُنکی وسعت اور ترقی
روز افزون کا حال اُسکے دشمنون پر مخفی و مستور نہ تھا ہان ان دشواریون مین
احمد شاہ کے ہندوستانی رفیق ایسے مضطر ہو گئے کہ احمد شاہ کو بنتون کے مارے
تنگ کیا اور ایک تصفیہ کی لڑائی کے ذریعہ سے تکلیفون کا اختتام اور آفتون
کا انقطاع چاہا۔ لیکن احمد شاہ کا یہ جواب تھا کہ "یہ لڑائی کا مقدمہ ہے تم لوگ
اُسکے اونچ اور نیچ سے واقف نہین ہو۔ باقی معاملون مین تم لوگون کو اختیار حاصل ہے

مگر اس معاملے کو میری مرضی پر چھوڑ دو"

کھائی کے سامنے ایک لال ڈیرا احمد شاہ نے کھڑا کرایا تھا۔ جس میں سورج کے نکاس پر اشراق کی نماز پڑھتے تھے اور شام کو کھانا کھاتے تھے اور دن بھر گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کے پہرون کو مختلف مقامون مین دیکھتے بھالتے اور دشمن کو چھیڑتے چھاڑتے رہتے تھے اور کبھی کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا تھا کہ پچاس ساٹھ میل سے کم سوار ہو کر نہ ٹھہرتے تھے اور رات کو اُن کا یہ کام تھا کہ پانچ ہزار سوارون کا بکٹ دشمن کی جانب کو جہانتک قرب اُسکا ممکن ہوتا قائم کرتے تھے اور سارے لشکر کی گشت اور فریق کرتے تھے۔ ہندوستانی سردارون کو آرام کی اجازت دیتے تھے اور بلا تکلف یہ کہتے تھے کہ "آپ صاحب کمال اطمینان سے بیٹھے رہین کہ کوئی آفت تم کو نہ پہونچے گی"

اُس زمانے مین خرابی و پریشانی کے ہجوم وکثرت سے بھاؤ اسقدر تنگ ہوگیا تھا کہ اُسنے چند بار کاشی راے کی معرفت شجاع الدولہ سے یہ چاہا کہ اُسکی دُرّانیون سے صلح کرادین اور جبکہ اُسکی درخواست احمد شاہ کو سنائی گئی تو انھون نے یہ جواب دیا کہ "مین صرف ممد و معاون ہون راے دینا میرا کام نہین۔ ہان لڑائی پر قابو رکھتا ہون اُسمین دوسرے کا دخل نہین۔ ہندوستانی سردارون کو اختیار حاصل ہے کہ وہ دشمن سے اپنی مرضی کے موافق خط وکتابت جاری کرین" چنانچہ بہت سے ہندوستانی سردار صلح پر مائل ہوے اور شجاع الدولہ نے بھی صلح ہی کو نہایت پسند کیا مگر نجیب الدولہ نے ہرگز نہ مانا اور صلح کی درخواستون کا ہمیشہ مقابلہ کیے گئے اور اُس بربادی کو باقی لوگون کے دلون پر جمانے مین

کامیاب ہوے جو احمد شاہ کے ایسی صورت مین چلے جانے پر پیش آنے والی تھی
کہ مرہٹون کی قوت کمال کو پہونچ گئی تھی۔
اب یہ سوچنا دشوار ہے کہ مرہٹون کے بڑے بھاری گروہ کی اُسوقت مین
کیا حالت ہو گی جبکہ وہ حصار کی سخت عفونت مین مرغیون کے مانند ایک کھانچے
کے اندر محصور تھے اور مرے ہوے اور مرنے والے جانورون اور بھوکی پیاسی بگناہ
بھیر مین پڑے تھے اور اُن خرابیون کی تکمیل کے خوف سے مرنا چاہتے تھے
جنکو وہ ابھی اُٹھا رہے تھے اور جبکہ نہایت تنگ آگئے تو چرکٹون کے ایک گروہ
کو بہت سے ہمراہیون سمیت رسد لانے کی غرض سے روانہ کیا لیکن اس گروہ کو
پٹھانون نے دیکھ پایا۔ چنانچہ بہت سے لوگ اُسکے مارے گئے۔
بعد اسکے سردار اور سپاہی جمع ہوے اور بھاؤ کے ڈیرے کے گرد کھڑے ہوکر
کہا کہ "اب کھانے پینے کو باقی نہین رہا جو کچھ گدام تھا وہ صرف ہوگیا بھوکون
مرنے سے لڑائی کی جوکھون اُٹھانی آسان ہے"۔ بھاؤ نے اتفاق کیا اور سب نے
پان کھا کر مرنے تک لڑنے کی قسم کھائی بعد اسکے ساری فوج کو حکم سنایا گیا کہ
کل سورج کے نکلنے سے پہلے پہلے دھاوا ہو گا بھاؤ نے عین وقت پر شجاع الدولہ
کے کارندے کاشی راے کو خاص اپنے ہاتھ سے یہ لکھکر بھیجا کہ "اب کنارون تک
پیالہ لبریز ہوگیا اور ایک بوند کی گنجائش باقی نہین رہی اگر کچھ بن پڑے
تو اب کرنا مناسب ہے ورنہ صاف جواب دینا چاہیے بعد اسکے لکھنے پڑھنے کا
وقت ہوچکا"۔ کاشی راے اُس رقعہ کے مضمون کو پچھلی رات مین اپنے آقا
شجاع الدولہ کو سُنا رہا تھا کہ کاشی راے کے جاسوس یہ خبر لائے کہ مرہٹے

مسلح ہو رہے ہین شجاع الدولہ فی الفور احمد شاہ کے ڈیرے پر گئے۔ اور جو کی
پہرے والون سے کہا کہ بادشاہ کو جگانا چاہیے۔ احمد شاہ اندر سے ہتیار لگائے
باہر نکلے جو پہلے ہی سے تیار بیٹھے تھے چنانچہ اُس گھوڑے پر سوار ہوکر جو ہمیشہ
اُنکے دروازے پر تیار کھڑا رہتا تھا فوج مخالف کی جانب کو چلے اور اپنی
فوج کو آگے بڑھنے کا حکم سنایا۔ جو بات پہلے پہل اُنھون نے کی وہ یہ تھی کہ
کاشی راے کو بُلایا اور اس خبر کے مخبر کی نسبت سوال وجواب کرنے لگے اور
یہ تفتیش اُنھون نے اُس وقت کی تھی کہ وہ آگے بڑھے جاتے تھے یہانتک
کہ لشکر سے ایک میل کے قریب اُن سے کئی دُرانی سلے جو غنیمت لادے لاتے تھے
اور اُنھون نے یہ عرض کیا کہ بادشاہ کے اقبال سے مرہٹے بھاگ گئے احمد شاہ
نے یہ خبر سُنکر کاشی راے سے خطاب کیا کہ "اب جواب اسکا کیا ہے"۔ مگر گفتگو
کے درمیان ہی مین مرہٹون نے توپون کی مار مار سے اپنے آنے کی خبر احمد شاہ
کے کانون مین پہونچائی۔ احمد شاہ اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہوے حقہ پیتے تھے
کہ توپون کی آواز سے چوکنا ہوکر حقہ دور کردیا اور بڑے اطمینان اور متانت
سے شجاع الدولہ سے یہ فرمایا کہ "تمھارے ملازم کی خبر کو سچا پاتا ہون" بعد اسکے
فوج کو جلد آگے بڑھنے کا حکم سنایا۔ اور جبکہ صبح کھلنے لگی اور کچھ کچھ چیزین
نظر آنے لگین تو مرہٹون کی قطارون کو ہَرہَر کہتے ہوے آہستہ آہستہ حسب قاعدہ
ایسے بڑھتے دیکھا کہ توپخانہ آگے آگے چلا آتا ہے احمد شاہ نے اُنکے مقابلے
پر فوج کو آراستہ کیا اور نواب سید فیض اللہ خان۔ دوندے خان اور عنایت خان
خلف حافظ رحمت خان وغیرہ کی فوجون کو اپنی فوج کے داہنے بازو پر رکھا۔

اور نواب احمد خان بنگش کو یہ حکم دیا کہ چونکہ تمھاری فوج کم ہے لہذا تم عورتون کی حفاظت کرو احمد خان نے غصے مین آکر جواب دیا کہ یہ کام محلیون کا ہے میرا کام میدان مین لڑنے کا ہے تب شاہ نے اُن کو داہنے بازو کی طرف بھیجا اور آپ لال ڈیرے مین جا بیٹھے جو اُب فوج کے پیچھے رہ گیا تھا۔ مسلمانون نے توپون سے بہت کچھ کام نہ لیا اور جبکہ مرہٹون کی توپین بہت قریب آگئین تو اُن کے گولے مسلمانون پر گذرنے لگے۔ ابراہیم خان گاردی نے لڑائی کو شروع کیا جس نے بھاؤ کے پاس آکر یہ عرض کیا تھا کہ آپ اکثر اس بات پر ناراض ہوتے تھے کہ مین اپنے سپاہیون کی برابر تنخواہ دلانے مین ہمیشہ جھگڑتا تھا اب آپ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ تنخواہ آپ سے بے فائدہ نہین لی گئی بعد اسکے اُس نے ایک نشان سنبھالا اور اپنے سپاہیون کو گولیان مارنے سے روکا اور سانگینون سے لڑنے کا حکم دیا چنانچہ وہ روہیلون پر ٹوٹے جن کے قاعدہ دان نہونے سے اُنکی دلیری و دلاوری نے خود اُنھین کو ضرر پہونچایا اور ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ قتل عظیم کے بعد اُنکی صف ٹوٹ گئی اور بعضے روہیلے بھاگنے لگے حافظ رحمت خان اس جنگ مین علالت کی وجہ سے شریک نہوسکے تھے ان روہیلون کے پیچھے احمد خان بنگش تھے یہ بھاگے ہوے روہیلے اُن کی طرف پہونچے احمد خان نے لعن وطعن کرکے اُن کو روک لیا اور نواب احمد خان بنگش نے داروغہ مشرف خان کو احمد شاہ کے پاس بطلب مدد بھیجا جب قاصد پہونچا تو شجاع الدولہ اور نجیب الدولہ نے کہا کہ احمد خان کے مقابل کچھ دشمن کی فوج

زیادہ نہین ہے بلکہ عنایت خان ولد حافظ رحمت خان کے مقابل دشمن
کی بہت فوج ہے اِس لیے احمد خان کو کوئی ضرورت کمک کی نہین ہے البتہ
عنایت خان کو زیادہ کمک کی حاجت ہے۔ احمد خان بنگش تمام اپنی سپاہ
اور روہیلون کو جمع کر کے اپنے ساتھ لیکر خود بھی عنایت خان کی مدد کو آگے
بڑھے۔ عنایت خان نے اُنکے پہونچنے سے پیشتر ہی نہایت جوانمردی
کے ساتھ ابراہیم خان پر حملہ کر دیا تھا جس سے ابراہیم خان زخمی ہوا۔ مگر
اسی ہزار کے قریب مرہٹے اُسکی کمک کو آ گئے جس سے مخالف غالب رہے
اور بہت سے روہیلے مارے گئے اور باقی پیچھے کو ہٹنے لگے اور پریشان ہو گئے۔
لیکن عنایت خان اور نواب سید فیض اللہ خان اور دوندے خان اور شیخ کبیر
اور سید معصوم وغیرہ سردار اپنی اپنی جگہ قائم رہے یکایک اِس مصیبت
کے وقت مین احمد خان بنگش اپنی فوج اور روہیلون کے ساتھ جو بھاگ رہے
تھے اور جن کو احمد خان نے جمع کر لیا تھا مدد کو پہونچ گئے جس سے لڑائی
سنبھل گئی۔ روہیلون کی صفون کے ٹوٹنے اور اُنکے بھاگنے کی خبر حافظ رحمت خان
کو خبر دارون نے پہونچا دی تھی۔ اِسلیے وہ بذات خاص پالکی مین سوار ہو کر چار ہزار سپاہ
کے ساتھ میدان جنگ کو روانہ ہوے جو ڈیرون سے دو کوس کے فاصلے پر تھا۔ روہیلون
کے شکست کھانے سے وزیر اعظم کا داہنا بازو کھل گیا تھا جو دُرّانی فوج کے قلب پر حکمرانی
کرتے تھے اور بھاؤ اور بسواس راؤ نے اُنپر تازہ فوج سے حملہ کیا تھا اِس حملے مین وزیر کا
برادر زادہ عطائی خان اُنکے برابر مارا گیا اور دُرّانیون کے پاؤن اُکھڑنے لگے وزیر
اپنے گھوڑے سے اُترے اور چند ہمراہی دُرّانیون سمیت اپنی جگہ پر قائم رہے

اور مرنے کا ارادہ کیا. وزیر کے پیچھے شجاع الدولہ کھڑے تھے مگر دھول کے اُڑنے سے کچھ محسوس نہ ہوتا تھا کہ کیا معاملہ واقع ہو رہا ہے اور جبکہ شجاع الدولہ نے وزیر اعظم کے آدمیون کی بولی اور اُن کے گھوڑون کے ہنہنانے کو یکایک تھوڑے ہوتے پایا تو کاشی راے کو تفتیش و تفحّص کے لیے آگے کو بھیجا چنانچہ کاشی راے نے وزیر اعظم کو زرہ بکتر پہنے پا پیادہ اور نہایت غضبناک پایا کہ وہ اپنے لوگون کو اُنکے بھاگ جانے پر بُرا بھلا کہہ رہے ہین۔ اور اُن کو صفون پر لانے مین مصروف ہین۔ جبکہ اُن کی نظر کاشی راے پر پڑی تو اُنھون نے اُس سے یہ بات کہی کہ "تو شجاع الدولہ کی خدمت مین پہونچکر بہت جلد یہ بات کہہ کہ اگر شجاع الدولہ ہماری مدد اِس وقت نکرینگے تو مین جان سے مارا جاؤن گا" مگر شجاع الدولہ لڑائی مین شریک اُن کے نہوے۔ یہ معاملہ احمد شاہ پر مخفی نہ تھا وہ تیز نظر عقل کی دوربین لگائے دیکھ رہے تھے اور جہان موقع دیکھتے تھے ویسی مدد وہان پہونچاتے تھے۔ چنانچہ وہ فالتو فوج جو اُنھون نے منگائی تھی وزیر اعظم کی بربادی اور تباہی کی روک تھام کے لیے عین وقت پر پہونچی اور اب لڑائی جم کر ہونے لگی۔ مگر باوصف اِسکے اب بھی مرہٹون کا پلہ بھاری تھا۔ یہان تک کہ احمد شاہ نے اپنے بھگوڑون کو گھیر گھار کر جمع کیا اور اُن مین سے جنھون نے لڑنے سے انکار کیا اُنکے قتل کا حکم سُنایا بعد اسکے خاص اپنی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور جب ہی یہ ہدایت کی کہ ہماری فوج کا ایک ٹکڑا ہمارے بائین بازو والا گھوم کر نکلے اور دشمن کے بازو پر ٹوٹ پڑے یہ تدبیر اُنکی بہت

راس آئی اسلیے کہ اگرچہ عین قلب لشکر مین بڑے زور و شور سے لڑائی ہو رہی تھی جہان بھاؤ اور بسواس رائے گھوڑون پر سوار کھڑے تھے اور فریقین کے سپاہی نیزون اور تبرون اور تلوارون بلکہ بڑے بڑے کھانڈون سے لڑتے بھڑتے اور مارتے مرتے تھے مگر یک لخت ایسا اتفاق ہوا کہ گویا کسی سحر و طلسم کے زور سے سارے مرہٹے بھاگ نکلے اور لڑائی کے کھیت کو کشتون کے پشتون سے معمور چھوڑ گئے ۔ حافظ رحمت خان کو راستے مین مرہٹون کی فراری کی خبر ملی جنھون نے میدان جنگ مین پہونچکر اپنے بیٹے اور سردارون کو زندہ پایا۔ دُرّانیون اور روہیلون نے بڑے جوش و خروش سے بھگوڑون کا پیچھا کیا اور کسی کو پناہ نہ دی اور اسی باعث ایسا بھاری قتل پڑا کہ حد قیاس سے خارج ہے چنانچہ ہر جانب کو پندرہ پندرہ بیس بیس میل تک تعاقب کیا گیا جدھر نظر کرتے تھے تو مرہٹون کی لاشین ہی نظر آتی تھین۔ اور جو مرہٹے فیروزمندون کی مار سے بچے رہے وہ دہاتیون کے ہاتھ سے مارے گئے اور جو دُرّانیون اور روہیلون کے پالے پڑے وہ نہایت بیرحمی سے قتل ہوے بالکہ نجیب الدولہ کی ترغیب سے جنکو سیندھیا کی بڑی ڈھونڈ بھال کرائی گئی جسکو ایک دُرّانی سردار نے چھپا رکھا تھا اور گرفتاری کے اندیشے سے اُسکو بھگا دیا تھا۔ ابراہیم خان گاردی شجاع الدولہ کی دار و گیر مین مقید تھا جسکو حوالے کرنے پر اُن کو نجیب الدولہ نے مجبور کیا اور لعنت ملامت کے لیے اپنے سامنے بلایا بعد اسکے وزیر اعظم کی سپردگی مین رکھا گیا جہان زخمون کی تکلیف سے ایک ہفتے کے اندر اندر مر گیا بسواس راے کی لاش پائی گئی اور ایک بیسر کے

دھڑ پر بھاؤ کی لاش کا یقین کیا گیا مقتولون کی کل تعداد دو لاکھ کے قریب بیان کی گئی ہے۔ بڑے بڑے مرہٹے سردار اُن سرداروں کے سوا کام آئے یا زخمی ہو گئے جو تھوڑے سی فوج کی حکومت پر دلّی مین چھوڑے گئے تھے۔ مہاجی (مادھوجی) سیندھیا مشہور بہ پٹیل جو بعد اسکے ایک بڑی ریاست کا بانی ہوا عمر بھر کے لیے لنگڑا ہو گیا۔ اور نانا پھڑنویس جسنے پیشوا کی حکومت کو ایک مُدّت تک پائے سے گرنے نہ دیا ہزار دشواری سے جان بچا لیگیا اور ملہار راؤ ہلکر جس کا مورچہ نجیب الدولہ کے مورچے کے مقابل تھا نجیب الدولہ کے اغماض کی وجہ سے جس کے ساتھ اُنکی موافقت تھی اپنے سب ہمراہیون کے ساتھ نکلکر کرنال کی طرف چلا گیا کیونکہ اُس سے اور نجیب الدولہ سے یہ عہد و پیمان ہو چکا تھا کہ اگر فتح مرہٹون کو حاصل ہوگی تو نجیب الدولہ کے حال سے تعرض نہ کیا جائیگا اور اگر مسلمانون کو فتح ہوگی تو ملہار راؤ سے تعرض نہوگا۔ اس لڑائی مین عنایت خان اور دوندے خان نے بڑی جوانمردی دکھائی تھی یہ جنگ عظیم ۷ جنوری[51] سنہ ۱۷۶۱ء مطابق ۶۔ جمادی الاخری[52] سنہ ۱۱۷۴ ہجری کو بُدھ کے دن واقع ہوئی تھی ؎

گیارہ سو چوہتّر مین ایک بُدھ پڑا سجے بار ا
چھٹی جمادی الثانی کو شہ جیتا بھاؤ ہارا

علاوہ سرداران اور نوابون کے مسلمان رسالہ دارون اور جماعہ دارون اور دفعدارون مین سے کوئی متنفس ایسا باقی نہ رہا کہ کئی ہاتھی اور گھوڑے اور خچّر اُسکے ہاتھ نہ لگے عورتین اور بچّے اتنے بے شمار قید ہوے کہ مؤلف فرح بخش

---

[51] دیکھو تاریخ فرخ آباد مولفہ آرون ۱۲ [52] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

کہتا ہے کہ مجھے اُس ہنگامے کا خیال کرتے ہوے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ رتھ اور چھکڑے اور پالکی نہ احمد شاہ کی طرف کے لشکر مین تھی کیونکہ عورتین جس قدر تھین وہ کجاوون مین بیٹھتی تھین اور نہ مرہٹون کی طرف اسلئے کہ اُن کی عورتین گھوڑون پر سوار ہوتی تھین۔ اِس معرکے مین گھوڑے ہاتھی اور خچر بھی اتنے مارے گئے کہ جانور اُنکے گوشت نہین کھا سکتے تھے مرہٹون کے لشکر مین سواے کھانے کے سامان کے اور ہر قسم کا اسباب موجود تھا خیمے اور بازار مالون سے بھرے ہوے تھے۔ مرہٹون کے گھوڑے دانے گھاس کے نہ ملنے سے بالکل بیکار ہو رہے تھے چلنے کی طاقت نہین رہی تھی۔ جام جہان نما مین بیان کیا ہے کہ علاوہ زر و جواہر کے پچاس ہزار گھوڑے۔ دو لاکھ گائین۔ اور کئی ہزار اونٹ اور پانسو فیل مرہٹون کے کیمپ مین سے ہاتھ آئے بیس ہزار مرہٹے جاٹون اور راجپوتون کے ملک مین مدّت تک برہنہ بھیک مانگتے پھرے آخر کار سورج مل جاٹ نے ہر ایک کو ایک کمبل اور دو روپے دے کر دکن کو روانہ کر دیا۔ اور دوسرے راجپوت سردارون نے بھی یہی سلوک کیا اور بارہ ہزار مرہٹون کو شجاع الدولہ نے دو دو روپے دلا دیے جو کالپی کی طرف چلے گئے۔ مرہٹون کو ایسی بھاری شکست کبھی واقع نہین ہوئی تھی جس سے بڑی افسردگی پژمردگی اُنمین پھیلی اور سارے مرہٹون پر مایوسی و غمگینی چھا گئی۔

بعد اس فتح کے احمد شاہ دلی کو گئے اور نواب سید فیض اللہ خان حافظ رحمت خان اور دوندے خان وغیرہ بھی شاہ کے ہمراہ دِلّی کو گئے

احمد شاہ کچھ دنون یہان رہے سلطنت ہند شاہ عالم کے لیے مقرر کی اور شجاع الدولہ کو وزیر بنایا۔ اور نجیب الدولہ کے لیے امیر الامرائی مقرر کی اور دونون سے سفارش کی کہ آپس مین صلح اور موافقت رکھین اور نجیب الدولہ کو حکم دیا کہ دہلی مین رہین اور جب تک شاہ عالم واپس نہون مرزا جوان بخت کو اُن کا نائب سمجھین۔

اور بعض کہتے ہین کہ نجیب الدولہ کو وزیر اعظم مقرر کیا اور حافظ رحمت خان کو اپنی جانب سے بادشاہ کے پاس وکیل مطلق یا مختار کل مقرر فرمایا۔ اور نواب احمد خان والی فرخ آباد کو منصب بخشی گری پر ممتاز کیا اور عنایت خان کو خطاب نوابی عطا کیا بلکہ بقول مؤلف گلستان رحمت ہفت ہزاری منصب اور خلعت اور اسپ اور طوع اور نوبت بھی دی تھی اور شجاع الدولہ کو صوبہ اودھ کی طرف رخصت کر دیا اور آپ ۱۶ شعبان ۱۱۷۴ھ ہجری کو اپنی فتح سے فائدہ اُٹھائے بدون اپنی قلمرو کو چلے گئے۔

سرداران روہیلکھنڈ کو احمد شاہ کا شکوہ آباد اور اٹاوہ اور کوڑہ وغیرہ میان دوآب کا مرہٹون کا مُلک دے دینا

فرح بخش مین لکھا ہے کہ احمد شاہ نے علاقہ شکوہ آباد وغیرہ نواب سید فیض اللہ خان کو انعام مین دیا تھا اور کٹرا اور کوڑے کا علاقہ نواب سید سعد اللہ خان کو عطا کیا تھا اور اٹاوہ وغیرہ حافظ رحمت خان کو دیا تھا۔

دوندے خان کو جو علاقہ دیا تھا وہ سورج مل جاٹ کے ملک مین تھا اور احمد شاہ نے اُس کا قصور معاف کردیا تھا اسلیے دوندے خان کے حصے مین کچھ نہ پہونچا تو نواب سید فیض اللہ خان نے اپنا علاقہ اُنھین دیدیا اور نواب سید سعد اللہ خان نے کوڑے وغیرہ کا علاقہ جسکی آمدنی تیس لاکھ روپے سالانہ تھی شجاع الدولہ کے تفویض کردیا (انتہٰی)

گل رحمت مین بیان کیا ہے کہ شاہ نے اٹاوہ عنایت خان کو اور شکوہ آباد دوندے خان کو دیا تھا اور اخبار حسن مین کہا ہے کہ شاہ نے عنایت خان کو ملک اٹاوہ اور مین پوری اور شکوہ آباد عطا کیا تھا یہ علاقے ملک دوآب مین واقع ہین۔ تاریخ فرخ آباد مین آرون صاحب نے لکھا ہے کہ اٹاوہ اور پھپھوند اور شکوہ آباد ریاست فرخ آباد کے علاقے تھے کہ بموجب صلح نامہ ۱۷۵۲ء کے جو صفدر جنگ اور نواب احمد خان کے درمیان منعقد ہوا تھا مرہٹون کے تفویض ہوے تھے اِس جنگ کے بعد احمد شاہ درانی نے حافظ رحمت خان کو عطا کردیے اِس لیے ہمیشہ کے واسطے ملک فرخ آباد سے نکل گئے۔

بہرصورت یہ محالات چونکہ دینے والے کے قبضے مین نہ تھے اِس لیے بجاے عطیہ کے یہ سمجھنا چاہیے کہ فتح کرنے کی اجازت دی گئی اور اُن پر قبضہ کرنا خالی از دقت نہ تھا۔ حافظ رحمت خان نے اٹاوے کے علاقے پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے ۱۱۷۵ ہجری مین ملا محسن خان کو دس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا ملا محسن جب اٹاوے کے پاس پہونچے تو بالا پنڈت اور کشنا جوگوبند

کے مارے جانے کے بعد سے اٹاوے کے حکمران تھے اٹاوے سے نکلکر راستے
مین ملا محسن خان کے مقابل ہوے لڑائی ہوئی شکست کھا کر بھاگ گئے ملا محسن
نے امر گڑھ تک اُن کا تعاقب کیا اور اُن کو بھگا کر اٹاوے کی طرف آئے تو
اہل شہر نے امان چاہی۔ ملا محسن خان نے قلعے کے پاس مقام کیا۔ قلعدار
نے اول قلعہ خالی کرنے سے انکار کیا آخر مجبور ہو کر قلعہ اُن کے حوالے
کیا۔ ملا محسن خان نے قلعہ مین داخل ہو کر حافظ رحمت خان کو فتح کا حال
لکھا اور انتظام مین مصروف ہوے جن زمینداروں نے سرکشی کی اُن کو سزا
دی اور جا بجا تھانے قائم کر دیے۔ چار پانچ کچّی گڑھیان گروادین مگر بعضے زمیندار
نہایت مضبوط مقامون مین تھے۔ اُن کے پاس آدمی زیادہ تھے اور اُنکے
رہنے کی جگہ گنجان جنگل تھے اس واسطے اطاعت نہین کرتے تھے۔
ملا محسن خان نے حافظ رحمت خان سے استدعا کی کہ مدد بھیجین۔ اُنھون نے
شیخ کبیر کو پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ مدد کو روانہ کیا اور دونون سردارون نے
اُس ضلع کا بخوبی انتظام کر لیا۔ دوندے خان نے شکوہ آباد اور فیروز آباد
پر قبضہ کر لیا۔

اسی سال راجپوتانے کی طرف ایسا کال پڑا کہ اس ملک کی بیشتر مخلوق اپنا
وطن چھوڑ کر روہیلکھنڈ مین چلی آئی چنانچہ اُن کی نسل کے لوگ اب تک
مارواڑی اور میواتی قومون کے نام سے اس ملک مین موجود ہین تو حافظ
رحمت خان نے اُن لوگون سے دو برس تک پیلی بھیت کے گرد مٹی کی شہرپناہ
بنانے کا کام لیا پھر اس چار دیواری کو تڑوا کر پختہ شہر پناہ بنوائی۔

نواب شجاع الدولہ اور شاہ عالم کی فرخ آباد پر فوج کشی کی کوشش۔ نواب سید فیض اللہ خان حافظ رحمت خان۔ دوندے خان وغیرہ سرداران روہیلکھنڈ کا نواب احمد خان والی فرخ آباد کی مدد کے لیے روانہ ہونا آخر کار نواب سید سعد اللہ خان کی مداخلت سے صلح ہو جانا

سنہ ۱۱۷۶[۵۱] ہجری مین راجہ اندر گر گوسائین کا چیلہ امراؤ گر گوسائین نواب شجاع الدولہ کی ایک آشنا طوائف[۵۲] کو لکھنؤ سے لے بھاگا تھا اور بارہ ہزار ناگے سپاہی لے کر فرخ آباد مین چلا آیا تھا۔ شجاع الدولہ نے ایک خط غضب آمیز نواب احمد خان رئیس فرخ آباد کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "امراؤ گر کو اپنے یہان سے نکالدو اگر آپ ایسا نہ کرین گے تو حق دوستی کے خلاف ہو گا اور اس سے فتنہ بھڑک اُٹھے گا" نواب احمد خان نے جواب لکھا کہ "مین سواے خداے کریم کے کسی سے نہین ڈرتا۔ جو کچھ آپ کے دل مین ہو کیجیے۔ مین نے امراؤ گر کو خط بھیج کر نہین بُلایا تھا آپ چلا آیا ہے اور جب آگیا ہے تو جواب دینے کے کیا معنی" شجاع الدولہ یہ جواب دیکھکر بے حد رنجیدہ ہوے۔ مگر چند مہینے تک اس کا کچھ حال نہ کھُلا۔

---

۵۱ دیکھو گل رحمت ۱۲ ۵۲ دیکھو فرح بخش ۱۲

۱۱۷۴ھ ہجری مین شجاع الدولہ نے شاہ عالم کو یہ ترغیب دی کہ حضور فرخ آباد کے نواب احمد خان بنگش پر فوج کشی کرین اور خود بھی ساتھ ہوے۔ شجاع الدولہ کو یہ خبر پہونچتی تھی کہ فرخ آباد مین فقط چار پانچ ہزار فوج ہے اور باقی فوج جابجا پرگنات پر تعینات ہے اُنھون نے مشہور کیا کہ جن زمینداروں نے مالگذاری نہین دی ہے مین اُن سے روپیہ وصول کرنے جاتا ہون کچھ فوج دوآبہ کی طرف بڑھی اور اثناے راہ مین موسئے نگر ضلع فرخ آباد کو جو دریاے جمنا پر واقع ہے لوٹ لیا۔ خاص لشکر تھوڑے عرصے تک خواجہ پُل کی سرا مین قیام پذیر رہا۔ شجاع الدولہ فیض آباد سے آہستہ آہستہ اپنے مُلک کے اندر کوچ کرتے ہوے پرگنہ بلھور[۱] مین نانا مئو گھاٹ تک پہونچے۔ لشکر تو اُتر کر قنوج کی طرف جو نواب احمد خان کے علاقے مین تھا بڑھا۔ لیکن شاہ عالم اور شجاع الدولہ مکن پور مین ایک بنگلہ اور باغ مین مقیم رہے۔ یہ باغ نواب احمد خان کا تھا اور مدار باڑی کے نام سے مشہور تھا۔ جو مواضعات کہ قنوج اور مکن پور کے آس پاس تھے سب لوٹ لیے گئے۔ نواب احمد خان نے یہ خبر سُنکر مقابلے کے لیے تیاری کی اور بریلی بداون۔ بسولی۔ اوجھیانی اُترچھینڈی۔ آنولہ۔ اور رام پور وغیرہ سے مدد طلب کی۔ اُس وقت حافظ رحمت خان اپنی حدود کے قریب پرگنۂ مہرآباد مین جو اب ضلع شاہ جہان پور سے متعلق ہے مقیم تھے۔ نواب احمد خان نے

[۱] اب ضلع کانپور مین ہے۔ یہ پرگنہ قنوج کے مشرق مین ہے ۱۲

بخشی فخر الدولہ کو ان کے پاس بھیجا اور افغانون کو بے عزتی سے بچانے کے واسطے مدد مانگی حافظ رحمت خان اس خوف سے کہ اگر نواب احمد خان کو شکست ہوئی تو میرے اور دوندے خان کے علاقے کو جو میان دوآب مین واقع ہے یعنی اٹاوہ وشکوہ آباد و پھپھوند کو نہایت ضرر کا اندیشہ ہے نواب احمد خان کو مدد دینے مین بسر گرمی تمام مستعد ہوگئے اُنھون نے جواب دیا کہ مجھکو اس کی خبر پہلے ہی پہونچ چکی ہے اور اسی واسطے اپنی حدود پر مقیم ہون۔ سب طرح سے شرکت کے واسطے حاضر ہون۔ مگر کٹھیر کا نام ہے کہ ملک آباد ہے لیکن تمام رعایا بھوکی ہے حاصل خاک نہین بلکہ خرچ وہ ہین کہ جن کا کچھ حساب نہین اور میرے پاس اس وقت کچھ نہین میری سپاہ کو تنخواہ نہین ملی ہے اگر روپیہ ملے تو مین اور نواب سید سعد اللہ خان۔ نواب سید فیض اللہ خان ملا سردار خان دوندے خان۔ اور فتح خان وغیرہ سب مدد کرین گے اور اگر روپیہ نہ ہوسکے گا تو مین اپنی فوج سے حاضر ہون۔ جب بخشی نے آکر نواب احمد خان سے اپنی ملاقات کا حال بیان کیا تو اُنھون نے بخشی مذکور کے ہاتھ دو لاکھ روپے بھیجدیے اور کہلا بھیجا کہ تم یہ اپنے صرف مین لاؤ اور اقرار کیا کہ جب نواب سید سعد اللہ خان وغیرہ آجائین گے تب اور بھی روپیہ دیا جاوے گا جس وقت روپیہ پہونچا اُس وقت حافظ رحمت خان فرخ آباد کی جانب روانہ ہوگئے۔ اور اپنے نائب مقیم اٹاوہ شیخ کبیر کو بھی لکھ بھیجا کہ اپنی کل فوج سے لیکر فی الفور کالی ندی کی طرف

روانہ ہون اور خداگنج کے نیچے مقام کرین۔ فرح بخش مین لکھاہے کہ اس وقت نواب سید سعداللہ خان کی طبیعت علیل تھی سِل کے عارضے مین مُدّت سے بتلا تھے خود تو نہ گئے مگر نواب سید فیض اللہ خان اور دوندے خان اور بخشی سردار خان اِن کی صلاح سے روانہ ہوگئے جن کے پاس اسّی نوّے ہزار فوج بتاتے ہین۔ آرون صاحب کی تاریخ فرخ آباد سے نواب سید سعداللہ خان کا جانا بھی ثابت ہے مگر معتبر قول مؤلف فرح بخش کا ہے۔ جب حافظ صاحب شہر فرخ آباد مین پہونچے تو ان کا خیمہ فرخ آباد کے قلعہ مین استادہ ہوا۔ ذوالفقار گڑھ کے نیچے شہر کے پاس ایک پُل کشتیون کا نواب احمد خان کے حکم سے تیار ہوا اور فتح خان۔ مُلّا سردار خان۔ دوندے خان اور نواب سید فیض اللہ خان مع فوج کے اُس کے ذریعہ سے اُترے اور نواب احمد خان نے اپنی اور تمام معاونون کی فوج کو ہمراہ لے کر مخالفون کی جانب کوچ کیا اور روشن خان اور امراؤ گر کو یہ حکم دیا کہ پانچ ہزار جوان ساتھ لے کر کالی ندی کے کنارے خداگنج کے نیچے شیخ کبیر کے جاکر شریک ہون۔

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ روہیلے سردار چونکہ نواب سید سعداللہ خان کی وجہ سے بظاہر شجاع الدولہ سے بھی دوستی رکھتے تھے اور باہم رسل و رسائل جاری تھے اُن کی تحریر و تقریر کے بھروسے پر شجاع الدولہ نے اپنے سالے سالار جنگ کو گفتگو کے طے کرنے کے لیے

پٹھانون کے لشکر مین بھیجدیا۔ سالار جنگ نے شجاع الدولہ کا پیام بیان کیا پٹھانون نے اُس کا نامناسب جواب دیا یہ جواب سُنکر سالار جنگ نے واپسی کا ارادہ کیا تو روہیلون کی ایک جماعت نے دوندے خان کے اشارے سے سالار جنگ کے خیمے کو گھیر لیا نواب شجاع الدولہ سمجھ گئے کہ سالار جنگ کو قید کر لیا ہے اِس عرصے مین نجیب الدولہ جو دہلی مین تھے براہ سکیٹ[۱] ملک دوآبہ کی طرف شجاع الدولہ کی مدد کے لیے تیزی سے چلے آتے تھے اور نبی گنج ضلع مین پوری مین جو چھوٹا سا قصبہ مابین بیورا اور چھبرامئو کے فرخ آباد سے ۱۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے آ پہونچے تھے اور راستے مین جس قدر مواضعات نواب بنگش کے تھے خراب و تباہ کرڈالے۔

نواب احمد خان نے اڑھائی سو خوان کھانے کے ایک سو پچیس کہارونپر بہمراہی شاہ محمد خان جماعہ دار اور گلشیر خان سونٹے والے کے بھیجے اور پیام دیا کہ "کھانا تو نجیب الدولہ کے خرچ کے واسطے ہے اور ملک اُنکی سپاہ کی خدمت کے لیے ہے کیونکہ بھائی بھائیون مین تکلّف نہین ہوا کرتا ہے" نجیب الدولہ نے غصے ہو کر کہا کہ "کھانا یہان سے اُٹھاؤ اور اسپر اپنے نواب کا فاتحہ پڑھو"

ہمارے نزدیک نجیب الدولہ کا احمد خان کے مُلک مین ویرانی پھیلانا صحیح نہین معلوم ہوتا اور اگر ایسا ہو بھی تو جو لوگ پولیٹکل مذاق سے

[۱] اب یہ ایٹہ سکیٹ کہلاتا ہے ضلع ایٹہ مین ہے ۱۲

بہرہ رکھتے ہین اُن کے نزدیک نجیب الدولہ کی یہ کارروائی کتنی مستحسن اور کیسی وقت کے مناسب تھی دو چار گانون کے برباد کردینے اور چار پانچ کھیتون کے رونڈ ڈالنے اور دعوت کے پہونچتے وقت دو چار نرم گرم باتین کرنے سے اُنھون نے کتنا بڑا کام نکال لیا جس بات کا فیصلہ ہتیار سے ہوتا ہزارون آدمیون کی جانین جاتین وہ ایک دو چٹکلون مین بلند پرواز نواب سے حاصل کرلین اور اپنے مطلب کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ نواب نجیب الدولہ کا دل اپنے بھائی پٹھانون سے ملا ہوا تھا گو زبان شجاع الدولہ کی طرف تھی اور اُنھون نے در پردہ بلکہ علانیہ جتا دیا کہ پٹھان سب ایک ہین آپ اُن سے ہرگز عہدہ برآ نہو سکین گے بلکہ بیان آئندہ سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ جتنی کارروائی نجیب الدولہ نے کی وہ پٹھانون کے مفید ہے خواہ تو نواب شجاع الدولہ دل مین سمجھ کر خاموش ہو رہے ہون یا اپنی کم فہمی سے نواب نجیب الدولہ کو پٹھانون کے مقابلہ مین اپنا دلی خیرخواہ اور دوست سمجھ گئے ہون۔

بہرصورت دوسرے دن نجیب الدولہ نبی گنج سے کوچ کر کے کالی ندی کے کنارے خدا گنج مین شیخ کبیر اور امراؤ گر گوشائین اور روشن خان سے ایک میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوے۔ نجیب الدولہ نے شیخ کبیر کو پیغام بھیجا کہ مین تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہون اُنھون نے جواب دیا کہ میری تمھاری شمشیر بدست ملاقات ہوگی۔ شجاع الدولہ کی مدد کو آئے ہو اور ہم سے ملاقات کی تمنا رکھتے ہو دوسرے روز نجیب الدولہ

بغیر ملاقات کیے ہوے وہان سے روانہ ہوے اور قنوج مین پہونچے
اور بادشاہ اور شجاع الدولہ سے ملاقات کی اور شجاع الدولہ سے کہا کہ
میرے آنے مین دیر ہوگئی اس لیے تمام روہیلے نواب احمد خان کے
پاس آکر جمع ہو گئے۔ پس اب مناسب یہ ہے کہ صلح کر لی جائے کیونکہ
میرے ساتھ کے روہیلے بھی اُن روہیلون سے لڑنے مین کوتاہی
کرین گے اور بالفرض مین نے لڑائی شروع بھی کردی تو چونکہ آپ کا
قدم درمیان مین ہے قوم و مذہب کے تخالف کی وجہ سے جو آپ مین
اور اُن مین موجود ہے دیدہ و دانستہ قصور کرین گے اگر آپ کی مرضی ہو
تو سرداران روہیلکھنڈ کو لعنت ملامت کر کے راہ راست پر لے آؤن
اور اس شرط پر کہ امراؤ گر کو فرخ آباد سے رخصت کر دیا جائے۔ اور
سالار جنگ کو یہان آپ کے پاس پہونچا دیا جائے احمد خان سے
صلح قرار دون۔ شجاع الدولہ نے منظور کر لیا اور تین روز کے بعد
نجیب الدولہ اپنی سپاہ کو لے کر فرخ آباد کی طرف بڑھے۔ یہ سنکر شیخ کبیر
نے اُنھین پیغام بھیجا کہ "خبردار آگے نہ بڑھنا کل مین تمھاری کچھ مدارات
کرنے والا ہون" نجیب الدولہ نے جواب دیا "مین لڑنے نہین آیا ہون۔
مین حافظ رحمت خان سے ملاقات کرنے آیا ہون" شیخ کبیر نے جواب دیا
کہ اس صورت مین تم کو اجازت ہے مگر بے فوج جاؤ" نجیب الدولہ
اپنی فوج چھوڑ کر آگے بڑھے اور کالی ندی اُتر کر اپنے خیمے کھڑے کیے
دوسرے روز پھر روانہ ہوے کشتیون کے پُل سے دریاے گنگا پار ہوے

نواب سيد فيض اللہ خان - فتح خان - حافظ رحمت خان - ملا سردار خان - اور دوندے خان سے ملاقات کی ۔ نجیب الدولہ کے خسر دوندے خان نے اُن کو ملامت کی کہ قوم پٹھان کے برخلاف تم نے شجاع الدولہ کی رفاقت اختیار کی اس کا اُنھون نے یہ جواب دیا کہ جب مرہٹون نے سُکّرتال مین محصور حملہ کیا تھا اُس وقت شجاع الدولہ نے بڑے نازک وقت مین میری مدد کی تھی ۔ پھر نجیب الدولہ نے دوندے خان سے ترشروئی کے ساتھ کہا کہ تم نے سالار جنگ کو یہان کیون روک لیا ہے تمام رات مشورے مین گذری ۔ نجیب الدولہ نے کہا کہ اگر روہیلے نواب احمد خان کی مدد سے کنارہ کشی کرین تو بعد فتح ان کو بنگش کا ایک ثلث مُلک مرحمت ہوگا ۔ بعض کہتے ہین کہ یہ بات خود شجاع الدولہ نے بھی حافظ رحمت خان کو تحریر کی تھی ۔ مگر حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ مین اپنے دوست احمد خان کا ساتھ نہ چھوڑون گا آخر تصفیہ ایسا ٹھہرا کہ شجاع الدولہ اور نواب احمد خان مین صلح ہونا چاہیے اس شرط پر کہ نواب احمد خان امراؤگر کو اپنے یہان سے علحدہ کر دین اور سالار جنگ کو نجیب الدولہ کے ہمراہ شجاع الدولہ کے پاس پہونچا دیا جائے ۔ حافظ رحمت خان نے اقرار کیا کہ کل مین نواب احمد خان کی ملاقات کو جاؤن گا ۔ جب حافظ صاحب نواب احمد خان کے پاس پہونچے تو اُنھون نے نواب کو اس خوش خبری کی مبارکبا د دی نواب نے پوچھا کہ "یہ مبارکبا د کیسی ہے" حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ ہمین بے جنگ فتح نصیب ہوئی ۔ ہماری تیاریون سے

شجاع الدولہ نے خوف کھا کر نجیب الدولہ کو صلح کی غرض سے بھیجا ہے۔ احمد خان نے جواب دیا کہ "جو کچھ تمھاری راے ہوگی مین تو اُسپر رضامند ہون مگر اِس بارے مین عماد الملک سے مشورہ لینا ضرور ہے" چنانچہ وہ سب غازی الدین خان عماد الملک کے لشکر مین گئے۔ اُنھون نے کہا کہ "شجاع الدولہ اور نجیب الدولہ اُمید کامیابی نہ دیکھکر مائل بہ صلح ہوے ہین۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جب کبھی موقع ملا اُن کے نزدیک نقض عہد کوئی بات نہین ہے" حافظ رحمت خان نے کہا "یہ بالکل صحیح ہے مگر ایسا اتفاق ہوگا تو اُن کو جیسی اس وقت سزا دی جاسکتی ہے اُس وقت مین بھی ممکن ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ صلح مبارک ہے" تب عماد الملک نے کہا کہ "اگر تمھاری یہی رائے ہے تو مجھے بھی اتفاق ہے"

اب معاملہ صلح کا یون طے ہوا کہ جو کچھ طے پایا تھا حافظ رحمت خان نے اُس کی اطلاع نجیب الدولہ کو دی اور کہا کہ صرف بادشاہ سلامت کے موجود ہونے کے سبب سے افغان صلح منظور کرتے ہین ورنہ اُن کو کسی حال مین صلح منظور نہ تھی آپ کو لازم ہے کہ وزیر سے کہیے کہ فی الفور پٹھانون کی حدود سے چلے جائین نجیب الدولہ نے کہا کہ تم خود چل کر شجاع الدولہ کو واپس جانے کی ترغیب دو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ "مین نواب احمد خان کا شریک ہون بلا اجازت نواب کے کیسے جا سکتا ہون" نجیب الدولہ نے کہا کہ تم نے اُنکی شرکت کیون اختیار کی حافظ رحمت خان

نے کہا کہ دوسرے برادر بھی اُن کے معاون ہین۔ نواب سید سعداللہ خان کی کل فوج کی مدد احمد خان نے حاصل کرلی ہے اور اُسکے کل اخراجات اپنے خزانے سے ادا کیے ہین اور آج کی تاریخ تک سات لاکھ روپیہ دیا ہے۔ خیر مَین کل احمد خان کے پاس جاؤنگا اور اُن سے اجازت حاصل کرون گا احمد خان نے کچھ تعرض نہ کیا۔ دوسرے روز حافظ رحمت خان اور نجیب الدولہ روانہ ہوے اور سالار جنگ کو نجیب الدولہ اپنے ساتھ لیتے گئے حافظ صاحب نے خدا گنج پہونچکر شیخ کبیر کو اپنے ساتھ لیا اور بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوے۔ پھر نواب شجاع الدولہ کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آپ کو لازم ہے کہ مشرق کی طرف واپس جائین۔ غرضکہ شجاع الدولہ اور بادشاہ نے مشرق کو کوچ کیا اور واپس گئے جب کوڑے مین پہونچے نجیب الدولہ اور حافظ رحمت خان نے رخصت چاہی۔ نجیب الدولہ دلی کو روانہ ہوے اور حافظ رحمت خان اپنی لشکرگاہ کو واپس آئے۔ دوسرے روز دوسرے روہیلہ سردار بھی نواب احمد خان سے رخصت ہو گئے۔

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۱۱۷۰ہجری کا ہے مگر نواب سید سعداللہ خان کے سنہ وفات پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن سنون مین غلطی ہے۔ کیونکہ وہ ۱۱۶۵ یا ۱۱۷۶ ہجری مین فوت ہوے ہین۔

تنبیہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ آروِن صاحب کی تاریخ فرخ آباد سے یہ بات ثابت ہے کہ نواب سید سعداللہ خان بذات خاص بھی اِس مدد مین شریک تھے۔ مگر فرح بخش کے مؤلف کا بیان ہے کہ نواب سید سعداللہ خان

علالت کی وجہ سے بدایون سے آگے نہین بڑھ سکے تھے اور معاملہ صلح بھی دوسری طرح اس کتاب مین مذکور ہے وہ یہ کہ نواب سید سعد اللہ خان کو جب یہ خبر پہونچی کہ بغیر لڑائی اور کشت و خون ہوے طرفین نہین رُکنے کے تو صلح کرانے کے لیے خود سوار ہو کر روانہ ہوے۔ آنولے سے چلکر بدایون پہونچے تھے کہ حالت بگڑنے لگی بدایون سے شجاع الدولہ کو تحریر کیا کہ ”باہم لڑنا خوب نہین مناسب یہ ہے کہ جنگ ٹالدی جائے اور اپنے ملک کو لوٹ جائیے“۔ شجاع الدولہ نے جواب مین لکھا کہ مین آپ کی راے سے باہر نہین ہون مگر دوندے خان کو پہلے یہان بھیج دینا چاہیے۔ نواب سید سعد اللہ خان نے سکرات کی حالت مین دوندے خان کو لکھا بلکہ غلام رسول خان کے بیٹے اور منشی سیڑھل کو بھی دوندے خان کے پاس بھیجا کہ نواب شجاع الدولہ کے پاس پہونچکر نزاع باہمی مٹا دین۔ دوندے خان بموجب تحریر نواب سید سعد اللہ خان کے اور نواب سید فیض اللہ خان اور حافظ رحمت خان اور بخشی سردار خان کی صلاح سے دریاے گنگا کے ساحل سے کوچ کر کے شجاع الدولہ کے پاس قنوج مین پہونچے۔ نواب شجاع الدولہ نے تین چار کوس سے استقبال کیا دوندے خان بادشاہ کے سلام کو بھی حاضر ہوے خلعت اور جیغہ اور سرپیچ اور مالاے مروارید اور ہاتھی اور گھوڑا اور نوبت بادشاہ نے عطا کی۔ اور اُن کے بیٹے فتح اللہ خان کو نوابی کا خطاب دیا۔ دوندے خان نے بادشاہ اور شجاع الدولہ کا دل احمد خان کی طرف سے صاف کرنے مین بڑی کوشش کی اور بادشاہ مع شجاع الدولہ کے قنوج سے

چلے گئے۔ دوندے خان نے رخصت حاصل کی اور براہ فرخ آباد احمد خان سے ملتے ہوے روہیلکھنڈ کو چلے آئے۔ بادشاہ نے حافظ رحمت خان اور نواب سید فیض اللہ خان کو اپنے پاس بلابھیجا۔ یہ دونون ساحل گنگا سے کوچ کرکے بادشاہ کے حضور مین پہونچے خلعت اور گھوڑا اور ہاتھی ہر ایک کو مرحمت ہوا۔ اور حکم ہوا کہ اٹاوہ اور کونچ اور جالون وغیرہ سے مرہٹون کو نکال دو چنانچہ اُنھون نے برس روز تک وہان رہ کر تمام ملک مین شاہی تھانے بٹھادیے پھر روہیلکھنڈ کو لوٹ آئے۔

لیکن مجھے تعجب ہے کہ اٹاوہ تو حافظ رحمت خان کے پاس تھا اُس مین بادشاہی تھانے کیون بٹھائے گئے اور نہ اُس وقت ملک دوآبہ مین کہین مرہٹون کا قبضہ تھا۔

گل رحمت مین لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان نے اپنے بیٹے عنایت خان کو شجاع الدولہ کے ہمراہ کردیا تھا اور یہ کہدیا تھا کہ جس قدر تھانے احمد خان کے ملک کے شجاع الدولہ کے آنے کی وجہ سے اُٹھ گئے ہین وہ بٹھادے اور آپ اٹاوے کو جو وہان سے قریب تھا چلے گئے اور وہان کا انتظام کرنے لگے۔ کامیت کے زمیندار جو جمنا کے پار تھا ان دنون فساد برپا کررہے تھے اُنکی سرکوبی کے لیے حافظ رحمت خان نے فوج بھیجی اور عنایت خان احمد خان کے تھانے بٹھاتا ہوا شجاع الدولہ کے ساتھ لکھنؤ کو گیا اور وہان سے لوٹا تو راہ مین حافظ صاحب کا خط ملا کہ تم سیدھے کامیت کو چلے جاؤ اور وہان کے زمیندارون کو سزادے کر انتظام کردو۔ عنایت خان کامیت گیا اور وہان کے

قلعہ کو فتح کیا اور اُس جگہ بڑی سختی سے قبضہ حاصل کیا پٹھان قلعہ مین گھس پڑے اور اُس مین ایک متنفس کو زندہ نہ چھوڑا۔ پٹھانون کی طرف بھی جانون کا بہت نقصان ہوا۔ ۱۳۴۴ آدمی مارے گئے اور چار سو زخمی ہوے۔ دوسرے روز عنایت خان یہان سے اٹاوہ کو حافظ صاحب کے پاس روانہ ہوے۔

نواب سیّد سعداللہ خان کی وفات

فرح بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ جب کہ بدایون مین نواب سید سعداللہ خان کا حال بہت متغیر ہوا اور زندگی کی اُمید جاتی رہی تو نواب موصوف فتح خان خانساماں اور اپنے بھائی سید محمد یار خان کو ساتھ لیکر علاج کی غرض سے آنولے کو واپس چلے آئے اور ضعف کی وجہ سے تین دن مین اتنا راستہ طے کیا۔ آنولہ پہونچکر ۵ شعبان ۱۱۷۵ ہجری کو اس جوان مرگ نے داغ دیا جیسا کہ فرح بخش مین ہے لیکن جام جہان نما اور گل رحمت مین اُن کا سال وفات ۱۱۷۶ ہجری لکھا ہے حافظ صاحب ابھی اٹاوے کے انتظام مین مصروف تھے۔

فرح بخش کے مؤلف نے نواب سید سعداللہ خان کی موت سل کی بیماری سے لکھی ہے اور مستجاب خان گلستان رحمت مین کہتا ہے کہ شراب خانہ خراب کی کثرت سے اپنی جان عزیز کو ضائع کیا اور توفیق ان دونون قولون مین ممکن ہے کہ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے سل کی بیماری پیدا ہو گئی ہو

بہرکیف مرنے کے بعد اُن کی قبر آنولے مین نواب سید علی محمد خان کی قبر کے پاس بنائی گئی اور چھینڈی کا قلعہ اُن کی یادگار مین ناتمام باقی رہ گیا۔ نہایت شجاع اور سخی تھے اعلیٰ درجے کے شہسوار تھے دو پہر مین چالیس پچاس کوس کی مسافت طے کر لیتے تھے اور تکان بالکل معلوم نہین ہوتی تھی ان کو لڑکپن سے اقسام طوائف کی طرف میلان خاطر اور التفات خاص تھا اور اُن کی بے قیدی اور آزادی فصل بہار پر تھی۔ ۷۰ سال کی عُمر پائی کوئی بیٹا نہین چھوڑا۔ ایک بیٹی نظام بیگم نامی جو دُر بیگم عرف شاہ بیگم بنت دوندے خان کے بطن سے تھی یادگار چھوڑی۔

اُن کی حیات مین عجیب[۵۱] الدولہ عرف کلو خان بن نجیب الدولہ کے ساتھ اس لڑکی کی منگنی ہوگئی تھی اُن کے انتقال کے بعد شاہ بیگم نے بڑی دھوم دھام سے اس لڑکی کی شادی کی۔ چودہ ہاتھی کمخواب اور زربفت کی جھولون اور طلائی سازوسامان کے ساتھ اور بہت سے عمدہ گھوڑے اور اونٹ اور رتھ اور چھکڑے جہیز مین دیے اور بہت سازروجواہر دیا[۵۲] حکیم محمد اعظم خان مرحوم مؤلف اکسیر اعظم اپنے بزرگون کی زبان سے سُنی ہوئی بات بیان کرتے تھے کہ بیگم نے ایک ماہ سے زیادہ برات کو مہمان رکھا تھا ہر روز تمام براتیون کو نئی قسم کا کھانا کھلایا جاتا تھا اور ہر ایک براتی کو پہننے کے لیے ایک نیا جوڑا بھی روزانہ دیا جاتا تھا۔ تمام شہر آنولہ اور اُس کے اطراف کے

---

۵۱ فرح بخش مین اسی طرح لکھا ہے مگر گلشن فتوت سے علیم خان علیم الدولہ نام معلوم ہوتا ہے ۱۲ ۵۲ دیکھو فرح بخش ۱۲

کنوون مین کھانڈ ڈلوا دی گئی تھی اس لیے خالص پانی شہر سے کوس ڈیڑھ کوس پر دستیاب ہوتا تھا اور نئی بات یہ ہے کہ اس شادی مین صرف مٹی کے مدار یہ حقے اٹھارہ ہزار روپے کے صرف مین آئے تھے اسی لیے مؤلف فرح بخش کہتا ہے کہ ہندوستان مین اس وقت تک کسی امیر بادشاہی نے اس دھوم کے ساتھ شادی نہ کی تھی۔

۱۱۷۰ھ ہجری مین اس لڑکی کے ایک بیٹا مقام غوث گڑھ مین (جو میرٹھ سے جانب شمال بیس کوس کے فاصلے پر ہے اور اس مین نجیب الدولہ نے قلعہ تیار کرایا تھا اور اس جگہ سے شمال وغربی طرف چار کوس کے فاصلے پر سہارن پور واقع ہے) پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام غلام غوث رکھا گیا اور زچہ کا انتقال ہو گیا یہ لڑکا بھی صغرسنی ہی مین مر گیا تھا جیسا کہ فرح بخش مین ہے۔

قانون خاندان مین بیان کیا ہے کہ شاہ عالم نے سید سعد اللہ خان کو نواب سعد اللہ خان بہادر کا خطاب دیا تھا اور اسکے مؤلف نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان کے انتقال کے بعد انکی بیگم آنولے مین مسندنشین ہوئی تھی اور بارہ برس تک ریاست کی تھی مگر یہ قول صحیح نہین معلوم ہوتا اسلیے کہ نواب سید علی محمد خان کے خاندان مین آج تک کوئی عورت مسندنشین نہین ہوئی۔

سیر المتاخرین مین جو لکھا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان حافظ رحمت خان کے داماد تھے یہ غلطی ہے وہ دوندے خان کے داماد تھے۔ نواب سید سعد اللہ خان کی وفات کے بعد حافظ رحمت خان اور دوندے خان نے پھر انکے کسی بھائی کو اپنا والی نہین بنایا۔

متفرق واقعات شجاع الدولہ کا انگریزون سے مقام پٹنہ اور بکسر مین جنگ کرنا۔ حافظ رحمت خان کا شجاع الدولہ کی مدد کے لیے کچھ فوج اپنے بیٹے عنایت خان کی ماتحتی مین بھیجنا اوران لشکرون کا انگریزون کے ہاتھ سے منہزم ہونا

۷۔ رمضان ۱۱۷۶ہجری کو جمعرات کے دن بریلی مین ایسی آگ لگی کہ آدھے شہر کے قریب جلکر خاک ہوگیا۔ چودہ سو آدمی اس ہنگامے مین جلکر مرگئے اسکے بعد دوبارہ شہر کی جلی ہوئی عمارتین بننے لگین تو ۱۱۷۸ہجری مین ایک ہولناک زلزلے کے صدمے سے بہت سی عالیشان عمارتین گرکر تباہ ہوگئین اس زلزلے کے باعث جابجا زمین شق ہوگئی تھی حوض اور تالابون کا پانی اُڑ اُڑ کر سوکھی زمینون پر جا گرا تھا۔ اور تالاب بالکل خشک رہ گئے تھے۔ اس زلزلے کا صدمہ ملک اودھ مین بھی محسوس ہوا تھا۔ اس زلزلے کی شدت اور زیادتی کے برابر اس دو تین سو برس پہلے تک کا کوئی حادثہ سننے مین نہین آیا۔

۱۱۷۶ہجری مین عنایت خان کا میست علاقہ اٹاوہ کے قبضے سے فارغ ہوکر اپنے باپ حافظ رحمت خان کے ہمراہ بریلی آیا اور یہان سے ویسے ہی شجاع الدولہ کی امداد کے واسطے انگریزون کے مقابلے کو لشکر لیکر جانا پڑا۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ ۱۷۶۲ء مین میر جعفر علی خان دوبارہ بنگال اور بہار اور اُڑیسہ کے نواب ہوے اور میر قاسم علی خان والی مرشدآباد نے انگریزون کے ہاتھ سے اپنا ستیاناس ملاکر شجاع الدولہ سے مدد چاہی تو شجاع الدولہ نے ۱۱۷۸ہجری مین

حافظ رحمت خان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ ان دنون انگریزون نے قاسم علی خان صوبہ دار بنگالہ کو شکست دیکر اُنکے تمام ملک پر قبضہ کرلیا ہے اور قاسم علی خان امداد کی اُمید پر ہمارے پاس آئے ہین چونکہ ہمارا آپکا معاملہ واحد ہے اسلیے آپ ایک عمدہ فوج ہماری کمک کے لیے بھیجین جب کئی خط اِس مضمون کے آئے تو حافظ صاحب نے عنایت خان کو چھ ہزار فوج کے ساتھ جیسا کہ گلستان رحمت مین مذکور ہے اور بقول مؤلف سیر المتاخرین تین ہزار فوج کے ساتھ اور عماد السعادت کی روایت کے مطابق پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا اور کئی نامور رسالہ دار اُسکے ہمراہ کیے جیسے مستقیم خان اور سرباز خان اور سیف الدین خان اور رحمت خان اور خان محمد خان تنقیح الاخبار کے مؤلف نے غلطی سے یہ لکھدیا ہے کہ چونکہ عنایت خان دو تین ہزار سوار اور اسی قدر پیادون کے ساتھ اپنے باپ سے روٹھکر شجاع الدولہ کے پاس پہلے سے چلا گیا تھا اِسلیے وہ بھی شجاع الدولہ کا شریک ہوا۔

شجاع الدولہ ان دنون الہ آباد مین تھے جب عنایت خان الہ آباد کے قریب پہونچا تو شجاع الدولہ نے راجہ بینی بہادر کو استقبال کے لیے بھیجا اور خود بھی سوار ہوکر دو کوس پر پیشوائی کی اور عنایت خان کو اپنے ہمراہ الہ آباد کو لے گئے۔ اور یہ تمام فوجین دوسرے دن بنارس کی طرف چلین سیر المتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ شجاع الدولہ کے ساتھ آدمیون کا اتنا ہجوم تھا کہ جہان تک نظر کام کرتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے مگر سردارون کی بے خبری اور ربط وضبط نہ ہونے کی وجہ سے بڑی ابتری تھی عین لشکر مین ایک دوسرے کو قتل کرتا اور اسباب لوٹ لیتا تھا کوئی کسی کا خبرگیر نہ تھا اور جو کوئی ذرا

بھی لشکر سے الگ ہوتا تو وہ لُٹ جاتا بلکہ جان سے بھی جاتا۔
عنایت خان کی فوج کے ایک پٹھان نے گائے ذبح کی اور اُس کو اپنے ڈیرے پر لیے جاتا تھا راستے مین شجاع الدولہ کی فوج کے ناگون نے اُس پٹھان پر حملہ کیا اُسکا گھوڑا زخمی ہوا۔ یہ خبر سُنکر دوسرے پٹھان مدد کو پہونچ گئے اور اُس پٹھان کو بچا لیا۔ عنایت خان نے اپنی فوج کے پٹھانون کو حکم دیا کہ ناگے کو جہان پاؤ مار ڈالو چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت پٹھانون کا ایک گانون پر گذر ہوا جس کو تین سو ناگے محاصرہ کیے ہوے لوٹ رہے تھے پٹھان ان ناگون کے قتل پر پل پڑے ناگے بھی مقابلہ کرنے لگے اور آخر کار مغلوب ہوکر بھاگ نکلے۔ اس موقع پر اڑھائی سو ناگے کام آئے۔ پٹھانون کی طرف سے صرف دو آدمی کام آئے اور بارہ مجروح ہوے جیسا کہ گل رحمت مین ہے۔ اور اخبار حسن مین کہا ہے کہ پچاس روہیلے کام آئے تھے۔ جب اِس واقعہ کی خبر راجہ بینی بہادر کو ہوئی جو شجاع الدولہ کے لشکر کا مدار المہام تھا تو وہ اُسی وقت سوار ہوکر عنایت خان کے ڈیرے پر آیا اور معذرت کرنے لگا۔ دوسرے روز شجاع الدولہ انوپ گر ملقب بہ راجہ ہمت گر بہادر اور امراؤ گر کو جو گوشائیون اور ناگون کے سردار تھے اپنے ہمراہ لیکر عنایت خان کے ڈیرے پر آئے اور صفائی کرادی اور یہ قرار پایا کہ آیندہ سے ناگے پٹھانون کے لشکر سے ایک منزل پیچھے رہین۔
ناگا گوشائیون کا فرقہ ہے جو برہنہ رہتے تھے یہانتک کہ ستر عورت بھی نہین کرتے اس لیے ناگا کہلاتے اور اپنی جانون کو فقراے ہنود مین شمار کرتے تھے اور سپاہگری کا پیشہ کرتے تھے بارہ ہزار ناگے شجاع الدولہ کے

لشکر مین قزاقی کے لیے جمع تھے۔ پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہین کہ امراؤ گر شجاع الدولہ کے پاس سے چلا گیا تھا ان واقعات مین اُسکا ہونا بھی گل رحمت سے معلوم ہوتا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ پھر نواب شجاع الدولہ کے پاس آگیا تھا۔

ماہ رمضان ۱۱۷۷ ہجری کے وسط مین شجاع الدولہ اور شاہ عالم بادشاہ اور میر قاسم علی خان اور عنایت خان وغیرہ بنارس مین داخل ہوے۔ اس مقام پر راجہ بلونت سنگھ زمیندار بنارس کا سفیر عنایت خان کے پاس آیا اور ظاہر کیا کہ راجہ بلونت سنگھ نے کبھی صفدر جنگ اور شجاع الدولہ سے ملاقات نہین کی تھی مگر زر خراج ہمیشہ بھیجتا رہتا تھا اب اُسکی استدعا یہ ہے کہ نواب سے اُسکی ملاقات کرا دین عنایت خان نے شجاع الدولہ سے یہ ذکر کیا۔ شجاع الدولہ مدت سے چاہتے تھے کہ راجہ بنارس ہمارے دربار مین حاضر ہو۔ اس لیے اُنھون نے بخوبی اطمینان کر دیا اور راجہ کی حاضری کی اجازت دی۔ بلونت سنگھ عنایت خان اور بینی بہادر کے اعتماد پر شجاع الدولہ کے پاس حاضر ہو گیا یہ شخص بڑا مالدار تھا۔ لوگ اس کی دولت کو کروڑون سے متجاوز بتاتے تھے۔ یہ بھی دو تین ہزار سوار اور چند ہزار پیادون کے ساتھ شجاع الدولہ کے ہمراہ ہوا۔

۱۲ر مئی ۱۷۶۴ء مطابق ۶ر ذیقعدہ ۱۱۷۷ ہجری کو عنایت خان پٹنے کی لڑائی مین شجاع الدولہ کا شریک رہا۔ اس جنگ مین شجاع الدولہ نے راجہ بینی بہادر اور راجہ بلونت سنگھ کو میمنہ پر رکھا اور عنایت خان اور انوپ گر ملقب بہ راجہ ہمت گر بہادر اور امراؤ گر گوشائیون کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اور

شجاع قلی خان مشہور بہ میان عیسی اور شیخ دین محمد اور شیخ غلام قادر قدوائی کو ہراول مین تعین کیا۔ اور مرزا علی خان اور سالار جنگ اور میر نعیم خان اور علی بیگ خان اور میر محمد باقر میمونی اور کراجی بیگ خان و کریم بیگ خان و عاشور بیگ خان و فتح علی خان درانی وغیرہ رسالہ داران ایرانی و تورانی کو اپنے ساتھ لیکر قلب لشکر مین کھڑے ہوے اور سیدھے ہاتھ کو تھوڑے فاصلے پر قاسم علی خان نے اپنی فوج جمائی۔ جسکے ہراول مین شمرو فرانسیس کا توپخانہ تھا۔ اور شاہ عالم یہان سے کئی کوس پر صفون کے پیچھے رہے اور قدم بقدم آگے بڑھنے لگے۔ انگریزون نے گولہ باری شروع کی۔ شجاع الدولہ نے عالی جاہ کو پیام دیا کہ ہمارے ساتھ خود شریک جنگ ہون یا شمرو کو بھیجدین مگر اُنھون نے لیت ولعل کیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اسکے بعد دونون گوشائیون نے حملہ کیا مگر انگریزی توپون نے نہ بڑھنے دیا۔ پھر عنایت خان نے دھاوا کیا اور مغلوب ہوکر لوٹ آیا۔ پھر تمام فوج نے حملہ کیا تھوڑے سے انگریزی تلنگے ہاتھ آ گئے جن کا اسباب لوٹ لیا مگر انگریزی توپون کی مار مار نے سب کا مُنھ پھیر دیا۔ شیخ دین محمد پسر متبنا سے شیخ مجاہد اور اُسکا بیٹا محمد شاہ مارے گئے۔

تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ اس لڑائی مین عنایت خان نے بڑی بہادری سے انگریزی لشکر پر دھاوا کیا تھا۔ عنایت خان انگریزی مورچون کے قریب پہنچکر ایک نشیب مین گھوڑے سے اُتر گیا اور سواران مغلیہ کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔ جبکہ انگریزی توپون کی آتشباری سے ناگون کا مُنھ پھر گیا تو مغلیہ سوارون کی ہمت آگے بڑھنے کو نہ بندھی عنایت خان نے کئی بار

کہلا بھیجا کہ سواران مغلیہ حملہ کرین اور ادھر سے مین حملہ کرون اور شجاع الدولہ نے بھی بہت کوشش کی لیکن سواران مغلیہ نے دھاوا نہ کیا بلکہ پھلواڑی کی طرف جو پٹنے سے چار کوس کے فاصلے پر تھا بھاگنے لگے۔ شجاع الدولہ نے اپنی سپاہ کا حال دیکھکر کہا کہ میری راے مین پھلواڑی چلنا چاہیے عنایت خان بھی مجبور ہوکر دو گھڑی دن رہے اپنی جگہ سے چلا آیا اور کئی بھاری توپین جو سپاہ مغلیہ سے چھوٹ گئی تھین انکو کھچواکر وہ اپنے ساتھ پھلواڑی کو لیگیا۔ عنایت خان کے ہمراہیون مین سے میر محمد خان بابر گولی سے مارا گیا اور مستقیم خان زخمی ہوا۔ عنایت خان پہر رات گئے پھلواڑی مین پہونچا اور آخر ماہ جون مین شجاع الدولہ کا لشکر بکسر مین چلا گیا برسات کا موسم آگیا تھا اسلیے پٹنے کو گھیرے رکھنا مصلحت نہ سمجھا اور یہ ارادہ کیا کہ برسات کے بعد جو کچھ کرنا ہوگا کیا جائیگا۔

عنایت خان نے روہیلکھنڈ کو رخصت چاہی چلتے وقت قاسم علی خان نے پانچ ہاتھی اور کئی قیمتی جواہر اور ریشمی کپڑے اور زردوزی کے کپڑے اور دوسرے تحائف حافظ صاحب کے لیے عنایت خان کے حوالے کیئے۔ عنایت خان بکسر کی شکست سے پہلے بریلی کو لوٹ آیا۔ حافظ رحمت خان نے بجاے جلد لوٹ آنے کے دیر مین واپس آنے پر اعتراض کیا۔

شجاع الدولہ کا بکسر مین انگریزون کے ہاتھ سے شکست پاکر روہیلون کے پاس پناہ گزینی کے لیے اپنے اہل و عیال اور مال کو بھیجدینا

۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو بکسر مین جنگ ہوئی انگریزی فوج کا سپہ سالار

یسجر سنرو تھا اس جنگ مین انگریزی فوج مین کل سات ہزار بہتر آدمی تھے جن مین سے آٹھ سو باون گورے اور باقی کل ہندوستانی سوار و پیادے تھے اور بیس توپین تھین۔ شجاع الدولہ کے پاس لشکر مین اکثر ساٹھ ہزار آدمی بتاتے ہین اور جنھون نے اسکا تخمینہ بہت ہی کم کیا ہے وہ چالیس ہزار سے کم نہین کہتے اس لشکر مین سے دو ہزار نے میدان کارزار مین راہ عدم لی اور سردارون مین میان عیسیٰ اور مرتضیٰ اور غلام قادر خان اور غلام یٰسین خان اور عبد الرزاق اور علی اکبر خان اور محمد رضا خان مارے گئے ۱۳۳ توپین انگریزون کے ہاتھ آئین۔ انگریزی لشکر کے آٹھ سو سینتالیس آدمی مقتول و مجروح ہوے۔ خود نواب کی سپاہ جو لٹیری تھی اُسنے ہل چل دیکھی تو ٹڈیون کی طرح اُمنڈ پڑی اور تمام لشکر کو چاٹ کر دم مین صفایا کر دیا۔ شجاع الدولہ کے اس ٹڈی دَل فوج کے شکست پانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ راجہ بلونت سنگھ زمیندار بنارس جو وزیر کا شریک تھا اس لڑائی مین انگریزون سے مِل گیا نواب کا مورچہ جو اُسکے سپرد تھا اُس مین انگریزی لشکر کو بلا لیا تھا۔ اُسے انگریزون کے حق مین لطیفۂ غیبی کہو یا تائید الٰہی یا نواب کی بدبختی کا پھل سمجھو۔ شجاع الدولہ لکھنؤ کو بھاگ گئے مگر اُن کو بکسر کی شکست کے بعد اپنے مُلک پر اتنا اطمینان نہ تھا کہ وہ اپنے اہل و عیال اور دولت کو یہان رکھتے اسلیے اِن سب کو بریلی بھجوا دیا۔

جارج نامے کا ناظم اسی مطلب کو یون ادا کرتا ہے ؎

سوُی فیضِ آباد و لکھنؤ نخست | فرستاد مردان وردین درست
درین ہر دو جا داشت وابستگان | فراوان ہمش گنج بودہ نہان

کزانجا بہ شہر بریلی برند + برہ اندرون ہیچگون نغنوند
بہ سالار آن شہر از دیر گاہ چو در دوستی داشت بکشودہ راہ
شمردہ مراو را نگہبانِ خویش فرستاد گنج و شبستانِ خویش

عجیب اتفاق یہ ہے کہ بکسر کی شکست کے بعد میر قاسم علی خان نے بھی روہیلکھنڈ مین پناہ لی تھی شجاع الدولہ نے بکسر مین انگریزون کے ہاتھ سے شکست پائی تو میر قاسم علی خان عالی جاہ اُس مہلکہ سے نکلکر آکہ آباد مین پہونچے اور اپنے متعلقون کو جو وزیر کے لوٹے کھسوٹے وہان پڑے تھے ساتھ لیکر روہیلکھنڈ مین چلے آئے اور اتر چھینڈی مین جو آنولے سے تین کوس کے فاصلے پر ہے نواب سید سعد اللہ خان کی دوستی کی وجہ سے اُنکی حویلی مین پانچ برس تک مقیم رہے پھر یہان سے رانائے گوہد کے پاس چلے گئے۔ جیساکہ فرح بخش سے ثابت ہے۔ گیان پرکاش مین لکھا ہے کہ نواب قاسم علی خان اتر چھینڈی مین نواب سید سعد اللہ خان کے پاس بارہ مہینے تک رہے۔ یاد رکھو کہ اس وقت مین نواب سید سعد اللہ خان زندہ نہ تھے اُن کا انتقال ۵ رشعبان ۱۱۷۷ ہجری یا ۱۱۷۶ ہجری کو ہو چکا تھا اور شجاع الدولہ نے ربیع الاول ۱۱۷۸ ہجری مطابق اکتوبر ۱۷۶۴ء کو بکسر مین انگریزون کے ہاتھ سے شکست پائی تھی۔ شجاع الدولہ کا ارادہ یہ تھا کہ اگر روہیلے مدد کرین تو پھر انگریزون سے لڑون۔

میجر اسٹیبرٹ نے دو پلٹنون سے اودھ کی دار السلطنت پر قبضہ کر لیا اور اُس کے تمام اطراف و جوانب کا انتظام شروع کر دیا گو کورٹ ڈائرکٹر نے

کبھی یہ ارادہ نہین کیا کہ کسی رئیس یا نواب کے ملک پر قبضہ کرے مگر دشمنون نے انگریزی سلطنت کے قدم یہان جما دیے۔ فرانسیسون کے ساتھ لڑائی۔ سراج الدولہ والی مرشدآباد کی بے وفائی۔ شجاع الدولہ کی اولوالعزمی نے انگریزی کمپنی کی صورت اور حقیقت کو بدل دیا اور تاجر سے حاکم بنا دیا۔

راجہ جواہر سنگھ پسر سورج مل جاٹ والی بھرتپور کی نجیب الدولہ پر چڑھائی روہیلون کی نجیب الدولہ کی امداد مین کارروائی۔ شجاع الدولہ کا روہیلون کے پاس مدد حاصل کرنے کے لیے آنا۔ روہیلون کا کمک سے جان بچانا۔ آخرکار شجاع الدولہ کا انگریزون کی اطاعت قبول کر لینا

سنہ ۱۱۷۸ ہجری مطابق سنہ ۱۷۶۴ ء موافق سمبت ۱۸۲۱ بکرمی مین راجہ جواہر سنگھ پسر سورج مل جاٹ والی بھرتپور نے نجیب الدولہ سے اپنے باپ کا بدلہ لینے کی غرض سے دہلی پر عزیمت کی۔ چونکہ اُس زمانے مین سکھون کی فوج کی بہادری و جوانمردی کی شہرت تھی اسلیے جھیل سنگھ و چرسا سنگھ سکھ سردارون کو ۳۵ ہزار سوارون کی جمعیت سے فی سوار ایک روپیہ یومیہ پر طلب کیا اور شمرو فرانسیس کو جو اپنے آقاے قدیم کے ساتھ نمک حرامی کر کے علیحدہ ہوگیا تھا نوکر رکھا اور ملہار راؤ ہلکر کو شامل کیا اور نجیب الدولہ پر جو دہلی مین مقیم تھے۔

چڑھائی کی۔ غازی الدین خان عماد الملک بھی جواہر سنگھ کے ہمراہ تھے۔ نجیب الدولہ نے روہیلہ سرداروں کو مدد کرنے کے لیے تحریر کیا۔ اس لیے حافظ رحمت خان بریلی مین عنایت خان کو چھوڑ کر اور خود مع دوندے خان دبخشی سردار خان اور فتح خان خانسامان کے نواب سید فیض اللہ خان اور اُنکے بھائی سید محمد یار خان کے ہمراہ روہیلکھنڈ سے روانہ ہوے۔ مولوی قدرت اللہ نے جام جہان نما مین کہا ہے کہ یہ سرداران روہیلہ خود نجیب الدولہ کی کمک کی غرض سے چلے تھے۔ کسی مصلحت سے دارانگر مین قیام کر دیا۔ اور تین مہینے تک وہان پڑے رہے لیکن فرح بخش اور گلستان رحمت سے مستفاد ہوتا ہے کہ نجیب الدولہ کے ملک اور اُنکے متعلقین کی حفاظت کے لیے گئے تھے۔ دارانگر پہونچکر گنگا کے پل کی تیاری کا بندوبست کرنے لگے اور پانچ چھہ ہزار سواروں کو کشتی کے ذریعہ سے گنگا کو عبور کرا کے حکم دیا کہ سکھوں کی یورش کی نجیب الدولہ کے ملک مین روک تھام کرین۔ چنانچہ سکھون سے اور ان سوارون سے دو تین مرتبہ مقابلہ ہوا اور سکھون نے شکست پائی۔

جب ہلکر کے ذریعہ سے نجیب الدولہ اور جواہر سنگھ مین مصالحت ہوگئی اور نجیب الدولہ کی تحریر سرداران روہیلکھنڈ کے پاس صلح ہو جانے کی آپہونچی تو یہ سردار دارانگر سے معاودت کر کے حسن پور کو چلے گئے اور یہ ابھی یہان ٹھہرے ہوے تھے کہ شجاع الدولہ بکسر مین شکست پا کر بریلی آئے۔ عنایت خان نے شہر سے دور نکل کر استقبال کیا اور اُنکو بریلی مین لا کر بڑی

عزت کے ساتھ مہمانداری کی۔ منتخب العلوم اور عماد السعادت مین جو لکھا ہے
کہ شجاع الدولہ بکسر مین شکست پاکر عنایت خان کے ساتھ بریلی چلے گئے
یہ صحیح نہین کیونکہ عنایت خان بکسر کی جنگ مین شجاع الدولہ کے ساتھ نہ تھا
بکسر کی شکست سے پہلے بریلی کو لوٹ آیا تھا۔ غرضکہ شجاع الدولہ نے مدد کے
واسطے عنایت خان سے کہا اور اُسکو حافظ صاحب کے پاس حسن پور کو
روانہ کیا۔ عنایت خان نے پیشتر سے حسن پور پہونچکر بیان کیا کہ شجاع الدولہ
بریلی آئے ہین حسن پور آنے والے ہین۔ چنانچہ شجاع الدولہ نے اپنے اہل و
عیال کو سالار جنگ کے ہمراہ بریلی چھوڑا اور خود تمام خدم وحشم کے ساتھ
قصبۂ حسن پور[1] کو روانہ ہوے۔ روہیلہ سردارون نے دو کوس کے فاصلے سے
بڑے تپاک کے ساتھ اُنکا استقبال کیا اور اپنی فرودگاہ پر لیگئے اور بظاہر
ہر ایک نے اُنکی بخوبی تعظیم و تکریم کی اور پھر اُنکے ساتھ اپنی اپنی ریاستون کو
لوٹے۔ دوندے خان اور شجاع الدولہ بسولی کو چلے گئے۔ اور نواب سیّد
فیض اللہ خان رام پور کو اور حافظ رحمت خان بریلی کو اور صاحبزادہ سیّد محمد یار خان
اور سردار خان بخشی اور فتح خان خانسامان آنولے کو روانہ ہوے۔ شجاع الدولہ
نے راجہ بینی بہادر کو صلح کے پیغام کے لیے انگریزون کے پاس بھیجکر اتنی مہلت
حاصل کرلی کہ غازی الدین خان عماد الملک اور مرہٹون کے سردار ملہار راؤ
اور روہیلون سے کمک مل جائے اور نجیب الدولہ کو بھی کمک کے لیے لکھا
تھا مگر اُنھون نے جواہر سنگھ جاٹ کی مخالفت کا عذر کیا۔

---

[1] دیکھو گل رحمت و فرح بخش لیکن جام جہان نما مین لکھا ہے کہ سنبھل مین شجاع الدولہ سرداران روہیلہ سے ملے ۱۲

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ روہیلون مین سے سوا ے حافظ رحمت خان
کے کسی نے نواب شجاع الدولہ سے موافقت نہ کی اسلیے نواب شجاع الدولہ
یہان آکر خوش نہوسے بلکہ ہمیشہ خطرناک رہتے تھے کئی بار روہیلون نے چاہا
کہ اُنکو لوٹ لین لیکن اس وجہ سے کہ اب بھی ستر ہزار سپاہ اُنکے ہمراہ تھی کسی کی
ہمت نہ پڑتی تھی حافظ رحمت خان اس مشورے مین روہیلون کے شریک نہ تھے
یہ سارا فساد دوندے خان کا تھا جن کو حافظ رحمت خان منع کرتے رہتے تھے۔
ایک دن ایک روہیلے کی شجاع الدولہ کے ایک لشکری سے تکرار ہوگئی اُس
لشکری نے روہیلے کے کئی لکڑیان مارین روہیلے نے اپنی جمعیت مین پہونچکر
سارا حال بیان کیا تین ہزار کے قریب روہیلے جمع ہوگئے دوندے خان بھی
اُنکے شریک حال تھے دوندے خان اور سپاہ روہیلہ نے یہ چاہا کہ نواب
شجاع الدولہ پہ حملہ کرین۔ نواب شجاع الدولہ کو جب اس مشورے کا حال
معلوم ہوا تو اپنی فوج مین تیاری کا حکم دیدیا اس خیال سے کہ مبادا روہیلے
اُن کو غافل پاکر تباہ کردین۔ حافظ رحمت خان نے عنایت خان کو نواب
شجاع الدولہ کے پاس بھیجا اور آپ روہیلون کے جتھے مین جاکر اُنکو بہت کچھ
ملامت کی اور دوندے خان کو بھی سمجھایا اور سب کی کمرین کھلوائین پہر دن
چڑھے سے عصر تک یہی جھگڑا رہکر ختم ہوا۔

بعد اسکے حافظ رحمت خان نے شجاع الدولہ سے کہا کہ آپ کا یہان رہنا
مناسب نہین۔ آج مین نے اُن کو سمجھا دیا کل کو کیا ہوگا اِس سے بہتر یہ ہے
کہ آپ یہان سے فرخ آباد کی طرف تشریف لے چلین مین بھی آپ کے ساتھ

چلتا ہون (انتہے کلامہ) پھر مجھے تعجب ہے کہ آثرالامرا مین یہ کیون لکھا ہے کہ جب شجاع الدولہ نے بکسر کی شکست کے بعد حافظ رحمت خان کے پاس پناہ لی تو حافظ صاحب نے اُن کو طرح طرح سے خفت پہونچائی اور جو کچھ مال اُنکے پاس باقی تھا اُسکے چھین لینے کی فکر کی۔

جام جہان نما مین بیان کیا ہے کہ چونکہ انگریزون کی جلادت کا تمام مین شہرہ ہوگیا تھا اس لیے روہیلون نے وزیر کو مدد دینا قبول نہ کیا۔ فرح بخش مین مذکور ہے کہ شجاع الدولہ نے سرداران روہیلکھنڈ سے بہت کچھ چاہا کہ میرے مددگار بن کر انگریزون سے جنگ کرین سب نے جواب صاف دیا کہ انگریزون سے بے سبب لڑنا اور جھگڑا پیدا کرنا اور فتنۂ خوابیدہ کو جگانا عقل کے خلاف ہے ہم سے یہ نہو سکیگا مگر حافظ صاحب بہادر جو حلم وحیا اور مروت کے دریا تھے شجاع الدولہ کی خاطر سے اُن کے ہمراہ فرخ آباد کو روانہ ہوے حافظ صاحب نے شجاع الدولہ سے یہ کہدیا تھا کہ یہان کسی سے امید رفاقت کی نہین فرخ آباد مین چل کر جو کچھ آپکی مرضی ہوگی اُسکا انتظام کیا جائیگا نواب احمد خان بنگش بھی نہایت عقیل اور کارآزمودہ ہین اگرچہ نواب صفدر جنگ سے اور اُن سے صفائی نہ تھی اور آپ کے ساتھ بھی خط وکتابت نہین ہے لیکن جبکہ آپ وہان چلینگے تو یقین ہے کہ وہ آپ کے جانے کو فخر سمجھین گے اور اچھی طرح مہمانداری کرینگے اور عمدہ مشورے دینگے بلکہ عجب نہین کہ خود بھی اپنی سپاہ کے ساتھ شریک ہون اور عمادالملک بھی وہان موجود ہین وہ بھی شرکت کرین تو عجب نہین جب آرام کی جگہ

اور اطمینان کا مُنھ یہان نظر نہ آیا تو شجاع الدولہ نے اس مشورے کو پسند کیا اور فرخ آباد کو روانہ ہوے اور اپنے عیال و اطفال کو اپنے چچا شیر جنگ کے ہمراہ بریلی مین چھوڑ گئے۔ روہیلے شیر جنگ کے آدمیون کو رات دن لوٹتے کھسوٹتے اور دق کرتے رہتے تھے شجاع الدولہ فرخ آباد مین ان واقعات کو سُن سُن کر صبر کرتے تھے[۱] گزیٹیر وغیرہ مین لکھا ہے کہ بڑی بے دلی کے ساتھ حافظ رحمت خان نے تین ہزار روہیلون کو لیکر آگے سے کوچ کیا اُن کے پیچھے شجاع الدولہ روانہ ہوے[۲] اور دریاے گنگا کے کنارے ڈیرہ کیا۔ حافظ رحمت خان پہلے نواب احمد خان کے پاس گئے اور اُنکو بخوبی سمجھا کر استقبال کو لائے۔ نواب احمد خان گنگا پر کشتیون کا پُل تیار کرا کے دوسرے روز شجاع الدولہ کی ملاقات کو آئے۔ اور مہمانی کی رسم ادا کی اور بہت دلجوئی کی دوسرے روز شجاع الدولہ خود بھی احمد خان سے ملنے کو گئے اور جواہر اور کپڑے اور ہاتھی گھوڑا تواضع کیا۔ پھر دونون مل کر عماد الملک کے پاس گئے اُن کے پاس اس وقت ملک و مال کچھ نہ تھا۔ شجاع الدولہ سے عماد الملک نے پگڑی بدلی جب شجاع الدولہ نے احمد خان سے کمک کے لیے درخواست کی تو اُنھون نے عذر لنگ[۳] کیا۔

فرح بخش کے مؤلف کا بیان ہے کہ فرخ آباد مین نواب احمد خان اور عماد الملک اور نواب شجاع الدولہ اور حافظ صاحب کے مشورے ہوئے مگر آخر کار سواے حافظ صاحب کے کسی نے رفاقت نہ کی۔ اور ہمت بہادر اور

---

[۱] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲ [۲] دیکھو منتخب العلوم و عماد السعادت و قیصر التواریخ ۱۲

[۳] یعنی پوچ و ضعیف ۱۲

امرا[۱] اور گرگوشائیون نے بھی جو مدتون کے نمک خوار تھے نمک حرامی کرکے ترک رفاقت کی شمرو اور موشیر لاک فرانسیسیون کو شجاع الدولہ نے میر قاسم علی خان سے توڑ کر اپنے پاس بلا لیا تھا اور اُنکے ہاتھ سے اُنکے قدیمی آقا کو بہت مذلت پہونچوائی تھی اس کا بدلہ منتقم حقیقی نے یہ دیا کہ اس بُرے وقت مین اُنھون نے شجاع الدولہ کو بھی چھوڑ دیا بلکہ شمرو کا تو یہان تک ارادہ تھا کہ اُنکو لوٹ لے لیکن حافظ رحمت خان کی زجر و توبیخ سے اُسکا ارادۂ فاسد کارگر نہوا۔

شجاع الدولہ نے عماد الملک کی صلاح سے ملہار راؤ ہلکر کو تیس[۲] ہزار سوار کے ساتھ تیس ہزار روپے روز پر جیسا کہ تنقیح الاخبار مین بیان کیا ہے بلایا اور عماد السعادت مین لکھا ہے کہ ملہار راؤ کو پینتالیس ہزار سوارون کے ساتھ مالوے سے بلایا اُسنے شجاع الدولہ کی دعوت قبول کی اور عماد الملک بھی چند آدمیون کو ساتھ لیکر تماشائیون کی طرح ساتھ ہوے۔ شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خان اور عماد الملک گنگا کو عبور کرکے مشرق کی جانب روانہ ہوے اس عرصے مین ملہار راؤ آپہونچا اور وزیر اپنے لشکر اور مددگارون کو ساتھ لیکر کوڑہ جہان آباد کی طرف چلے گئے کرنیل کارنگ اور میجر فلپ سے ۳ مئی ۱۷۶۵ء کو کوڑے کے قریب خفیف سی لڑائی ہوئی۔ مرہٹے انگریزی توپون کے سامنے نہ ٹھہر سکے کوتون کی طرح اُڑ گئے عماد الملک بیچارے کیا کرتے وزیر کے پاس سپاہ تھی مگر بکسر کی شکست کا خوف اُس کے دل سے دور نہین ہوا تھا حافظ رحمت خان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا مگر

---

۱ دیکھو گل رحمت ۱۲ ۲ دیکھو فرح بخش ۱۲

گلستان رحمت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان اول شجاع الدولہ کے ساتھ میان دوآب تک گئے اور آخر کار امداد سے انکار کیا۔ لیکن اُس کی تحریر کا منشا حافظ صاحب کو شکست سے بچانے کا ہے۔ مآثر الامراسے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان دریاے گنگا کے کنارے متصل فرخ آباد تک شجاع الدولہ کے ہمراہ رہے اور نواب احمد خان کے ہان اُنکو پہونچا کر آپ اپنی ریاست کو لوٹ گئے۔ لیکن فرح بخش اور گل رحمت سے مستفاد ہوتا ہے کہ آخر تک حافظ رحمت خان وہان موجود رہے۔

الغرض شجاع الدولہ دوسری بار شکست کھاکر دریاے جمنا کو عبور کر کے قلعۂ کالپی مین پناہ گزین ہو گئے اور تمام کشتیون پر قبضہ کر لیا۔ انگریزی افسرون نے خیال کیا کہ وزیر تو قلعہ مین پناہ گزین ہو گئے ہین اور کشتیون پر قبضہ کر لیا ہے اب دریا سے کیسے اُتر سکتے ہین اور بغیر عبور کے لڑائی ممکن نہین آخر کار جُوار کے سینٹھون کے گٹھے جمع کر کے اور سن کے رسّون سے بندھوا کر اور سب کو جما کر اور دھان یعنی چانولون کے پرال کو ایک گز اُسپر بچھوا کر ایک دمدمہ اس طرح تیار کر لیا اور ایک توپ اور چند گولہ انداز اُسپر بٹھا کر قلعۂ کالپی پر گولہ باری کرائی وہ قلعہ کچھ ایسا مضبوط نہ تھا اسلیے شجاع الدولہ بے استقلال ہو کر وہان سے بھاگ کر پھر فرخ آباد مین پہونچے اور افاغنہ وغیرہ سے چارہ کاری کی جستجو کرنے لگے۔ ہر ایک صلاح دیتا تھا مگر چونکہ دلی بات کسی کی نہ تھی وزیر کے دل مین جمتی نہ تھی۔ آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان اور نواب احمد خان نے اُنکو صلح کی ترغیب دی۔ نواب

احمد خان نے جو طول طویل تقریر شجاع الدولہ سے انگریزون کے ساتھ مصالحت کرنے اور اُن سے ترک عداوت کے باب مین کی تھی وہ کتاب سیر المتاخرین مین درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”تم انگریزون کے پاس تنہا چلے جاؤ اُنکے سارے کام عقل و جوانمردی کے ساتھ ہین یقین ہے کہ تمسے کچھ دغا نہ کرینگے اور تمھارے اکرام و احترام مین سعی کرینگے۔ یہ روہیلے تمکو توقع رفاقت مین رکھین گے اور کچھ نہ کرینگے یون ہی مضحکہ اڑائینگے“ یہ بات شجاع الدولہ کی بھی سمجھ مین آگئی۔ اور حافظ رحمت خان نے اپنی طرف سے منشی ٹیک چند کو پانسو سوارون کے ہمراہ شجاع الدولہ کے ساتھ کرکے بطور سفارت کے انگریزون کے پاس بھیجا۔

شجاع الدولہ ۹ رمئی ۱۷۶۵ء کو دس بارہ سوار ساتھ لیکر کارنگ صاحب کے لشکر مین پہونچ گئے۔ صاحب مذکور نے استقبال کیا اور شجاع الدولہ نے بھی پالکی سے اُتر کر اُن سے معانقہ کیا۔ اور صاحب کے خیمے مین آئے۔ اُنھون نے اور شتاب رائے نے نذر پیش کی اور مہمانداری اور ضیافت کے تمام لوازمات ادا کیے۔ ۲۰ر اگست کو شجاع الدولہ کے ساتھ مجلس منعقد ہوئی۔ شجاع الدولہ کا اقتدار و اعتبار بالکل جاتا رہا تھا۔ انگریزون کے اختیار مین تھا کہ اُنکی ساری ریاست اور ملک کو خود چھین لیتے۔ یا اُن کو جن شرائط پر چاہتے ملک دیتے۔ لیکن وہ ایسے ہمایون بخت تھے کہ اُنکی ریاست گئی گنوائی قائم رہی۔ اُنھون نے انگریزون کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس فیاضی کی تعریف کی کہ اس قدر ملک اُنکو عطا ہوتا ہے۔ بنا بر مصالحہ ان امور پر قرار پائی کہ شجاع الدولہ اپنے ملک پر جو اُنکے قبضے مین پیشتر تھا فرمانروائی

کرین۔ فقط آلہ آباد اور کوڑے کے اضلاع بادشاہ کو مدد معاش کے لیے دیدینے چاہئیں۔ پچاس لاکھ روپے اخراجات جنگ کے عوض مین شجاع الدولہ انگریزون کو بارہ مہینے مین ادا کرین اور نصف اس وقت نقد دین۔ یہ عہد وپیمان بھی ٹھہرے کہ آپس مین ہم ایک دوسرے کے دوست اور دشمن کو دوست اور دشمن سمجھین اور کسی پر اگر دشمن کا زور آن کر پڑے تو دوسرا اُسکی اعانت کرے اور جو فوج اعانت مین طلب کرے اُسکے مصارف کے واسطے صاحب فوج کو روپیہ دے۔ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کو صلح ہوجانے کے مضمون کا خط ٹیک چند کے ہاتھ بھیجا اور اپنے قبائل کو طلب کیا حافظ صاحب نے جو فرخ آباد مین مقیم تھے عامل بریلی کو لکھا کہ تم سامان سفر کا بندوبست کر کے حفاظت کے ساتھ اودھ کو بھیجدو چنانچہ شجاع الدولہ کے اہل وعیال بریلی سے اختیار خان عامل کرور کی حفاظت مین لکھنو کو بھیجے گئے۔

ملہار راؤ کا پھپوند کو محاصرہ کرلینا۔ حافظ صاحب کا اُسکے مقابلے کے لیے فرخ آباد سے روانہ ہونا ملہار راؤ کا محاصرہ اُٹھا لینا اور دوسرے واقعات وانتظامات

ابھی حافظ صاحب فرخ آباد سے روانہ نہونے پائے تھے کہ یکایک خبر پہونچی کہ ملہار راؤ اٹاوے کی طرف گیا ہے۔ اُسنے پھپوند پہونچکر محمد حسن خان ابن مُلّا محسن خان سے جنگ کا کھیت ڈالدیا۔ مرہٹون سے محمد حسن خان کی

فوج کا بڑا کشت و خون ہوا۔ اُن کے آدمی بھی خوب جان توڑ کر لڑے اور وہ بھی سمجھے ہوے تھے کہ مرہٹے وال خورون کے سامنے سے بھاگے تو کالا منھ لیکر جاوینگے اُدھر سے مرہٹون کو بھی اپنے نام کی لاج تھی خوب بڑھ بڑھ کر تلوارین مارین اور ایسے جوش دکھائے کہ آخر وال نے گوشت کو دبا لیا اور روہیلے محصور ہو گئے۔ حافظ صاحب بھی جلدی سے روانہ ہو کر شمشیر گنج پہونچگئے یہان پہونچکر معلوم ہوا کہ محمد حسن خان کا محاصرہ بھپوند مین ملہار راؤ نے کر لیا ہے۔ اور شیخ کبیر اٹاوے سے اُنکی مدد کو چلے ہین۔ حافظ رحمت خان سوارون کی فوج اپنے ساتھ لے کر بھپوند کی طرف جلدی سے بڑھے اور دو پہر مین چونتیس[۳۴] کوس چل کر بھپوند مین داخل ہو گئے ملہار راؤ اُنکی روانگی کا حال سُنکر پہلے سے بھپوند کا محاصرہ اُٹھا کر جمنا کو اُتر گیا تھا حافظ رحمت خان نے چند روز یہان مقام کیا اور موضع ایلہ کے سرکشون کا قتل عام کرا کے باقی رعایا کو مطیع کیا اور بھپوند کی خدمت جمشان خان کے سپرد کی اور اوریا کی خدمت پر محمد حسن خان کو مقرر کیا اور اٹاوے مین شیخ کبیر کو چھوڑ کر برسات کے شروع ہونے سے قبل روہیلکھنڈ کو لوٹ آئے۔

سنہ ۱۱۸۳ ہجری مطابق سنہ ۱۷۶۹ع مین حافظ صاحب نے اُن سوداگرون سے جو اُنکے ملک سے ہو کر گذرتے تھے محصول لینا موقوف کر دیا۔ کئی اہلکارون نے عرض کیا کہ اس مین کئی لاکھ روپے کا نقصان ہوگا حافظ صاحب نے فرمایا کہ ہمنے عمداً اس دنیوی نقصان کو اجر اُخروی کے لیے قبول کیا ہے۔

پیلی بھیت کی کچی شہر پناہ کو تڑوا کر پختہ دیوار بنوائی جس کا دور

اڑھائی میل کے قریب تھا اسی زمانے مین حافظ صاحب دھالی کی طرف جو گنگا کے کنارے واقع ہے دورے کو گئے اور یہان سے ایک جامع مسجد اور ایک حویلی اور بازار اور خام قلعہ کی جلال آباد مین تیاری کے لیے حکم صادر کیا اور ایک مہینے تک گنگا کے کنارے مقیم رہے۔

حافظ رحمت خان کا کوڑے کو حسب الطلب شاہ عالم بادشاہ کے جانا ملا محسن خان کی وفات۔ اور دوسرے واقعات

سنہ ۱۱۸۵ہجری مین شاہ عالم کوڑے کو گئے اور وہان سے امرا اور سردارون کے حاضر ہونے کے لیے فرمان جاری کیے تو حافظ رحمت خان بھی حسب الطلب روانہ ہوے اور گنگا کو عبور کر کے فتح گڑھ مین مقام کیا۔ نواب احمد خان بنگش یہ خبر سنکر جریدہ ملاقات کو آئے اور ضیافت بھیجی دوسرے دن حافظ صاحب بازدید کے لیے احمد خان کے یہان گئے۔ کئی دن فتح گڑھ مین قیام ہوا پھر کوڑے کو روانہ ہوے کیونکہ شاہ عالم یہین مقیم تھے۔ جب حافظ صاحب کوڑے کے قریب پہونچے تو بادشاہ نے منیر الدولہ اور ذوالفقار الدولہ نجف خان اور کرنیل مارکر کو استقبال کی غرض سے بھیجا ان سردارون نے ایک کوس نکل کر پیشوائی کی اور حافظ صاحب کے خیمے مین اُترے اور پہر بھر تک بات چیت کر کے رخصت ہو گئے۔ دوسرے روز حافظ رحمت خان

ـــــــــــــــــــ

لـ۵ دیکھو تنقیح الاخبار ۱۲

بادشاہ کے لشکر کو روانہ ہوے اور بادشاہ کے سلام سے باریاب ہوے بادشاہ نے اُنکی عزت افزائی کی اور وکالت مطلق کا خلعت جس منصب پر قدیم سے مقرر تھے اپنی طرف سے بخشا۔ دوسری ملازمت مین حافظ رحمت خان کے تین بیٹے ارادت خان۔ حافظ محمد یار خان۔ اور غلام مصطفےٰ خان بھی ہمراہ تھے انکو بھی بادشاہ نے خلعت دیے۔ اور مستقیم خان اور فتح خان اور عبدالستار خان کو بھی بادشاہ نے خلعت عطا کیے۔

گل رحمت کے مؤلف کے باپ نے جس کا نام محمد یار خان ہے اسی زمانے مین کلام مجید کے حفظ سے فراغت پائی تھی۔ بادشاہ نے اُسے تسبیح خانے مین بُلا کر بٹھا کر پانچ آیتین سُنین اور ایک فیل کا پاٹھا عنایت کرکے فرمایا کہ تمکو منصب و خطاب بھی دینگے چنانچہ حافظ محمد یار خان تھوڑے دنون کے بعد اپنے وکیل کی معرفت حصول منصب و خطاب کے لیے بادشاہ کی خدمت مین پیش ہوا اور معمولی نذرانہ پیش کرکے اُس اعزاز کا خواستگار ہوا بادشاہ کے حکم سے اہلکارون نے منصب پنجہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا اور پالکی جھالردار اور خطاب معظم الدولہ حشمت جنگ کی یادداشت لکھ کر حوالہ کی۔ جب یہ یادداشت پہونچی تو حافظ صاحب نے ڈیڑھ ہزار سوار و پیادون کا رسالہ محمد یار خان کے سپرد کر دیا۔ جب بادشاہ نے ۱۱۷۴ہجری مین الہ آباد کو معاودت کی تو حافظ رحمت خان نے کوڑے سے رخصت پائی اور اُن کو خلعت و شمشیر اور گھوڑا اور ہاتھی بادشاہ نے عطا کیا۔

حافظ صاحب روہیلکھنڈ کو چلے آئے جب بریلی پہونچے تو

ملا محسن خان امان زئی نے انتقال کیا۔ حافظ صاحب نے اُنکے عہدے پر اُنکے بیٹے حسن خان کو رسالدار اور جاگیر کا مالک کر دیا۔ یہ محسن خان آغاز سنِ شباب میں روہ سے ہندوستان میں آئے تھے اور مدت تک طالب علمی کرتے رہے حصول علم کے بعد نواب سید علی محمد خان کی سرکار میں عہدہ پایا۔ نواب نے ان میں قابلیت دیکھی اور اخلاص کی صفتیں پائیں اور کوئی کوئی خدمت بھی ان سے اچھی بن آئی چنانچہ بدترین درجۂ فقر و طالب علمی سے عرش المراتب سرداری تک جلد ترقی کر گئے نواب سید علی محمد خان کے انتقال کے بعد حافظ رحمت خان نے اپنی سرکار میں لے لیا۔

حافظ رحمت خان نے پیلی بھیت پہونچکر ۱۱۸۱ ہجری میں ایک عظیم الشان جامع مسجد دہلی کی جامع مسجد کے نقشے کے مطابق تعمیر کرائی جو حافظ صاحب کے محلات کے قریب ساگرتال پر بنائی گئی۔ تین لاکھ اور کئی ہزار روپے اُس کی تیاری میں صرف ہوئے یہ مسجد دہلی کی مسجد سے کسی قدر چھوٹی ہے اور اینٹ کی چُنائی ہے۔

مرہٹون کی ہندوستان کی طرف آمد اور روہیلونکے ملک میانۂ دوآبۂ گنگا و جمنا پر حملہ۔ روہیلونکا اُنکے مقابلے کے لیے جانا مگر کامیاب نہونا آخرکار اٹاوہ اور شکوہ آباد سے روہیلون کی حکومت کا اُٹھ جانا

سنہ ۱۷۶۱ء مطابق ۱۱۷۴ہجری میں پانی پت کے مقام پر شاہ ابدالی سے

مرہٹون نے شکست عظیم پائی تھی۔ اور مدت تک وہ خانگی جھگڑون اور نربدا کے جنوب مین لڑائی مین مصروف رہے اسلیے آٹھ سال سے زائد تک اضلاع شمالی اُنکی پائمالی سے محفوظ رہے اور فقط ۱۷۶۴ء مین تھوڑے عرصے کے واسطے جواہر سنگھ والی بھرت پور کے ساتھ دہلی مین یا ۱۷۶۵ء مین شجاع الدولہ کے ساتھ جنگ کوڑہ مین یا کچھ دنون کے بعد بھپوند مین تو البتہ مرہٹے معلوم ہوتے تھے لیکن ۱۷۶۹ء مطابق ۱۱۸۳ ہجری مین نرائن راؤ پسر بالاجی راؤ ولد باجی راؤ پیشوا کی فوج تعدادی پچاس ہزار اور بقولے ایک لاکھ دریاے چنبل کے پار ہوئی۔ یہ فوج زیر حکم بیساجی (یا بسواجی) پیشوا اور رام چند گنیش اور تکو ہلکر اور مادھوجی عرف مہاجی (یا مہاجیت) سیندھیا کے تھی۔ اس فوج نے پہلے راجگان راجپوتانہ سے بقایا زر چوتھ وصول کیا۔ بعد ازان سمت ۱۸۲۶[1] بکرمی مین بھرت پور کے قریب اُنسے اور جاٹ راجاؤن سے ایک جنگ ہوئی جس مین مرہٹے فتحیاب ہوے اور ستر لاکھ روپے پر معاملہ طے ہوا جس کے عوض مین زر تحصیل جمنا پار کے علاقون کا بھرت پور والون نے مرہٹون کو دیدیا۔

بعد اسکے مرہٹے دلی کی جانب بڑھے اور نجیب الدولہ نے اس خیال سے کہ اگر مرہٹے دلی مین آئے تو خرابی پیدا کرینگے زمانہ سازی کی راہ سے اپنی فوج لیکر اُنسے دو آبے مین ملاقات کرکے صلح کر لی اور اُنکی توجہ دہلی کی طرف سے ہٹانے کے لیے اُنکو یہ مشورہ دیا کہ جواہر سنگھ ولد سورج مل جاٹ والی بھرتپور کا ملک فتح کرنا چاہیے اور اول یہ تجویز کی کہ ہم دونون کی فوجین متفق ہوکر

---

[1] وقایع راجپوتانہ ۱۲

- فرخ آباد مین کوچ کرین - ابتداے ۱۱۷۴ھ ہجری مطابق ۱۷۶۰ء عیسوی مین
نجیب الدولہ دہلی سے روانہ ہوے اور سرداران روہیلکھنڈ کو بھی لکھا کہ
مرہٹون کی شرکت کرنی چاہیے -
نواب سید فیض اللہ خان - حافظ رحمت خان - دوندے خان - سید
محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان - سردار خان بخشی اور فتح خان خانسامان
یہ سنکر کہ مہاجی سیندھیا جریدہ گنگا کے نہان کے لیے ادھر آرہا ہے اُس کی
ملاقات کے لیے اپنی اپنی ریاستون سے کوچ کرکے سہسوان کے گھاٹ پر
پہونچے اور کچھ دنون اُسکی ملاقات کے انتظار مین ٹھہرے رہے جب یہ معلوم
ہوا کہ یہ خبر واہی تھی تو دوندے خان نے مشورے کے وقت بآواز بلند
کہا کہ مجھ مین مرہٹون کے مقابلے کی تاب و طاقت نہین - اگر وہ شکوہ آباد
اپنی مرضی سے چھوڑ دین تو مین اُسپر قبضہ رکھونگا ورنہ مین دست بردار ہون
اور سہسوان سے کوچ کرکے بسولی کو چلے گئے کیونکہ اُن کا دل ٹوٹ گیا
اور شکست کی بدنامی کو غنیمت سمجھے - حافظ رحمت خان نے کہا کہ جب تک
حیات باقی ہے مین محالات چکلۂ اٹادہ اور پھپوند کو نہ چھوڑونگا اس عرصے
مین نایاب خان اور محمد عاقل خان نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد کی
طرف سے مقام سہسوان مین آئے اور یہ پیغام لائے کہ مرہٹون نے ادھر
یورش کی ہے - بہتر یہ ہے کہ ہم اور آپ متفق ہوکر اُن سے جنگ کرین
اب توقف کرنا مناسب نہین -
جب حافظ صاحب کو یہ خبر پہونچ گئی کہ مرہٹون اور نجیب الدولہ کی

فوجین جمنا کو عبور کر گئین تو حافظ صاحب نے یہ تمام باتین نواب سید فیض اللہ خان سے بیان کین اور کہا کہ اب ہمکو نواب احمد خان کی مدد کے لیے روانہ ہونا مناسب ہے گو نواب موصوف کا کوئی علاقہ گنگا کے پار نہ تھا مگر حافظ صاحب کی خاطر سے عین شدت[1] بارش مین سہسوان سے کوچ کر کے فرخ آباد کی طرف روانہ ہوے - قادر چوک تک پہونچے تھے کہ یہان خبر ملی کہ نجیب الدولہ تپ محرقہ مین علیل ہو کر کوئل مین مرہٹون کے لشکر سے رخصت ہو کر دہلی کو لوٹ گئے راستے مین ضلع میرٹھ مین ہاپڑ کے مقام پر اکتوبر ۱۷۷۰ء مین اس جہان سے رحلت کی - اُنکے بڑے بیٹے ضابطہ خان مرہٹون کے لشکر مین ہین اس خبر کو سُن کر حافظ صاحب نے قادر چوک مین توقف کیا اور عبد الستار خان اور سید احمد وغیرہ رسالہ دارون کو پندرہ ہزار فوج کے ساتھ احمد خان کی کمک کے لیے روانہ کیا - گزیٹیر مین لکھا ہے کہ یہ تمام روہیلے راستے مین کسی بات پر ناراض ہو کر باغی ہو گئے -

نجیب الدولہ کے بیٹے ضابطہ خان بادشاہ کی جانب سے مرہٹون کے کمپو مین وکیل مقرر کیے گئے تھے جب اُن کو باپ کے مرنے کی خبر پہونچی تو اُنھون نے مرہٹون سے رخصت چاہی مرہٹون نے نہ چھوڑا ضابطہ خان نے حافظ الملک کو لکھا کہ جو کچھ نجیب الدولہ نے اس کام مین سوچا تھا مین اُس سے منفعل ہون اور مجبوراً مرہٹون کے پاس ہون - بہتیرا اُنسے رخصت چاہتا ہون تاکہ اپنے باپ کے ملک کو چلا جاؤن وہ نہین چھوڑتے - آپ جلدی

[1] دیکھو فرح بخش ۱۲

فرخ آباد پہونچ کر احمد خان بنگش سے مرہٹون کی صلح کرادیجیے امید کہ اس تقریب سے میری مخلصی بھی ہوجائیگی۔ جب حافظ صاحب کو یہ خبر پہونچی کہ مرہٹے پٹیالی تک آپہونچے ہین جو فرخ آباد سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے تو حافظ صاحب خود فرخ آباد کو بڑھے اور گنگا کے نیچے نیچے پھرتے ہوے گنگا کے مشرقی کنارے پر فتح گڑھ کے مقابل اپنے ملک کی سرحد پر خیمہ زن ہوے بخشی سردار خان بھی سہسوان سے آنولے کو چلے گئے تھے نواب احمد خان اُس وقت نابینا ہوگئے تھے اسلیے وہ خود نہ آسکے مگر چند معتمد اور ضیافت بھیجی۔ پھر حافظ رحمت خان اور نواب سید فیض اللہ خان اور نواب احمد خان مین مشورہ ہو کر ایک پل کشتیون کا دریاے گنگا پر بننے لگا اور کشتی کے ذریعہ سے حافظ صاحب نے جریدہ گنگا کو عبور کیا اور فرخ آباد پہونچے اور احمد خان کی تسلی کر کے لوٹ آئے اور بیس ہزار سوار و پیادے دریاے گنگا کے پار بھیجے یہ سپاہ فتح گڑھ اور فرخ آباد کے درمیان مین مقیم ہوئی۔ اور مورچے بنائے اور مرہٹون سے کبھی کبھی جنگ قراولی ہوتی رہی اور ہراول سے ہراول ٹکر کھاتا رہا۔ نواب احمد خان کی صلاح سے حافظ رحمت خان نے اپنے بھانجے خان محمد خان کو مرہٹون کے لشکر مین سفارت صلح کے لیے بھیجا جو تکو کے ڈیرے پر پہونچا اور نواب ضابطہ خان کے چھڑانے اور احمد خان کے ملک سے مرہٹون کے چلے جانے کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ مرہٹون نے اٹاوہ اور شکوہ آباد مانگا۔ یہ دونون مقام فرخ آباد مین شامل تھے اور ۱۷۵۲ء سے مرہٹون کے پاس اُن روپون کی بابت جو صفدر جنگ کے

ذمّے اُن کا تھا مکفول کیے گئے تھے اور یہ قرض بعوض اُس نوکری کے تھا۔ جو مرہٹون نے نواب احمد خان کے مقابلے پر فوج کشی کے زمانے مین کی تھی اور باراس قرضے کا خرچۂ جنگ کے طور پر احمد خان بنگش کے دوش پر ڈالا گیا تھا۔ پانی پت کی لڑائی کے بعد سے یہ مقامات حافظ رحمت خان اور دوندے خان کے قبضے مین آ گئے تھے تو ہمیشہ کے واسطے ملک فرخ آباد سے نکل گئے تھے۔ مرہٹون نے کہا کہ جبتک یہ دونون علاقے ہم کو نہ دیے جائینگے ہم صلح نہین کرینگے اور نہ ضابطہ خان کو رخصت کرینگے خان محمد خان یہ جواب سن کر ضابطہ خان کے معتمد چیت رام کے ہمراہ واپس آیا اور حافظ صاحب سے مرہٹون کا جواب بیان کیا۔ چیت رام نے ضابطہ خان کی طرف سے حافظ صاحب سے کہا کہ اگر آپ مرہٹہ سرداروں کو آمادہ دینے کے لطائف الحیل مین رکھکر مجھکو رخصت کرا دین تو بڑا احسان ہو۔ حافظ رحمت خان نے اُنکی استدعا کے بموجب خان محمد خان کو پھر مرہٹون کے لشکر مین بھیجا جس نے طول طویل گفتگو کے بعد نواب ضابطہ خان کے رخصت کر دینے پر مرہٹون کو کسی قدر آمادہ کر لیا۔ ابھی اُنھون نے صریح اجازت نہین دی تھی کہ اس عرصے مین نجیب الدولہ کی تمام فوجین نجیب آباد اور غوث گڑھ سے ضابطہ خان کی مطلوبہ آ پہونچین اور اس علاقے مین مرہٹون کے لشکر سے دس کوس کے فاصلے پر مقام کیا۔ ضابطہ خان اپنی سپاہ کی آمد کا حال سنکر پچھلی رات کے وقت لشکر مرہٹہ سے جریدہ اور خفیہ نکلے اور اپنی فوج سے جا ملے۔ خان محمد خان جو اُن کے ہمراہ تھا اُسکو راستے سے حافظ صاحب کے

پاس رخصت کر دیا۔ ضابطہ خان نجیب آباد کو چلے گئے اور مرہٹون کو یہ ثابت ہوا کہ ضابطہ خان نے یہ کام حافظ صاحب کے ایما سے کیا ہے اور اس غصے کی وجہ سے حافظ صاحب کی فوج سے جو فرخ آباد کے متصل پڑی ہوئی تھی جنگ قراولی شروع کر دی اس فوج مین حافظ صاحب کے ایسے افسر تھے جو ناتجربہ کار تھے عمدہ اور تجربہ کار افسر یہان موجود نہ تھے جو افسر موجود تھے وہ عیاشی اور آرام طلبی کی وجہ سے لڑائی مین تن دہی نہین کرتے تھے اسلیے حافظ صاحب کی فوج مغلوب ہونے لگی اور مرہٹون کے مقابلے مین اپنی جگہ جی چرانے لگی ایک دوسرے کا مُنھ دیکھتا تھا حافظ صاحب یہ حالات معلوم کر کے گنگا کے کنارے سے خود کوچ کر کے فتح گڑھ کو چلے گئے۔ مرہٹے حافظ صاحب کی توجہ اُدھر مصروف دیکھ کر نواب احمد خان کے مُلک سے اُٹھ کر اٹاوے کی طرف چلے گئے۔ خاک ہند کو انسان کے بے ہمت بے حوصلہ کام چور بفت خور آرام طلب بنانے مین کیمیائی تاثیر ہے روہیلے اگرچہ افغانستانی تھے مگر ہندوستان مین رہنے سے ان مین اتنی کم ہمتی آگئی تھی کہ مرہٹون کے مقابلے مین جی چُراتے تھے حافظ صاحب اپنی سپاہ کی بُزدلی کی وجہ سے اُن کا تعاقب نہ کر سکے فتح گڑھ ہی مین پڑے رہے مرہٹون کے تھانے حافظ صاحب کے علاقے مین قائم ہو گئے۔ ایک دن حافظ صاحب نے عبدالستار خان اور سید احمد شاہ اور مولوی غلام جیلانی خان اور شاہ اشرف خان وغیرہ افسرون کو اپنی فوج مین سے منتخب کر کے مرہٹون کے ایک تھانے پر جو جلال آباد مین تھا حملہ کرنے کا حکم دیا باوجودیکہ مرہٹے تھوڑے سے تھے

مگر حافظ رحمت خان کے سوار پسپا ہو گئے۔ مرہٹون نے قلعہ اٹاوہ کا بھی محاصرہ کر لیا جہان کے قلعہ دار شیخ کبیر تھے۔ حافظ صاحب نے عنایت خان کو انتظام کے لیے بریلی سے طلب کیا۔ اس عرصے مین دوندے خان کا خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ اٹاوے کی طرف مرہٹون کا تعاقب کرنا مناسب نہین وہ ملک ہماری ریاستون سے دور ہے اُس پر قبضہ قائم رکھ سکنا مشکل ہے۔ مین تو شکوہ آباد سے دست بردار ہوا آپ اٹاوہ چھوڑ دیجیے اور مرہٹون سے لڑنے کے لیے سپاہ روانہ نہ کیجیے حافظ رحمت خان کے افسران ہمراہی جو لڑائی سے دل ہارے ہوے تھے اُنھون نے دوندے خان کی راے کی تائید کی۔ مگر عنایت خان کسی طرح اِس صلح پر راضی نہ تھا اور کہتا تھا کہ یہ مہم آپ میرے تفویض کیجیے۔ حافظ رحمت خان نے کہا کہ سپاہ ہمراہی پر اعتبار نہین ہے مجھے یقین ہے کہ لڑائی کے وقت یہ لوگ تجھے تنہا چھوڑ دینگے۔ عنایت خان نے جب حافظ صاحب کا پورا پورا امیلان صلح کی طرف پایا تو ناخوش ہوکر بریلی کو چلا گیا۔

حق یہ ہے کہ اگر لشکر روہیلہ کے لوگ حواس درست رکھتے یا حافظ صاحب کو خدا توفیق دیتا کہ اپنی باگ روک کر کھڑے ہو جاتے تو اُن لٹیرون کا مار لینا اور ہٹا دینا کچھ بڑی بات نہ تھی۔

حافظ صاحب نے اپنے افسرون کی صلاح سے مرہٹون کے وکیلون سے کہا کہ تم اپنے سردارون سے کہدو کہ وہ صلح نامہ لکھ کر اور اُسپر اپنی مُہر لگا کر شیخ کبیر کے حوالے کر دین اور اٹاوے پر قبضہ کر لین اور حافظ صاحب نے

اپنی طرف سے شیخ کبیر کو لکھ بھیجا کہ مرہٹون سے عہد نامہ لیکر قلعہ اُنکے حوالے کر دو اور تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ ابھی یہ تحریر شیخ کبیر اور مرہٹون کے پاس نہ پہونچی تھی کہ مرہٹون نے قلعۂ اٹاوہ کے پاس پہونچکر لڑائی شروع کر دی۔ شیخ کبیر مورچے قلعہ کے باہر بنوا کر مرہٹون سے مقابلہ کرنے لگے چار دن لڑائی رہی ہر بار مرہٹے چھاتی پر دھکا کھا کر اُلٹے پھرے شیخ کبیر بڑے زور شور سے جواب دے رہا تھا اور بار بار مرہٹون کا منھ پھیر دیتا تھا مرہٹون نے جب سمجھ لیا کہ یہ قلعہ بزور شمشیر فتح نہین ہوسکتا تو شیخ کبیر کے پاس وکیل بھیج کر پیام دیا کہ حافظ صاحب نے ہمکو اٹاوہ اور شکوہ آباد دینے پر صلح کر لی ہے یقین ہے کہ تمکو بھی اُنکا حکم پہونچا ہوگا پھر اُنکے حکم کی تعمیل کیون نہین کرتے شیخ کبیر نے جواب دیا کہ بیشک اُنکا حکم مجھکو پہونچا ہے لیکن چونکہ تم بزور قلعہ کو لینا چاہتے ہو اسلیے مین مقابلہ کرتا ہون۔ اب اگر معاملے کے ساتھ لینا منظور ہے تو مضائقہ نہین۔ ایسا کرو کہ صلح نامہ اپنی مُہرون سے مرتب کر کے میرے پاس بھیجدو اور جس قدر غلہ وغیرہ سامان قلعہ مین موجود ہے اُس کی قیمت میرے پاس پہونچا دو اُس وقت قلعہ تمھارے حوالے کر دونگا چنانچہ بہت سی گفتگو کے بعد ایک لاکھ روپے قیمت رسد کی بابت اور صلح نامہ مرہٹون نے شیخ کبیر کے پاس بھیجدیا بعد اسکے شیخ کبیر نے وہ قلعہ خالی کر دیا اور قلعہ سے تین کوس پر ڈیرے کر دیے۔

دوسرے دن مہاجی سیندھیا کے دادا دادا بھرجی اور اُس کے وکیل چمن بیگ کو ہمراہ لے کر شیخ کبیر حافظ صاحب کے پاس جا پہونچے اور بھرجی

اور چمن بیگ کی اُن سے ملاقات کرائی۔ اُنھون نے صلحنامہ مہاجی سیندھیا اور تکو ملکر اور رام چند رگنیش کا حافظ صاحب کی خدمت مین پیش کیا اور صلح مستحکم ہو گئی حافظ صاحب نے خلعت اور اسپ اُن دونون سردارون کو مرحمت کیے اور تھوڑے دنون کے بعد اُن کو رخصت کر دیا۔ شیخ کبیر نے حافظ صاحب سے صاف طور پر کہدیا کہ مرہٹون کی بہت کثرت ہے کسی طرح اُن سے مقابلہ ممکن نہین بہتر یہ ہے کہ گنگا پار کے علاقے سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ حافظ صاحب نے نواب سید فیض اللہ خان سے کہا کہ مرہٹون کی فوج وہ کثرت سے ہے اور ہماری سپاہ کی بے دلی اور نا فرمان برداری کی یہ حالت ہے اس صورت مین جنگ مین عہدہ برآ ہونا معلوم اس لیے ہم محالات چکلہ اٹاوہ سے دست بردار ہوتے ہین۔ پس نواب سید فیض اللہ خان اور صاحبزادہ سید محمد یار خان اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان خلف نواب سید عبد اللہ خان اور حافظ رحمت خان نے آٹھ مہینے کے بعد وہان سے کوچ کیا۔ اور مئی ۱۷۷۰ء مین اپنی اپنی ریاستون مین داخل ہو گئے اور فتح خان اور سردار خان جو اُسیت مین تھے وہ بھی وہان سے چلکر اپنے اپنے مقامات مین آ گئے۔ مگر حافظ رحمت خان دوندے خان کی علالت کا حال سنکر اُنکی عیادت کے لیے بسولی کی طرف چلے ابھی راہ مین تھے کہ اُنکا انتقال ہو گیا

دوندے خان صاحب کا انتقال

روہیلون کی پارٹی کو نجیب الدولہ کے انتقال سے تو ایک صدمہ

پہونچا تھا دوسرا صدمہ یہ پہونچا کہ ایک اور رکن اُن مین سے یعنی عزت الدولہ دلاور الملک دوندے خان بہادر بہرام جنگ ۲ محرم ۱۱۸۵ ہجری کو عارضۂ صرع سے رہگراے ملک آخرت ہوے۔ جام جہان نما اور اخبار حسن مین سال وفات یہی لکھا ہے اور عماد السعادت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۸۴ ہجری مین دوندے خان نے رحلت کی بہر صورت اُنکی وفات نجیب خان کی وفات کے بعد ہوئی ہے ستر برس کی اور بعض کے نزدیک سرسٹھ برس کی عمر پائی۔ خاک روہ سے اُٹھ کر شجاعت کا نام روشن کردیا جس بہادری اور بے جگری سے اُنھون نے تلوارین مارین لکھتے ہوے قلم کا سینہ پھٹا جاتا ہے۔

حسن خان ابن محمود خان ابن شہاب الدین خان کے بیٹے تھے قوم کے بڑیچ تھے ۱۱۱۰ ہجری مین پیدا ہوے تھے۔ اخبار حسن مین لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خان کی دولت کے آغاز مین ملک کٹھیر مین آئے اور منتخب العلوم سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد خان کی رفاقت مین موجود تھے اور جب راجہ کمایون نے داؤد خان کو مرواڈالا تو یہ نواب سید علی محمد خان کو ہمراہ لے کر نواب عظمت اللہ خان فاروقی کے پاس چلے آئے نواب سید علی محمد خان انکی بہت عزت کرتے تھے۔ انکی جوانمردی سے بہت سے کام ظہور مین آئے۔ مزار انکا بسولی مین ہے یہ شخص روہیلون مین نہایت باوقار صاحب تمکین تھے مزاج ان کا بہت مستقیم تھا عہد کے بڑے پابند تھے۔ انکے مرتے ہی روہیلون کے اعتبار کا پردہ چاک ہوگیا اور روز بروز اُنکی دولت و قوت مین سستی پیدا ہونے لگی۔ تین بیٹے جوان چھوڑے۔

محب اللہ خان عظیم اللہ خان ۔ فتح اللہ خان ۔ کچھ دنون بھائیون مین
ملک و مال اور توپخانے کی تقسیم کی بابت تنازع رہا ۔ اخبار حسن مین لکھا ہے
کہ حافظ رحمت خان نے دوندے خان کے تمام ملک و مال کو مساوی تین
حصون پر تقسیم کرکے ایک حصّہ محب اللہ خان کے لیے مقرر کیا اور ایک
فتح اللہ خان کے لیے اور ایک عظیم اللہ خان کے لیے اور بہوجی یعنی زوجۂ
دوندے خان کو عظیم اللہ خان کے شریک کر دیا ۔ مگر فرح بخش سے ثابت
ہوتا ہے کہ اس تقسیم پر عمل درآمد نہوا ۔ آخر کار ملک و دولت اور توپخانے
کے دو حصے قرار پائے مراد آباد وغیرہ محب اللہ خان کے حصے مین آئے
سنبھل وغیرہ فتح اللہ خان کو ملا ۔ دیوان کا مل کی شوم طبعی سے تمام علاقہ ویران
ہوگیا تھا اسلیے سواے زیر باری سپاہ کے اور کچھ ان بھائیون کے ہاتھ نہ لگا
عظیم اللہ خان کو صرف تھوڑے سے گانون دیے گئے جسکی آمدنی سے وہ
گذر اوقات کرتے ۔ حافظ رحمت خان بسولی پہونچے تو دوندے خان
انتقال کر چکے تھے ۔ حافظ صاحب چہلم تک بسولی مین رہے اور بہوجی
یعنی زوجۂ دوندے خان کی تسلی کرتے رہے ۔ پھر یہان سے نجیب الدولہ
کی تعزیت کے لیے نجیب آباد کو روانہ ہوے ۔

نجیب الدولہ کی وفات کے بعد اُنکی اولاد کے واقعات

نجیب خان خلف اصالت خان ولد عنایت خان عمر خیل نواب
سیّد علی محمد خان بہادر کے عہد مین افغانستان سے اپنے چچا بشارت خان

کے پاس آئے تھے اُنکے ذریعہ سے نواب صاحب کی سرکار مین ملازم ہوے تھوڑے سے سوار اور پیادون کے افسر کردیے گئے۔ ۱۱۶۵ھ ہجری مین دہلی مین ابو المنصور خان صفدر جنگ کے مقابلے مین جوانمردی و شجاعت ظاہر کی تو نجیب الدولہ خطاب اور جاگیر پائی۔ اور یہانتک ترقی کی کہ امیر الامرائی کے مرتبے کو پہونچ گئے اور بیس ہزار پٹھانون کے مالک ہوگئے۔ آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ نجیب الدولہ شجاع الدولہ کے پگڑی بدل بھائی تھے اُنھون نے اپنے بڑے بیٹے ضابطہ خان کا بیاہ نواب سیّد علی محمد خان بہادر کی بیٹی کے ساتھ کیا تھا جو نواب سیّد فیض اللہ خان کی حقیقی بہن تھین۔ نجیب خان بخطاب نجیب الدولہ مشہور و معروف اور بڑی قابلیت اور عمدہ لیاقت کے سردار تھے۔ احمد شاہ دُرّانی نے اُنھین دلی کا امیر الامرا مقرر کیا تھا۔ ۱۱۸۴ھ ہجری مین نجیب الدولہ نے ضلع میرٹھ مین ہاپڑ کے قریب قضا کا جام پیا ناظمِ ملکِ بقا (۱۱۸۴) اُن کی تاریخ وفات ہے دوسری تاریخ یہ ہے

زمین را شیوۂ شیون بپا شد | فلک را گریۂ وندان نما شد
بدان قدوسیان دادند این رمز | نجیب الدولہ واصل با خدا شد

اُنکے تین بیٹے تھے۔ ضابطہ خان۔ کلو خان۔ ملو خان۔ ضابطہ خان جو مرہٹون کے کیمپ مین بادشاہ کی طرف سے وکیل مقرر تھے جب اُنکو اپنے باپ کے مرنے کی خبر پہونچی تو اُنھون نے وہان سے رخصت حاصل کرنے مین بڑی جلدی کی اور جو ضرورت اُس وقت کیمپ کو درپیش تھی

اُسکی طرف اپنی جاگیر پر قبضہ کرنے کے شوق مین توجہ نہ کی۔ مرہٹون کو یا تو اُس وقت اُن کے ہونے کی ضرورت تھی یا اُن کی گھبراہٹ کے باعث کسی لالچ کے خیال سے اُن کو روک لیا اور کیمپ سے علیحدہ ہونے کی اجازت نہ دی حافظ رحمت خان کو جو اس معاملے کی خبر ہوئی تو اُنھون نے اُن کی رہائی کے بارے مین مرہٹون کو بہت لالچ دیا مگر مرہٹے ملک درمیان دوآب کے سوا کسی بات پر نہ جمتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز اندھیری رات مین ضابطہ خان موقع پاکر مرہٹون کے کیمپ سے نکل آئے اور اُنکی فوج جو نجیب آباد وغیرہ سے اُن کے لینے کو آرہی تھی اُسمین جاکر شامل ہوگئے۔ اور نجیب آباد پہونچ کر اپنے باپ کے تمام مُلک و دولت پر قبضہ کرلیا اور اپنے دونون غیر حقیقی بھائی کلّو خان اور ملّو خان کو جو دوندے خان کی بیٹی کے بطن سے تھے باپ کے مُلک و دولت سے بالکل محروم کردیا۔

کلّو خان نے مجبور ہو کر قصبۂ نگینہ پر اکتفا کیا اور وہین رہنے لگا جب ضابطہ خان کو یہ حال معلوم ہوا کہ دوندے خان جو کلو خان کے نانا تھے مر گئے۔ محب اللہ خان اور فتح اللہ خان دوندے خان کے بیٹون مین خود باہم ناچاقی ہے اور کلّو خان کے افعال اور اعمال کی وجہ سے اُسکے تمام ساتھی بیدل ہورہے تھے کوئی دل سے اُسکا شریک و رفیق نہ تھا ضابطہ خان نے یہ تمام قدرتی سامان مہیا پاکر اپنے چچا افضل خان کو فوج دے کر کلو خان پر بھیجا کہ اُس کو نگینے سے نکال دین۔ اسی عرصے مین حافظ رحمت خان دوندے خان کی تعزیت کے مراسم ادا کرکے

خان محمد خان اور راے ٹیک چند منشی کے مشورے سے بسولی سے کوچ کرکے نجیب آباد کو گئے تھے حافظ صاحب نے ضابطہ خان سے ملاقات کرکے اُنکو بہت کچھ سمجھایا کہ بھائیون کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہیے۔ مگر ضابطہ خان نے حافظ صاحب کا کہنا نہ مانا اور بظاہر اپنی بے قصوری اور اُنکی سرتابی کی شکایت کرتے رہے۔ باوجودیکہ پچاس لاکھ روپے کی آمدنی کا ملک اُنکے پاس تھا مگر ایک لاکھ روپیہ کا علاقہ بھائیون کو دینے پر رضامند نہ تھے۔ حافظ صاحب تو نجیب آباد سے بریلی کو چلے آئے۔ افضل خان لشکر لے کر نگینہ پہونچ گیا اور کلّو خان کا محاصرہ کرلیا۔ محمد خان پسر ملا سردار خان بخشی اُن دنون اپنے باپ سے ناراض ہوکر اور شاہ عالم خان بن بڈو خان حافظ رحمت خان سے ناخوش ہوکر دونون اُس علاقے کی طرف چلے گئے تھے اور دونون کلو خان کے پاس پہونچکر اُس کے شریک ہوگئے اور دونون خوب لڑے چونکہ یگانگی رکھتے تھے اسلیے کوئی زیادہ خونریزی کے درپے نہ تھا۔ افضل خان نے کلو خان کو چکنی چپڑی باتون سے رضی کرکے گرفتار کرلیا۔ محمد خان کا تمام مال واسباب اور شاہ عالم خان کا ہاتھی وغیرہ سامان سب لُٹ گیا۔ ضابطہ خان نے کلو خان کو قید کردیا اور کچھ یومیہ گذارے کے لیے مقرر کیا۔ کلو خان کی بی بی نواب سید سعد اللہ خان کی بیٹی تھین وہ وہان سے اپنی مان کے پاس آنولے کو چلی آئین یہ بیان فرح بخش کے مؤلف کا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ اُسنے نواب سید سعد اللہ خان کی وفات کے ضمن مین لکھا ہے کہ اُنکی بیٹی کے ایک لڑکا ۱۱۸۰ھ ہجری مین کلو خان سے

غوث گڑھ مین پیدا ہوا تھا اور زچہ کا انتقال ہوگیا تھا اور یہان یہ کہا ہے کہ کلو خان کی گرفتاری کے بعد اُن کی زوجہ اپنی والدہ کے پاس چلی گئین اور یہ واقعہ نجیب الدولہ اور دوندے خان دونون کی وفات کے بعد کا ہے دوندے خان نے ۱۱۸۵ہجری مین انتقال کیا تھا۔ اور نجیب الدولہ ۱۱۸۴ہجری مین فوت ہوے تھے۔

اخبار حسن مین لکھا ہے کہ ضابطہ خان نے تھوڑے دنون کے بعد اپنے دونون سوتیلے بھائیون کو حافظ رحمت خان کی سفارش سے رہا کر کے اُنکے گذارے کے لیے جاگیرین مقرر کردین۔

بادشاہ اور مرہٹون کی ضابطہ خان کے ملک پر چڑھائی۔ ضابطہ خان کا منہزم اور برباد ہوکر روہیلون کے پاس پناہ ڈھونڈھنا۔ اور روہیلون کا بھی دہشت زدہ ہوکر دامن کوہ مین چھپ جانا

احمد شاہ ابدالی نے مرہٹون کو پانی پت مین شکست فاش دے کر دہلی مین شاہ عالم کو شہنشاہ ہند قرار دیا تھا شاہ عالم الہ آباد مین رہتے تھے سرکار کمپنی نے اُن کو الہ آباد اور کوڑے کا علاقہ دلا دیا تھا اور چھبیس ۲۶ لاکھ روپے سالانہ خراج دینا منظور کیا تھا۔ مگر اس بادشاہ کو دِلّی کا شوق لگا ہوا تھا اور وہ اپنے باپ دادا کے تخت پر بیٹھنے کا بڑا اشتیاق رکھتے تھے مگر کچھ انگریزونکے

احسانات کا پاس کرتے تھے۔ کچھ نجیب الدولہ کے اختیارات سے ڈرتے تھے اسلیے وہ اس ارادے کو پورا نہ کرتے تھے۔

مرہٹے اب پھر زور پکڑ گئے تھے اور مغربی اضلاع ہند کو غارت کرتے تھے اور اُن کا یہ ارادہ تھا کہ روہیلون کو جنھون نے احمد شاہ ابدالی کی مدد کی تھی سزاے واقعی دین۔ اس مطلب کے حاصل کرنے کو اُنھون نے یہ تجویز کی کہ شاہ عالم کو دِلّی کے تخت پر بٹھائین۔ سنہ ۱۷۷۰ء کے شروع مین نجیب الدولہ کا رشتۂ حیات منقطع ہو چکا تھا۔ ہرچند گورنمنٹ انگریزی نے شاہ عالم کو منع کیا مگر اُنھون نے نہ مانا اور مرہٹون کے ساتھ دِلّی جانے کو تیار ہوے۔

جام جہان نما مین مولوی قدرت اللہ صدیقی متوطن قصبۂ مَوْئی معمولہ قصبۂ کابر نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے حافظ رحمت خان کو بھی طلب کیا کہ آکر شریک دولت ہون چونکہ اُنکی دولت اِدبار کے قریب پہونچ چکی تھی بادشاہ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور گُلِ رحمت کا مؤلف کہتا ہے کہ بادشاہ کے فرمان کا مضمون یہ تھا کہ "ہمارا ارادہ دہلی جانے کا ہے تم بھی ہمارے پاس آؤ اور ہمراہ چل کر جشن مین شرکت کرو اور اگر تم نہ آسکو تو نواب ضابطہ خان کو اپنی طرف سے لکھ بھیجو کہ بلا توقف دہلی سے دست بردار ہو جائین اور اگر وہ تعمیل نہ کرین اور بغاوت پر آمادہ ہون تو تم اُن کی مدد نہ کیجیو کیونکہ تم سے کبھی نافرمانی ظہور مین نہین آئی ہے"

حافظ صاحب خود تو بادشاہ کے پاس نہ گئے مگر نواب ضابطہ خان کو لکھ بھیجا کہ دہلی کو چھوڑ دین اور بادشاہ کی اطاعت کرین اور نواب سید

فیض اللہ خان بھی اُن کو سمجھانے کے لیے نجیب آباد پہونچے اور نواب ضابطہ خان کو بہت کچھ سمجھایا مگر اُن پر اثر نہ ہوا۔

مرہٹے اور دلّی کے امرا بادشاہ کو بشان و تجمل دلّی کو لے گئے جب یہ سب دلی کے قریب پہونچے تو ضابطہ خان کی سپاہ جو قلعۂ دہلی کی حفاظت کرتی تھی گھبرا کر قلعہ خالی کرکے نجیب آباد کو چلی گئی۔ ۲۵ دسمبر ۱۷۷۱ء کو شاہ عالم دلّی مین جاکر تخت نشین ہوے۔

نواب ضابطہ خان نے جب یہ خبر سُنی کہ بادشاہ نے دہلی پر قبضہ کرلیا تو فوج جمع کرکے دلّی پر حملہ کرنے کے ارادے سے نجیب آباد سے حرکت کی حافظ رحمت خان کو جب اُنکے اس ارادے کا پرچہ لگا تو شیخ کبیر کو حکم دیا کہ بہت جلد نجیب آباد پہونچکر نواب ضابطہ خان کو دلّی کے قصد سے باز رکھین اور حافظ صاحب آپ تھوڑی سی سپاہ ساتھ لے کر شہر فرخ آباد کو نواب احمد خان بنگش کی تعزیت کے لیے گئے۔ جب فتح گڑھ پہونچے تو بخشی فخرالدولہ مدارالمہام ریاست فرخ آباد ملنے کو آیا اور ضیافت لایا اور اپنے ہمراہ حافظ صاحب کو فرخ آباد مین لے گیا۔ حافظ صاحب نے رسم تعزیت ادا کی۔ فرخ آباد مین حافظ صاحب کا ایک معتبر رسالہ دار سیّد احمد نامی اپنے غلام کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حافظ صاحب نے اُسکے رسالے کی خدمت اُس کے بڑے بیٹے سیّد قاسم کے سپرد کی۔

اس وقت شاہ عالم مرہٹون کے قبضے مین تھے مرہٹے جو چاہتے تھے کرتے تھے وہ صرف برائے نام بادشاہ تھے اُنکا نام صرف ایک بچاؤ کے

واسطے تھا ورنہ مرہٹے مُلک چھینے جاتے تھے۔

مرہٹون نے بادشاہ کو صلاح دی کہ وہ روہیلون کا ملک فتح کرین خاصکر مرہٹون کو ضابطہ خان کے اپنے قبضے مین سے دھوکے کے ساتھ نکل جانے کا سخت ملال تھا۔ علاوہ اسکے شاہ عالم خود بھی ضابطہ خان سے خفا ہو گئے تھے اور خفگی کی وجہ تنقیح الاخبار وغیرہ مین یہ لکھی ہے کہ بادشاہ کی مسند نشینی کی تقریب پر ضابطہ خان نے اپنا وکیل نہین بھیجا تھا بلکہ بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ضابطہ خان فوج جمع کر رہے ہین اور دلّی پر فوج کشی کا ارادہ رکھتے ہین اسلیے بادشاہ غصّہ ہوے اور حکم دیا کہ ضابطہ خان کی تنبیہ کے لیے فوج کی تیّاری ہو۔ بادشاہ نے ضابطہ خان کے راہ راست پر آنے کے لیے اُنکے پاس کئی شقّے بھیجے مگر وہ بادشاہ کے احکام کو خیال مین نہ لائے بلکہ مقابلے کے لیے تیاری کرنے لگے۔ ملہار راؤ اور نجیب الدولہ مین چونکہ بہت موافقت تھی اسلیے ہُلکر کا بیٹا تکّو ضابطہ خان کا دوست تھا اُسنے بادشاہ سے سفارش کی کہ اُن کا قصور معاف ہو مگر بادشاہ نے قبول نہ کیا۔

ابھی حافظ صاحب فرخ آباد مین مقیم تھے کہ مادھوجی[۱] سیندھیا۔ اور

۱؎ مہاجیا سیندھیا کا نام اصل مین مادھوجی ہے مگر کتب تواریخ مین مہاجی مشہور ہو گیا ہے اور مادھوجی کے اصل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ وقایع عالم شاہی مین واقعات سنہ ۱۱۹۹ ہجری مین لکھا ہے کہ ایک مقام مین بادشاہ کی طبیعت علیل ہو گئی۔ جب صحت پائی تو مادھوجی صدقہ لایا اُس وقت بادشاہ نے یہ دوہا کہکر بطور طرہ کے اُسکی دستار مین رکھدیا؎ ملک و مال سب کھوئے کے پڑے تمھارے بس + مادھو ایسی کیجیو آوے تم کو جس + مادھوجی پٹیل کہلاتا تھا اور اُسکا نام مادھو راؤ تھا۔ مادھو مخفف ہو کر اُسکے ساتھ لفظ جی جو تعظیمی کلمہ ہے ملا دیا ۱۲ منہ

تکوجی ہلکر اور ہیباجی اور نجف خان نے ضابطہ خان کے ملک پر چڑھائی شروع کر دی۔ اس جنگ کے حال مین جنگ نامہ ضابطہ خان کے نام سے ایک مثنوی مولوی محمد اکرم ولد مولوی محمد نور شیخ صدیقی نے لکھی ہے جس کے دو شعر یہ ہین ؎

نہ جانو اُسے تم کہ وہ فوج ہے ۔۔۔ وہ دریاے عمّان کی اک موج ہے
جو اس اُس کے ایسے ہوے باختہ ۔۔۔ کہ شاہین سے جیسے چھپے فاختہ

دسوین شوال ۱۱۸۵ہجری روز یکشنبہ کو بادشاہ قلعہ سے نکلے چونکہ تکوجی در پردہ ضابطہ خان سے موافقت رکھتا تھا اس لیے بادشاہ اُس سے مطمئن نہ تھے۔ اُسکو حکم دیا کہ بادشاہی لشکر سے دس کوس آگے رہے۔ نواب سیّد فیض اللہ خان جواب تک ضابطہ خان کے پاس تھے وہ اُنکے پاس سے چلے آئے اور گنگا کے اس پار مقیم ہو گئے۔ شیخ کبیر بھی ان کے پاس پہونچکر ٹھہرے اور پھر جریدہ گنگا کو عبور کر کے ضابطہ خان کے پاس گئے اور اُنکو حافظ صاحب کا پیغام پہونچایا کہ "بادشاہ کا مقابلہ نکرنا چاہیے بلکہ اطاعت کرنی چاہیے"۔ ضابطہ خان نے نہ مانا اور یہی جواب دیا کہ "مین ضرور مقابلہ کرونگا" شیخ کبیر اپنے قیام گاہ کو واپس آئے۔ نواب ضابطہ خان نے ساٹھ ہزار کے قریب سپاہ جمع کر لی تھی اُنھون نے کچھ فوج گنگا کے گھاٹون کی حفاظت کے لیے مقرر کی اور اپنے خزانے اور اہل و عیال کو نجیب آباد مین رکھا اور سکرتال کو مضبوط کر کے خود اُسمین مع اپنی فوج کے پناہ گزین ہوے اور اپنے بھائیونکو چاندپور نگینہ وغیرہ کے پرگنونکی طرف تھوڑی سی فوج کے ساتھ رسد رسانی کے لیے متعین کیا۔ مرہٹون اور نجف خان نے

ضابطہ خان کو سُکر تال مین محصور کر لیا اور اس مقام کے مفتوح کرنے کے لیے بہت کچھ زور آزمائیان کین مگر فتح نہ ہو سکا تو مرہٹون نے یہ تدبیر کی کہ تھوڑی فوج سکرتال کے مقابل چھوڑی تاکہ یہ ثابت رہے کہ سب فوج ادھر ہی ہے اور کل فوج کے ساتھ نجیب آباد پر حملہ کرنے کی غرض سے پایاب گھاٹون کی تلاش مین پھرنے لگے۔ اور اُس وقت مین گنگا بھی کئی جگہ سے پایاب ہو گئی تھی۔ اس وقت ضابطہ خان نے روہیلکھنڈ کے رئیسون کو لکھا کہ ابھی تک مرہٹے گنگا کی پایابی سے خبردار نہین ہوے ہین۔ اسلیے بہتر یہ ہے کہ گھاٹون کا انتظام کر لیا جائے تاکہ اُنکی یورش اور فساد سے مین بھی محفوظ رہون اور آپ بھی محفوظ رہین اگر مرہٹے گنگا کی پایابی سے مطلع ہو گئے تو گنگا اُتر کر سارے ملک کا ستیاناس کر دینگے اور مجھ سے فرصت پا کر آپ پر چڑھائی کرینگے۔ ان سردارون نے ضابطہ خان کی تحریر کے مطابق تیاری کر کے گنگا کے گھاٹون کی حفاظت کے لیے فتح خان کو روانہ کیا اور بعض مؤرخون کا بیان ہے کہ شیخ کبیر اور نواب سید فیض اللہ خان بھی اُنکی مدد کے لیے گئے تھے۔ اور گل رحمت مین اُن کے جانے کی جو وجہ لکھی ہے وہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین۔ نواب ضابطہ خان نے سکرتال کے تلے گنگا پر ایک پل کشتیون کا تیار کر لیا تھا اُسی کے ذریعہ سے رسد اُن کے پاس پہونچتی تھی ضابطہ خان اُسی پل سے گنگا کو عبور کر کے فتح خان کے لشکر مین آئے اور دونون کا یہ مشورہ قرار پایا کہ گنگا کے گھاٹون کا انتظام کرنا چاہیے پھر اس طرح انتظام کیا کہ سُکرتال کی برابر سے گنگا کے اوپر کے گھاٹون پر اپنی فوج کو بیس تیس کوس

تک تعینات کردیا۔ اور سعادت خان اور صادق خان آفریدی اور کلو خان اور ملو خان اور کرم خان رَزڑ اور پائندہ خان اور امان خان وغیرہ اُن گھاٹون کی حفاظت پر فوجون کے ساتھ مقرر ہوے اور فتح خان کی فوج سکرتال کے تلے کے گھاٹون پر متعین ہوئی۔

مرہٹون کو اِس انتظام سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گنگا ضرور عبور کے قابل ہوگئی ہے۔ اور عبور کی کوشش مین متوجہ ہوئے۔ چنانچہ بسیاجی اور مہاجی سیندھیانے ۱۷ ذیقعدہ کو آدھی رات کے وقت بادشاہ سے اجازت لے کر کوچ کے نقارے بجوائے اور ۱۸ تاریخ کو نجف خان کی فوج کو ہمراہ لے کر کئی گھاٹون کے سامنے سے اس طرح گذرے کہ اُن گھاٹون کے محافظون کو یہ یقین ہوگیا کہ مرہٹے ادھر سے نکل گئے اوپر کو جارہے ہین اور ان گھاٹون کے سپاہی یہ سمجھ کر کہ اب مرہٹے یہان نہین رہے بے غم ہوگئے۔ اور بہت سے سپاہی ادھر اُدھر دوستون سے مُلاقات کو نکل گئے گھاٹون پر تھوڑے سپاہی رہ گئے کہ یکایک مرہٹے لوٹ پڑے اور اُنیسوین ذیقعدہ کی رات کو ناہر سنگھ گوجر کی رہنمائی سے بھینس گھاٹہ کے گھاٹ سے اُترنے کا قصد کیا اس گھاٹ پر سپاہی کم تھے اور جو چلے گئے تھے وہ جمع نہو سکے اسلیے جس قدر سپاہی موجود تھے اُن کو کرم خان رَزڑ اور بہادر خان جمع کر کے مزاحمت کے لیے ایک ٹیلے پر کھڑے ہوگئے اور دو تین اور بھی سردار قریب کے گھاٹون کے یہ خبر سُنکر تھوڑی تھوڑی سپاہ کے ساتھ مدد کو آگئے۔ مرزا نجف خان اول اپنی فوج کو بڑھا کر گنگا مین گھُس پڑا

ابھی پانی مین تھا کہ پٹھانون نے بان اور بندوقون کے فیر شروع کیے۔ مرزا نجف خان کے ساتھ زنبورک موجود تھے اُن کو حکم دیا کہ کھڑے ہو کر باڑھ مارو۔ ایک پہر جنگ رہی اول کرم خان مردانگی کے ساتھ جنگ کر کے مارا گیا۔ پھر صادق خان روہیلون کی سپاہ کا افسر کام آیا تیسرا افسر سعادت خان آفریدی یہ حالت دیکھ کر ہاتھی سے اُتر پڑا اور یہ بھی مارا گیا۔ اس کے مارے جاتے ہی روہیلون کے پانون اُکھڑنے لگے مگر یہ لوگ بھی عجیب شدید الحرص قوی الطمع ہوتے ہین اپنے افسرون کے مقتول ہوتے ہی آپس مین لوٹ مار شروع کر دی یہ عالم ہوا کہ نفسی نفسی پڑی ہوئی تھی تمام مال و اسباب لوٹ کر اور کچھ زخمی اور کچھ مقتول ہو کر باقی ماندہ بھاگ گئے اور مرہٹے اور نجف خان بھی گنگا مین سے پیچھے کو لوٹ گئے اور عبور نہ کیا مگر یہ خبر تمام گھاٹون پر پھیل گئی اور تمام سپاہ پر کچھ ایسی ہیبت چھا گئی کہ بغیر کسی صدمہ اور نقصان پہونچنے کے جا بجا سے بھاگنے لگے۔

جب پٹھان گھاٹون پر سے بھاگ گئے تو بادشاہ گنگا سے اُترے مرزا نجف خان نے سعادت خان اور کرم خان کے سر نذر کیے ملبوس خاص اور ڈھال اور مالا مروارید بادشاہ نے عطا کی اور دوسرون کو بھی انعام دیا۔ اور بادشاہ نے اُسی وقت بیساجی اور سیندھیا کو حکم دیا کہ گنگا کو عبور کر کے پتھرگڑھ کا محاصرہ کر لین ایسا نہ ہو کہ ضابطہ خان کا مال و اسباب قلعہ سے نکل جائے اور نجف خان کی صلاح سے ضابطہ خان کا تمام مال و اسباب ضبط کر لین اور ضابطہ خان کی ناموس کی پردہ داری اور احتیاط رکھین۔ سکرتال کی سپاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُسنے بھی آپس مین لوٹ مار مچا کر

راہ فرار اختیار کی مگر ضابطہ خان کے مال واسباب پر اس میے ہاتھ نہ ڈالا کہ
اُن کے ساتھ کسی قدر خاص خاص جان نثار موجود تھے علاوہ اس کے شرم
حضوری بھی دامنگیر تھی۔ ضابطہ خان بہت پریشان ہوے فتح خان خود بھی
سکرتال کے مقابل گنگا کے اس پار فوج لیے ہوے پڑے تھے اُنکو ضابطہ خان
نے خبر کی اور اپنے پاس بُلایا فتح خان سکرتال مین پہونچے تو یہ حال دیکھکر وہ بھی بڑے
پریشان ہوے اور ضابطہ خان کو صلاح دی کہ اب دو تین گھڑی دن باقی ہے کل
صبح کو آپ بھی میرے لشکر مین چلے آئیے۔ میدان مین مرہٹون سے جنگ کرینگے
اور فتح خان اپنے لشکر کو لوٹ گئے مگر انکی سپاہ نے بھی ضابطہ خان کے لشکر
کے بھاگ جانے کا حال سن لیا تھا اسلیے اُنھون نے بھی وہی وتیرہ اختیار کیا۔
اور تمام لشکر مین بھاگڑ پڑ گئی جب فتح خان کو یہ حال معلوم ہوا تو اپنے بیٹے سے
کہا کہ تیرا بھائی تھوڑے سے سوارون کے ساتھ نواب ضابطہ خان کی ملاقات
کو گیا ہے تو جا کر اُسے لوٹا لا۔ یہ گھوڑے پر سوار ہو کر کچھ سپاہی ساتھ لیکر چلا
پل کے کنارے تک پہونچا تھا کہ ہمراہیون نے اُسکو لوٹ لیا۔ یہ بیچارہ
پھٹے کپڑے ننگے سر باپ کے پاس آیا فتح خان کے پاس جس قدر آدمی رہ گئے
تھے اُن کو جمع کر کے روہیلکھنڈ کی طرف روانہ ہو گئے۔ رستے مین ایک گانون
مین ایک بنیے سے اور فتح خان کے سپاہی سے سودے سلف مین تکرار ہو گئی
سپاہی نے بنیے کے مکان کے پیچھے سے چھپّر کو آگ دیدی اس آتش زدگی سے
رستے کے بہت سے گانون جل کر خاک ہو گئے۔
مؤلف سیر المتاخرین سے ایک معتمد آدمی فتح خان کے ساتھیون مین سے

بیان کرتا تھا کہ فتح خان کی جماعت پر مرہٹون کا خوف اتنا غالب تھا کہ رات کے وقت ان کے دس ہزار سوار و پیادے ایک مقام پر پہونچے جہان پر ایک کھیت مین ارنڈ کے درخت تھے دور سے اُن درختون کو مرہٹون کے نیزے سمجھ کر لرزنے لگے ہاتھ پاؤن پھول گئے اور خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔ جب جاسوس یہ خبر لائے کہ یہان مرہٹے نہین ہین ارنڈ کے درخت کھڑے ہین تو ہوش بجا ہوے اور آگے کو بڑھے۔

گل رحمت مین لکھا ہے کہ نجف خان اور مرہٹے گنگا کو اُتر کر نجیب آباد پر حملہ آور ہوے ضابطہ خان سکرتال کے تلے گنگا کو عبور کر کے نواب سید فیض اللہ خان کے پاس گئے اور مرہٹون کی نجیب آباد پر یورش کرنے کی خبر سنائی نواب موصوف نے کہا کہ مین صرف تمکو سمجھانے کے لیے آیا تھا جبکہ تمنے میری راے نہ مانی تو تم جانو اور تمھارا کام جانے۔ ضابطہ خان کو اس جواب نے اور خائف کیا اور اپنے لشکر کی طرف جو سکرتال مین مقیم تھا لوٹے۔ گنگا کے کنارے مخالف کی فوج کا ہجوم دیکھا تو مجبور ہو کر پھر نواب سید فیض اللہ خان کے پاس آئے جو رام پور کو روانگی کے ارادے سے سوار ہو رہے تھے چنانچہ اُنکے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر روہیلکھنڈ کی طرف روانہ ہوے۔ الیٹ کا بھی یہی بیان ہے کہ نواب ضابطہ خان نواب سید فیض اللہ خان کے ساتھ رام پور کو چلے گئے اخبار حسن سے بھی اس بات کی صحت ہوتی ہے کہ نواب ضابطہ خان نواب سید فیض اللہ خان کے ہمراہ کٹھیر کو آئے تھے۔ مگر بعض مؤرخون کا بیان ہے کہ نواب ضابطہ خان بذات خود بھاگ گئے تھے۔

جب ضابطہ خان کی روانگی کی خبر سکرتال مین جا پہونچی تو اُن کے جتنے سپاہی وہان موجود تھے اُن مین تلاطم مچ گیا اور آپس مین لوٹ مار کرکے جسکو جدھر راستہ ملا بھاگ نکلے۔ مرہٹون کی جس قدر سپاہ سکرتال کے مقابل پڑی ہوئی تھی وہ سکرتال مین گھس آئی اور اُسکو لوٹ لیا جب اُن مرہٹون کو جو نجیب آباد کے قریب پتھر گڑھ کے فتح کرنے مین مصروف تھے اس واقعہ کی خبر پہونچی تو بہت خوش ہوے۔ نجیب آباد کی سپاہ نے ابھی تک اس امید پر مقابلہ جاری رکھا تھا کہ سکرتال سے مدد آجائے جب یہان کی سپاہ کو سکرتال کے مغلوب ہوجانے کی خبر پہونچی تو اُس نے بادشاہ سے امان چاہی اور قلعہ بادشاہی ملازمون کے سپرد کردیا۔ نجیب الدولہ کے تیس برس کے جمع کیے ہوے خزائن اور اسباب اور کارخانون کی ضبطی کے علاوہ مرہٹون نے دو تین کروڑ روپے جبرًا رعایا سے وصول کیے اور نجیب الدولہ کی قبر کو غصے کے باعث سے اکھیڑ ڈالا اور ضابطہ خان کی اہل و عیال اور اُن کے بیٹے غلام قادر خان کو حراست مین لے لیا اور اُن کے لیے اپنے لشکر مین علیحدہ خیمہ کھڑا کرکے روزینہ مقرر کردیا۔ اور تمام توپ خانہ بھی جس مین دو سو توپین[۱] تھین اُٹھا لیا۔

بادشاہ اور مرہٹون سے جو معاہدہ ٹھہرا تھا کہ تمام مال اور روپیہ لوٹ کا بالمناصفہ باہم تقسیم ہو مرہٹون نے اُسکی تعمیل نہ کی اس لیے بادشاہ کا دل اُن سے کھٹا ہوگیا۔ توپخانہ اور خزانہ اور ہاتھی گھوڑے اور عمدہ اسباب تو

---

[۱] دیکھو تاریخ سلاطین متاخرین ہند ۱۲

مرہٹون نے اپنے پاس رکھا اور ناکارہ اسباب بادشاہ کے حصّے مین دیا۔ ذوالفقار الدولہ جھگڑنے لگے۔ مگر بادشاہ نے اغماض مناسب سمجھا اور قرار دیا کہ دلی کی واپسی کے بعد اس قوم کو دکن کی طرف رخصت کردینگے اور دوسرے ممالک کی تسخیر دوسرے وقت پر موقوف رکھینگے اسکے بعد مرہٹون کے غول بے کھٹکے چارون طرف پھرنے لگے اور ضابطہ خان کے مُلک کو لوٹ لاٹ کر خراب کردیا اور جبکہ اُن کو یہ خبر پہونچی کہ ضابطہ خان رام پور کی طرف چلے گئے تو اُنھون نے مُلک کٹھیر کا ارادہ[1] کیا۔

جس وقت فتح خان خانسامان نے بخشی سردار خان۔ فتح اللہ خان۔ محب اللہ خان اور سید محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان کو یہ خبر پہونچائی کہ مرہٹون اور نجف خان نے گنگا کو عبور کرکے ضابطہ خان کے تمام مُلک کو پائمال کرڈالا تو اِن روہیلون پر کچھ ایسی ہیبت چھاگئی کہ بغیر کسی صدمہ اور نقصان پہونچنے کے اپنی تمام عیال و اطفال۔ مال و اسباب کو لاد کر اپنے اپنے مقام کو چھوڑ کر بریلی کو چلے گئے۔ حافظ صاحب نے فرخ آباد سے واپسی کے وقت مقام تلہر مین ضابطہ خان کی شکست کی خبر سُنی تو جلدی سے بریلی کو آئے یہان تمام رئیسون کو جمع اور مضطر دیکھا اُنکی تسلی اور دلدہی کی اور حافظ صاحب نے اُنسے کہا کہ اس طرح بے لڑے بھڑے دامن کوہ مین چلا جانا مناسب نہین مرہٹے ادھر نہین آتے ہین اور اگر آئے بھی تو ہم بادشاہ سے اور اُن سے معاملے اور صلح کی بات چیت کرینگے اگر مان لیا

[1] دیکھو گل رحمت ۱۲

تو بہتر ہے ورنہ لڑائی کرینگے۔ مگر سب نے متفق ہوکر یہ کہا کہ بریلی اور پیلی بھیت مین کوئی جنگی قلعہ نہین۔ ہماری سب کی خوشی یہ ہے کہ اہل و عیال کو لے کر دامن کوہ مین چلے جائین۔ حافظ صاحب بھی راضی ہوگئے۔ اور جب شیخ کبیر بریلی پہونچ گئے تو پیلی بھیت کو روانہ ہوے اور عنایت خان کو پیلی بھیت کی حفاظت کے واسطے چھوڑا اور خود اُن سب کو لے کر ترائی کی طرف چلے گئے اور نانک متے مین جا پہونچے جو پہاڑ کے دامن مین ہے اور پیلی بھیت سے شمال کی جانب بارہ کوس کے فاصلے پر ہے یہان مورچے تیار کرا کے خود تو یہان رہے اور تمام سردارون اور رسالہ دارون کے اہل و عیال کو گنگا پور کے جنگل مین جو نانک متے سے پانچ کوس کے فاصلے پر پہاڑ کی جانب ہے بھیجدیا۔ کیونکہ یہان جنگل گنجان تھا اس لیے یہ مقام نہایت محفوظ تھا۔ مگر روہیلون کا خوف سراسر بے سود تھا کیونکہ مرہٹون کی فوج ان ضلعون مین بالکل نہین آئی پس فرح بخش مین جو یہ لکھا ہے کہ بادشاہ اور مرہٹے تین مہینے تک مرادآباد کے علاقے مین رہے برسات کے قریب آجانے کی وجہ سے بغیر نامۂ و پیام معاملہ کے دہلی کو چلے گئے یہ صحیح نہین اسلیے کہ بادشاہ نجیب آباد سے دہلی کو لوٹ گئے تھے۔ مرہٹے نجیب آباد کے علاقے کو لوٹتے کھسوٹتے پھرتے رہے آگے نہین بڑھے جیسا کہ گزیٹیر اور مرأت آفتاب نما مین مصرح ہے۔

اس کے بعد نواب ضابطہ خان بھی نواب سید فیض اللہ خان کے ہمراہ جنگل کی راہ سے یہان آگئے مگر ہملٹن لکھتا ہے کہ "نواب ضابطہ خان بذات خود مقام لال ڈانگ کو بھاگ گئے کیونکہ ان لوگون کا قدیمی پناہ گاہ کا

مقام اسی جگہ تھا لیکن مقام لال ڈانگ کا جانا غلط ہے نانک متے اور گنگا پور
کے جنگل مین قیام کیا تھا نواب ضابطہ خان بھی امروہہ اور مراد آباد ہوتے
ہوے یہان آپہونچے [1]

روہیلون کا مرہٹون سے مقابلے کے لیے نواب شجاع الدولہ کو اپنا مددگار بنانا اور چالیس لاکھ روپے بابت مدد دہی کے شجاع الدولہ کو دینے کے لیے حافظ رحمت خان کا اقرار کرنا اور ایک تمسک لکھدینا

جس وقت ضابطہ خان نے شکست پائی تو روہیلکھنڈ کے سردارون پر
ایک سناٹے کا عالم ہوگیا اور وہ حیران رہ گئے اور اُنھون نے جان لیا کہ
یہ نامبارک آغاز ہے دیکھیے اس کا انجام کیا ہوتا ہے اسلیے اُن سب نے
ایک رائے ہوکر یہ ارادہ کیا کہ شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنائین کیونکہ
روہیلکھنڈ مین مرہٹون کی ریاست جمنے سے اُنکو بھی بڑا خوف تھا۔

اب شجاع الدولہ نہایت مضطرب و بیتاب ہوئے اور جنوری
سنہ ۱۷۷۲ عیسوی مین انگریزی کمانڈر انچیف سر رابرٹ بارکر سے جو الہ آباد
کی راہ پر تھا اور شجاع الدولہ کی امداد کے لیے کنٹنجنٹ فوج کا افسر تھا
ملاقات کرنی چاہی اور ۲۰ جنوری کو وہ فیض آباد مین اُس سے ملے اور
اُسکے آگے بیان کیا کہ مین بڑی خرابی اور سرگردانی مین ہون اگر روہیلونکو

---

[1] دیکھو فرح بخش ۱۲

مرہٹون نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے ڈانڈا میں ڈانڈا مل جائیگا جن سے ہر وقت اندیشہ اور خوف رہیگا اور اگر روہیلے اپنے بچاؤ اور حفاظت کے واسطے مرہٹون کے شامل ہوگئے تو دو دو شمنون سے اور زیادہ خوف وخطر کا اندیشہ ہے ان خرابیون اور برائیون سے نجات پانے کے لیے مین نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ مین سپاہ لے کر روہیلون کے ملک کی سرحد پر جا پڑتا ہون وہان کچھ اپنی سپاہ کا خوف دکھاؤنگا اور کچھ اور حکمت عمل مین لاؤنگا۔ تھوڑا ملک روہیلون سے بادشاہ کے لیے لونگا کچھ ملک اپنی سرحد کی حفاظت کے لیے اور کچھ روپیہ لونگا اس مین سے کچھ مرہٹون کو دونگا کہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑ کر چلے جائین۔ کچھ روپے اپنے پاس رکھونگا۔ غرض یون بادشاہ اور مرہٹون سے مصالحت روہیلون کی دولت اور ملک سے خریدونگا۔ مگر میرے یہ تمام مقاصد ولی جب تک حاصل نہین ہونگے کہ میرے ساتھ انگریز نہ ہونگے۔ یعنی اُن کے بغیر روہیلے میری بات کا اعتبار نہ کرینگے اور نہ اسکو مانینگے کیونکہ حافظ رحمت خان شجاع الدولہ کو خدائی کا بے ایمان جانتے تھے اگر وہ قرآن کا جامہ پہن کر آتے تو بھی اُنھین جھوٹا جانتے۔

جرنیل صاحب نے پریسیڈنسی کو شجاع الدولہ کی تدابیر سے مطلع کیا اُسپر ۱۳۔ فروری کو ہیسٹنگز صاحب گورنر نے جواب لکھا کہ شجاع الدولہ کی تدابیر منظور ہین وہ جو تم سے مدد مانگین اُنھین دو۔ جب شجاع الدولہ نے اپنی درخواستین روہیلون کے پاس بھیجین تو اُنھین ملک دینا پسند نہوا۔

اور اتنا وقت اس عہد و پیمان کی گفتگو مین گذر گیا۔ کہ تیس ہزار مرہٹون نے گنگا پار کا ملک تاخت و تاراج کیا اور ضابطہ خان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ شجاع الدولہ بھی مرہٹون اور بادشاہ کی یورش کا حال سن کر اپنے ملک کی حفاظت کے لیے فیض آباد سے کوچ کر کے شاہ آباد ضلع ہردوئی کے مقام پر جو اُنکی سرحد پر واقع تھا ٹھہرے۔ جنرل رابرٹ بارکر بھی مع انگریزی فوج کے اُنکے ساتھ تھا۔ ضابطہ خان کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ اپنے ملک کی سرحد پر شاہ آباد مین مقیم ہین تو گنگا پور مین چار روز قیام کر کے نہایت مضطربانہ شجاع الدولہ کے پاس اس غرض سے چلے گئے کہ وہ سیندھیا کی قید سے اُنکے متعلقین کو رہا کرا دین شجاع الدولہ نے ضابطہ خان کو یہ جواب دیا کہ مین حافظ رحمت خان سے دو بدو گفتگو کر کے مرہٹون سے اس باب مین تحریک کرونگا۔ ضابطہ خان نے حافظ صاحب کو متواتر خط لکھے کہ آپ یہان تشریف لائیے جرنیل صاحب نے شجاع الدولہ پر روہیلون کی حمایت کرنے کا تقاضا بہت کیا اور کہا کہ اُن کا ضعیف ہونا مرہٹون کا قوی ہونا ہے پھر اگر اُن کی مزاحمت خبر بھی نے جائیگی تو روہیلون کا ضعف قوت اُن کو دوبارہ لائیگا اور جس ملک پر چاہینگے وہ قبضہ کر لینگے۔ اس اثنا مین شجاع الدولہ نے مرہٹون سے عہد و پیمان کی گفتگو شروع کی۔ وہ شرطین ایسی غضب کی تھین کہ جرنیل صاحب بھی سُنکر گھبرا گئے اور شجاع الدولہ کو اُنھون نے لکھا کہ ان شرائط پر صلح ہرگز نہ کرنا۔ مرہٹون نے شجاع الدولہ کی صلح کی شرائط کو ایسا لغو اور پوچ جانا کہ ہر دفعہ اُس مین کچھ رد و بدل کی

اور اخیر کو یہ گفتگو ہی موقوف ہو گئی۔ اس عرصے مین جرنیل صاحب کے پاس سلیکٹ کمیٹی کی چٹھی آئی کہ ہم کو یہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ برسات شروع ہونے سے پہلے مرہٹے اپنے ملک کو واپس چلے جائینگے اور روہیلون کے ملک مین وہ کسی طور سے نہ ٹھہرینگے پھر اُنکو دینا اسلیے کہ چلے جائین عبث ہے ۱؎

جبکہ یہ افواہ مشہور ہونے لگی کہ مرہٹے سنبھل۔ مراد آباد اور امروہے پر غالب ہو چکے ہین مگر ابھی رام گنگا کو عبور نہین کیا ہے تو حافظ رحمت خان نے عنایت خان کو لکھا کہ "تم شجاع الدولہ کے پاس جا کر مدد کے لیے اور نواب ضابطہ خان کی اہل و عیال کی رہائی کے واسطے اُن سے مشورہ کرو" عنایت خان پیلی بھیت سے شاہ آباد پہونچا اور شجاع الدولہ کے سامنے مرہٹون کے نقض عہد کا تمام حال بیان کیا۔ شجاع الدولہ نے دلجوئی کی اور کہا کہ مین حافظ صاحب سے دوبدو گفتگو کرکے مدد دینے کا اقرار کرونگا۔ اس مجمل جواب سے شجاع الدولہ عنایت خان کو ٹال کر اس فکر مین ہوے کہ مجھکو روہیلون کی مدد کرکے مرہٹون سے لڑنا بہتر ہے۔ یا ایسی ضعیف حالت مین روہیلکھنڈ پر قبضہ کرنا مفید ہے۔ مگر جب بارکر صاحب سے صلاح کی تو اُنھون نے کہا کہ روہیلون کی مدد کرنا بہتر ہے اور اُنھون نے بھی اس کام مین معاونت کی اور کپتان ہارپر کو جو شجاع الدولہ کے پاس گورنر کی طرف سے بطور رزیڈنٹ کے رہتا تھا عنایت خان کے ہمراہ حافظ صاحب کو بلانے کے واسطے بھیجا۔ کپتان ہارپر حافظ صاحب کے پاس آیا تو اُنھون نے

۱؎ دیکھو قیصر التواریخ ۱۲

محبت خان کو ایک منزل تک اُسکے استقبال کے لیے بھیجا اور جب وہ روہیلون کے کیمپ مین پہونچا تو آپ نے لب فرش تک استقبال کر کے معانقہ کیا۔ بارپر صاحب نے جرنیل صاحب اور شجاع الدولہ کے خطوط حافظ صاحب کو دیے۔ حافظ صاحب تین چار ہزار سپاہ کے ساتھ کپتان کے ساتھ ابتداے ۱۱۸۶ ہجری مین شجاع الدولہ کے پاس شاہ آباد کو روانہ ہوے جبکہ اُس کے قریب جا پہونچے تو جرنیل صاحب نے تین کوس سے استقبال کیا اور ضیافت کی۔ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان سے چرب و شیرین باتین کر کے جرنیل صاحب کے روبرو اس مضمون کا اقرارنامہ لکھا لیا کہ شجاع الدولہ لڑکر یا صلح کر کے مرہٹون کو روہیلکھنڈ سے نکالدین اگر مرہٹے برسات کے سبب سے بالفعل ملک سے چلے جائین اور اگلے جاڑون مین پھر وہ لوگ روہیلکھنڈ کا قصد کرین تو اُن کا مقابلہ اور اخراج پھر شجاع الدولہ کے ذمے رہیگا۔ اس کے عوض مین روہیلون کے سردار چالیس لاکھ روپے شجاع الدولہ کو یون ادا کرین کہ جب نواب وزیر شاہ آباد سے کوچ کر کے تمام اُن خاندانون کو جو مرہٹون کے ہاتھ سے بادیہ گردی کر رہے ہین اپنے گھرون مین آباد کر دین تو دس لاکھ روپے اُن کو دیے جائین اور تیس لاکھ باقی روپے تین برس مین ادا کیے جائین اور سال ۱۱۸۰ فصلی سے شروع ہو اس اقرارنامے پر سر ہابرٹ بارکر کے دستخط پختگی کے واسطے کرائے گئے۔ یہ اقرارنامہ ۱۳ ارجون ۱۷۷۲ء کو تیار ہوا۔

عہدنامہ وزیر سلطنت شجاع الدولہ و سرداران روہیلہ جو فریقین نے لیکر اپنے پاس رکھا

اول یہ کہ دوستی ہمارے درمیان مقرر ہوئی اور ہم حافظ رحمت خان اور ضابطہ خان و دیگر سرداران روہیلہ خرد و کلان نے وزیر شجاع الدولہ سے منظور کرکے وعدہ کیا ہے کہ ہم اس تحریر کے مضمون کے مطابق عمل مین لائینگے اور اس عہدنامے سے ہرگز متجاوز نہ ہونگے اور ہم اُن کے دوستون کو اپنے دوست اور اُن کے دشمنون کو اپنے دشمن تصور کرینگے اور ہم اور ہمارے وارث تمام عمر پابند اس قول و اقرار کے رہین گے۔ اور ہم شامل ہوکر وزیر سلطنت کے مُلک کی حفاظت کرینگے اور اپنے ملک کی بھی اور اگر کوئی دشمن خدانخواستہ ہمارے ملک یا وزیر کے ملک پر حملہ کریگا تو ہم سرداران روہیلہ اور وزیر متفق ہوکر اُس کے مقابلے مین کوشش کرینگے اور وزیر سلطنت نواب ضابطہ خان کی بہبودی کے واسطے جو صلاح دینگے اُس کے سرانجام مین بھی ہم سب سرداران روہیلہ متفق ہوکر سعی کرینگے۔ ہم دونون فریق خدا اور اُس کے پیغمبر اور قرآن شریف کی قسم کھاتے ہین کہ ہم بدل مطابق اس قول و قسم کے عمل کرینگے اور کبھی اس عہدنامے سے تجاوز نہ کرینگے۔

یہ عہدنامہ قسم سے مستحکم ہوکر جنرل سر رابرٹ بارکر کے روبرو مُہر سے مکمل ہوا۔

المرقوم ۱۱ ربیع الاول ۱۱۸۶ ہجری مطابق ۱۲ جون ۱۷۷۲ء

چالیس لاکھ روپیون کا تمسّک جو حافظ رحمت خان نے لکھکر شجاع الدولہ کے حوالے کیا

چونکہ وزیر سلطنت شجاع الدولہ تمام سرداران روہیلہ کو اُن کے مُلک پر قابض کر دینگے اُن کو اختیار ہے کہ چاہے صلح سے یا جنگ سے اس امر کا سرانجام کرین اب اگر مرہٹے جنگ یا صلح ہونے کے بغیر دریا کا عبور کرینگے اور موسم بارش کے باعث خاموش رہ کر برسات گذر جانے کے بعد روہیلون کے ملک مین فساد برپا کرینگے تو فساد کا رفع کرنا وزیر کے متعلق ہوگا۔ سرداران روہیلہ بعد از امور مذکورۂ بالا اقرار کرتے ہین کہ وہ چالیس لاکھ روپے حسب شرائط ذیل دینگے یعنی چونکہ مرہٹون نے فساد برپا کر رکھا ہے تو وزیر شاہ آباد سے روانہ ہوکر ایسے مقامات مین جائین جو اُن کے نزدیک ضروری ہون تاکہ متوسّلان روہیلہ جنگل سے آکر اپنے اپنے گھرون مین آباد ہون۔ جب ایسا ہوگا تو دس لاکھ روپے نقد منجملہ رقم مشروطہ دیے جائینگے اور باقی تیس لاکھ روپے تیس سال مین شروع سنہ۱۱۸۶ ہجری سے ادا کیے جائینگے۔ یہ عہدنامہ روبرو جنرل سر رابرٹ بارکر کے مُہر سے مکمل ہوا۔

سر رابرٹ بارکر نے سلیکٹ کمیٹی کو چٹھی لکھی کہ مین کل حافظ رحمت خان اور وزیر سے ملا اور میرے سامنے تمام عہد و پیمان پر مباحثہ ہوا۔ حافظ رحمت خان نے جو چالیس لاکھ روپے نواب وزیر کو اس بات کے لیے

دینے کا اقرار کیا کہ مرہٹون کو اُن کے ملک سے خارج کردین اور اُن کے تمام آوارہ گرد خاندانون کو اُن کے گھرون مین آباد کردین۔ اُنہین سے بیس لاکھ روپے سرکار کمپنی کے ہاتھ آئینگے اور شجاع الدولہ سے یہ بات بھی ٹھہری ہے کہ روہیلے اپنا ایفاے عہد نہ کرین تو وہ پچاس لاکھ روپے سرکار کمپنی کو اس بات کے دینگے کہ وہ مدد کرکے روہیلون کے اُس ملک پر قبضہ کرادے جس کا نام حافظ رحمت خان کا ملک ہے۔ اُسپر سلیکٹ کمیٹی نے سر رابرٹ بارکر کو جواب دیا کہ چالیس لاکھ روپے کے آدھے تم اس بات کے لیے منظور کرلو کہ مرہٹون کا اخراج روہیلون کے ملک سے کیا جائیگا مگر دوسری شرط شجاع الدولہ کی ہرگز نہ منظور کرنا۔

تنبیہ

اس عہدنامے کے واقعے اور روپیون کی تعداد کو تاریخ کی کتابون مین مختلف طور پر بیان کیا ہے جو کیفیت اصلی تھی وہ تو ہمنے بیان کردی اُن مختلف روایات کو بھی رد و قدح کے ساتھ یہان ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ اشتباہ باقی نہ رہے۔

(الف) عماد السعادت مین سفر رام گھاٹ کے ضمن مین بیان کیا ہے کہ جب مرہٹون کو دکن سے یہ خبر پہونچی کہ نرائن راؤ مارا گیا اور اُسکا چچا رگناتھ راؤ جس کا عرف راگھوبے ہے اُسکی جگہ مسند نشین ہوا تو یہ دکن کی واپسی کے لیے مضطرب ہوے۔ شجاع الدولہ کو پیام دیا کہ دکن مین یہ واقعہ گذرا ہے اب ہم یہان نہین ٹھہر سکتے اگر آپ ایسا کرین کہ

ساٹھ لاکھ روپے اپنے پاس سے عطا کرین اور ساٹھ لاکھ روپے روہیلون سے دلوا دین تو ہم دوآبہ کے ملک کو جو حافظ رحمت خان وغیرہ سے فتح کیا ہے آپکو دیدینگے ۔ اگر روہیلے ساٹھ لاکھ روپے دینے سے انکار کرین تو پھر ہم سے آپ متعرض نہ ہون ہم اُن سے خود وصول کر لینگے بلکہ تھوڑے سے عرصے مین ہم اس ملک سے اُنکی بیخ و بنیاد اُکھیڑ کر اُنکا ملک بھی آپ کے ہاتھ فروخت کر دینگے ۔

شجاع الدولہ روہیلون کی بربادی مروت سے بعید سمجھے اور حافظ رحمت خان کو بلا کر نشیب و فراز سمجھایا اور کہا کہ مرہٹون کو روپیہ دے کر اُن کی آفت کو ٹال دینا چاہیے ۔ حافظ صاحب نے ناداری کا عذر کیا اور کہا کہ بہزار خرابی مین چالیس لاکھ روپے بتدریج دے سکتا ہون ۔ ان مین سے نصف آپ دونگا اور نصف دوسرے سردارون سے دلاؤنگا اب آپ کروڑ روپے اپنے خزانے سے مرہٹون کو پہونچا دین ساٹھ لاکھ روپے اپنی جانب سے اور چالیس لاکھ روپے ہماری طرف سے ۔ یہ چالیس لاکھ روپے بتدریج ادا کر دونگا شجاع الدولہ نے یہ بات منظور کر لی اور مرہٹون کو ایک کروڑ روپے دیدیے ۔ منتخب العلوم مین بھی اسی کے مطابق لکھا ہے ۔

(ب) مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ حافظ الملک اور دوسرے پٹھان سردارون نے پچاس لاکھ روپے نقد انگریز اور شجاع الدولہ دونون کو مرہٹون کو نکالنے کی بابت دینے کا وعدہ کیا تھا ۔

(ج) مؤلف گلستان رحمت نے بیان کیا ہے کہ مرہٹون نے صلح کو اس شرط پر منظور کر لیا کہ چالیس لاکھ روپے اُنکو دیے جائین اور اُنکے دلوانے کے

ضامن شجاع الدولہ ہو جائین۔ نواب وزیر نے کہا کہ مین حافظ صاحب کی خاطر سے اِس ضمانت کو قبول کر لونگا اگر وہ مجھکو چالیس لاکھ روپے کا تمسک لکھدین۔ یہ تمسک حافظ صاحب نے اور بھی سردارون کی صلاح لیکر لکھدیا سب نے وعدہ کر لیا کہ ہم روپیہ ادا کرینگے۔ غرضکہ جب شجاع الدولہ نے مرہٹون کو روپیہ دینے کا ذمہ لے لیا تو مرہٹے ملک کٹھیر کو چھوڑ کر چلے گئے حافظ صاحب بریلی آئے اور پانچ لاکھ روپیہ اپنے خزانے سے شجاع الدولہ کے پاس بھیجا اور جب اور سردارون سے روپیہ مانگا تو سب نے افلاس کا عذر پیش کیا اور کچھ نہ دیا۔

(د) جام جہان نما مین ذکر کیا ہے کہ مرہٹے ایک ماہ تک نجیب آباد کے علاقے کو لوٹ لاٹ کر صفر ۱۱۸۶ ہجری مین مراد آباد کے علاقے مین گھس آئے چونکہ برسات کا موسم قریب تھا اور مرہٹون کو ملکداری کا دعوٰی نہ تھا اور شجاع الدولہ مع لشکر انگریزی کے شاہ آباد مین موجود تھے اُن کے ذریعہ سے مرہٹون نے چالیس لاکھ روپون پر روہیلون سے صلح کر لی اور ربیع الاول مین بادشاہ اور مرہٹے گنگا سے اُتر گئے۔

(س) تنقیح الاخبار مین کہا ہے کہ جب مرہٹون نے ۱۱۸۶ ہجری مین روہیلون پر چڑھائی کی تو ذوالفقار الدولہ نجف خان کی معرفت جو مرہٹون کے ساتھ تھے پچاس لاکھ روپون پر صلح ہو گئی تھی۔ تاریخ مظفری مین بھی یون ہی لکھا ہے۔

(س) اخبار حسن مین تحریر کیا ہے کہ شاہ عالم نے سرداران مرہٹہ کو چالیس لاکھ روپے کے وعدے سے اپنے ہمراہ لیکر نواب ضابطہ خان پر

چڑھائی کی تھی اور جب نواب سید فیض اللہ خان اور حافظ رحمت خان نے بادشاہ کی خدمت مین عرضیان لکھین کہ نواب ضابطہ خان کا قصور معاف فرمادینا چاہیے تو بادشاہ نے جواب دیا کہ چالیس لاکھ روپے دینے کا ہمنے مرہٹون سے وعدہ کیا ہے اگر اس قدر روپے نواب ضابطہ خان دیدین تو قصور معاف ہوسکتا ہے چونکہ نواب ضابطہ خان مین اتنی استطاعت نہ تھی اسلیے حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ کی ضمانت سے یہ معاملہ طے ہوا۔

یہ تمام بیانات واقع کے خلاف ہین یہان اتنی باتون کو ذہن نشین رکھنا چاہیے۔

(۱) اس مرتبہ کی یورش مین بادشاہ اور مرہٹون کی فوج نجیب آباد کے علاقے سے نکل کر کٹھیر مین بالکل نہین آئی تھی[۱] پس جام جہان نما مین جو لکھا ہے کہ مرہٹے مراد آباد کے علاقے مین گھس آئے تھے اور فرح بخش مین کہا ہے کہ بادشاہ اور مرہٹے تین مہینے تک مراد آباد کے علاقے مین رہے تھے یہ دونون قول صحت سے عاری ہین۔

(۲) بادشاہ نجیب آباد سے دلی کو لوٹ گئے تھے[۲]

(۳) روہیلون کی جانب سے مرہٹون کو چالیس لاکھ روپے دینے کا وعدہ نہین ہوا تھا نہ شجاع الدولہ مرہٹون کے پاس ان روپیون کے پہونچانے کے روہیلون کی طرف سے ضامن ہوے اور نہ نجف خان کی معرفت پچاس لاکھ روپیون پر مرہٹون اور روہیلون مین صلح ہوئی تھی۔

---

[۱] دیکھو گزیٹیر ۱۲ [۲] مرآت آفتاب نما ۱۲

(۴) بادشاہ اور مرہٹے نجیب آباد کے ملک کو فتح کرکے دہلی کو اس وجہ سے نہین لوٹ گئے تھے کہ اُن مین اور روہیلون مین معاہدہ اور مصالحت ہوگئی تھی۔ کیونکہ ایسا نہین ہوا تھا۔ بلکہ برسات کے قریب آجانے کی وجہ سے بادشاہ اور مرہٹے معاملے کی بابت نامۂ وپیام کیے بدون ہی ندی نالون کی طغیانی کے خوف سے گنگا پار چلے گئے تھے۔[۱]

(۵) نواب ضابطہ خان کی بادشاہ سے صفائی مرہٹون کی پامردی سے ہوئی تھی۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ نواب ضابطہ خان نے تکو سے مل کر بیساجی اور مہاجی سے تصفیہ کرلیا۔ اور مرہٹون کو بہت کچھ مال و دولت دینے کا وعدہ کیا چونکہ مرہٹے روہیلون کو ملا کر اودھ کے فتح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسلیے اُنھون نے بادشاہ سے لڑ بھڑ کر نواب ضابطہ خان کی تقصیرات کو معاف کرادیا[۲] اس مین نہ حافظ رحمت خان کا احسان تھا نہ شجاع الدولہ کی منّت۔

(۶) اصل واقعہ یہ ہے کہ حافظ رحمت خان نے ایک اقرارنامہ اس مضمون کا شجاع الدولہ کو لکھدیا تھا کہ وہ لڑکر یا صلح کرکے مرہٹون کو روہیلونکے ملک سے نکال دین اور اگر موسم برسات کے بعد پھر وہ لوگ روہیلون کے ملک کا قصد کرین تو اُنکا مقابلہ اور اخراج پھر شجاع الدولہ کے ذمّے رہیگا اسکے عوض مین حافظ رحمت خان تین سال کے عرصے مین چالیس لاکھ روپے شجاع الدولہ کو خرچۂ جنگ کی بابت ادا کرینگے۔ اور اس اقرارنامے پر

---

[۱] دیکھو فرح بخش ۱۲ [۲] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

سر رابرٹ بارکر صاحب انگریزی کمانڈر انچیف کے دستخط پختگی کے لیے کرائے گئے تھے اور یہ اقرار نامہ حافظ صاحب نے اور سرداروں کے مشورے کے بدون لکھا تھا۔ مؤلف گلستان رحمت نے جو یہ لکھا ہے کہ اور بھی سرداروں کی صلاح لے کر لکھا تھا یہ قول صحیح نہین۔ اُسنے محض اس نظر سے یہ فقرہ لکھا ہے کہ حافظ صاحب کی صفائی اور دوسرے روہیلہ سرداروں کی کج ادائی ثابت ہو۔ فرح بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کو چکنی چپڑی باتون مین پرچا کر چالیس لاکھ روپیہ کا تمسک لکھا لیا۔ اور وعدہ کیا کہ مین مرہٹون سے معاملہ کرا دونگا اور اُنکی جنگ کو اپنے ذمّے لیا۔ سبحان اللہ! دکھنیون کے معاملے کا شجاع الدولہ سے کیا کام مگر حافظ الملک کے ہوش و حواس پیرانہ سالی کی وجہ سے یا اجل کے قریب آ جانے کے باعث سے بجا نہ تھے۔ ستر بہتر بدحواس ہوگئے تھے کہ بے سبب اپنے آپ کو سرداران قوم سے مشورہ لیے بغیر شجاع الدولہ اور انگریزون کے پاس چالیس لاکھ روپیون کے عوض مین دکھنیون کی بابت مقید اور مرتہن کرا دیا۔ نہین تو حافظ صاحب جیسے ذی ہوش کبھی فریب کھا کر اس طرح دام بلا مین گرفتار نہ ہوتے۔ (انتہیٰ کلامہ)

(جام جہان نما مین مذکور ہے کہ) بادشاہ اور مرہٹے دو مہینے تک نجیب آباد کے علاقے مین رہے برسات کا موسم قریب آ جانے سے بادشاہ نے فخر الدین خان پسر قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کو سہارنپور کا ناظم[1] مقرر کر کے خود بخود دہلی کو

[1] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

لوٹنے کا حکم دیا۔ مہاجی سیندھیا اور تکو نے عرض کیا کہ حضور آلہ آباد کی طرف چلیں تو انگریزوں سے خراج معاملہ بنگالہ و بہار کا خاطر خواہ لے لیا جائے مگر بادشاہ نے منظور نہ کیا۔ اور سیندھیا نے مخفی عرض کیا کہ یہ لوگ بدعہد ہیں بہتر یہی ہے کہ حضور دہلی کو لوٹ جائیں۔ ایک دن بیباجی اور تکو حسام الدین خان کے ڈیرے میں آئے اور مشرق کی طرف بادشاہ کو چلنے کے باب میں بہت اصرار کیا یہانتک کہ لڑائی کو مستعد ہوگئے بادشاہ نے حکم دیا کہ ذوالفقار الدّولہ اپنے رسالے کے ساتھ حسام الدین خان کی مدد کو جائیں جب مرہٹوں کو یہ خبر پہونچی تو حسام الدین خان سے کہنے لگے کہ بادشاہ مالک ہیں جدھر چاہیں تشریف لیجائیں اور دو تین کروڑ روپے جو وصول کیے تھے اُسکی تقسیم بالمناصفہ سے انکار کیا اس سے بادشاہ کا مزاج اُن سے مکدّر ہوگیا بہت سا عذر کیا اور سہارنپور کا علاقہ بادشاہ کے حوالے کر دیا مگر بادشاہ کا دل صاف نہ ہوا۔ بادشاہ مرہٹوں کو جاٹوں کے ملک کے فتح کرنے کا فرمان دے کر ۱۷ ذیحجہ ۱۱۸۵ھ[1] جلوس روز دوشنبہ کو دہلی میں داخل ہوگئے۔

شجاع الدولہ کو مرہٹوں کے نکالنے میں اُنگلی بھی نہیں ہلانی پڑی حافظ صاحب ابھی شاہ آباد میں تھے کہ شجاع الدولہ بھی لشکر مرہٹہ اور بادشاہ کی واپسی کی خبر سُن کر فیض آباد کو کوچ کر گئے اور حافظ صاحب پیلی بھیت کو چلے آئے۔ نواب سیّد فیض اللہ خان بخشی سردار خان۔ فتح خان خانسامان محب اللہ خان فتح اللہ خان۔ عظیم اللہ خان پسران دوندے خان مرہٹوں کے گنگا پار

[1] دیکھو گل رحمت ۱۲

چلے جانے کی خبر سنکر حافظ صاحب کی واپسی سے قبل اپنے اپنے مقامون کو چلے گئے۔ مگر صاحبزادہ سید محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان حافظ صاحب سے ملنے کی غرض سے پیلی بھیت مین ٹھہر گئے۔ اور جب حافظ صاحب پیلی بھیت آگئے تو یہ اُن سے ملکر آنولہ کو چلے آئے۔

روہیلے چار مہینے تک دامن کوہ مین رہے تھے اس بار ترائی کی آب وہوا نے اُنکی جماعت کے ساتھ ایسا کام کیا کہ شاید بہت بڑی لڑائی سے بھی یہ نوبت نہ پہونچتی لوگون کا بیان ہے کہ قریب بیس ہزار آدمیون کے اُنکی جماعت مین سے بخار کے سر صدقے ہوے گویا بخار نے اُنکے کیمپ کا ٹھیکہ لیا تھا اس واقعہ کی **قضاے مردم** تاریخ ہے[1]

حافظ صاحب نے اپنے اہلکارون کو حکم دیا کہ جو لوگ مر گئے ہین اُنکے بیٹون کے نام اُن کی اسامیون پر کر دیے جائین اور جن کے بیٹے نہ ہون اُن کی بیوون سے بارگیر طلب کر لیے جائین اور جو بیوین بچون کی کثرت کی وجہ سے بارگیر دینے مین عذر کرین تو خود اُن بیوون کے نام پر اُن کے شوہرون کی تنخواہ بطور مصرف خیر کے مقرر کر دی جائے جب سپاہ کی موجودات لی گئی تو کئی ہزار اسامیون پر بیوہ عورتون اور چھوٹے چھوٹے بچون کے نام مقرر کیے گئے۔ سودا کے ایک شعر سے مستفاد ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کی سرکار مین پیادے کی تنخواہ تین روپے اور سوار کی نو روپے تھی۔

حافظ یہ چاہے عُہدہ سے اُسکے بر آوین   پیادے کو دیکے تین روپے نو روپے سوار

---

[1] دیکھو گل رحمت ۱۲

اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین کیونکہ راجپوتانہ کی بعض بعض ریاستون مین اب بھی سوارون کی ایسی قلیل تنخواہ ہے نہ وہ اپنے ٹٹوون کو دانہ دیتے ہین نہ پیٹ بھر کر گھاس۔ اور ہمنے خود دیکھا ہے کہ نواب سیّد کلب علی خان کے عہد تک علی غول کے سپاہیون کی تنخواہ چار چار روپے ماہوار تھی اور سوار اٹھارہ روپے ماہوار پاتا تھا۔ حالانکہ اس وقت مین غلہ بہ نسبت اُس زمانے کے بہت گران ہے اور گھوڑا بھی بہت زیادہ قیمت مین ملتا ہے اور دوسری چیزون کی بھی یہی حالت ہے پس یہی وجہ ہے کہ روہیلون کی فوج ایسے سپاہیون کے مقابلے سے عاجز ہو جاتی تھی جو لوٹ مار کی وجہ سے خوشحال رہتے تھے۔ بکسر کی شکست کے بعد سے شجاع الدولہ نے بھی اپنی فوج کو انگریزون کی دیکھا دیکھی بہتر بنا لیا تھا روہیلے ابتدا مین نواب سید علی محمد خان بہادر کے جھنڈے کے تلے جمع ہوے تو اُس وقت تعلقات اُنکے ساتھ زیادہ نہین لگے ہوے تھے اور تاخت و تاراج ملک کی بدولت مالا مال بھی ہو رہے تھے اس لیے لڑائیون مین جوانمردی و بسالت اِن سے ظہور مین آتی تھی جب مال و اسباب اور اہل و عیال کے مالک بن گئے اور لوٹ مار کا مال آنا بند ہوا صرف تھوڑی سی تنخواہ مدد معاش رہگئی تو زبردست لڑائیون پر ہمت ان کی نہین بندھتی تھی اپنے اہل و عیال کے پالنے اور مال بڑھانے مین دیوانہ وار کام کاج کرتے رہتے تھے اور جب کبھی علاقے مین نوکری نکل آتی تو وہان کے آدمیون کے کلیجون مین ہاتھ ڈال کر مال نکالتے جو کچھ نقد و جنس ہاتھ آتا سمیٹ لیتے اور اُس مقام کو بے چراغ اور ویران کرنے مین کوتاہی نہ رکھتے۔

شجاع الدولہ کی سفارش سے مہاجی سیندھیا کا ضابطہ خان کی اہل و عیال کو رہا کردینا۔ اور ضابطہ خان کو بغیر کسی مزاحمت کے اپنے ملک پر قبض و دخل مل جانا

شجاع الدولہ نے اپنی دستار سر بستہ محمد ایلچ خان کے ہاتھ مہاجی سیندھیا کے پاس بھیجی اور اُس کو اِس مضمون کا ایک خط لکھا کہ "دکن کے سرداران عالی شان عفت و جوانمردی مین شہرۂ آفاق ہین یعنی یہ لوگ کسی کی ناموس سے کام نہین رکھتے بلکہ دشمن کی ناموس کی اپنی ناموس سے زیادہ محافظت کرتے ہین اور یہ لوگ عورتون اور بچّون پر جور و جفا روا نہین رکھتے۔ مردون پر سختی کرتے ہین۔ اس لیے آپ کو لکھا جاتا ہے کہ ضابطہ خان تقصیر وار ہین نہ کہ اُن کے جورو بچے اور یہ بھی ممکن نہین کہ نواب موصوف اپنی جورو بچون کی محبت مین آپ کے لشکر مین حاضر ہو جائین کیونکہ اُنکو وہان جانے مین ہلاکت کا اندیشہ ہے پس اُنکا آپکے لشکر مین آجانا کیسے متصوّر ہوسکتا ہے۔ اس صورت مین اُن کے زن و فرزند کے قید رکھنے مین کیا فائدہ ہے۔ اسلیے مناسب یہ ہے کہ اپنی قوم کے عمدہ شیوے کی رعایت ملحوظ کرکے اُن قیدیون کو یہان بھجوا دیا جائے۔ اس مین آپکی بلند نامی متصوّر ہے اور اگر کسی وجہ خاص سے اس موقع پر دستور قدیم کی رعایت خلاف طبیعت معلوم ہو تو میری سفارش کو قبول کرکے اُن کو رہائی دیجیے اور اس تحریر کو عالم دوستی مین پہلا امتحان تصور کرکے ہمکو شکر گذار بنائیے۔

فرض کیا کہ نجیب الدولہ نے آپ کی قوم کے ساتھ بدسلوکی کی ہے لیکن آپ اپنی نیک عادت نہ چھوڑئیے۔ سیندھیا نے اس دستار اور تحریر کی بڑی عزت کی اور پیشوائی کر کے اُس دستار کو سر پر رکھ لیا۔ اور نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم نے بھی مستقیم خان اور منو دائی کو سیندھیا کے پاس بھیجا تھا۔ سیندھیا شیخ محمد کبیر سے کہ مستقیم خان کے باپ ہین سابقہ معرفت رکھتا تھا۔ ان سفارشون کے پہونچنے پر اُسنے ضابطہ خان اور کلو خان اور ملو خان کے اہل و عیال کو اسباب سفر دے کر رخصت کر دیا جو بریلی مین ضابطہ خان کے پاس پہونچ گئے۔ ضابطہ خان ان لوگون کو یہین چھوڑ کر حافظ صاحب سے ملنے کے لیے پیلی بھیت گئے اُنھون نے صلاح دی کہ تم اپنے ملک پر قبض و دخل کر لو۔ چنانچہ ضابطہ خان کئی مہینے کے بعد اپنے بیٹے غلام قادر خان کو اپنے متعلقین کے ساتھ بریلی مین چھوڑ کر جریدہ نجیب آباد کو چلے گئے۔

۱۱۸۵ھ ہجری مین حافظ رحمت خان نے عظمت خان برادر حقیقی عنایت خان کو اپنے یہان کی چند عورتون کے ساتھ آنولہ کو بھیجا جسکی شادی امیر خان ابن ملک شادی خان ابن شہزاد خان ابن محمود خان عرف موتی خان ابن شہاب الدین خان کی بیٹی سے کی گئی پھر یہ سب لوگ پیلی بھیت کو لوٹ آئے۔

بخشی سردار خان کی وفات اور اُن کے بیٹون کا باہمی نزاع

بخشی سردار خان جو اس قوم مین بہت بزرگ آدمی تھے گنگا پور کے

مورچون مین علیل ہوگئے اُن کا حال متغیر ہونے لگا تو متواتر کوچ کرکے آنولے پہونچے اور اسہال کے مرض مین ۲۴ ربیع الاول ۱۱۸۵ ہجری کو انتقال کیا۔ جیساکہ اخبار حسن مین مذکور ہے مگر غالباً اُن کا واقعۂ وفات ۱۱۸۶ ہجری مین ہوا ہوگا اور یہ امر تاریخی واقعات سنہ مذکور سے ظاہر ہے۔ انکا سلسلۂ نسب یون ہے۔ سردار خان۔ ابن موسم خان۔ ابن احمد خان۔ پسر شریف خان ولد محمد خان معروف بہ خان۔ ان کی قوم کمالزئی ہے۔ سردار خان روہ سے داؤد خان کے عہد مین ہندوستان مین آئے تو داؤد خان نے اُنکی بہت عزت کی داؤد خان کے انتقال کے بعد نواب سید علی محمد خان نے اپنی رفاقت مین رکھا اور جب نواب کا کٹھیر پر قبضہ ہوگیا تو اُنکو اپنی سرکار کا بخشی مقرر کیا۔ یہ بڑے متقی عابد زاہد شجاع اور سخی تھے نماز کے پابند تھے مرتے دم تک پنجگانہ نماز مسجد مین ادا کرتے رہے۔ تجویز و تدبیر مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے عادل و منصف تھے۔ رعایا سے نذرانہ وغیرہ زیادہ مال لینے سے پرہیز کرتے تھے جیساکہ اور سردارون کی عادت تھی۔ بخشی صاحب نے سوائے محاصل مقرری کے کسانون اور زمیندارون سے کبھی زیادہ وصول نہین کیا۔ دم واپسین تک حواس درست تھے۔ خبردار و ہوشیار رہے۔ ان کو روہیلون کی طاقت اور حکومت کی جانب بہت توجہ تھی۔ ہر حالت مین اپنی قوم کے طرفدار و مددگار رہے۔ سو برس کی عمر پائی اُنکی قبر آنولے مین ابھی تک موجود ہے۔ ان کے آٹھ فرزند تھے۔ احمد خان۔ محمد خان۔ شہامت خان۔ سعادت خان۔ محمد نور خان۔ عبدالرحمن خان۔ حبیب خان۔ فقیر محمد خان۔

جیسا کہ اخبار حسن مین ہے۔ فرح بخش مین لکھا ہے کہ سردار خان نے سات جوان بیٹے چھوڑے اُن مین فقیر محمد خان اور محمد نور خان کے نامون کی جگہ کلو خان نام لیا ہے۔

سردار خان نے اپنے مرنے سے قبل یہ انتظام کر دیا تھا کہ احکام شرع کے مطابق اپنے بیٹون اور بیٹیون اور عورتون پر علی قدر مراتب مال تقسیم کر دیا اور بڑے بیٹے احمد خان کو اپنا قائم مقام بنایا اور محمد خان کو سپاہ کی بخشی گری دی۔ سعادت خان۔ عبدالرحمٰن خان۔ حبیب خان اور کلو خان کو اُن دونون بھائیون کے شریک کر دیا۔ شہامت خان جو مرہٹون کی یورش کے وقت سے فرخ آباد کو چلا گیا تھا اُس کو کچھ نہ دیا اُس سے ناخوش مرے۔

محمد خان اور احمد خان مین قدیم سے عداوت تھی اوباشون کی صلاح سے محمد خان بھائی کے ساتھ مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور باپ کی وصیّت کو بالائے طاق رکھدیا۔ دونون بھائی جنگ کے لیے فوجین جمع کرنے لگے جب بہت سی سپاہ جمع ہو گئی تو اوّل محمد خان آنولہ سے فساد کے ارادے پر نکل کر کوٹ سال باہن اور اہرات مین چلا گیا اور قبضہ کر لیا۔ اور مستعد جنگ ہو گیا۔ ابتدا مین حافظ صاحب نے عنایت خان کی سفارش سے محمد خان کو ریاست کا امیدوار کیا تھا۔ جب عنایت خان کی حرکات سے حافظ صاحب کا مزاج اُس سے مکدر ہو گیا تو محمد خان بھی اپنی مراد کو نہ پہونچا حافظ صاحب نے خلعت ریاست خان محمد خان کے ہاتھ صاحبزادہ سیّد محمد یار خان کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ احمد خان کو اپنے پاس طلب کر کے

یہ خلعت اُسکو عنایت کردین۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب نے حافظ صاحب کی تحریر کے مطابق اور فتح خان خانساماں اور عبدالستار خان اور سید قاسم شاہ بن سید احمد شاہ اور مولوی غلام جیلانی خان کے مشورے کے موافق وہ خلعت احمد خان کو مرحمت کر دیا۔ اور حافظ صاحب نے احمد خان کی درخواست پر محمد خان کی سرکوبی کے لیے حکم دیا تھا اِسی لیے اُسی دِن اِن سرداروں نے آنولہ سے کوچ کر کے منونہ مین ڈیرہ کیا اور اہرات پہونچکر محمد خان کو بطور نصیحت کے کہلا بھیجا کہ باہم بھائیون مین یہ ہنگامہ آرائی اور فوج کشی خانہ ویرانی اور زوال ملک و دولت کا موجب ہے یہی بہتر ہے کہ جو کچھ تمھارے باپ نے مقرر کر دیا ہے اُسپر راضی اور شاکر ہوکر آپس مین خوش رہو مگر محمد خان نے نہ مانا بلکہ زیادہ تر شورش پر کمر باندھی۔

ایک روز صاحبزادہ سید محمد یار خان اور فتح خان خانساماں ہدایت کے لیے سوار ہوکر محمد خان کی جمعیت کے پاس گئے اور اُسے بُلا کر سمجھایا مگر وہ سرشار بادۂ نخوت اُنکی نصیحت کو خیال مین نہ لایا بلکہ اپنی فوج کو درست کر کے جنگ پر آمادہ ہوا۔ سید محمد یار خان۔ فتح خان خانساماں۔ احمد خان بخشی۔ عبدالستار خان۔ سید قاسم شاہ۔ مولوی غلام جیلانی خان وغیرہ رسالہ دار اور جماعہ دار بھی اپنی اپنی سپاہ تیار کر کے اُس کے مقابلے کو مستعد ہوے۔ تیر و بندوق اور بان و توپ دونون طرف سے چلنے لگے فتح خان خانساماں ایک کوس سے پیادہ ہو گئے اور توپخانے کو سامنے کر کے اتنے گولے مارے کہ محمد خان کی تمام جمعیت پریشان ہو گئی۔ سب سپاہی بھاگ گئے چند روہیلے

دو تین گھوڑے اور خچر بان د بندوق سے مارے گئے اور محمد خان کا تمام سامان لٹ گیا۔ یہ جنگ دریاے سوت کے کنارے پر واقع ہوئی تھی۔ صاحبزادہ سیّد محمد یار خان اور فتح خان محمد خان کو گرفتار کر کے آنولے مین لے آئے مگر یہ قید سخت نہ تھی بلکہ فی الحقیقت مطلق العنانی تھی۔ سیّد محمد یار خان نے حافظ صاحب کو لکھا کہ "آپ فرمائین تو محمد خان کو بریلی بھیجدیا جائے یا آنولہ ہی مین رکھا جائے" حافظ صاحب نے جواب لکھا کہ "محمد خان کا بریلی بھیجنا مناسب نہین اس لیے کہ آج کل یہان عنایت خان درپے فساد ہے اور محمد خان اُس کا دوست ہے بدکاری اور زشت افعالی مین دونون کا ایک ہی نمبر ہے اگر یہ دونون مل گئے تو اور زیادہ فساد پیدا ہوگا" اور واقع مین محمد خان کی یہ تمام شورش عنایت خان کے اغواسے تھی۔ اس لیے سیّد محمد یار خان نے محمد خان کو آنولے مین اپنی حویلی پر مقید رکھا۔ محمد خان یہین کھانا کھاتا اور یہین سوتا تھا محمد خان کی گرفتاری کے بعد احمد خان تمام مقبوضات بخشی پر بخوبی قابض و متصرف ہو گیا اور قرار واقعی تسلط کر لیا یہ شخص تمام بھائیون کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا تھا اور اپنی سرکار کے رسالہ وارون اور جماعہ دارون کی پرورش مین کوتاہی نہین کرتا تھا۔ شہامت خان احمد خان سے نہ ملا بلکہ اس خیال سے کہ باپ کے ملک و دولت مین سے حصّہ اور میراث ملیگی بہت سے سپاہی نوکر رکھے نوابی کا ٹھاٹ بنایا چند روز ہوا کر کے زیر بار ہوگیا۔ دو ہزار اشرفیان کہ بخشی سردار خان نے دی تھین اور پچاس ساٹھ ہزار روپے کا زیور و اسباب وغیرہ فروخت کر کے دو تین مہینے تین

روہیلون کو کھلا دیا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

یہ شخص نہایت سخی و کریم تھا۔ بخشی سردار خان اس سے اسلیے ناراض ہوگئے تھے کہ جب مرہٹون نے پتھر گڑھ وغیرہ کو برباد کردیا اور نواب ضابطہ خان کے اہل و عیال کو قید کرلیا تو یہ خوف کھا کر اپنے باپ بھائی اور جورو بچون کو چھوڑ کر سارا مال واسباب لاد کر فرخ آباد کو چلا گیا اور وہین سکونت اختیار کرلی اور ایک مغل کی بیٹی کے ساتھ شادی کرلی بخشی سردار خان پر اُس کا یہ فعل شاق گذرا چنانچہ اپنی وفات کے وقت اُسکو ایک حبہ بھی اپنی اولاد کے زمرے مین نہ دیا مگر اُسنے بھی پرواہ نہ کی۔ بخشی مرحوم کی وفات کے بعد آنولہ کو چلا آیا اور اُس اندوختہ سے جو بخشی کی حیات مین جمع کیا تھا اور اپنی جاگیر کے دیہات کی آمدنی سے خوش و خرم امرا کی طرح رہنے لگا اور باپ کے ورثے اور حصے کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔ بلکہ اکثر اوقات محمد خان اور احمد خان کو سمجھایا کرتا تھا کہ آپس مین خصومت چھوڑ دو اور ان دونون بھائیون کے جھگڑے مین اُسنے کسی کی طرفداری نہ کی اس سے بڑھکر بد قسمتی کیا ہوگی کہ ایک تو مرہٹے جا بجا فساد کر رہے تھے۔ طرّہ یہ ہوا کہ روسائے روہیلہ مین بھی باہم نفاق ہوا۔

اس بغاوت کے بعد دوسری بغاوت جسکے باعث حکومت مین بالکل پھوٹ پڑ گئی عنایت خان کی ہے۔

عنایت خان کا حافظ رحمت خان سے بغاوت کرنا اور مغلوب و خراب ہو کر نہایت حسرت کے ساتھ دنیا کو چھوڑنا

عنایت خان حافظ رحمت خان کا بڑا بیٹا اور ولی عہد تھا حافظ صاحب کو اُس سے بہت محبت تھی تین چار لاکھ روپے سالانہ اُسکے لاأبالی مصارف کے لیے دیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب اپنے تمام بیٹون سے اُس کو زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اور بیٹون کے واسطے صرف سو سو دو دو سو روپے درماہے کے مقرر کیے تھے بریلی کی حکومت عنایت خان کے سپرد کر دی تھی اور خود اکثر پیلی بھیت مین رہا کرتے تھے اور ضرورت کے وقت بادشاہ یا شجاع الدولہ کے پاس عنایت خان ہی کو بھیجا کرتے تھے۔ عنایت خان اکثر سیر و سیاحت مین رہتا تھا مگر حافظ صاحب اس کے ان افعال سے اغماض کرتے تھے۔ عنایت خان کو اٹاوے کا ملک مرہٹون کے قبضے مین بغیر اُس کی رائے کے دینے کا سخت ملال تھا۔

حسن رضا خان ابن کامگار خان ولد اللہ یار خان پسر حافظ رحمت خان نے اخبار حسن مین کہا ہے کہ عنایت خان کو شجاع الدولہ کے ساتھ بہت پیار و اتحاد تھا اور وہ حافظ صاحب کی بربادی اور خانہ ویرانی کے دل سے خواہان تھے۔ اس لیے عنایت خان کو طرح طرح سے ترغیب و تحریص کر کے باپ کے ساتھ مخالفت اور بغاوت پر آمادہ کیا چنانچہ ترائی سے

واپس آنے کے بعد اُسنے حافظ صاحب کو معزول کرنے کی غرض سے فوج بڑھانا شروع کی جب حافظ صاحب شاہ آباد ضلع ہردوئی سے لوٹے تو عنایت خان نے راستے مین اُن سے کہا کہ "سپاہ کے کئی ہزار سوار اور پیادے اس وبا مین مر گئے ہین۔ اگر آپ حکم دین تو مین اُنکی جگہ آزمودہ کار جوان بھرتی کرلون تاکہ وقت پر کام آئین" حافظ صاحب نے کہا کہ مین نے یہ انتظام کیا ہے کہ جو سپاہی مرے ہین اُنکے ورثہ کو اُنکی جگہ نوکر رکھا جائے اگر تمھاری یہی مرضی ہے تو ایسا کرو کہ جو دو تین ہزار پٹھان نواب ضابطہ خان کی ریاست کی بربادی کی وجہ سے روہیلکھنڈ مین چلے آئے ہین اور خانہ ویران پھرتے ہین اُنکو نوکر رکھ لو اور چند روز کے بعد اُنکے لیے جاگیر مقرر کردی جائے گی۔ عنایت خان نے عجلت کے ساتھ سپاہ کی بھرتی شروع کی۔ حافظ صاحب کے بعض مصاحب عنایت خان کی سخت مزاجی کی وجہ سے اُس سے کدورت رکھتے تھے۔ اُنھون نے عنایت خان کے منصوبے پر کسی نہ کسی طرح اطلاع پاکر اس معاملے کو حافظ صاحب کے سامنے بیان کیا۔ حافظ صاحب عنایت خان سے کھٹک گئے اور فوراً اُس کو حکم بھیجا کہ سپاہ کی بھرتی موقوف کرے عنایت خان نے اُنکے جواب مین عرضی لکھی کہ "مین اس حکم کے صدور سے قبل دو تین ہزار سوار و پیادے بھرتی کرچکا ہون اُنکے لیے تو جائداد مرحمت ہو جائے آگے کو ایک آدمی بھی نوکر نہ رکھونگا" اس عرصے مین حافظ صاحب پیلی بھیت سے بریلی مین آگئے۔ اُس نا اہل و ناخلف بیٹے نے جو جو حرکتین بریلی مین کین باپ کو اُنکی

حرف حرف خبر پہونچی۔ اب اسے محبت پدری کہو خواہ مصلحت ملکی سمجھو باوجود ایسی بے اعتدالیوں کے باپ نے ایسی بات نہ کی جس سے بیٹا باپ کی طرف سے ناامید ہو کر اپنی جان ہلاک کردے اور اُسکے پاس ایلچی بھیجا کہ وہ اپنی کارروائی سے کوئی ایسا منتر پھونکے کہ مُرغ وحشی دام مین آجائے اور ایسا کچھ سمجھائے کہ وہ ہٹیلا لڑکا مان جائے اور اس پیامبر کے ہاتھ عنایت خان کو کہلا بھیجا کہ "بالفعل اس جمعیت کو اپنے پاس سے علیحدہ کردو پھر اس سے زیادہ سپاہ تمھارے ساتھ مقرر کردی جائیگی" جو دو غُلے دغا باز دورخے مکار روباہ بازی سے حافظ صاحب کی دانش گاہ مین نیک بن کر گھُسے ہوے تھے وہ یہ پیغام لیکر عنایت خان کے پاس گئے اور اُنھون نے مفسدہ پردازی کی راہ سے حافظ صاحب کے پیام کو ایسی تقریر مین ادا کیا کہ عنایت خان کا مزاج اور برافروختہ ہوگیا۔ اور اُس نے جواب ناصواب دیا۔ جو حافظ صاحب کے آگے بہت مبالغے سے بیان کیا گیا۔ اور حافظ صاحب کے دل مین کدورت پیدا ہوگئی۔ عنایت خان نے یہ خبر سنکر سلام کو جانا موقوف کردیا اور قلعۂ بریلی مین اژدہام کیا اور باپ سے باغی ہوگیا اور جنگ و پیکار کی باتین کرنے لگا۔ حافظ صاحب نے شفقت پدری کی وجہ سے بہت کچھ سمجھایا مگر وہ راہ راست پر نہ آیا۔ حافظ صاحب نے اپنی بدنامی اور شہر کی بربادی کے خیال سے عنایت خان کے گرفتار کرنے کا حکم نہ دیا بلکہ اُس کو سمجھاتے رہے اور خیال کرتے رہے کہ اگر میری طرف سے سختی واقع ہوئی تو یہ اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیگا یا کہین نکل جائیگا خدا چاہیگا تو خود بخود سمجھ کر

اس خیال فاسد سے باز آئیگا۔ حافظ صاحب یہ باتین سوچ کر جریدہ پیلی بھیت کو چلے گئے۔

بعض مؤرخون کا بیان ہے کہ حافظ صاحب اس وجہ سے پیلی بھیت کو چلے گئے تھے کہ بعض شخصون نے اُن سے یہ کہدیا تھا کہ عنایت خان آپکی گرفتاری کا ارادہ رکھتا ہے عنایت خان یہ سمجھا کہ میرے دبدبے اور خوف سے حافظ صاحب یہان نہ ٹھہر سکے اُس نے اور جمعیت بڑھا کر نخوت پیدا کی ساہوکارون اور بنیون سے جبرًا روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ رعایا کو اذیت دینے لگا۔ اُس کے نوکر شرفا پر جبر کرتے۔ حویلیون مین گھُس جاتے اور مال و اسباب لوٹ لیتے کوئی کسی کی مصیبت کا پرسان نہ تھا۔ رعایا نے آوارگی اختیار کی حافظ صاحب کو عنایت خان کے ان حالات کی خبر پہونچنے لگی جب عنایت خان کی شورش نے ترقّی کی اور تمام روہیلکھنڈ مین خبر پھیل گئی تو حافظ صاحب نے نواب سید فیض اللہ خان۔ صاحبزادہ سید محمد یار خان۔ فتح خان خانسامان۔ عبدالستار خان۔ اور مولوی غلام جیلانی خان کو اس حال سے آگاہ کیا۔ نواب سیّد فیض اللہ خان ہمیشہ حافظ رحمت خان کی بہبود کو ملحوظ رکھتے تھے اس لیے اپنی دار الریاستہ سے کوچ کر کے حافظ گنج کے قریب پہونچ گئے حافظ صاحب اُنکے ورود کی خبر سُنکر پیلی بھیت سے حافظ گنج مین آگئے اور باقی سردار بھی اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ لشکر مین پہونچ گئے اور سب کی صلاح سے قرآن مجید سادات اور مشائخ اور علما کے ہاتھ عنایت خان کے پاس بھیج کر تالیف قلب کی۔

اُسپر کچھ اثر نہوا۔ بریلی کے آس پاس مورچے تیار کرا کے مستعد جنگ ہوا
حافظ صاحب بھی اُسکی شورش سے بہت دل تنگ ہو گئے تھے اس لیے
خود بریلی پر فوج کشی کی اور نکٹیا ندی کے کنارے اپنا کیمپ قائم کیا۔ شیخ کبیر
نے اِس معاملے مین بہت کوشش کر کے لڑائی کو قریب صلح کے پہونچا دیا
تھا۔ مگر اتفاق سے اُسی زمانے مین وہ قضاے الٰہی سے مر گئے یہ دانش و
دین کے پُتلے تھے اور بڑے پکے مسلمان ویندار تھے نہایت متقی و پرہیزگار
تھے زہد و عبادت کی وجہ سے شیخ کہلائے تھے ورنہ پٹھان اکرزئی تھے۔
نواب سید علی محمد خان کے عہد مین افغانستان سے ہندوستان مین آئے
تھے نواب صاحب نے اُن کو نوکر رکھ لیا اور معقول ترقی دی حافظ صاحب
بھی اُنکی بڑی عزت کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے اُن کے جنازے پر
نماز پڑھی اور دفن کرنے کے لیے جنازہ بریلی کو بھجوا دیا۔ وہین مدفون ہوے
تین فرزند اُن سے یادگار رہے۔ مستقیم خان۔ عبدالحکیم خان۔ مقیم خان۔
مستقیم خان اپنے دونون بھائیون سے عُمر مین بڑے تھے اسلیے حافظ صاحب نے
شیخ کبیر کی جگہ اُن کو جاگیر اور رسالے پر سرفراز کیا۔

شیخ کبیر کے مرنے سے صفائی کی امید جاتی رہی عنایت خان نے شہر
کو مورچہ بند کر کے خود قلعہ مین جا کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ حافظ صاحب
تین چار روز نکٹیا کے کنارے اس غرض سے پڑے رہے کہ عنایت خان
بریلی کے باہر نکلے جبکہ وہ قلعہ سے باہر نہ نکلا تو اُنھون نے قلعہ کی جانب
توپخانہ بھیجکر اُسکو زمین سے اُکھیڑ کر پھینک دینے کا حکم دیا لیکن عنایت خان نے

اپنے ساتھیون کو یہ حکم دیدیا کہ جب توپ چلے تو حافظ صاحب کے افسرون کے اہل وعیال کو جو بریلی مین رہتے تھے گرفتار کرکے قلعہ کی دیوار پر توپخانے کے سامنے بٹھا دیا جائے۔ یہ حکم سُنتے ہی بریلی کے آدمیون مین ایک ہل چل مچ گئی اور سب نے افضل خان اور سلطان خان برادران[1] نجیب الدولہ کو جو مرہٹون کی یورش کے وقت مین نجیب آباد سے اپنے اہل وعیال کو لے کر بریلی مین آرہے تھے اور ابھی تک یہین مقیم تھے حافظ صاحب کے پاس بھیجکر عرض کرایا کہ اگر توپ کا ایک فیر بھی ہوا تو ہم بے حرمت اور برباد ہو جائینگے حافظ صاحب نے اس بات پر اطلاع پاکر گولہ اندازی کا حکم منسوخ کیا اور کشن گوال فرنگی وغیرہ افسران توپخانہ کو حکم دیا کہ لشکر مین توپخانے کو واپس لیجاؤ۔ اور کسی دوسرے حیلے کی فکر مین مصروف ہوئے آخر کار یہ تجویز کی کہ عنایت خان کو کسی ترکیب سے باہر نکال کر سزا دینا چاہیے۔ افضل خان اور سلطان خان کے ذریعہ سے عنایت خان کو یہ فریب دیا گیا کہ پرگنہ سلیم پور جھوکہ اور فریدپور خان محمد خان کی جاگیر سے نکال کر جسکے ساتھ عنایت خان کو قلبی عداوت تھی اور واقع مین یہ باپ بیٹے کی اتنی لڑائی نہ تھی جتنی کھٹک خان محمد خان کی تھی۔ عنایت خان کے نام مقرر کرکے سند اُسکے پاس اِس مضمون کی تحریر کے ساتھ بھیجی کہ ہمنے تمھارا قصور معاف کیا اور یہ پرگنہ تمکو جاگیر مین عطا کیا اس تحریر کو دیکھکر پہلے تو عنایت خان کو دھوکہ معلوم ہوا۔ مگر انجام کار یہ خیال کیا کہ شاید حافظ رحمت خان نے عاجز آکر یہ امر گوارا کرلیا ہو۔ اس امید پر قلعہ سے نکل کر اپنی نئی عطا کی ہوئی

[1] سیر المتاخرین مین انکو نجیب الدولہ کا بیٹا بتایا ہے اور یہ غلط ہے ۱۲

جاگیر پر قبضہ کرنے کو روانہ ہوا۔ اُسکے ساتھ چار پانچ ہزار فوج تھی جیسا کہ گل رحمت مین لکھا ہے اور فرح بخش مین عنایت خان کے ساتھیون کی تعداد دس بارہ ہزار بتائی ہے۔ اُسکے دو بھائی محمد دیدار خان اور الہ یار خان بھی اُسکی رفاقت مین تھے۔ اُسنے پہلے سلیم پور کی جانب روانہ ہوکر علاقہ کرور مین کیارہ کے گھاٹ پر رام گنگا کے کنارے ڈیرہ کیا دوسرے روز رام گنگا کو عبور کرکے کھکڑوئی (یا ککروئی) کے قریب ٹھہرا یہ گانون اندھاریا کے کنارے بلیا کی دکھنی سرحد پر واقع ہے اور یہان سے اُسنے الہ یار خان کو سلیم پور کا روپیہ وصول کرنے کو بھیجا۔ اُدھر حافظ رحمت خان نے احمد خان بخشی۔ عبد الستار خان۔ مستقیم خان۔ قاسم شاہ اور محب اللہ خان وغیرہ کو یہ حکم دیا کہ عنایت خان کو قید کرلین یا اُس ملک سے نکالدین تمام سردار فوج لیکر اُسکے پیچھے روانہ ہوے اور عنایت خان کو کہلا بھیجا کہ آج کل حافظ صاحب تمپر بہت خفا ہین اسلیے صلاح وقت یہ ہے کہ یہان سے کہین چلے جاؤ جبتک حافظ صاحب کی تمپر خفگی ہے یہان نہ رہو۔ عنایت خان نے سرداران موصوف کی یہ نصیحت نہ سنی اور آمادہ جنگ ہوا حافظ رحمت خان۔ نواب سید فیض اللہ خان۔ فتح خان خانساماں۔ محب اللہ خان۔ احمد خان بخشی اور عبد الستار خان بھی اپنا لشکر لے کر اُسکے متعاقب روانہ ہوئے اور اس فوج کو بلیا کے علاقے مین سردار نگر کے گھاٹ سے رام گنگا پار اُتارا۔ عنایت خان کی فوج پانچ روز کے عرصے مین موضع ککروئی تک پہونچی تھی۔

حافظ صاحب یہ سمجھے تھے کہ عنایت خان ہماری فوج کی نقل و حرکت کے خوف سے یہان سے چلا جائیگا اُسنے مطلق پروا نہ کی اپنی فوج کو فراہم کرکے لشکر کے پاس پہونچا غریبون کو لوٹنے اور بندوقین مارنے لگا حافظ رحمت خان کی فوج

بالکل جنگ کے لیے تیار نہ تھی سارے آدمی گھاس دانے اور رسد کی فکر مین لگے ہوے تھے اور عنایت خان کی اس چڑھائی کو کھیل سمجھے ہوے تھے بلکہ دور سے تماشا دیکھتے تھے۔ عنایت خان نے اپنے مقابل کی طرف سے یہ پہلوتہی دیکھ کر زیادہ جسارت کی اور تیزی کے ساتھ فیر شروع کردیے کچھ سپاہی زخمی ہوکر حافظ صاحب کے پاس گئے کہ عنایت خان نے چڑھائی کی ہے اور لشکر کے برابر پہونچکر سپاہیون کو زخمی کرتا اور لوٹتا ہے اور ادھر سے کوئی بھی اُسکی طرف فیر نہین کرتا۔ حافظ صاحب نے عبداللہ خان رئیس شاہجہان پور اور احمد خان بخشی اور عبدالستار خان اور خان محمد خان اور سید قاسم شاہ وغیرہ کو حکم دیا کہ فوراً عنایت خان پر فیر کرین یہ رسالہ دار حافظ صاحب کا یہ حکم سُنکر پندرہ ہزار سوار اور پیادون کے ساتھ سوار ہوے اور توپ خانہ بڑھاکر لگادیا مگر پھر بھی توپین بغیر گولون کے سر کرتے تھے ہر ایک کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر عنایت خان مارا گیا تو قباحت ہوگی۔ مستقیم خان وغیرہ بالکل جنگ نہین کرتے تھے۔ اور محب اللہ خان وغیرہ صلح کی بات چیت کرتے تھے۔ عنایت خان نے اپنے سوارون کو دیدار خان کے ہمراہ دھاوے کا حکم دیا اور خود عبداللہ خان کے گروہ پر ٹوٹ پڑا۔ عبداللہ خان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور اُسکی جماعت کو شکست ہوئی پھر عنایت خان بخشی احمد خان کے گروہ پر حملہ آور ہوا اور لڑائی کا تمام زور کمالزئیون کی طرف آگیا۔ خود احمد خان بخشی کے بازو پر تلوار کا زخم آیا۔ خان محمد خان اور عبدالستار خان اور مولوی غلام جیلانی خان اور شاہ اشرف خان اور

قاسم شاہ وغیرہ حافظ صاحب کے افسر پسپا ہوگئے کمالزئیون کا سارا بازار لُٹ گیا
یہ حالت دیکھ حافظ صاحب ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر خود سوار ہوئے اور نواب
سید فیض اللہ خان اور فتح خان خانساماں بھی تیار ہوے۔ عنایت خان
کے سپاہی بھاگی ہوئی جماعتون کا تعاقب کرتے ہوے ایک ویران گانون مین
پہونچ گئے اور کھنڈرون کی آڑ پکڑ کر بندوقین سر کرنے لگے۔ حافظ الملک
اس گمان سے کہ عنایت خان انھین سپاہیون مین ہوگا تھوڑی سپاہ اور اپنے
بیٹون یعنی ارادت خان اور محبت خان اور حافظ محمد یار خان اور عظمت خان
اور حرمت خان کو ساتھ لے کر اُس گانون کے اتنے قریب جا پہونچے کہ ایک
گولی اُن کی کمان مین جو اُنکے ہاتھ مین تھی لگی اور دوسری گولی اُنکی سواری کے
حوضے پر اور تیسری گولی اُنکے ہاتھی کے پانون مین لگی اور حافظ صاحب کے
کئی سپاہی مقتول و مجروح ہوے۔ اس عرصے مین اُنکا توپ خانہ آ پہونچا
اور اُن لوگون پر گولہ باری شروع ہوئی۔ جب دو تین گولے اِن پیادون
کے قریب پہونچے تو وہ امان چاہنے لگے۔ عنایت خان کمالزئیون کے
لشکر مین جو اُسکے حملے سے بھاگ گئے تھے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بدنصیب
ہمراہیون نے خوب خوب لاگ ڈانٹ سے لڑائی جاری کر رکھی تھی مگر نمک کی
مار کا حربہ کچھ اور ہی ضرب رکھتا ہے۔ قریب تھا کہ عنایت خان مارا جائے
یا بھاگ جائے یا گرفتار ہو جائے کہ اتنے مین محب اللہ خان اُس کے پاس
جا پہونچا اور عنایت خان فوراً اپنے آدمیون سے جدا ہو کر محب اللہ خان
کے ہاتھی پر سوار ہو گیا اور امن مانگی۔ محب اللہ خان نے شتر سوارون کو

حافظ صاحب کے پاس بھیجا کہ عنایت خان آگیا ہے اور مجھ سے مل گیا ہے
میرے ہاتھی پر سوار ہے اب لڑائی بند کرا دینی چاہیے چنانچہ حافظ رحمت خان
اور نواب سیّد فیض اللہ خان نے لڑائی موقوف کرنے کا حکم جاری کیا۔
اور فوج نے کمر کھولدی۔ جب عنایت خان کے پیادون کی جان بچ گئی
تو اُس نے محب اللہ خان سے کہا کہ آج تو مین تمھارے ساتھ نہین چلتا
اپنے لشکر کو جاؤنگا کل حاضر ہوؤنگا آج چلونگا تو یہ مشہور ہوگا کہ محب اللہ خان
عنایت خان کو گرفتار کرلایا اس لیے محب اللہ خان نے شام کے قریب
بلا مشورہ عنایت خان کو چھوڑ دیا۔ جب حافظ صاحب سے محب اللہ خان
نے یہ بات بیان کی تو وہ نہایت خفا ہوے اور محب اللہ خان کو ملامت
کی اور عنایت خان کو لکھ بھیجا کہ "تو آج نامردون سے جنگ کرکے اُن پر
غالب آگیا کل میرے اور تیرے درمیان لڑائی ہے"۔ عنایت خان نے اپنے
لشکر مین پہونچکر پھر سامان جنگ درست کیا اور علی الصباح تیّار ہو کر
میدان مین آدھمکا ادھر سے بھی فوج تیار ہو کر مقابلے کو روانہ ہوئی افسران فوج
کل کے خجالت زدہ ہو رہے تھے آج ایسا پل کر لڑے اور نواب سیّد
فیض اللہ خان کے توپ خانے سے اتنے گولے مارے گئے کہ عنایت خان
کا تمام لشکر تِتر بتر ہو گیا۔ ایک گولہ اُس کے کان کے پاس سے نکل گیا
زندگی باقی تھی بچ گیا۔ نواب سید فیض اللہ خان کے حکم سے سوارون نے
گھوڑے دوڑا کر عنایت خان کو پکڑ لیا الہ یار خان اُسکا بھائی ساتھ تھا۔
مستقیم خان اُس کو حافظ صاحب کے پاس لے گئے اور اُسکے عفو قصور کی

درخواست کی۔ حافظ صاحب نے کہا اس کو اول نواب سید فیض اللہ خان کے
پاس لے جاؤ وہ جو چاہینگے اُس کے حق مین کیا جائیگا عنایت خان آکہ یار خان
کے ساتھ نواب سیّد فیض اللہ خان کے ڈیرے پر لایا گیا۔ نواب موصوف
اُسکے پہونچنے سے قبل حافظ رحمت خان کے ڈیرے پر چلے گئے تھے۔
حافظ صاحب کی مرضی تھی کہ عنایت خان کی گردن مروادی جائے مگر نواب
سید فیض اللہ خان نے اُس کی جان بخشی فرمادی۔ نواب سیّد فیض اللہ خان
حافظ رحمت خان سے مشورہ کر کے اُنکے کئی رسالہ دارون اور اہلکارون
کے ساتھ اپنے ڈیرے پر آئے وہ تو خاموش بیٹھے رہے مگر اہلکارون نے
کہا کہ حافظ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس شرط پر تمہارا قصور معاف ہوگا کہ اپنے
ساتھ کی سپاہ کو برطرف کر کے لوٹ کا مال واسباب اُن سے واپس دلادو
عنایت خان نے کہا کہ مین یہان ہون۔ اگر مجھے رہا کر دیا جائے تو لوٹ
کا اسباب تلاش کر کے واپس لون اہل کار کئی بار حافظ صاحب کے پاس
گئے آئے اور پچھلے پھیرے مین آکر یہ کہا کہ "حافظ صاحب نے حکم دیا ہے
کہ تم روہیلکھنڈ سے نکل جاؤ" عنایت خان اپنی تقصیرات کی معافی سے
مایوس ہوکر نواب سیّد فیض اللہ خان کے ڈیرے سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اور
اپنے آدمیون مین پہونچا لوٹ کے سامان مین سے جسقدر ایسی چیزین
تھین کہ وہ ظاہر تھین جیسے گھوڑا ہاتھی اونٹ وہ اپنے آدمیون سے لیکر
حافظ صاحب کے لشکر مین بھیجدین۔ اور روہیلکھنڈ کے رہنے مین اپنی
خفت سمجھا اس لیے تمام متعلقین اور دونون بھائیون اور آدمیون کو ساتھ لیکر

بغیر کسی سامان اور بندوبست کے شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا۔ شجاع الدولہ نوراہی مین جو فیض آباد سے سات کوس کے فاصلے پر ہے مقیم تھے۔ عنایت خان کی خبر سُن کر اپنے بیٹے سعادت علی اور مرتضی خان بڑیچ اور ہمت بہادر کو پیشوائی کے لیے بھیجا۔ عنایت خان شجاع الدولہ کے لشکر مین پہونچا اور رات کو مرزا علی کے ڈیرے مین آرام کیا دوسرے دن شجاع الدولہ سے ملاقات ہوئی۔ اُنھون نے خلعت اور شمشیر اور جیغے اُسکو اور اُسکے بھائیون کو بخشے اور اُسکی بہت خاطر کی اور عنایت خان کے آنے کو غنیمت سمجھے۔ اس لیے کہ شجاع الدولہ حافظ رحمت خان کے ملک کے فتح کرنے کی تاک مین تھے۔ چنانچہ ایک دن شجاع الدولہ نے عنایت خان پر اپنا مافی الضمیر اس طرح ظاہر کیا کہ ہمارا اس قدر قلیل مُلک ایک لاکھ فوج اور کارخانون کے مصارف کے لیے کافی نہین اس لیے ہمارا ارادہ ہے کہ کوئی نیا ملک فتح کرین اور یہ اشارہ حافظ صاحب کے ملک کے فتح کرنے کی طرف تھا۔ عنایت خان مغز سخن کو پہونچ گیا اور اپنے ڈیرے پر آکر دونون بھائیون سے بیان کیا کہ بالفعل یہان رہنا مناسب نہین شجاع الدولہ روہیلکھنڈ کے فتح کرنے کا خیال رکھتے ہین۔ شجاع الدولہ نے نوراہی سے کوچ کیا تو عنایت خان ساتھ تھا لکھنؤ داخل ہوے اور یہان آٹھ ہزار روپے عنایت خان کو بھیجے اور کہلا بھیجا کہ تھوڑے دنون کے بعد تمھارے مصارف کے لیے جاگیر مقرر کر دونگا۔ اور ایک ہفتے کے بعد شجاع الدولہ نے یہان سے مہدی گھاٹ کی طرف کوچ کیا عنایت خان بدون رخصت حاصل کیے اُنکے لشکر سے جدا ہو کر روہیلکھنڈ کی طرف

روانہ ہوا اور دونون بھائی اور چند مصاحبون کے ساتھ جو پینتیس سوارون سے زیادہ نہ تھے بریلی مین پہونچا۔ یہ بیان گل رحمت کے مؤلف کا ہے۔

لیکن فرح بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ عنایت خان کے حال پر شجاع الدولہ نے ذرا بھی التفات نہ کیا برس روز تک فیض آباد مین بڑی سختی سے گذر کی آخرکار مجبور ہو کر پھر بریلی مین آیا۔ حافظ صاحب نے قلعہ کے اندر نہین اُترنے دیا۔ اسلیے خان محمد خان کی حویلی مین جسکی مان عنایت خان کی پھوپھی تھی اپنی پھوپھی کے پاس ٹھہر گیا۔ انجام کار سنگ مثانہ کے مرض مین مبتلا ہو گیا۔ اسی اثنا مین انور خان برادر عبد الستار خان کا آنولہ مین انتقال ہو گیا تو عنایت خان تعزیت کے لیے آنولہ کو گیا وہان مثانے مین ورم آگیا۔ دو تین دن کے بعد بریلی واپس آیا تپ بھی آنے لگی چند روز کے بعد عالم شباب مین کہ اکتیس برس کی عمر تھی اجل کا متقاضی گریبان پکڑ کر کھینچتا کھینچتا دار بقا کو لے گیا۔ نہایت گستاخ۔ بے ادب۔ مغرور۔ متکبر۔ فروش اور اکھڑ تھا ایک زمانے سے لڑائی باندھے بیٹھا تھا خود پسند اور خود رائے اتنا تھا کہ اپنی عقل کے سامنے کسی کو سمجھتا ہی نہ تھا رعونت اور خود بینی نے دماغ کو عجب بلندی پر پہونچا دیا تھا۔ حافظ صاحب کہ مُقدّس اور پاک باطن تھے پانچون وقت کی نماز کے بعد اُسکے مرنے کے لیے دعا کرتے کہ اے رب العزت تو اُسکو جوانی مین موت دے اور پھر کبھی اُس کا روے منحوس مجھکو نہ دکھلا۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا کہ جب عنایت خان بریلی پہونچا تو اُس زمانے مین حافظ صاحب رام گھاٹ پر مرہٹون کے

مقابلے کے لیے پڑے ہوے تھے۔ اسلیے عنایت خان کو دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ بلکہ جب صندل خان بریلی کے حاکم نے عنایت خان کی وفات کی خبر حافظ صاحب کو بھیجی تو اُنھون نے نہ اُسکی تعزیت کی نہ فاتحہ اُس کے لیے پڑھی۔

مرہٹون کا بادشاہ کو دبا کر ضابطہ خان کی اُنسے صفائی کرادینا

۱۱۸۶ھ ہجری مین نواب ضابطہ خان تکو ملکر سے ملے اور اُس سے وعدہ کیا کہ مین تمکو کئی لاکھ روپے دونگا اگر بادشاہ سے میرا قصور معاف کرا دو تکو نے حامی بھرلی اور نواب ضابطہ خان نے تکو کی معرفت بیساجی اور مہاجی سے بھی تصفیہ کرلیا۔ مرہٹون کی کثرت سے بادشاہ نہایت پریشانی مین مبتلا تھے۔ جب اُن کو یہ خبر پہونچی تو مرزا نجف خان کو بخشی چہارم کرکے فوج کے بڑھانے کا حکم دیا۔ حسام الدولہ نے بادشاہ کو بارہا سمجھایا کہ مرہٹون سے لڑ کر عہدہ برآ ہونا مشکل ہے مگر سیف الدین محمد خان نے خفیہ عرض کیا کہ بیساجی اور مہاجی سیندھیا حضور کے مطیع ہین اور تکو سے مخالفت رکھتے ہین اُنکے سامنے تنہا تکو کیا کرسکتا ہے اور طرح طرح سے باتین بناکر تکو کی طرف سے بادشاہ کو صریح مخالفت کردیا۔ نجف خان نے کئی ہزار جوان بھرتی کرلیے مگر ابھی پوری تیاری نہونے پائی تھی کہ تکو ضابطہ خان کو لے کر دلّی کی طرف بڑھا اور بادشاہ سے اُن کے عفو قصور کی درخواست کی مگر پذیرا نہ ہوئی اس لیے تکو بادشاہ کے ساتھ لڑائی پر تُل گیا۔ ذوالفقار الدولہ نجف خان نے بادشاہ کے حکم سے دلّی کے باہر مقابلے کو فوج جمع کی۔

منشی منولال شاہ عالم نامہ مین لکھتا ہے کہ حسام الدولہ نے مرہٹون کو خفیہ کہلا بھیجا تھا کہ بادشاہ سے بدون لڑے بھڑے ضابطہ خان کی صفائی نہ کرا سکوگے اسلیے تم لڑائی شروع کر دو مین عین وقت پر مورچے خالی کر دونگا۔ تکوکے شریک بیساجی اور مہاجی سیندھیا بھی ہوگئے۔ مرہٹون کی تمام فوج کی تعداد پچاس ہزار تھی (اور بعض نے ڈیڑھ لاکھ بتائی ہے) بادشاہی مختصر سا لشکر اُن کا نقطۂ مقابل کب ہو سکتا تھا لڑائی شروع ہوئی حسام الدولہ کا مورچہ جھروکہ کے پاس تھا اُسنے خالی توپین چھڑوانا شروع کین اور مورچہ خالی کر دیا مرہٹون کی فوج شہر کے دروازے تک بڑھ گئی اور دو خاص بادشاہی ہاتھی کھول لیے نجف خان ستعدی سے لڑتا رہا اور شام تک لڑائی جاری رہی۔ چار گھڑی رات گئے نجف خان بادشاہ کے پاس گیا اور حسام الدولہ کی شکایت کی حکم ہوا کہ کل شہر پناہ کو مضبوط رکھنا چاہیے اور سبقت نہ کرنا چاہیے۔

شاہ نواز خانی مین مذکور ہے کہ اتفاق سے بادشاہی بارود خانے کے ایک صندوق مین مرہٹون کی طرف سے گولہ آ کر لگا اور عین معرکے مین بارود خانہ اُڑ گیا۔ چار سو آدمی جل کر ہلاک ہوے اسلیے مرہٹے حملہ کرکے سعد اللہ خان کی حویلی تک پہونچ گئے دن بھر یون ہی لڑائی رہی اگرچہ آج مرہٹون کو کامل فتح حاصل نہ ہوئی مگر پلہ انھین کا بھاری تھا۔ شہر پناہ ابھی تک محفوظ تھی کہ رات ہو گئی۔ دوسرے دن صبح کو پھر لڑائی شروع ہوئی اب ظاہر تھا کہ شہر پناہ کسی طرح اُن کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکے گی۔ اس لیے

حسام الدولہ نے بادشاہ کو اسپر راضی کیا کہ وہ مرہٹون اور نواب ضابطہ خان سے صفائی کرلین۔ ذوالفقار الدولہ اس صلاح مین شریک نہ تھے حسام الدولہ نے مرہٹون کے وکیل کو بلاکر کہا کہ ظل سبحانی تمھاری گستاخی سے ناخوش ہین اور بیسا جی اور تکو کو کہلا بھیجا کہ اپنی تقصیرات کا عذر بادشاہ سے کرو اور اپنے افعال پر پشیمانی ظاہر کرو۔ اُنھون نے ایک عرضی معذرت آمیز حسام الدولہ کی معرفت بادشاہ کے حضور مین بھیجی۔ ۲۰ شوال ۱۱۸۶ ہجری روز یک شنبہ کو مرہٹون کے مطالبات کی فرد پر بادشاہ کے دستخط ہوے۔ اور پہر دن رہے بیسا جی اور تکو اور حسام الدولہ نواب ضابطہ خان کے ہاتھ باندھکر بادشاہ کے حضور مین لے گئے اور قصور معاف کرایا اور منصب امیر الامرائی اور سہارن پور کی جاگیر دلادی۔ کوڑے اور الہ آباد کے صوبون کی سند مرہٹون نے اپنے لیے بادشاہ سے لکھالی۔ مگر ناظم شاہی نے بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور ان دونون مقامون کو انگریزون کے حوالے کردیا۔ شجاع الدولہ اور انگریزون کو بادشاہ کی یہ کارروائی ناگوار گذری اور ہیسٹنگز صاحب گورنر نے بھی اس ناخوشی کی وجہ سے وہ چھبیس لاکھ روپے دینا بند کیے جو بادشاہ کو بنگال اور بہار اور اوڑیسہ کی دیوانی کے عوض مین خراج کے طور پر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مرزا نجف خان جو بادشاہ کے حکم سے مرہٹون کا مقابل تھا صلح کی خبر سُن کر میدان جنگ سے چلا آیا اور اپنی حویلی مین بیٹھ رہا بادشاہ نے حسام الدولہ کے ورغلانے سے اُسکی خرابی کی یہ صورت کی کہ مرہٹون کو جو روپیہ صلح کے وقت دینا ٹھہرا تھا مرزا نجف خان سے اُسکے

وصول کر لینے کے لیے مرہٹون کو حکم دے دیا۔ مرہٹون نے نہایت سختی کے ساتھ مرزا کو پیام دیا کہ یہ روپیہ ادا کرو۔ نجف خان کے پاس گو جمعیت کم تھی مگر اپنی آبرو کی حفاظت کے لیے مرہٹون سے لڑنے کو آمادہ ہوے۔ مرہٹون نے اس وقت نجف خان سے بگاڑ مصلحت کے خلاف سمجھ کر مرزا خلیل کی معرفت تھوڑے سے روپے پر صلح کر لی۔

۷ رجنوری ۱۷۷۳ء کو سلیکٹ کمیٹی نے کلکتہ مین نواب ضابطہ خان اور مرہٹون کی صفائی کے مقدمے مین یہ راے ظاہر کی کہ شجاع الدولہ جو روہیلون کی نسبت یہ لکھتے ہین کہ "وہ مرہٹون سے مل گئے اور اس سبب سے مجھے بڑا خوف ہے کہ مبادا میرے ملک پر حملہ آور ہون۔ انگریز میری مدد کرین ہمارے نزدیک ظن غالب ہے کہ روہیلون کے سردار کبھی مرہٹون کے ساتھ مل کر اُن کی قوت زیادہ نہ کرینگے جو آل کار خود اُن کے ہی حق مین زہر ہو گی اس وقت مصلحتاً اُنھون نے اپنے تئین بچانے کے لیے مرہٹون سے منافقانہ صلح کر لی ہو گی۔"

مرہٹون کی روہیلکھنڈ پر چڑھائی شجاع الدولہ اور انگریزون کا روہیلون کی مدد کرنا

ضابطہ خان کی صفائی کے بعد بیساجی پیشوا اور مہاجی پٹیل اور تکوجی ہلکر نے نجف خان کے تین ہزار روپے روز اور بقولے پانچ ہزار روپے روز مقرر کر کے اپنے ساتھ لیا اور روہیلکھنڈ کے سردارون کو بھی اپنے ساتھ

ملانا چاہا تھا کہ شجاع الدولہ کے ملک پر یورش کرین مگر حافظ رحمت خان مرہٹون کو ایسا بے ایمان جانتے تھے کہ وہ ہزار قسمین کھاتے تب بھی حافظ صاحب اُنکی بات کا اعتبار نہ کرتے ہے۱

تفصیل اس اجمال کی گلستان رحمت سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ مہاجی سیندھیا اور تکوجی ہلکر کا سفیر آیا اور اُسنے حافظ رحمت خان سے کہا کہ "ہمارا ارادہ ہے کہ شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کرین اگر آپ ہمارے ساتھ ہوجائین تو جو ملک ہاتھ لگے گا وہ آدھا ہمارا اور آدھا تمھارا ہے۔ اگر آپ کسی طرف نہ بولین اور گنگا پار ہونے مین ہمارے سامنے مقابلہ کرنے نہ آئین اور ہمارے سفر مین خارپانہ بنین تو ہم چالیس لاکھ روپے کا تمسک جسکے ضامن شجاع الدولہ ہین واپس دیدین ۔ اور اگر دونون شرطین آپ کو نہ منظور ہونگی تو ہم آپ کے ملک کو لوٹین کھسوٹینگے اور آبادی کو ویرانہ بنائین گے۔" اسپر حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ "مین نے یہ عہد کیا ہے کہ کبھی مین کافرون کے ساتھ ملکر مسلمانون سے نہین لڑونگا اس لیے مین تمھاری شرائط ترغیب اور تحریص مین نہین آتا اور اپنے عہد کو نہین توڑتا اور اسکا پھل خواہ کیسا ہی کڑوا ہو چکھنے کو مین موجود ہون"۔ اور شجاع الدولہ کو سارے اس ماجرے کی اطلاع دی اور لکھا کہ مین سپاہ لے کر بہت جلد میدان جنگ مین جاتا ہون اور یہ صلاح بتائی کہ تمام گھاٹون کا انتظام کرلینا چاہیے اور اُسکے ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ وہ چالیس لاکھ روپے کا تمسک واپس کیا جائے جسکا اب تک روپیہ

ہے۱ دیکھو تاریخ ہندوستان مؤلفہ مولوی ذکاء اللہ صاحب ۱۲

مرہٹون کے پاس نہین بھیجا گیا ہے اور نہ آیندہ ایسی حالت مین مرہٹون کے پاس بھیجا جائے گا اس پر نواب وزیر نے سیّد شاہ مدن کو اپنا وکیل بنا کر حافظ صاحب کے پاس بھیجا اور اس احسان اور منت کا شکریہ ادا کیا کہ سارے حال سے مجھے اطلاع دی اور لشکر لے کر آپ میری امداد کو آتے ہین اور وعدہ کیا کہ مرہٹون کو شکست ہونے کے بعد وہ تمسک واپس کیا جائیگا (انتہیٰ)

یہان یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چالیس لاکھ روپے کا جو تمسک حافظ رحمت خان نے شجاع الدولہ کو دیا تھا اُس کا روپیہ مرہٹون کو دینا نہ ٹھہرا تھا نہ اس قسم کا کوئی عہدنامہ مرہٹون کے ساتھ ہوا تھا اور نہ یہ تمسک شجاع الدولہ نے مرہٹون کے حوالے کیا تھا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ حافظ رحمت خان نے مرہٹون کے اخراج کے لیے خود شجاع الدولہ کو چالیس لاکھ روپے تین سال کے عرصے مین معاوضۂ امداد کے طور پر دینے کا اقرار کیا تھا۔

بہرصورت مرہٹون کی فوج ۱۱۸۶ ہجری[۱] مین روہیلکھنڈ مین گھس آئی اس باران کی یورش بدایون اور سنبھل اور مراد آباد کے علاقے مین تھی۔ روہیلکھنڈ گزٹیر مین لکھا ہے کہ پہلے مرہٹون نے ایک پیام روہیلون کے پاس اُس معاہدے کے روپون کے ادا کرنے کا جو لال ڈانگ کے محاصرے کے وقت صفدر جنگ سے ہوا تھا کہلا بھیجا یہ پیام گویا لڑائی کے واسطے ایک بہانہ تھا۔ اور فرح بخش کا موٗلف کہتا ہے کہ مرہٹون نے اُس تمسک کے

[۱] جام جہان نما سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر صفر ۱۱۸۶ ہجری مین مرہٹے مراد آباد کے علاقے مین گھس آئے تھے۔ سالون اور مہینون کا کتابون مین بہت اختلاف ہے ۱۲

چالیس لاکھ روپؤن کے وصول کرنے کا حیلہ کھڑا کیا۔ جو شجاع الدولہ نے روہیلون سے لکھا لیا تھا اور اپنے وکیل حافظ رحمت خان کے پاس بھیج کر اُن روپؤن کا تقاضا کیا اور درحقیقت پایاب گھاٹون کی تلاش مین مصروف تھے روہیلون کی طرف سے اس کا کچھ جواب نہ گیا۔ اور حافظ رحمت خان۔ صاحبزادہ سیّد محمد یار خان فتح خان خانساماں اور احمد خان بخشی اور محب اللہ خان اپنا فوجی سامان تیار کرکے روانہ ہوے اور بسولی مین جاکر ٹھہر گئے۔ احمد خان بخشی کی جاگیر مین اہار کا علاقہ تھا اسلیے اُسکو آگے کو بھیجدیا تاکہ وہ رام گھاٹ پر پہونچکر گھاٹ کا بندوبست اور کشتیون کی حفاظت رکھے اور مرہٹون کی فوج کو گنگا کے عبور کرنے سے روکے احمد خان گھاٹ کے قریب پہونچکر اسدپور مین ایک محفوظ جگہ کی تلاش مین تھا۔ کہ یکایک ۲۷ ذیحجہ ۱۱۸۶ھ ہجری کو مرہٹون کے ایک رجمنٹ نے گنگا اُترکر اُسکی فوج پر حملہ کیا احمد خان نے اُس وقت حافظ رحمت خان کے پاس مدد طلب کرنے کو پیام بھیجا جو اسدپور تین کوس کے فاصلے پر چار پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ پڑے ہوے تھے وہ پیام ہنوز پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ تکو ملکر اپنی فوج کے ساتھ مرہٹون کی مدد کو آگیا۔ اور احمد خان کو گھیر لیا احمد خان کی فوج نے اسدپور کی عمارت اور باغات مین متحصن ہوکر مقابلہ کیا اور صبح سے تیسرے پہر تک مرہٹون کی فوج سے لڑائی جاری رکھی جب سپاہ روہیلہ بہت زخمی ہوئی اور ماری گئی تو احمد خان نے مصلحت اس مین سمجھی کہ تکو کو ملاقات کا پیام دیا

سلہ دیکھو کتاب مرآت آفتاب نما و گل رحمت وغیرہ ۱۲

اور گھوڑے سے آدمیون کے ساتھ تکوکے لشکر مین چلا گیا تکو نے احمد خان کا توشہ خانہ اور تمام مال واسباب اور بتیس ہاتھی اور تین سو گھوڑے ضبط کر لیے احمد خان کے گھوڑے بے مثل تھے۔ اس سب سامان اور احمد خان کو گنگا پار اپنے کیمپ مین بھیجدیا مگر فوج کے کسی آدمی کا مال واسباب نہین لوٹا۔ اب مرہٹون کے غول اطمینان کے ساتھ اس علاقے مین پھرنے لگے حافظ رحمت خان نے شجاع الدولہ کو متواتر تحریر کیا کہ آپ حسب وعدہ مدد کیجیے۔ اور چونکہ مرہٹون کی یہ چڑھائی شاہ عالم بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھی اسلیے اُنھون نے بھی شجاع الدولہ کو در پردہ لکھا کہ اس قوم کا استیصال کر دینا چاہیے۔ بادشاہ کا دل مرہٹون سے مکدر ہو گیا تھا مگر وہ اُن کے ہاتھ سے مجبور تھے اس لیے ذوالفقار الدولہ نجف خان کو اس جنگ مین بادشاہ کی جانب سے مرہٹون کا شریک ہونا پڑا۔ افاغنہ علی محمد خانی کے فتح کر لینے کے بعد اب کی بار مرہٹون کا ارادہ خاص شجاع الدولہ اور انگریزون کے ملک پر چڑھائی کرنے کا تھا سلہ

شجاع الدولہ کو جس وقت مرہٹون کی یورش کی خبر پہونچی اُسی وقت اُنھون نے اپنی رفیق انگریزی حکومت سے مدد طلب کی اُس کے جواب مین سر رابرٹ بارکر اپنا برگیڈ لیکر اودھ پہونچا اور وہان سے شجاع الدولہ اپنی فوج لے کر انگریزی فوج کے ساتھ دو منزلیان کرتے ہوے روہیلکھنڈ کی جانب روانہ ہوے روہیلکھنڈ مین پہونچکر یہ حالت معلوم ہوئی کہ

سلہ دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

احمد خان بخشی ہلکر کی فوج مین گرفتار ہوگیا اور مرہٹون کی فوج مع اپنے توپخانے کے گنگا پار اُتر آئی۔ اس فوج کا بڑا افسر بیسا جی پنڈت تھا حافظ رحمت خان ہنوز بسولی مین ہین احمد خان کی امداد کے واسطے آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہے ہین اُن کا منشا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس مخمصے سے اپنی جان بھی بچے اور شجاع الدولہ کے معاہدے کے روپون کے ادا کرنے مین بھی کوئی حجت ہاتھ لگ جائے جیسا کہ روہیلکھنڈ گزیٹیر مین ہے لیکن مستجاب خان کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان احمد خان کی رہائی کے واسطے بسولی سے روانہ ہوگئے تھے اور مرہٹون کی ایک ٹولی کو شکست بھی دے چکے تھے۔
گل رحمت کا مؤلف کہتا ہے کہ جب احمد خان گرفتار ہوا ہے تو حافظ صاحب اسدپور سے تین کوس کے فاصلے پر چار پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ مقیم تھے اور ایک دن وہ دو ہزار سپاہ کے ساتھ اپنے مقام سے کوچ کرکے اسدپور پہونچے اور ایک ٹیلے پر اُترے جہان سے مرہٹے دو کوس کے فاصلے پر مقیم تھے۔ حافظ صاحب نے عصر و مغرب کی نماز یہین پڑھی پھر اپنے کیمپ کو لوٹ گئے۔ اسی شب مین محب اللہ خان دو تین ہزار سپاہ کے ساتھ اور مستقیم خان تین چار ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ اور دوسرے رسالہ دار اور جماعہ دار آئے اور اب دس بارہ ہزار سپاہ حافظ صاحب کے پاس جمع ہوگئی دوسرے دن شجاع الدولہ کے قریب پہونچ جانے کی خبر آئی جب شجاع الدولہ کی سپاہ اور انگریزی فوج یہان پہونچ گئی تو مرہٹون کے گنگا پار اُتر آنے اور احمد خان کی گرفتاری کی خبر معلوم ہونے سے اُنکو زیادہ کوشش کرنا پڑی اور انگریزی فوج مرہٹون کی زیادہ پیش قدمی کو

روکنے کے لیے آگے بڑھی۔ مرہٹون کے چار ہزار سوار رام گھاٹ سے تھوڑی دور دینا[۱] پور کے گھاٹ پر گنگا کو عبور کرنے کی فکر مین مشغول تھے لیکن انگریزی فوج کے پہونچتے ہی وہ لوگ دکھنی کنارے کو بھاگ گئے اور انگریزی فوج نے دریا کے کنارے کنارے اُن کا تعاقب کیا۔ اس جگہ سے بیساجی پنڈت اور ہلکر کی فوج علیحدہ علیحدہ ہو گئی یعنی ہلکر کی فوج اس سے پہلے مرادآباد کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ اور بیساجی کی فوج گنگا کے دکھنی کنارے پر رہگئی۔ اسدپور کے پاس پہونچکر مرہٹون کی فوج مین سے ایک گولہ انگریزی لشکر مین آیا اُسکے جواب مین ادھر سے ایسے گولے مارے گئے کہ اُنکی توپ بند ہو گئی اور مرہٹون نے اپنا کیمپ اُٹھاکر دوسری طرف کا راستہ لیا[۲]۔ اُسکے دوسرے روز حافظ رحمت خان شجاع الدولہ سے آکر ملے اور جے پورہ مین کہ انوپ شہر کے مقابل گنگا کے کنارے ہے ٹھہرے[۳]

عمادالسعادت مین لکھا ہے کہ اس سفر مین نواب شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خان دونون کے ہاتھی برابر رہتے تھے اور حافظ رحمت خان نواب شجاع الدولہ کو نواب سلامت کہکر خطاب کرتے تھے اور نواب شجاع الدولہ اُن کو حافظ جیو کہتے تھے اور یہ بات قرار پائی کہ انگریزی فوج بیساجی کی فوج کے تعاقب مین روانہ ہوا اور شجاع الدولہ مع حافظ رحمت خان کے ہلکر کی جماعت کا تعاقب کرین اس صلاح کے بموجب سر رابرٹ بارکر

---

[۱] ہملٹن نے غزنی پور لکھا ہے مگر آج کل دینا پور مشہور ہے ۱۲ [۲] دیکھو گزیٹیر ۱۲ ۱۲

[۳] دیکھو گل رحمت وغیرہ ۱۲

اپنی فوج لے کر رام گھاٹ کے روبرو کشتیون کے ذریعہ سے گنگا کو عبور کر کے
بسیاجی پنڈت کے تعاقب مین روانہ ہوا جو ایک ایسے مقام سے جہان گھوڑے
کی دُم تک نہ تر ہو سکتی تھی گنگا کے عبور کرنے کی فکر مین تھا اور اُسکے ساتھ پندرہ ہزار
سوار تھے محبوب علی خان شجاع الدولہ کا فوجی افسر بھی برق پلٹن کے ساتھ
انگریزی فوج کا شریک تھا بسیاجی بغیر کسی مقابلے کے ایسا بھاگا کہ بدایون کی
آخری حد تک کہین نہ ٹھہرا۔جس قدر اُس کا مال و اسباب انگریزی فوج کے
ہاتھ لگا وہ لوٹ لیا اور دوسرے دن سرحد بدایون تک یہ فوج اُسکا پیچھا کر آئی۔
یہان پر شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خان آپس کے شکوک کے باعث یا
معاہدے کے روپیون مین جھگڑا ڈالنے کے واسطے خاموش بیٹھے رہے اور اپنی
فوج کو کسی جانب بھی بڑھانے کی کوشش نہ کی۔جب انگریزی فوج بسیاجی
کے تعاقب سے واپس آئی تو ان کے ذمے کا کام بھی اُسی کو پورا کرنا پڑا۔
چنانچہ سر رابرٹ بار کر نے اپنی فوج کو سنبھل کی جانب بڑھا کر ملکر کی جماعت
کو بغیر کسی مقابلے کے روہیلکھنڈ چھوڑنے پر مجبور کیا۔یہ بیان روہیلکھنڈ گزیٹیر کا ہے۔
گلستان رحمت۔گل رحمت اور فرح بخش وغیرہ فارسی کی تاریخون کے خلاف
ہے۔اُن مین لکھا ہے کہ مہاجی سیندھیا کا انگریزی فوج اور شجاع الدولہ کی سپاہ نے
تعاقب کیا۔اور تکو کی فوج کا پیچھا حافظ رحمت خان نے کیا۔مگر تکو اس تیزی
سے نکل گیا کہ حافظ رحمت خان کی سپاہ جو تھکی ہاری ہوئی تھی اُس کا تعاقب
نہ کر سکی تکو سیدھا سنبھل پہونچا اور اُس کو تاخت و تاراج کر کے اپنی سپاہ کو

سلہ دیکھو عماد السعادت ۱۲

مراد آباد اور رام پور کو لوٹنے کے لیے بھیجا۔ نواب سید فیض اللہ خان یہ خبر سُنکر اپنے عیال و اطفال کو رام پور سے لیکر دامن کوہ کی طرف چلے گئے۔ مرہٹون نے مراد آباد کے رستے کے مقامات لوٹ لیے۔ عماد السعادت مین لکھا ہے کہ حسن پور کو بھی جلا دیا۔ حافظ الملک نے جب مراد آباد پر یورش کا حال سُنا تو مستقیم خان اور ملا سید خان کو فوج دے کر اُن کے تعاقب کا حکم دیا۔ اور آپ سنبھل کی طرف تکو کے تعاقب مین گئے۔ مرہٹون نے روہیلونکی فوج کی رُوانگی کا حال سُنکر رام پور کی لوٹ کا ارادہ ملتوی کر دیا مگر مراد آباد کو تباہ کر دیا۔ اور دو ندے خان کے دیوان کا نل کو قید کر کے رات کو مراد آباد مین رہے اور دوسرے دن وہان سے چلے گئے اور غرۂ محرم ۱۱۸۷ھ ہجری کو قصبۂ اہار کے گھاٹ سے گنگا کو اُتر گئے۔ جسقدر رسپاہ روہیلون کی گھاٹون کی حفاظت کے لیے متعین تھی اُسے خبر بھی نہ ہوئی ایسی ہوشیاری سے مرہٹے نکل گئے اور خود تکو جسکے متعاقب سنبھل کی طرف حافظ رحمت خان تھے پھپوند کے قریب گنگا کو عبور کر کے مہا جی سے مل گیا۔ حافظ صاحب سنبھل کا ارادہ فسخ کر کے پھپوند کی طرف تکو کے پیچھے گئے اور دریاے گنگا کے کنارے ٹھہر گئے اور چند مقامون کے بعد وہان سے معاودت کر کے شجاع الدولہ کے پاس آ گئے۔

اس کام کو پورا کر کے ۱۷۷۳ء مین شجاع الدولہ روہیلکھنڈ سے فیض آباد کو واپسی کے ارادے سے رام گھاٹ پر اس نیت سے ٹھہر گئے کہ بعض روہیلہ سرداروں سے موافقت پیدا کر لین۔ اور انگریزی فوج کے سپہ سالار نے یہ ارادہ کیا کہ روہیلکھنڈ مین سے اپنی فوج کو سفر کرا کے اپنے مقام کو لوٹے چنانچہ اُسنے اس بات کی حافظ صاحب سے اجازت لیکر اُن حکام ضلع کے نام

جدھر سے انگریزی فوج کا گذر ہوتا اس مضمون کے پروانے لکھا لیے کہ مزاحمت نہ کرین اور رسد پہونچائین چنانچہ انگریزی فوج آنولہ۔ بریلی اور شاہ جہان پور کی راہ ہوتی ہوئی مشرق کو چلی گئی۔

احمد خان بخشی نے تلکو کو ستر ہزار روپے اور دیوان کامل نے ساٹھ ہزار روپے دیے تو رہائی پائی۔ تلکو نے احمد خان کو چلتے وقت ایک ہاتھی اور ایک پالکی دی احمد خان اپنے لشکر مین پہونچا اور حافظ صاحب سے ملکر اور شبا شب چل کر نواب شجاع الدولہ کے پاس گیا جو ابھی رام گھاٹ پر پڑے ہوئے تھے اور اُن سے عہد و پیمان دین ایمان کی قسم کے ساتھ کر کے رخصت ہوا شجاع الدولہ نے احمد خان کو اپنی طرف سے نوابی کا خطاب دیا اور خلعت اور ہاتھی اور پالکی عطا کی احمد خان کدہٹہ[۱] ضلع اہرات مین جو رام گھاٹ سے قریب ہے لشکر روہیلہ سے آملا کیونکہ حافظ صاحب رام گھاٹ سے چل کر یہان ٹھہر گئے تھے اور یہان کئی مقام ہوگئے۔

احمد خان بخشی اور حافظ رحمت خان مین مخالفت

مرہٹون کی مہم سے فارغ ہوکر روہیلون کا کیمپ مقام کدہٹہ مین قائم ہوا۔ یہان حافظ رحمت خان احمد خان کے ذمے ڈھائی لاکھ روپے سالانہ مقرر کرنے لگے ان مین سے پچاس ہزار روپے تو نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کے لیے اور دولاکھ روپے صاحبزادۂ سید محمد یار خان کے مصارف کے لیے

---

[۱] دیکھو فرح بخش اور گل رحمت مین کٹرہ لکھا ہے ۱۲

یہ دو لاکھ روپے جدید مقرر ہوتے تھے اسلیے احمد خان سواے اُس رقم کے جو بخشی مرحوم کے وقت سے مقرر تھی زیادہ کا دینا قبول نہین کرتا تھا اور حافظ صاحب کے مقابلے کو آمادہ ہوا اور حافظ صاحب کی مداخلت کے خیال سے کمالزیون کی تالیف قلوب شروع کی۔ تاکہ جس قدر کمالزئی نواب سیّد فیض اللہ خان اور صاحبزادہ سید محمد یار خان اور حافظ رحمت خان اور پسران دوندے خان اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان ابن نواب سید عبد اللہ خان اور فتح خان خانسامان کی سرکار مین نوکر ہین وہ وقت پر شرکت کرین۔ سواے حافظ صاحب کے کسی کی یہ مرضی نہ تھی کہ معمول سے سوا احمد خان کے ذمے ایک کوڑی کا بھی اضافہ ہو۔ محب اللہ خان اور فتح اللہ خان نے برملا کہدیا کہ قبول نکرنا چاہیے آج تمپر ہے تو کل ہمپر اس واقعہ کے پیش آنے کا اندیشہ ہے۔ رخنے کے انسداد کی یہی تدبیر ہے کہ صاف انکار کر دینا چاہیے اگر حافظ صاحب نمانین تو لڑائی پر مستعد ہونا چاہیے۔ اِن دنون نواب سیّد فیض اللہ خان رام پور مین تھے اُن کو اخون محمد سعید خان بخشی نے کئی عرضیان بھیجین جنکا مضمون یہ تھا کہ کمالزیون کا تمام جتھا احمد خان کی رفاقت کو آمادہ ہے اور تمام آدمی لڑنے مرنے کو مستعد ہین اور حافظ صاحب کسی طرح اپنے عزم سے باز نہین آتے خدا جانے اس قضیے کا کیا انجام ہوگا اور بھی کئی دولت خواہون نے اس مضمون کی تحریرین روانہ کین۔ نواب سید فیض اللہ خان نے اپنے افسرون سے صلاح کی کہ اس معاملے مین کیا کرنا چاہیے حافظ صاحب ہمارے بھائی سید محمد یار خان کے معاملات کی درستی مین کوشش کرتے ہین اگر حافظ صاحب کی طرفداری

کی جائے تو احمد خان سے جنگ شدنی ہے اور بلوائی پٹھان تمام روہیلکھنڈ
مین خونریزی پھیلادینگے۔ اور اسکی بدنامی دور دور تک پھیلیگی اور اگر احمد خان
کی طرف سے سچی بات کہی جائے تو حافظ صاحب ناخوش ہونگے اور بھائی صاحب
کو بھی کمال صدمہ ہوگا۔ یہی بہتر ہے کہ ہم اس جھگڑے سے الگ تھلگ رہین۔
آخر کار یہ قرار پایا کہ نواب سید فیض اللہ خان خود جاکر اس نزاع کو رفع کرادینا
چنانچہ نواب سید فیض اللہ خان سوار ہوکر مقام کدہٹہ کو گئے۔ حافظ رحمت خان۔
صاحبزادہ سید محمد یار خان۔ فتح خان خانسامان۔ احمد خان بخشی اور
محب اللہ خان وغیرہ نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا۔ دو تین دن
تذبذب مین گذرے پھر یہ قضیہ پیش ہوا۔ نواب سید فیض اللہ خان نے
احمد خان اور حافظ رحمت خان کو خوب سمجھایا کسی نے نہ مانا آخرالامر نواب
سید فیض اللہ خان بہادر نے حافظ صاحب اور صاحبزادہ سید محمد یار خان
کی رعایت کی اور احمد خان کو یہ سمجھایا کہ جو کچھ حافظ صاحب کی اور صاحبزادہ
سید محمد یار خان کی مرضی ہے اُس کو قبول کرنا چاہیے چونکہ احمد خان
نواب سید فیض اللہ خان کی مرضی کا پابند تھا اُسنے قبول کرلیا خان محمد خان
نے بھی بہت کچھ چرب زبانی سے اُس کو شیشے مین اُتارا اور اُس سے
ڈھائی لاکھ روپے سالانہ ادا کرنے کی بابت ایک تحریر لکھا کر اور مہر وصاد
کراکے خان محمد خان کے ہاتھ حافظ صاحب کے پاس بھیجدی۔ سپاہ
سفر سے بہت تھک گئی تھی اس تصفیے کے ہوجانے سے سب خوش ہوے
اور جیٹھ سمبت ۱۸۰۳ بکرمی کا مہینہ بھی ختم ہونے کے قریب تھا ان وجوہات سے

سپاہ کو فیصلے کا ہو جانا بہت اچھا معلوم ہوا اور سب رئیس اپنے اپنے مقام کو چلے گئے۔ حافظ صاحب اپنے تمام خدم و حشم کو بریلی روانہ کرکے جریدہ بداون کو مزارات اولیاء اللہ پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے۔ اور ہفتے کے بعد بریلی چلے گئے۔

اسی سال یعنی ۱۱۸۰ھ ہجری مین عبدالستار خان خلف صدر خان ابن حبیب خان قوم کمالزئی کا انتقال ہو گیا فصول فیض اللہ خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم شفائی خان مؤلف کتاب شفاء الجمیل ان کے ملازم و معالج تھے۔ ان کا باپ صدر خان افغانستان سے روہیلکھنڈ مین داؤد خان کے پاس آیا تھا۔ نواب سیّد علی محمد خان کی رفاقت مین بھی رہا۔ اُنھین کے عہد مین انتقال کیا۔ سات بیٹے چھوڑے تھے۔ نواب سید علی محمد خان نے عبدالستار خان کو اُن کے باپ کے رسالے پر مقرر کیا۔ نواب موصوف کے انتقال کے بعد حافظ رحمت خان کی سرکار مین رسالہ دار مقرر رہا۔ اور حافظ رحمت خان نے عبدالستار خان کو پرگنہ فریدپور جاگیر مین دیا۔ عبدالستار خان سے دو بیٹے باقی رہے۔ بڑے بیٹے عبدالجبار خانکو حافظ صاحب نے باپ کی جگہ رسالہ دار کر دیا۔ اور پرگنۂ فریدپور کی معافی بحال رکھی۔

حافظ صاحب بریلی سے پیلی بھیت کو چلے گئے اور اپنے دو بیٹون کی شادی کا سامان کیا کٹرے مین برات لے جاکر کمالزئی خان کی بیٹی کے ساتھ ذوالفقار خان کی شادی کی۔ اور بسولی جاکر محب اللہ خان کی بیٹی کے ساتھ حرمت خان کی شادی کی۔

احمد خان نے آنولہ مین پہونچکر سپاہ کی فراہمی شروع کی دس ہزار کے قریب سوار و پیادے بھرتی کرکے اپنی حفاظت اور خودداری مین مصروف ہوا۔ مُلّا سردار خان کا کُل اندوختہ جس قدر بھائیون کی تقسیم سے باقی رہا تھا ایک سال مین خرچ کرڈالا۔ پچاس ہزار روپیہ اقساط کے موجب نواب سید سعداللہ خان کی بیگم کو تو بھیجدیا اور صاحبزادہ سیّد محمد یار خان کو دو لاکھ روپے مین سے ایک کوڑی بھی نہ دی بلکہ سات ہزار روپے سالانہ جو بخشی مرحوم دیا کرتے تھے وہ بھی بند کر دیے۔ اب کسی کی یہ مجال نہ ہوئی کہ احمد خان سے دو لاکھ روپے کا مطالبہ کرے۔ سید محمد یار خان نے یہ باتین دیکھ کر آنولے کی سکونت بھی چھوڑ دی ٹانڈے مین جو آنولے سے قریب ہے رہنے لگے اور وہان بیٹھے ہوے اپنی بے استعدادی اور احمد خان کے جاہ وحشم پر خون جگر کھاتے تھے۔ اگر ان مین کچھ بھی استعداد ہوتی یا رفقا اور ملازم تہ دل سے شریک ہوتے تو یہ بھی احمد خان کے ساتھ قصور نہ کرتے۔ خرابی یہ تھی کہ ان کے زیادہ تر نوکر کمالزئی اور امان زئی تھے۔ مگر اخون زادہ محمد سعید خان برادر زادہ اخون محمد رحیم خان ان کا بڑا دلسوز۔ دولت خواہ اور نمک حلال تھا۔

فتح خان خانساماں کی وفات اور اُنکی اولاد مین فسادات

سفر رام گھاٹ سے واپسی کے بعد ۱۱۶۳ء مطابق ۱۱۶۳ ہجری مین فتح خان کے بائین طرف فالج گرا تین چار دن بیمار رہے کہ اُنکا روزنامچہ عمر

دست قضا نے طے کیا۔ یہ داؤد خان کے چیلے تھے قوم کے برہمن تھے۔
داؤد خان کے عہد مین حالت طفلی مین مشرف باسلام ہوے۔ داؤد خان
ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ نواب سید علی محمد خان نے جب روہیلکھنڈ
مین ریاست جمائی تو ان کو اپنی سرکار کا خانسامان بنایا۔ اور اپنے چھوٹے
بیٹون یعنی نواب سید سعد اللہ خان سید اللہ یار خان سید محمد یار خان اور
سید مرتضی خان کی اتالیقی پر مقرر فرمایا۔ یہ نہایت نیک ذات عالی ہمت
اور خوش سیرت تھے خدا ترسی اور رحم وشفقت ان کے خمیر مین رچی ہوئی
تھی کسی کا دُکھ دیکھ نہ سکتے تھے۔ روہیلکھنڈ مین صدہا مسجدین۔ کنوین
مہمانسرائین اور قریب بیس پلون کے لاکھون روپون کے صرف سے تعمیر کرائے۔
نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا پل بنا چاہ بنا مسجد و محراب کا
نہایت سخی دریادل تھے ان کے زمانے مین کوئی شخص ہندوستان کے
اندر سخاوت مین ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ مہینے مین چار بار فقرا و مساکین کو خیرات
دیا کرتے تھے فی آدمی ایک روپے سے چار آنہ تک دیتے تھے آٹھ ہزار روپے کے قریب
ہر مہینے مین تقسیم کیا کرتے تھے اور روزانہ دہلی سے جو مسافر آوارہ ہو کر پورب
کو جاتے اُن کو سو سو روپے دیا کرتے تھے شریف آدمیون کی زیادہ خاطر
کرتے تھے۔ ایسے شخص کو المضاعف دیتے تھے۔ اُن کی قبر آنولے مین ہے۔
چھ بیٹے چھوڑے۔ احمد خان۔ اعظم خان۔ معظم خان۔ عظیم خان۔ دلیر خان۔
ذوالفقار خان۔ عظیم احمد اور ارشاد احمد ان کے بیٹون مین سے کسی کا نام
نہ تھا۔ روہیلکھنڈ گزیٹیر مین غلطی سے احمد خان کو ارشاد احمد اور عظیم خان کو

عظیم احمد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔
فرح بخش مین لکھا ہے کہ ابھی فتح خان کی حالت نزع تھی کہ احمد خان اور اعظم خان مین باپ کے ملک و دولت کی تقسیم کے بارے مین تنازع شروع ہو گیا اور فساد پیدا ہونے لگا۔ نواب سید فیض اللہ خان کا منشا یہ تھا کہ ملک و مال خانساماں کا یک جائی رہے اُن کی ریاست خراب نہ ہو احمد خان رئیس بنایا جائے اعظم خان کے نام بخشی گری قرار پائے اور دونون متفق ہو کر محالات سے آمدنی وصول کر کے سرکارات کے روپے معمول کے موافق ادا کرتے رہین۔ سپاہ اور تمام سامان ملکداری بنا رہے۔ اس جائداد سے دو لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان کو اور باسٹھ ہزار روپے صاحبزادہ سید محمد یار خان کو اور پچاس ہزار روپے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم صاحبہ کو پہونچتے تھے۔ لیکن خان محمد خان نے حافظ صاحب کے مزاج کو فتح خان کی خانہ خرابی کی طرف مائل کر کے ایسا قرار دیا کہ دو حصے تمام جاگیر کے کیے جائین اس وجہ سے چند روز دونون بھائیون مین خرخشہ رہا۔ نواب سید فیض اللہ خان یہ حال سنکر رام پور سے بریلی کو گئے۔ اور صاحبزادہ سید محمد یار خان بھی ٹانڈے سے کوچ کر کے اُن کے شریک ہو گئے ان دونون صاحبون کی یہ مرضی تھی کہ احمد خان باپ کا قائم مقام ہو اور سب ریاست کا مالک وہی تسلیم کیا جائے مگر حافظ صاحب کی مرضی یہ معلوم ہوئی کہ ملک کے دو حصے کیے جائین تو اُنھون نے بھی یہی راے دیدی۔ آنولہ۔ منونہ۔ کھمر گانوہ احمد خان کو ملے۔ بدایون اور اوسیت اعظم خان کے

حصے مین آئے۔ اس تقسیم کے بعد بھی دونون بھائیون کا جھگڑا ختم نہ ہوا اور
چھری کٹاری کا بازار گرم ہونے پر نوبت آگئی۔ اعظم خان نے آنولہ مین پہونچکر
خانسامان کی پالکی کے ثقوب اور کلس طلائی لے لیے اور تمام خزانہ اور سامان
چھکڑون مین لدواکر بدایون کو پہونچادیا اور سارا توپ خانہ کہ بدایون مین
تھا اور ہاتھی کہ اوسیت مین تھے اُنپر بھی قبضہ کرلیا۔ احمد خان کو کچھ نہ دیا
بلکہ اُس کے علاقے پر بھی دست درازی کا ارادہ کیا۔ تمام ہاتھیون مین سے
صرف ایک ہتھنی احمد خان کے پاس بھیجدی۔ احمد خان نہایت عقیل اور
متحمل تھا اُسنے اغماض صریح کرکے سکوت کیا بلکہ ابلہ فریبی کی راہ سے گرمجوشی
کرنے لگا۔ اعظم خان نے احمد خان کے تغافل کو کمزوری پر محمول کرکے یہ سمجھ لیا
کہ اس مین کچھ ہمت نہین ہے مجھ سے دب گیا ہے۔ اس سے علاقہ بھی نکال کر
باپ کے ملک سے بھگادینا چاہیے ایک دن احمد خان نے آنولے سے کوچ
کیا اور کھر گانوہ کے علاقے مین انتظام کی تقریب سے خیمے استادہ کرائے اور
موقع پاکر سوار ہوکر بدایون پہونچ گیا۔ تمام توپ خانہ بدایون سے اُٹھاکر آنولہ
مین لے آیا اور مُلازمان اعظم خان کی ایسی گوشمالی کی کہ کسی نے دم نہ مارا۔
اعظم خان پہلے سے احمد خان کا مدمقابل نہ تھا لیکن خان محمد خان کے اغوا
سے حافظ صاحب نے خانسامان کے ملک کو نصف نصف تقسیم کرکے
نصف ملک پر اعظم خان کو قبضہ دلادیا تھا۔ ڈیڑھ لاکھ روپے نواب سید
فیض اللہ خان کے اور پچاس ہزار روپے نواب سید سعد اللہ خان کی
بیگم کے احمد خان کے ذمے مقرر ہوے۔ اور پچاس ہزار روپے نواب سیّد

فیض اللہ خان کے اور باسٹھ ہزار روپے صاحبزادہ سید محمد یار خان کے اعظم خان کے ذمے قرار پائے تھے مگر احمد خان اس تقسیم سے خوش نہ تھا۔ نواب سید فیض اللہ خان کے پاس خاطر سے خاموش تھا۔ اور حافظ رحمت خان اور نواب سید فیض اللہ خان کی کوشش سے ایک لاکھ روپے نقد خانسامان کے مال مین سے صاحبزادہ سید محمد یار خان کو پہونچے تھے۔ اخبار حسن کے مؤلف نے اس تمام معاملے مین احمد خان کو ملزم ٹھہرایا ہے اُسکا بیان ہے کہ احمد خان خانسامان کی سب اولاد مین بڑا تھا اسلیے باپ کا قائم مقام ہوا مگر ریاست کا کام اچھی طرح انجام نہ دیسکا اور خانسامان کے متعلقین کی پرورش اور خبر گیری مین کوتاہی کرنے لگا اسلیے حافظ الملک کی تجویز سے تمام بیٹون کے لیے علٰحدہ علٰحدہ جاگیر تقسیم ہوئی لیکن اس تقسیم سے یہ نہ ہوا کہ ان کی باہمی نزاع طے ہو جاوے فرح بخش کے مؤلف نے صرف دو بھائیون پر تقسیم لکھی تھی اسنے تمام بھائیوں پر تقسیم پانا بیان کیا ہے ان دونون بیانون مین بڑا فرق ہے مگر مؤلف فرح بخش کا قول معتبر ہے کہ یہ اُسکے سامنے کا معاملہ ہے۔

شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خان مین جنگ پیدا ہونیکے اسباب

گلستان رحمت مین لکھا ہے کہ جب رام گھاٹ کی مہم مین مرہٹونکو شکست ہو جانے کے بعد نواب وزیر اودھ مین گئے تو حافظ رحمت خان نے اپنے سفیر واپسی تمسک کے لیے اُن کے پاس بھیجے اُنھون نے کانون پر ہاتھ دھرا کہ مین نے وعدہ واپسی تمسک کا نہین کیا مجھپر یہ تہمت ہے۔ شاہ مدن

(جنکی معرفت شجاع الدولہ نے مرہٹون کی چڑھائی کے وقت واپسی تمسک کا وعدہ کیا تھا) گواہی کے لیے بُلائے گئے۔ اُنھون نے بھی کہا کہ واپسی تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے۔ غرض سفیر حافظ صاحب کے بے نیل مرام چلے آئے۔ اور سارا حال حافظ صاحب کے گوش گذار کیا۔ اُس وقت شجاع الدولہ پرگنات اٹاوہ اور شکوہ آباد سے مرہٹون کو نکال رہے تھے کہ حافظ صاحب نے اُنکو لکھا کہ "یہ پرگنے بادشاہ نے مجھکو جاگیر مین دیے ہین مین لشکر لیکر اُنکا بندوبست کرنے جاتا ہون۔ مجبوری سے مرہٹون کے ہاتھ مین چلے گئے تھے" اسکا جواب شجاع الدولہ نے یہ دیا کہ آپ کا دعویٰ ان پرگنون پر کچھ نہین ہے مین ان کو اُسی طرح اپنے قبضے مین رکھونگا جیسے اور ملک مرہٹون کا فتح کر کے اپنے قبضے مین رکھا ہے" اسپر پھر حافظ صاحب نے کچھ لکھا اُسپر اُنھون نے جواب لکھا کہ "پرگنون کی بابت پھر سوچونگا اور جواب دونگا بالفعل چنتیس لاکھ روپے بابت تمسک کے ادا کیجیے" یہ فقط بہانہ ملک روہیلکھنڈ پر قبضہ کرنے کے لیے تھا اور اُنھون نے سپاہ کو جمع کرنا شروع کیا۔ حافظ رحمت خان نے اس کا جواب یہ دیا کہ جس قدر روپیہ آپ نے مرہٹون کو دیا ہے وہ مجھ سے لے لیجیے اسوقت حافظ صاحب کی حالت اچھی نہ تھی بڑے بڑے سردار اُنکے لڑائیون مین مارے گئے تھے جو باقی تھے اُنپر اعتبار نہ تھا۔ شجاع الدولہ نے حافظ صاحب کی درخواست منظور نہ کی انتہی۔ اس بیان مین شاہ مدن کا شجاع الدولہ کے منھ پر کہنا کہ واپسی تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے سچ نہین معلوم ہوتا۔

یہ شاہ مدن پیرزادے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی

اولاد مین سے ہین۔ نہایت دانا اور خوش خلق تھے۔ ابتدا مین صفدر جنگ کی مصاحبت مین رہتے تھے اور اُن کے ہر ایک مشورے مین شریک ہوتے تھے۔ صفدر جنگ کی وفات کے بعد الہ وردی خان مہابت جنگ ناظم بنگالہ کے پاس چلے گئے وہان بھی عزت کے ساتھ رہے جب بنگالے مین انقلاب حکومت ہوا تو پھر اودھ مین چلے آئے۔ شاہ آباد ضلع ہردوئی مین جو شاہ جہان پور کے متصل ہے رہنے لگے اور شجاع الدولہ سے توسل پیدا کر لیا۔ شجاع الدولہ اُنکی عزت کرتے تھے۔ پھر خالص پور مین جو لکھنؤ سے پانچ کوس پر ہے سکونت اختیار کر لی کیونکہ شاہ آباد کی سکونت مین اُن کی نسبت شجاع الدولہ کو یہ شبہہ ہوتا تھا کہ یہ روہیلون کی دوستی اور جنبہ داری رکھتے ہین۔ شاہ مدن کے ہان ہر سال حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا عرس ہوا کرتا تھا۔ ہندوستان کے شہرون سے ہزارہا علما۔ طلبا۔ مشائخ پیرزادے آتے اور شریک ہوتے اِن سب کی آمد و رفت کے مصارف شاہ صاحب کے یہان سے ادا کیے جاتے اور اُن کو کھانا دیا جاتا۔ تین روز تک بڑا انبوہ رہتا اور صبح سے شام تک آدمیون کو جنس تقسیم ہوتی رہتی تھی کئی بقّال اس کام پر مقرر رہتے تھے۔ بہت سے ناگے اور بیراگی بھی اس مین شریک ہوتے تھے ایسے لوگون کو سوائے خوراک کے بھنگ۔ چرس اور بوزہ بھی ملتا تھا تیس ہزار کے قریب آدمی جمع ہوتے تھے۔ روہیلے بھی اُن کی پیرزادگی کی وجہ سے ہمیشہ تحفے بھیجتے رہتے تھے۔

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان کو شجاع الدولہ سے ملال

پیدا ہو جانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دوآبہ گنگا و جمنا کے درمیان کا جسقدر ملک
حافظ رحمت خان کا مرہٹون نے دبا لیا تھا اور مرہٹے دکن کو چلے گئے تھے تو
رجب ۱۱۸۶ ہجری مطابق اکتوبر ۱۷۷۲ء مین اُس پر شجاع الدولہ نے قبضہ کر لیا
تھا جبکہ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کو لکھا کہ آپ وہ چالیس لاکھ روپیے
جو مرہٹون کی بابت آپ کے ذمے ہین ادا کیجیے تو حافظ رحمت خان نے جواب
دیا کہ مین تمام ملک روہیلکھنڈ کا مالک نہین ہون دوسرے سردار بھی یہان
کے رئیس ہین اول آپ اُن سے طلب کرین مین نے اُنکو بہت کچھ سمجھایا وہ
میری بات پر عمل نہین کرتے اُن روپئون مین سے میرے حصّے مین بیس لاکھ
روپے ہین تو اُس کا تقاضا آپ کو مجھپر کرنا مناسب نہین کیونکہ ملک دوآبہ
پر جو میرا تھا اُس پر آپ نے قبضہ کر لیا ہے اور مین خاموش ہو رہا ہون
اس قدر ملک اس تھوڑے سے روپے مین گران نہین ہے مین ایک روپیہ
بھی نہین دونگا آپ کا جو ارادہ ہو کیجیے مین مقابلے کو حاضر ہون " قوانین
دستگیری مین حروف تاکید کی بحث مین حافظ رحمت خان کے اُس خط کے
دو فقرے نقل کیے ہین جو اُنھون نے شجاع الدولہ کو جواب مین لکھا تھا اُنسے
حافظ رحمت خان کی راے کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ دل سے صلح
کے خواہان تھے جنگ پر مجبوراً آمادہ تھے وہ فقرے یہ ہین "اگر با صلح کیشان
ہم رنگ رحکم اللہ و اگر با ستیزہ و جنگ بسم اللہ "
کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ شجاع الدولہ کو
روہیلون سے موروثی عداوت تھی اور جو کسی وقت وہ اُن کے شریک

ہو جاتے تھے تو وہ کسی خاص مصلحت اور تقاضائے وقت کے سبب سے ہوتا تھا مگر فی الحال سفر رام گھاٹ مین جو کہ روہیلون نے شجاع الدولہ کے ساتھ عمدہ برتاؤ نہین کیا تھا اور چالیس لاکھ روپے کے دینے مین حیلہ حوالہ کرتے تھے اسلیے اُنکے دل مین اِنکی طرف سے کینۂ دیرینہ تازہ ہو گیا تھا۔[له]

ان کے علاوہ دو امر تو ایسے واقع ہو گئے تھے جنھون نے شجاع الدولہ کو روہیلون کے خون کا پیاسا کر دیا تھا اولو العزمی۔ ملک گیری۔ بہانہ جوئی۔ بے مروتی تو اُن کے خمیر مین پڑی ہوئی تھی روہیلون کے ضعف اور انگریزون کے پنجۂ فولادی کی مدد نے اُن کو روہیلون کی بیخ کنی پر بخوبی آمادہ کر دیا تھا۔ ادھر روہیلون کا اِتّفاق بھی آپس کے نفاق کی وجہ سے پاش پاش ہو گیا تھا۔

شجاع الدولہ کی عداوت بڑھ جانے کی ان دو وجہون مین سے ایک وجہ یہ ہے کہ جب سنہ ۱۱۸۶ ہجری مطابق سنہ ۱۷۷۲ء مین نواب مظفر جنگ خلف نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد اودھ کی سلطنت کا خراجگذار ہو گیا اور شجاع الدولہ کو ساڑھے چار لاکھ روپے اُسکی ریاست سے ملنے لگے اور رحمت خان مظفر جنگ کا مدار المہام فرخ آباد سے لشکر لیکر اکتوبر سنہ ۱۷۷۳ء مین شجاع الدولہ کا اٹاوہ فتح کرنے مین شریک ہوا اور نواب مظفر جنگ بھی بذات خود اٹاوہ گیا۔ تو حافظ رحمت خان نے مظفر جنگ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ تمپر کیا مصیبت آئی تھی جو شجاع الدولہ کی اطاعت کر لی اور ایک مغل کے خراج گذار بن گئے اور پٹھانون کا نام ڈبو دیا۔ کاش تمھاری جگہ نواب احمد خان کے لڑکی پیدا ہوئی ہوتی اگر تم فرخ آباد سے نہ نکلتے اور اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے تو شجاع الدولہ اپنے اُس لشکر اور خدم و حشم کے ساتھ تمھارا کچھ بھی نہ کر سکتے اگر وہ فرخ آباد کا قصد کرتے

[له] دیکھو جام جہان نما ۱۲

تو ایک لاکھ پٹھان تمھاری مدد کو مستعد تھے اس قدر خوف اور بزدلی کیون
کی فتح و شکست خدا کے اختیار مین ہے۔ خدا بخشے تمھارے باپ نواب
احمد خان نے اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ نواب صفدر جنگ سے جنکی
مدد کو تمام ہندوستان موجود تھا مقابلہ کیا اور فتحیاب ہوے۔ افسوس تمپر
کہ تمنے اپنے باپ کی روح کو صدمہ دیا۔ اور ہم لوگون کو بے اعتبار کر دیا"۔ نواب
مظفر جنگ نے وہ خط شجاع الدولہ کے پاس بھیجدیا جو اُسے دیکھکر بہت آزردہ ہوے[لہ]۔

دوسری وجہ جو عداوت پیدا ہونے کے لیے بڑی قوی تھی وہ ایک
خط ہے جس کا بیان مختلف کتابون مین طرح طرح سے کیا گیا ہے اور کچھ
نہین معلوم ہوتا کہ اصل کیا ہے۔ مؤرخین نے اسکے باب مین ایسا لکھا ہے
جس کے پڑھنے سے میری عقل حیران و سرگردان ہے۔

(الف) عماد السعادت مین لکھا ہے کہ منیر الدولہ رضا قلی خان حاکم
الہ آباد نے حافظ رحمت خان اور دوسرے سرداران روہیلہ سے خط و کتابت
کر کے اُن سے دوستی پیدا کر لی اور نواب شجاع الدولہ کا وہ خط جو اُنھون
نے بکسر کی شکست کے بعد قبل صلح کے انگریزون کے ساتھ مدد دینے کی
بابت حافظ رحمت خان کو لکھا تھا کسی حکمت عملی سے طلب کر لیا اور اُس کے
سنہ ہجری کو بدل دیا یعنی بجاے ۷۹ھ ۱۱ کے ۸۶ھ ۱۱ بنا کر اپنا رسوخ اور کمال
خیر خواہی جتانے کے لیے ہیسٹنگز صاحب گورنر کے پاس بھیجدیا جسکا مضمون
یہ تھا کہ اگر آج آفت ہمارے نصیب ہے تو کل کو تمھارے نصیب ہوگی یہ خیال

لہ دیکھو عماد السعادت ۱۲

ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ یہ بلا ہم ہی سے مخصوص ہے اگر نصاریٰ کا ہاتھ پہونچے گا
تو ایک مسلمان سردار کو بھی ہندوستان مین نہ چھوڑینگے اسلیے صلاح یہ ہے
کہ ہم اور آپ متفق ہو کر اس گروہ کو قبل اس سے کہ اُن کو قوت حاصل ہو جائے
تباہ کر دین ابھی فتنے کی ابتدا ہے اگر اُن کو زور پیدا ہو گیا اور ہندوستان مین
اپنا پاؤن اُنھون نے جما لیا تو اُن کا یہان سے اُکھڑنا مشکل ہو جائیگا اسلیے
اُن کا جلد استیصال کرنا چاہیے اگرچہ آپ کا ہمارے ساتھ شریک ہونا آپکی
بھی سلامتی کا باعث ہے لیکن مین روہیلون کو فوج خرچ مین پچاس لاکھ
روپے اپنے پاس سے دونگا اور آپ کی ذات کے سوا کہ آپ مین صفات
آدمیت ہین دوسرون کا قول قابل اعتبار نہین۔ جب تک وہ لوگ عہدنامہ
اپنی طرف سے مہر و نشان کے ساتھ مرتب کر کے نہ دینگے اُن کا قول مسموع نہوگا"
دوندے خان آپ کے بھائی اگرچہ خوب آدمی اور شجاع بے نظیر ہین لیکن عقلمند
نہین اسلیے اُنکی بات قابل اعتبار نہین جب تک اُن کی مہری تحریر قسم اور
ایمان کے ساتھ مؤکد نہ ہوگی اُن کی بات کی صداقت تسلیم نہین کرونگا۔

ہیسٹنگز صاحب گورنر اس خط کے مضمون سے بے حد برآشفتہ ہوے۔
اور شجاع الدولہ کو ایک خط شکایت آمیز لکھ کر اس بات کی تحقیق کے لیے کلکتہ
سے بنارس کو روانہ ہوے۔ نواب شجاع الدولہ بھی عین برسات مین بنارس
کو گورنر سے ملنے کے لیے چلے اور جب کہ بنارس مین یہ دونون پہونچ گئے تو
شجاع الدولہ نے محمد ایلچ خان کی معرفت گورنر کے پاس صفائی اور خیر خواہی کے
پیام بھیجے۔ گورنر نے وہ خط اپنے ایک معتمد کے ہاتھ شجاع الدولہ کے پاس بھیجا۔

شجاع الدولہ اپنی مُہر دیکھ کر بہت خجل ہوے دریاے حیرت مین ڈوب گئے آخر محمد ایلچ خان کے ذہن مین یہ بات آئی کہ شجاع الدولہ سے کہا کہ آپ گورنر کو کہلا بھیجیے کہ واقعی یہ خط میرا ہے مگر مین نے حافظ رحمت خان کو اُس وقت مین لکھا تھا جبکہ میرے اور سرکار کمپنی کے درمیان مین صلح نہ ہوئی تھی معاہدے کے پہلے جو کچھ لکھا اُس کا مضائقہ نہین یہ پُرانا خط تاریخ بدل کر دشمنون نے ہمارے اور آپ کے درمیان فساد پیدا کرنے کو بھیجدیا ہے اور دلیل اُسپر یہ ہے کہ دوندے خان حافظ رحمت خان کے چچازاد بھائی کا اس مین ذکر ہے۔ حالانکہ دوندے خان حاکم بسولی سنہ ۱۱۸۰ ہجری مین فوت ہو چکے ہین اور اس خط مین سنہ ۱۱۸۶ ہجری مرقوم ہین دوندے خان کی تاریخ وفات سے مقابلہ کر لیا جائے۔ اگر یہ خط دوندے خان کی وفات سے پہلے لکھا گیا ہے تو جسنے یہ خط پیش کیا ہے اُسکا قول درست ہے اور اگر دوندے خان کی وفات کے بعد لکھا گیا ہے تو اُس سے دریافت کرنا چاہیے کہ سواے اِن دوندے خان کے جو بسولی کے حاکم تھے کیا کوئی اور بھی ایسے دوندے خان ہین جو امرا اور وزرا کے خطوط مین لکھنے کے لائق ہین۔ جبکہ نواب شجاع الدولہ نے اس مضمون کا خط لکھ کر گورنر کو بھیجا تو گورنر کا دل صاف ہو گیا۔ گورنر کلکتہ کو چلے گئے۔ شجاع الدولہ فرخ آباد کو روانہ ہوے مگر حافظ رحمت خان کی طرف سے بہت ملال تھا کہ منیر الدولہ کو یہ خط کیون دے دیا۔ حافظ رحمت خان یہ خوب جانتے تھے کہ منیر الدولہ شجاع الدولہ کے دشمن ہین منتخب العلوم اور قیصر التواریخ مین بھی اس بیان کو اسی طرح بطور اختصار کے لکھا ہے۔

(ب) انتخاب یادگار مین ہے کہ انگریزون کے ساتھ شجاع الدولہ کی صلح ہو گئی تھی مگر بکسر کی شکست کا داغ کسی طرح دل سے نہ مٹا اس لیے خفیہ

فوج کی نگہداشت شروع کی۔ مقصود یہ ہوا کہ فوج مرتب کرکے انگریزون سے پھر لڑیے جب فوج قریب ترتیب پہونچی اپنے دوست سردارون کو اس راز سے آگاہ کرنا چاہا ایک خط حافظ رحمت خان کے نام بھی بھیجا جسپر شجاع الدولہ کے منشی کے سہو سے یا انتہا کی خیر خواہی کی وجہ سے تاریخ لکھنی رہ گئی تھی۔ حافظ رحمت خان نے وہ خریطہ اپنے خریطے مین ملفوف کرکے گورنر جنرل کو بھیجدیا اور نواب سید فیض اللہ خان بہادر نے من وعن حافظ رحمت خان کی نیت فاسد سے ایک سفیر معتمد کے ذریعہ سے شجاع الدولہ کو اطلاع دی اور جب گورنر جنرل سے اور شجاع الدولہ سے بنارس مین ملاقات ہوئی اور گورنر نے وہ خریطہ شجاع الدولہ کو الزام دینے کے لیے دکھلایا تو اُنھون نے جواب دیا کہ "بے شبہہ یہ تحریر میری ہے مگر اُس زمانے کی ہے کہ مجھ سے اور سلطنت انگلشیہ سے مصالحہ نہوا تھا اور بکسر پر لڑائی تھی۔ بعد صلح اور تحریر عہد نامے کے ہرگز نہین لکھا" اب گورنر جنرل اور سب انگریزون نے دیکھا کہ واقعی اس تحریر مین تاریخ نہین ہے گورنر اصل کار کو سمجھ تو گئے مگر ثابت نہ کرسکے۔

(ج) اخبار حسن مین یون لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ اور جنرل چمپین عنایت خان کی تعزیت کے لیے بریلی مین آئے۔ نواب شجاع الدولہ نے ایک دن تخلیہ مین حافظ الملک سے کہا کہ مین نے تمام افسران انگریزی کو گانٹھ لیا ہے مناسب وقت یہ ہے کہ فرصت کو غنیمت جان کے انگریزونکو گرفتار کرلو۔ حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ انگریز یہ ہر مہم مین ہمارے شریک رہتے ہین اُن کے ساتھ یہ دغا بازی فتوت کے خلاف ہے۔ شجاع الدولہ

نے کہا کہ "اگر یہ مناسب نہین ہے تو بظاہر اُن سے جنگ کرنا چاہیئے" حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ "یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اگر شاہ افغانستان مدد کرین تو انگریزون سے جنگ کرنا ممکن ہے" یہ مشورہ قرار پاکر شجاع الدولہ نے ایک عرضی تیمور شاہ بن احمد شاہ دُرّانی کی خدمت مین لکھی اور ہندوستان مین تشریف لانے کی استدعا کی اور وہ عرضی بھیجنے کے لیے حافظ الملک کے حوالے کردی بعد دو تین روز کے حافظ الملک نے اپنے بھانجے خان محمد خان اور عبیداللہ[۱] خان کشمیری کو نواب شجاع الدولہ کے پاس بھیجکر وہ تمسک واپس طلب کیا جو ضابطہ خان کے معاملے مین چالیس لاکھ روپے دینے کی بابت تحریر ہوا تھا۔ شجاع الدولہ نے وہ تمسک واپس نہ کیا اُسکی واپسی سے صریح انکار تو نہ کیا مگر اتنا لیت ولعل کیا کہ خان محمد خان نے دق ہوکر شجاع الدولہ سے رنجش کے کلمات کہے اور مخالفت کی دیا سلائی سلگادی۔ شجاع الدولہ خان محمد خان کی تقریر سے ملول ہوے اور واپسی تمسک سے انکار کردیا۔ خان محمد خان نے بگڑکر شجاع الدولہ کی وہ تحریر جو تیمور شاہ کے نام پر تھی جنرل چمپین کے حوالے کردی۔ نواب شجاع الدولہ اور جنرل چمپین اودھ کو واپس روانہ ہوے اور جنرل صاحب نے وہ عرضی ہیسٹنگز صاحب گورنر کے پاس بھیجدی گورنر نے مقام بنارس مین وہ عرضی شجاع الدولہ کو دکھائی شجاع الدولہ نے جواب دیا کہ "فی الحقیقت یہ عرضی مین نے

---

[۱] یہ شخص عماد الملک غازی الدین خان کے رفقا مین سے تھا روہیلکھنڈ مین آگیا تھا حافظ رحمت خان اُسے دو ہزار روپے ماہوار دیتے تھے اور کئی گانوٗن جاگیر مین دیے تھے ۱۲

لکھی تھی لیکن اُس وقت مین لکھی تھی جب مجھ سے اور انگریزون سے بکسر پر لڑائی ٹھنی ہوئی تھی۔ حافظ الملک نے تبدیل تاریخ کرکے آپ کو میری طرف سے آزردہ کرنے کے لیے بھیجی ہے۔

(د) سیّد ولی اللہ فرخ آبادی نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ نے جو بعض خط جنگ بکسر کے قبل حافظ رحمت خان کو لکھے تھے وہ خط حافظ صاحب نے منیر الدولہ کے ذریعہ سے انگریزون کو ہوپچا دیے تاکہ شجاع الدولہ اور انگریزون مین مخالفت پیدا ہو جائے۔ انگریزون کو شجاع الدولہ کی طرف سے کدورت پیدا ہو گئی اور منیر الدولہ نے یہ کہکر کہ شجاع الدولہ اپنی فوج کو بڑھا رہے ہین اور اُن کی قواعد پریڈ اور ہتھیارون کی درستی کر رہے ہین اس کدورت کو اور زیادہ کر دیا۔ انگریز بنگالہ سے بنارس مین اس امر کی تحقیقات کے لیے آئے شجاع الدولہ نے ایلچ خان کی معرفت اُن کے دل صاف کر دیے اور ظاہر کیا کہ یہ خطوط بکسر کی لڑائی کے بعد اور صلح سے قبل لکھے گئے تھے اور یہ جدید فوج سرکار کمپنی کے دشمنون کی سرکوبی کے لیے تیار کی گئی ہے۔

بہرصورت اس خط کی تحقیقات کا واقعہ بنارس مین ۱۷۷۳ء مین ہوا ہوگا کیونکہ اُسی زمانے مین ہیسٹنگز صاحب کی اور شجاع الدولہ کی اس مقام پر ملاقات ہوئی تھی اور فرح بخش سے ثابت ہوتا ہے کہ شجاع الدولہ نے تیس لاکھ روپے بھی اس موقع پر انگریزون کو دیے تھے۔

گورنر نے اس ملاقات کے بعد ۴۔ اکتوبر ۱۷۷۳ء کو کونسل کلکتہ کو

یہ رپورٹ بھیجی کہ وزیر کو جو عناد دلی روہیلون سے تھا وہی میری ملاقات مین
اُنھون نے بیان کیا اور استدعا کی کہ انگریز اُن کی امداد کر کے روہیلون کے
ملک پر قبضہ کرا دین۔ گورنر نے بے تامل اس کام کی حامی بھر لی بلکہ اُن کو
اور زیادہ آمادہ اس کام پر کیا۔ مبلغ علیہ السلام روہیلون کے ستیاناس
ملانے والے تھے اور انگریزون کے وہ حضرت پیر و مرشد تھے جو وہ کہتے تھے
سو وہ کرتے تھے کمپنی کو اس کام کا کرنا اپنے اغراض کے واسطے ضرور تھا
گو کبھی بیچارے روہیلون نے کمپنی کو نہین ستایا اور کوئی اب تک اُن سے
بگاڑ کی بات نہین کی مگر حضرت برائے مصلحت سب کچھ جائز ہے۔ اُدھر
انگلستان سے کورٹ ڈائرکٹرز کی چٹھی پر چٹھی آئی کہ روپیہ بھیجو روپیہ بھیجو اور
سپاہ کا خرچ کم کرو ادھر یہان فوج کی تنخواہ کا تنخواہ پر چڑھنا فصلون کا نکما
ہونا کاشتکارون کا بھاگنا آمد کا خرچ سے کم ہونا سوا کروڑ روپے کا قرض
پھر اُس کا سود پر سود چڑھنا کیا کیا آفتین تھین یہ وقت بہت نازک تھا
اس لیے آپس مین معاہدہ ہو گیا کہ چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر نقد دین
اور سپاہ جب تک اُن کے کام مین رہے سارا خرچ اُسکا ماہوار ادا کرین۔
گورنر خود لکھتے ہین کہ اس معاہدے سے ایک تہائی خرچ سپاہ کا جب تک
وہ شجاع الدولہ کے کام مین لگی رہے گی کم ہو جائے گا اور چالیس لاکھ روپے
سے خزانہ معمور ہو گا اور وزیر کو ہمسایۂ بد سے نجات ہو گی اور اُن کا ملک
محفوظ ہو جائے گا۔

انگریزون کو روپیہ کا اور وزیر کو ملک کا فائدہ تھا مگر بنی نوع انسان کے

ایک گروہ شریف کا برباد کرنا اپنے آرام اور فائدے کے لیے جب تک ضرورت اشد داعی اور عدالت کا مقتضی نہ ہو بڑے حیف کی بات ہے اور ایسے ہی کامون کے کرنے والے ظالم و بے رحم کہلاتے ہین۔ عدالت اور ضرورت جو اپنے عذر اس حرکت کے لیے پیش کرتے ہین وہ عجیب و غریب و ضعیف و کمزور ہین۔ عدل و انصاف کا یہ کہنا کہ روہیلون کے سردارون نے زر موعود کے ادا کرنے مین حیلہ و حوالہ بتلایا یا انکار کیا محض نا انصافی ہے۔ اس لیے کہ یہ زر موعود ملک کی حفاظت کرنے اور مرہٹون کے نکالنے پر موعود تھا۔ جبکہ مرہٹون کی یورش کا برابر کھٹکا لگا ہوا تھا اور روہیلون کو اُن کی طرف سے اطمینان خاطر حاصل نہ ہوا تھا تو وہ ایک ایسے شخص کو روپیہ کیونکر دیدیتے جو پھر کبھی ذرا اُن کے دفع کرنے مین اُنگلی بھی نہ ہلاتا۔ وزیر ابھی زر موعود کس منھ سے مانگتے تھے کہین بھی یہ انصاف ہے۔ روہیلے ایسے شخص کو جو اُن کے استیصال کے درپے ہو کیسے روپے دیتے۔ اُس آگ کو کیونکر مشتعل کرتے جو اُنھین کو بھسم کرتی اپنے پیر مین آپ کیون کلھاڑی مارتے پھر عدل و انصاف کا روہیلون پر یہ الزام لگانا کہ اُنھون نے مرہٹون کی امداد کی تھی محض غلط ہے کوئی تاریخ کی کتاب اسکی شہادت نہین دیتی وہ ساری اپنی سپاہ اُن سے لڑنے کے لیے آمادہ رکھتے تھے۔

حق پوچھیے تو روہیلون کے مرہٹون کی مدد نہ کرنے ہی پر مرہٹے روہیلون کے ملک کو تاخت و تاراج کرتے تھے اگر یہ اُن سے مل جاتے تو وزیر کی اور اُن کے ملک کی خیر نہ تھی مرہٹے اُن کے ملک کا یہ حال کرتے کہ کسی گھر کے

چولھے مین آگ اور گھڑے مین پانی تک نہ چھوڑتے وزیر نے اگر چیزے بہ چیزے کچھ روہیلون کی مدد کی تو یہ عین اپنے ملک کی حفاظت تھی۔

انگریزون کو روپیہ کی ضرورت اُن پر یہ فرض نہین کرتی تھی کہ وہ روہیلون کا استیصال لڑائی سے کرین یہ استیصال کرنا تو عقلاً بھی نا مناسب تھا۔ ہیسٹنگز صاحب خود لکھتے ہین کہ "وزیر ایسا ضعیف العقل اور کمزور ہے کہ وہ اپنے قدیمی ملک کی حفاظت بے استعانت انگریزون کے نہین کرسکتا۔ اسلیے اُسکا ملک بڑھنا سرکار کمپنی کی گردن پر ملک کی حفاظت کا بوجھ رکھنا ہے"

بنارس سے گورنر کلکتہ کو گئے اور تمام معاملات کی کونسل اور کورٹ ڈائرکٹرز کو اطلاع دی مگر روہیلون کے استیصال کی خبر مخفی رکھی اور شجاع الدولہ کو اپنی طرف سے اُسکے لیے اُکساتے رہے اور شجاع الدولہ فرخ آباد کو چلے گئے۔ نواب مظفر جنگ ابن نواب احمد خان بنگش نے اطاعت قبول کی اور ساڑھے چار لاکھ روپے سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ بعد اس کے شجاع الدولہ فرخ آباد سے دوآبہ کی طرف چلے گئے اور وہان اٹاوہ وغیرہ کچھ ملک مرہٹون کا فتح کرکے دہلی کی طرف بڑھے۔ بادشاہ سے اپنے اخلاص کا اظہار کیا کچھ روپیہ بھیجا کچھ سپاہ جاٹون سے آگرہ چھین لینے کے لیے بھیجی اس طرح بادشاہ کے دل مین اپنی جگہ پیدا کی اور اُن سے روہیلون کے استیصال کی اجازت چاہی۔ اور اُن سے یہ عہد و پیمان ٹھہرے کہ وہ بذات خاص سپاہ لے کر روہیلکھنڈ پر حملہ کرنے آئین اور جو ملک و غنیمت ہاتھ آئے اُس مین سے آدھا آدھا بٹ جائے۔

سیر المتاخرین کا مؤلف لکھتا ہے کہ شجاع الدولہ کو پٹھانون کے ساتھ قدیم سے عداوت تھی اس لیے روہیلون کے استیصال کا ارادہ کیا اور جسقدر محبت و اخلاص نواب سید سعد اللہ خان اور عنایت خان پسر حافظ رحمت خان کے ساتھ اُن کو تھا بالکل فراموش کر دیا۔ عنایت خان پانچ ہزار فوج کے ساتھ شجاع الدولہ کا شریک تھا جبکہ عظیم آباد پر اُن کو انگریزون سے جنگ پیش تھی۔ یہ سب احسانات اُنھون نے بالاے طاق رکھدیے اور ہیسٹنگز صاحب گورنر کو تیس لاکھ روپے رشوت مین دے کر اور فوج خرچ مقرر کر کے حافظ رحمت خان سے جنگ کے لیے اپنا شریک کر لیا۔ گورنر کو اگرچہ کمپنی کی طرف سے یہ حکم نہ تھا کہ اپنے ممالک مسخرہ اور شجاع الدولہ کے ملک سے کہ کرم ناسہ اور حدود صوبہ اودھ و الہ آباد تھے آگے کو قدم رکھین اور بے ضرورت دوسرون کے ملک کے فتح کرنے کے لیے لڑائی مین انگریزی فوج کو لگائین اور نہ یہ حکم تھا کہ شجاع الدولہ کے لیے کسی کا ملک فتح کرین اُن کو کونسل کا صرف یہ حکم تھا کہ اگر کوئی شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کرے تو فوج انگریزی مدد کے لیے روانہ کر کے دشمن کے حملون سے اُس ملک کو محفوظ رکھین اور اگر کوئی انگریزون کا دشمن بنگالہ اور عظیم آباد مین قدم رکھے تو شجاع الدولہ انگریزون کی شرکت کرین۔ اور غرض اس سے یہ تھی کہ سرکار کمپنی نے سمجھ رکھا تھا کہ پٹھانون کا ملک ہمارے اور شجاع الدولہ کے ملک کا سد راہ اور فدیہ ہے جو کوئی اُدھر کا قصد کریگا پہلے روہیلے ہی اپنی حفاظت کے لیے اُس سے لڑینگے مگر گورنر بعض فوائد کی وجہ سے شجاع الدولہ کے شریک ہو گئے

مؤلف مذکور مین بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر شخص کے خصائل اور جزوی جزوی عادات اور اطوار کو چُنتا ہے اور اس خوبصورتی سے بیان کرتا ہے کہ جب پڑھو نیا لطف حاصل ہوتا ہے۔ اہل ذوق دیکھین گے اور جہانتک ممکن ہوگا دکھاتا جاؤنگا کہ سرداران روہیلہ اور اُن کے حریفون مین سے جسکے برابر سے نکلتا ہے ایک چٹکی ضرور لیتا جاتا ہے۔

اس وقت مین روہیلکھنڈ کا میدان جوانمردون اور صف شکنون سے خالی تھا۔ دوندے خان۔ بخشی سردار خان۔ فتح خان خانسامان۔ سید احمد شاہ۔ عبد الستار خان۔ شیخ محمد کبیر۔ بڈو خان۔ ملا محسن خان۔ پرمول خان وغیرہ کہ ہر ایک رستم زمانہ اور شجاع وقت تھا۔ اور تمام ہندوستان کے مقابلے کے لیے ان مین سے ایک ایک شخص کافی تھا داعی اجل کو لبیک کہہ چکے تھے۔ ان سردارون کے بیٹے تقسیم ملک و دولت کے لیے جھگڑون مین مصروف تھے۔ نشہ بازی اور عیاشی مین متوالے ہو رہے تھے جس قدر انکی سپاہ تھی تنخواہ کی نایابی سے بے دل ہو رہی تھی۔ نواب احمد خان بنگش اور نجیب الدولہ مر چکے تھے۔ نواب ضابطہ خان ابن نجیب الدولہ کو شجاع الدولہ نے نرم چرب باتین لکھ کر اپنے پاس بُلا لیا تھا وہ اُنکی رفاقت مین تھے۔ نواب مظفر جنگ پسر احمد خان بنگش شجاع الدولہ کے باج گزار ہو گئے تھے۔ نواب سید فیض اللہ خان اور صاحبزادہ سید محمد یار خان ان احسان فراموش سردار زادون کی حرکات سے بے دل ہو رہے تھے اُنھون نے کہ اُن کے باپ کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا اور اس بات کے روادار نہ تھے کہ ان آقازادون کو بھی کچھ ہماری طرف سے پہونچے۔

اپنے دوست انگریزون کی مدد سے شجاع الدولہ کی روہیلکھنڈ پر چڑھائی حافظ رحمت خان کی تباہی

روہیلکھنڈ گزیٹیر مین حافظ رحمت خان کو ملزم بنانے اور قدرتی طور پر تباہی پیدا کرنے والی عادات اُن مین ثابت کرنے اور اس فوج کشی کو جائز قرار دینے کے لیے یہ وجہین لکھی ہین کہ جب سفر رام گھاٹ سے شجاع الدولہ اپنے ملک کو واپس گئے تو اُنھون نے حافظ رحمت خان کو اپنے معاہدے کے روپیون کی بابت تحریر کیا لیکن حافظ رحمت خان کے لالچ نے جو عرصے سے ایسی قسم کا روپیہ جمع کرنے پر مجبور کر رہا تھا اُن کو اس رقم کثیر کے ادا کرنے پر رضامند نہ ہونے دیا۔ چنانچہ اُنھون نے فتح خان خانساماں کے مرنے پر بہت سا حصہ اُن کی زمین کا دبا لیا اور دو لاکھ روپیہ اُن سے مدت کا قرض لیا ہوا مار رکھا اور ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس سے قبل احمد خان بخشی سے دو لاکھ روپے صاحبزادہ سید محمد یار خان کو دینے کے حیلے سے لے کر خود کھا لیے۔ اسی قسم کا معاملہ دوندے خان کے بیٹون کے ساتھ کیا گیا۔ نواب سید سعد اللہ خان کے مرنے کے بعد اُنکی پنشن اُن کی بیوہ کو ملا کرتی تھی وہ چند روز کے بعد بند کر لی گئی جب اُس بیگم نے واویلا کی تو ایک نیا اقرار نامہ تحریر کر کے اُس کو خاموش کیا گیا مگر وہ کاغذ بالکل ردی مین پھینک دیا گیا۔ شجاع الدولہ نے اپنے عہدنامے کا روپیہ جو مرہٹون کو روہیلکھنڈ سے نکال دینے کے عوض اقرار کیا تھا طلب کیا

تو حافظ رحمت خان نے اپنی عادت کے موافق روپیہ دینے سے انکار کیا بلکہ بعض روہیلہ سرداروں نے اُس عہدنامے کے اقرار سے بھی مخالفت ظاہر کی۔

دیکھو پرانا بڈھا جس مین سالہا سال کے تجربے بھرے تھے نرا الچی نہ تھا جو معاہدے کے روپے دینے سے پہلوتہی کرے اُس نے ضرور یہ خیال کیا ہوگا کہ شجاع الدولہ کو روپیہ دینا بے سود ہے جس حافظ نے بہار کامرانی کا پھول رہ کر عمر گذاری تھی بڑھاپے مین وہ وقت آیا کہ زمانے کے حادثے اُس پر گولہ باندھ باندھ کر حملے کرنے لگے ایک بار بڑے بیٹے نے بغاوت کی اور دُنیا سے گیا بعد اُسکے ادبار نے ایسا نحوست کا شبخون مارا کہ اقبال میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور ایسا بھاگا کہ پھر کر نہ دیکھا۔ میرے دوستو دُنیا بُرا مقام ہے بے مروّت زمانہ یہان انسان کو کبھی ایسے موقع پر لا ڈالتا ہے کہ دو ہی پہلو نظر آتے ہین دونون مین خطر اور انجام کی خُدا کو خبر عقل کام نہین کرتی کہ کیا کرے قسمت کے ہاتھ پانسہ ہوتا ہے جس رُخ چاہے پلٹ دے سیدھا پڑا تو عقلمند ہے اُلٹا پڑا تو بچہ بچہ احمق بناتا ہے اور جو نقصان ندامت مصیبت اور غم واندوہ اُسپر گذرتا ہے وہ تو دل ہی جانتا ہے۔

جب کہ شجاع الدولہ نے روہیلون کو اُسی طرح غافل پایا جیسے سال بھر قبل مرہٹون کی چڑھائی کے وقت پایا تھا تو اُس رقم کو پورا کرنے کے واسطے روہیلکھنڈ کو اپنے ملک مین شامل کرنے کا پختہ ارادہ کرکے انگریزی فوج سے مدد طلب کی۔

تنقیح الاخبار اور مرآت آفتاب نما مین ذکر کیا ہے کہ شجاع الدولہ نے

۱۱۸۶ ہجری مین شاہ عالم کو بھی لکھا کہ اگر حضور روہیلون کے ملک پر چڑھائی کرین تو یہ غلام کئی لاکھ روپے ایلچ خان کی معرفت نذر کریگا اور خالصے کے ممالک پٹھانون کے ہاتھ سے نکال لیگا۔ ذوالفقار الدولہ نجف خان کو بھی اس فوج کشی مین ساتھ لانا چاہیے۔ حافظ رحمت خان نے جو اپنے ملک سے مرہٹون کے نکال دینے کے واسطے مجھ سے کمک چاہی تھی اور اُس کے عوض مین روپے دینے کا وعدہ کیا تھا اب اُس رقم کی ادا مین کج معاملگی کرتے ہین۔ بادشاہ نے شجاع الدولہ کے ساتھ روہیلون پر لشکر لیجانے کا وعدہ کر لیا اور اپنی فوج لے کر قلعہ سے روانہ ہوکر دریاے جمنا کے دوسرے کنارے خیمے کھڑے کرائے نجف خان کو حکم دیا کہ اُن کی فوج ہمارے لشکر کا ہراول رہے۔ اُسی دن بادشاہ کو تپ آگئی اس لیے وہ تو قلعہ کو لوٹ گئے نجف خان کو فوج دے کر ایلچ خان کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا۔

شجاع الدولہ نے احمد خان بخشی اور محب اللہ خان اور فتح اللہ خان سے بھی اس معاملے مین سازش کر لی کیونکہ اکثر بدایون کا حصہ ان لوگون کے قبضے مین تھا۔

۸ نومبر ۱۷۷۳ء کو یکایک شجاع الدولہ نے گورنر کو لکھا کہ "روہیلون کے استیصال کے واسطے جو وعدہ امداد کا کیا گیا ہے اُس کا ایفا ہو"۔ اس یکایک درخواست سے گورنر چکرائے۔ اب تک کونسل کو کچھ خبر نہ تھی۔ غرض بہت تکرار اور مباحثے کے بعد یہ بات ٹھہری کہ سپاہ کمک کے لیے بھیجی جائے اور شرائط سپاہ بھیجنے کی وہی رہین جو گورنر اور شجاع الدولہ کے درمیان ٹھہری تھین

اِس وقت گورنر اپنی فطرت کو دکھا گئے کہ اُنھون نے اپنے ہمراہیون کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ کورٹ ڈائرکٹرز پر یہ بات ظاہر کرین کہ شرائط کمک سرکار کمپنی کے حق مین نہایت فائدہ مند ہین اور وزیر پر ایک بار گران ہین اسلیے ظن غالب ہے کہ وزیر اُن کو منظور نہ کرینگے اور سپاہ انگریزی کو لڑائی مین نہ پھنسنا پڑے گا اسلیے اُسکا نتیجہ وہی ہوگا جو اکثر گورنمنٹ کے اعلیٰ ارکان کی مرضی ہے کہ لڑائی سے جہان تک ہو سکے احتراز کیا جائے۔ اگرچہ لندن مین کورٹ ڈائرکٹرز نے روہیلون کی لڑائی پر سپاہ بھیجنے مین لعنت ملامت کی۔ مگر بعد سوچ بچار کے آخرکار اُس عہدنامے کو جو بنارس مین ہوا تھا منظور کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب ہیسٹنگز صاحب کے گورنری ہندوستان سے مستعفی ہونے کے بعد ولایت کے ہوس آف کامنز (دیوان وکلاے عام) مین ۲۴ اپریل ۱۷۸۶ء کو اُن پر اس وحشیانہ کام کے لیے سرکار کمپنی کی فوج سے شجاع الدولہ کی مدد کرنے پر سخت الزام لگایا گیا تو ۲ جون ۱۷۸۶ء کو یہ الزام یون ضعیف ہوا کہ اُسکو کورٹ ڈائرکٹرز نے منظور کر لیا تھا۔

اس مدد کے عوض مین شجاع الدولہ نے انگریزون کو چالیس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ فرح بخش سے ثابت ہے کہ حافظ رحمت خان کی شکست کے بعد شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپے کلکتے کو بھیجے تھے یہ خزانہ کربری صاحب اور منشی غلام باسط کی معرفت روانہ کیا گیا تھا۔ بسولی سے نواب وزیر نے پچیس لاکھ روپے کی ہنڈی فیض آباد کو مرزا علی کے نام اور پندرہ لاکھ کی ہنڈی راجہ چیت سنگھ والی بنارس کے نام لکھی تھی جن سے ان دونون شخصون نے

روپے وصول کرکے کلکتہ کو پہونچائے۔

سرکار کمپنی کی سپاہ بنگال کے تین برگیڈ مین سے جو دوسرا برگیڈ آلہ آباد مین رہتا تھا اُسکو حکم ہوا کہ شجاع الدولہ کے لشکر سے جاکر ملے کرنیل چمپین جو کمانڈر انچیف تھا اُس کو سارا لڑائی کا اہتمام سپرد ہوا وہ وسط فروری ۱۷۷۴ء مین لشکر لیکر چلا۔ ۲۴ فروری کو شجاع الدولہ کے لشکر کے ملک مین پہونچا شجاع الدولہ شاہ آباد ضلع ہردوئی مین جو اُن کی سرحد پر واقع تھا انگریزی فوج سے ملے۔ اُن کا ارادہ روہیلکھنڈ پر چڑھائی کرنے کا فرخ آباد کی جانب سے مصمم ہوا تھا چنانچہ اپنے فوجی افسر خواجہ لطافت کو فرخ آباد کی جانب سے گنگا کی طرف فوج بڑھانے کا حکم دیا اور رام گھاٹ پر کشتیون کا پل تیار کرنے کی ہدایت کی گئی اور آخری مانگ روپیہ کی بابت دھمکی کے ساتھ حافظ رحمت خان کو لکھی گئی۔ حافظ صاحب اس کارپردازی سے آگاہ ہوکر لڑائی کا بندوبست کرنے لگے۔ مگر اس وقت روہیلکھنڈ مین طوفان بے تمیزی برپا تھا محب اللہ خان و فتح اللہ خان وغیرہ اولاد دوندے خان احمد خان و محمد خان وغیرہ پسران بخشی سردار خان اور احمد خان و اعظم خان وغیرہ ابنائے فتح خان خانساماں نے حافظ صاحب کے ساتھ عجیب ناہمواری کا برتاؤ کر رکھا تھا اُنکو خیال مین نہین لاتے تھے اور ہر ایک اپنے آپ کو رئیس مستقل جانتا تھا۔

۱۱۸۰ہجری کے آخر سال مین شجاع الدولہ کی طرف ان لوگون کے دل ایسے مائل ہوگئے تھے اور اُن کی خیر اندیشی کے درخت نے یہانتک اُنکے دلون مین نشو و نما پیدا کی تھی کہ حافظ صاحب سے بدظن ہوگئے اور اسی

خیالات سے بعض نے علانیہ اور بعض نے خفیہ شجاع الدولہ سے موافقت کا عہد و پیمان کر لیا تھا۔ چنانچہ محب اللہ خان اور فتح اللہ خان نے قرآن پر شجاع الدولہ کی طرف سے یہ مضمون لکھ کر کہ مین روہیلکھنڈ کا مالک ہو گیا تو تمھاری مرضی کے موافق تمھارے ساتھ سلوک کیا جائیگا شجاع الدولہ کے پاس بھیجا اور یہ چاہا کہ وہ اُسپر مہر کر دین وہ تو یہ دن خدا سے چاہتے تھے فوراً منظور کر کے مُہر کر دی۔ اسی طرح احمد خان بخشی نے بھی اپنے مطالب پر شجاع الدولہ سے وعدہ لے لیا تھا اور خود وعدہ کیا تھا کہ حافظ رحمت خان کی شرکت نکرونگا۔ اسی طرح محتشم خان نے جو ایک نامی اور معزز رسالہ دار تھا حافظ صاحب اُسکو پندرہ سو روپے ماہوار ذات کے اور رسالے کی تنخواہ علیحدہ دیتے تھے اور چند گانوٗن جاگیر مین دیے تھے شجاع الدولہ سے خفیہ سازش کر کے پچاس ہزار روپے کی ہنڈی طلب کی۔ جب شجاع الدولہ نے ہنڈی بھیجدی تو اُن کے پاس چلا گیا۔ حافظ صاحب ان تمام حالات کو معلوم کر کے تعجب کرتے تھے اور کسی سے تعرض نہین کرتے تھے۔

چونکہ پہلے شجاع الدولہ کا قصد فرخ آباد کی جانب سے چڑھائی کرنے کا تھا اس واسطے حافظ صاحب اپنا سامان درست کر کے ۱۱ محرم سنہ ۱۱۸۸ ہجری کو لڑائی کے عزم سے قلعہ بریلی سے نکلے اور جب یہ سُنا کہ شجاع الدولہ مہدی گھاٹ سے گنگا کو عبور کر کے شاہ آباد کی طرف آتے ہین تو حافظ صاحب نے آنولے مین پہونچکر یہان لڑائی کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اس جھنڈے کے نیچے روہیلے سردار بہت کم جمع ہوے۔ کچھ راجپوت چھوٹے چھوٹے جاگیردار

اور میان دوآب یعنی فرخ آباد کے بنگش پٹھان شریک ہوے۔ نواب سید فیض اللہ خان بھی جن کا اسپ ہمت کبھی کا محتاج نہ تھا پانچ ہزار سوار اور پانچہزار پیادون کے ساتھ رام پور سے حافظ صاحب کے پاس چلے گئے اور صاحبزادہ سید محمد یار خان دو ہزار آدمیون کی جمعیت سے اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان ابن نواب سید عبد اللہ خان بھی دو ہزار آدمیون کی جمعیت سے پہونچ گئے۔

حافظ صاحب کو پہلے ضرورت روپیہ جمع کرنے کی پڑی کیونکہ انکی حالت ناداری کی ہو رہی تھی اس لیے مشورہ کرکے احمد خان پسر خانسامان سے روپیہ واسطے تیاری سپاہ کے طلب کیا۔ احمد خان پہلے سے حافظ صاحب سے برخلاف تھا احمد خان پسر بخشی سردار خان سے موافقت کی اور باہم عہد و پیمان کرکے سپاہ کو جمع کیا اور حافظ صاحب سے مقابلے کے لیے اپنی نئی حویلی مین باغ کی طرف مورچہ قائم کیا اور حافظ صاحب سے کہلا بھیجا کہ مین ایک روپیہ نہین دیتا آپ نہ مانینگے تو مین لڑائی کو تیار ہون اور نواب سید فیض اللہ خان سے کہلا بھیجا کہ آپ کے ارشاد سے مجھے کسی طرح انکار نہین حافظ صاحب میری خانہ ویرانی کے درپے ہین اس لیے مین نے حفاظت اور خودداری کی غرض سے یہ تیاری کی ہے حافظ صاحب کو ایک کوڑی نہ دونگا ہان اگر خانسامان کی تمام جاگیر مجھے دیدین تو مین خدمت گذاری کو موجود ہون یہ وہ زمانہ ہے کہ شجاع الدولہ رام گھاٹ پر پُل کی تیاری مین مصروف تھے اور روہیلکھنڈ پر حملہ کے لیے فوج کو اُتارنے کی غرض سے وہان مقیم تھے۔ روہیلکھنڈ کے لوگون پر ایک پریشانی کا عالم طاری تھا ہر ایک شخص اپنے اہل و عیال کو ادھر اُدھر

بھیج رہا تھا اور لوگ بھاگنے مین لگے ہوے تھے۔ مآل اندیش لوگون نے احمد خان کو سمجھایا کہ اب روہیلون کے ملک پر شجاع الدولہ کا دانت ہے اس ملک کا اس قوم کے ہاتھ مین رہنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ تمھاری پیشانی پر اس بدنامی کا داغ رہ جائے گا اور مدت تک یہ ذکر زبانون پر جاری رہیگا کہ احمد خان نے حافظ صاحب کو اپنے جھگڑے سے اتنی فرصت نہ لینے دی کہ وہ شجاع الدولہ کا مقابلہ کرسکتے اب بہتر یہ ہے کہ تم اُن کے حکم کی تعمیل کرو۔ احمد خان نے اس شرط سے دولاکھ روپیہ دینا قبول کیا کہ بدایون اُسے دلوادیا جائے۔ بدایون کا حال یہ ہے کہ خانساماں کی حیات سے احمد خان بدایون کی تمنا رکھتا تھا اور بدایون کا تمام علاقہ احمد خان کے قبضے مین آیا تھا مگر خان محمد خان کی سازش سے بدایون اعظم خان کے حصے مین آیا۔ اس وجہ سے بھائیون مین اور فساد بڑھا حافظ صاحب نے مقام ٹانڈہ مین کہ آنولے سے وہان چلے گئے تھے اور وہان چند مقام کیے تھے بدایون کی سند احمد خان کو لکھ دی اور دولاکھ روپے اُس سے لیکر سلہٹ کی جانب کوچ کیا۔

فرح بخش مین لکھا ہے کہ ہفتے کے بعد احمد خان پسر سردار خان بخشی اور احمد خان پسر فتح خان خانساماں بھی آنولہ سے روانہ ہوے اور کٹرے کے مقام پر حافظ صاحب کے لشکر مین جا پہونچے مگر یہ دونون باطنا یہی چاہتے تھے کہ حافظ صاحب مارے جائین کیونکہ اُن کو بخوبی یقین تھا کہ حافظ صاحب ہمارے استیصال کے درپے ہین ضرورت وقت کو دیکھ کر اس وقت ہمسے اغماض کرلیا ہے جب قابو پائین گے تو ہمارے حق مین کسی بُرائی سے

کوتاہی نہ کرینگے۔ ان کے فتحیاب ہونے مین عین ہماری ہزیمت ہے شجاع الدولہ کی لڑائی سے واپس ہوتے ہی ہماری خبر لینگے بلکہ حویلی سے بھی نکال دینگے۔ محب اللہ خان اور فتح اللہ خان اس لڑائی مین اول سے شریک نہ ہوے۔ کیونکہ اُن کو جس قدر حافظ رحمت خان کی مدد کرنے کا خیال تھا اُسی قدر شجاع الدولہ کے معاہدے کا پاس تھا یہ دونون سردار نواب شجاع الدولہ کی چکنی چپڑی تحریرون اور غلام محمد خان کی چرب زبانی پر کہ قرآن مجید لاکر عہد و پیمان کیا تھا حافظ صاحب سے باطناً منحرف تھے اسکے علاوہ انکے پاس نہ سامان درست تھا نہ روپیہ تھا۔ سپاہ فقر و فاقہ کی وجہ سے گریبان گیر تھی اس لیے ان دونون بھائیون نے روپیہ نہ ہونے کا عذر پیش کیا اور ایک خط محب اللہ خان کا اور ایک اُن کی مان کا خط حافظ صاحب کے پاس اس مضمون کا آیا کہ ہماری تنگدستی کی وجہ سے ہماری فوج کی تنخواہ جو نہین پہونچ سکتی اس لیے وہ ہمارا ساتھ دینا نہین چاہتی اگر کچھ روپیہ مرحمت ہو تو سپاہ کو دے کر آپ کے پاس آیا جائے تنہا اپنی ذات سے شریک ہونا کیا مفید ہوگا حافظ صاحب سمجھ تو گئے یہ صرف کنارہ کشی کا بہانہ ڈھونڈھتے ہین مگر پھر بھی پندرہ ہزار روپے اُن کے وکلا کو دے کر رخصت کیا اسی طرح جس نے تنگدستی کا عذر پیش کر کے حاضری سے مجبوری ظاہر کی اُسے کچھ بھیجا اسپر بھی وہ لوگ جو شجاع الدولہ سے ملے ہوے تھے سامان سفر کی تیاری کا بہانہ کر کے اپنے مقامون سے نہ نکلے۔ مؤ فرخ آباد اور روہیلکھنڈ کے پٹھان نوکر بے نوکر ننگ قومی کی وجہ سے جوق جوق

آکر جمع ہونے لگے جب جمعیت زیادہ ہو گئی تو منافق بھی اپنے بیگانون کی طعن و تشنیع کی وجہ سے تھوڑی تھوڑی جمعیت کے ساتھ آنے لگے۔

فرح بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ اصلی باعث پسران دوندے خان و سردار خان و فتح خان کی پہلوتہی کا یہی تھا کہ شجاع الدولہ نے ان نادانون سے چکنی چپڑی باتین اور وعدہ و وعید کر کے تالیف قلوب کی تھی اور ہر ایک کو دوسرے کا مخالف کر دیا تھا حافظ الملک کی عقل بھی تھوڑے دنون سے مسلوب ہو رہی تھی۔ روہیلکھنڈ کے ہر ایک رئیس کو اپنی طرف سے بے دل کر رکھا تھا اور ہر ایک سے بے موجب مواخذہ کرتے تھے۔ سردار خان بخشی کے مرتے ہی احمد خان سے اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ طلب کر رہے تھے فتح خان خانسامان کی وفات کے بعد خان محمد خان کے اغوا سے اُنکے گھر کی خرابی کے درپے تھے۔ خانسامان کو حقیقت مین حافظ رحمت خان کا ایک افسر اور خزانچی سمجھنا چاہیے حافظ صاحب ضرورت کے وقت جو کچھ اُن سے چاہتے لیتے اور جہان کو بچ کرتے خانسامان اُن کے ساتھ ہو جاتے۔ خانسامان خرچ اور چٹھا حافظ صاحب سے طلب نہین کرتے۔ اُن کے دو لاکھ روپے حافظ رحمت خان کے ذمے سفر نانک متہ کی بابت تھے اور دو لاکھ روپے اب زبردستی اُن کے بیٹے احمد خان سے لے لیے اور ایک لاکھ روپے خانسامان کے ترکے مین سے صاحبزادہ سید محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان کو دلا دیے اس لیے خانسامان کی اولاد حافظ صاحب سے بہت ناخوش تھی۔ محب اللہ خان اور فتح اللہ خان اولاد دوندے خانکو بھی

یہ اندیشہ لگا ہوا تھا کہ آج اُن کے ساتھ یہ معاملہ ہے کل ہماری خیر نہین۔
یہی وجوہات جمع ہو گئے تھے کہ ان سب سرداروں نے اتفاق کر لیا تھا کہ حافظ صاحب کے حکم کی تعمیل نہ کرنی چاہیے اگر وہ سختی کرین تو لڑنا چاہیے اور یہی معاملہ پیش آیا کہ کسی نے ایک پیسہ دینا اپنے ذمے نہ لیا اور نفاق و بغض پیدا ہو گیا۔ نواب سید فیض اللہ خان بھی سمجھے کہ صاحبزادہ سید محمد یار خان کی ترقی کے سارے سامان ہمارے مقابلے کے لیے کیے جاتے ہین۔ غرض تھوڑے عرصے سے روہیلکھنڈ مین فساد و عداوت کا ایک زہریلا مادہ پھیل گیا تھا اور ہر ایک دوسرے کی بربادی کی طرف مصروف تھا اور ایک دوسرے کی خرابی کے لیے غیرون کو کھڑا کرتا تھا۔ اور بڑے بڑے روہیلہ سردارون کے مرنے اور اُن کے نااہل بیٹون کی کشاکشی سے ریاستین بے چراغ اور ملک مین اندھیر پڑ گیا تھا اور قسمت کی گردش نے سب کی عقل لے لی تھی۔
جس وقت حافظ رحمت خان آنولہ مین اپنے سامان جنگ کی درستی مین مصروف تھے اُس وقت شجاع الدولہ کو کرنیل چمپین نے یہ صلاح دی کہ دشمن کے علاقے مین یعنی رام گھاٹ پر گنگا کے پل کی تیاری مناسب نہین۔ اپنے ہی علاقے مین پل تیار کر کے سیدھے اپنے ملک سے روہیلکھنڈ مین داخل ہووین اس لیے کہ رسد بھی اچھی طرح اپنے ملک سے پہونچ سکیگی۔ اس بات پر راے قائم ہو کر شجاع الدولہ نے گھاٹ تانامیو پر پل تیار کرایا اور انگریزی فوج کے ساتھ جس کا افسر کرنیل چمپین تھا روہیلکھنڈ کی جانب روانہ ہوے نواب ضابطہ خان ابن نواب نجیب الدولہ اور مظفر جنگ

پسر نواب احمد خان بنگش بھی ایک ایک ہزار سپاہ کے ساتھ شجاع الدولہ کے شریک تھے[1] فرح بخش کا مولف ان دونون نوابون پر بڑی لعنت ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انکے باپ شجاع الدولہ کی پروا بھی نہین کرتے تھے اور ہمیشہ مقابلے کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ مگر ان دونون نے غیرت وحمیت کو خیرباد کہی اور اپنے باپون کا نام ڈبو دیا۔ اور شجاع الدولہ کے سامنے بطور ملازمون کے حاضر رہ کر مجرا اور سلام کرنے لگے اور امارت وایالت کے درجے کو برباد کر دیا۔ قوم اور خاندان کے ننگ کو چھوڑ دیا۔ پھر اپنی اس کردار کا جو کچھ نتیجہ طرفۃ العین مین اُنھون نے پایا وہ سب نے دیکھ لیا۔ اور تمام عالم پر روشن ہے،، اور اسی کتاب مین ایک دوسرے مقام پر کہا ہے کہ "شجاع الدولہ خود سمجھ گئے تھے کہ اِن دونون بے غیرتون نے شجاعت وجوانمردی کا ایک حرف بھی نہین پڑھا ہے اسلیے کہ اُنکے سامنے انکے سر جھکانے سے یہ مراتب ظاہر تھے" شجاع الدولہ نے گوہ پہونچکر یہان کے رانا کو جو حافظ الملک کا نہایت رفیق تھا حافظ الملک سے منحرف کر دیا۔

شجاع الدولہ جب روہیلکھنڈ کی سرحد پر پہونچے تو اتمام حجت کے لیے ایک تحریر روپئون کی طلبی مین حافظ رحمت خان کو اور بھیجی گئی۔ اُنھون نے اس تحریر کو دیکھ کر اپنی فوج کے ساتھ مخالف کی جانب بڑھنا شروع کیا اور کیارا کے گھاٹ سے رام گنگا کو عبور کرکے فریدپور پہونچے جو بریلی سے

---

[1] دیکھو تاریخ فرخ آباد مولفہ ولی اللہ و سیر المتاخرین و فرح بخش و اخبار حسن و تذکرۂ حکومۃ المسلمین ۱۲ [2] دیکھو روہیلکھنڈ گزٹیر ۱۲

مشرق کی جانب سات کوس کے فاصلے پر ہے۔ شجاع الدولہ کی فوج روہیلکھنڈ مین داخل ہو کر شاہ جہان پور کے قریب پہونچی۔ عبداللہ خان نبیرۂ نواب بہادر خان رئیس شاہ جہان پور حافظ صاحب کی طرف سے یہان کے انتظام پر مقرر تھا یہ شخص حافظ صاحب سے علاوہ دوستی رکھنے کے اُنکے بیٹے ارادت خان کا سسر بھی تھا جب اُسنے یہ حال سنا کہ شجاع الدولہ فوج لے کر آرہے ہین تو شاہ جہان پور سے تین چار کوس کے فاصلے پر استقبال کیا شجاع الدولہ نے اُس کو مصلحتًا خلعت عنایت کیا اور ساتھ لے کر شاہ جہان پور سے دو تین کوس پر مقام کیا۔ سُنا جاتا ہے کہ شاہ جہان پور کے پٹھانون کی ہمدردی اور اتفاق بہ نسبت روہیلون کے لکھنؤ والون سے بہت زیادہ تھا۔ یہ علاقہ اودھ اور روہیلکھنڈ کے خاص دُھرے پر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ جھگڑے اور مباحثے مین رہا کرتا تھا۔ بلکہ روہیلکھنڈ کا علاقہ شجاع الدولہ کی دست بُرد مین رہنے سے اس علاقے مین سے تحصیل گولا اور کانٹھ یعنی شمالی اور مشرقی حصے پر حافظ رحمت خان کا پورا پورا قبضہ نہ تھا البتہ مغرب کی سمت کا علاقہ بخوبی پٹھانون کے تصرف مین موجود تھا۔

حافظ صاحب شجاع الدولہ کے شاہ جہان پور پہونچنے کی خبر سُن کر فرید پور سے روانہ ہوے اور بھگل ندی کو عبور کر کے میران پور کٹرے کے مقام پر آئے یہان پر آبادی کے قریب آنبون کے باغون مین فوج کا حصار بنا کر قیام کیا۔ حافظ رحمت خان کی طرف سے جس قدر تاخیر ہوتی تھی وہ ان کے واسطے مفید تھی کہ اُن کی جماعت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور انگریزی فوج

کے واسطے مضر تھی کہ موسم خراب ہوتا جاتا تھا آخرکار انگریزی فوج اور شجاع الدولہ کی فوج تلہر ضلع شاہ جہان پور کی جانب اس خیال سے بڑھی کہ روہیلون کو جلدی لڑائی مین مشغول کرنا چاہیے اور موسلی کے قریب میدان مین ٹھہری اس پیش قدمی نے روہیلون پر یہ ظاہر کیا کہ مخالف کا ارادہ پیلی بھیت پر دھاوا کرنے کا ہے جہان پر حافظ صاحب کے اہل وعیال موجود تھے اس واسطے حافظ رحمت خان اس فوج کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے واسطے اپنا حصار چھوڑکر میدان مین نکل آئے جو کسی قدر امن کے قابل جگہ تھی تو چمپین صاحب جنھون نے وہ تدبیر بتائی تھی اور نقشۂ جنگ تیار کرنے مین نہایت قابلیت رکھتے تھے اپنی تدبیر پر ناز کرنے لگا۔

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ مقام لاہی کھیڑہ مین دریاے بہگل کے کنارے فریدپور کے متصل میدان کرک مین جنگ ہوئی تھی۔ اور عماد السعادت مین بیان کیا ہے کہ کٹرہ کمالزئی خان اور فریدپور کے درمیان مین یہ جنگ ہوئی تھی اور مؤلف فرح بخش نے ذکر کیا ہے کہ لاہی کھیڑے کے نشیب مین انگریزی توپخانہ قائم کیا گیا تھا اور سیر المتاخرین مین کہا ہے کہ انگریزی توپخانے کے سامنے ایک خشک نہر واقع تھی جس مین بہت سے خم و پیچ تھے اور اُس کے کنارون پر جھاڑ جھنکاڑ تھے۔ مساکن فلسفی مین مذکور ہے کہ جس مقام پر شجاع الدولہ کو حافظ رحمت خان پر فتح حاصل ہوئی تھی اُنھون نے وہان ایک گنج آباد کرکے اُس کا نام فتح گنج رکھا اور یہ مقام بریلی سے شرقی و جنوبی جانب چودہ کوس پر ہے۔ کٹرے کو میران پور کٹرہ اور کٹرہ کمالزئی خان بھی کہتے ہین۔

یہ قصبہ تحصیل تلہر ضلع شاہ جہان پور صوبہ متحدہ مین شاہ جہان پور بریلی کی پختہ سڑک پر تلہر سے چھ میل اور شاہ جہان پور سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ شاہ جہان پور والی سڑک روہیلکھنڈ کی سڑک مین جو فرخ آباد سے بریلی کو جاتی ہے اس ہی قصبہ کے پاس ملی ہے۔ اور پیلی بھیت کی سڑک جو خدا گنج ہو کر آتی ہے وہ بھی اس قصبے کے پاس روہیلکھنڈ کی سڑک مین ملگئی ہے۔

بڑے افسرون مین حافظ رحمت خان کے ساتھ مستقیم خان عبدالجبار خان اور سیف الدین خان بھی تھے۔ حافظ صاحب کے ساتھ چوبیس ہزار سوار اور چار ہزار بان انداز اور ساٹھ توپین تھین۔ اُن کی فوج کی یہ تعداد گزٹیر کے حصۂ شاہ جہان پور کی جلد مین بیان کی ہے اور گل رحمت مین اُن کی سپاہ کی تعداد پچیس ہزار بتائی ہے اور اس مین نوکر بے نوکر سب شامل ہین اور کرنیل چمپین کے بیان سے چالیس ہزار سپاہ ثابت ہوتی ہے اور سیر المتاخرین اور تاریخ مظفری اور تنقیح الاخبار کے مؤلفون نے کہا ہے کہ اُن کی فوج پچاس ساٹھ ہزار تھی اور عماد السعادت مین لکھا ہے کہ حافظ الملک کے ساتھ ستر ہزار کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ پٹھان جمع تھے۔

حافظ الملک شطرنج زمانہ کے پکے چال باز تھے مگر خود بوڑھے ہو گئے تھے عقل بُڑھیا ہو گئی تھی نواب سید فیض اللہ خان جوان اُن کی عقل جوان اُنھون نے صلح کی صلاح دی چنانچہ فرح بخش مین لکھا ہے کہ اس عرصے مین کئی بار آنولے اور ٹانڈے مین نواب سید فیض اللہ خان نے حافظ رحمت خان کو سمجھایا کہ بالفعل نواب شجاع الدولہ سے نہ بگاڑنا چاہیے بڑی بھاری فوج کے ساتھ

آئے ہین اُن سے صلح کر لینی چاہیے" حافظ صاحب نے جواب دیا کہ "میرے پاس روپیہ کہان ہے کہ صلح کرون"۔ نواب سید فیض اللہ خان نے کہا کہ "جس قدر روپیہ مطلوب ہے مین دے سکتا ہون مجھے نواب شجاع الدولہ کے پاس چلا جانے دو مین اُن سے بات چیت کر لونگا اگر ضرورت ہوگی تو روپیہ بھی دیدونگا پھر سب سے سہولت کے ساتھ حصّہ رسدی وصول کر لیا جائے گا حافظ صاحب کی موت کا زمانہ قریب آ چکا تھا نواب سید فیض اللہ خان کا کہنا نہ مانا۔ مگر اسکے خلاف سیر المتاخرین مین یون لکھا ہے کہ جب شجاع الدولہ نے اپنے چالیس لاکھ روپون کا تقاضا حافظ رحمت خان پر کیا اور لکھا کہ "زر موعودہ پہونچانے کی مدّت گذر چکی اور اب تک آپنے وہ روپے ادا نہ کیے اب مناسب یہ ہے کہ وہ روپے جلد پہونچائیے ورنہ لڑائی کے لیے تیار رہنا چاہیئے تو حافظ رحمت خان نے کہ نہایت ہوشیار اور دور اندیش تھے فتح اللہ خان وغیرہ اولاد دوندے خان اور نواب سیّد فیض اللہ خان اور دوسرے سرداران روہیلہ کو جمع کر کے کہا کہ "شجاع الدولہ نے اس تقویت پر کہ اُن کی فوج انگریزی طریقے پر تیار ہے اور انگریزی فوج بھی اُن کی مدد کو آمادہ ہے ہم سے لڑنے کا ارادہ کیا ہے وہ چاہتے ہین کہ ہمارا ملک چھین لین اُن کی اور اُن کے مددگارون کی جنگ سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے بہتر یہ ہے کہ اِس بلا کو روپیہ دے کر ٹال دین کیونکہ اس معاملے مین حق اُنھین کے ہاتھ مین ہے ورنہ لڑ کر مقابلے مین کامیابی حاصل کرنا مشکل ہوگا"۔ چونکہ شجاع الدولہ نے دوندے خان کی اولاد سے سازش کر لی تھی اس لیے ان احمقون نے اُن روپون کے دینے مین جن کے ضامن

اُنکی اور دوسرون کی طرف سے حافظ رحمت خان ہوے تھے پہلو تہی کی[1]
اور لڑائی کرنے کے لیے صلاح دینے لگے اور دوسرے نوجوان سردارون نے
بھی اپنے غرور شجاعت کی ترنگ مین آکر اُن روپون کے دینے مین تنگدستی کے
عذر پیش کیے اور حافظ صاحب کو لڑائی کی ترغیب دینے لگے اور اُن سے
شرکت کا وعدہ کیا۔ حافظ صاحب نے بہت سا سمجھایا کہ فرنگیون کی لڑائی
سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے میدان جنگ مین آبروے مردمی جاتی رہیگی
بھاگتے نظر آؤگے۔ انگریزی فوج کی آتشباری تمکو خاک مین ملادیگی۔ چونکہ
ان روہیلون کے ہاتھ سے بے انتہا ظلم مقیم و مسافر اور ہر قسم کے بندگان خدا
پر ہوے تھے۔ انتقام کا پیالہ لبریز ہوچکا تھا اُس کا وقت آچکا تھا اُنکی عقلون
پر بے وقوفی کے پردے پڑگئے تھے اسلیے اُن مستحقین غضب الٰہی مین سے
کسی نے بھی حافظ صاحب کی نصیحت پر التفات نہ کیا۔ اور لڑائی کی ٹھن ہی گئی۔
مگر مؤلف گلستان رحمت کچھ اور ہی راگ گاتا ہے وہ کہتا ہے کہ "جب
شجاع الدولہ نے انگریزی اور اپنے لشکر کو گنگا پار لڑنے کے ارادے سے اُتارا
تو پہاڑ سنگھ نے جو حافظ صاحب کا دیوان تھا کہا کہ روپیہ موجود ہے آپ لیکر
شجاع الدولہ کو دیدیجیے اور کرنیل چمپین کو جو انگریزی لشکر لے کر آیا ہے بیچ
مین واسطہ کیجیے" مگر حافظ صاحب نے فرمایا کہ مرنا مسلم ہے مین قرض نہین
لیتا مجھے پھر ایسی عزت کی موت اپنے ملک کی حفاظت کرنے مین کب ملیگی
اسلیے وہ اپنی سپاہ جمع کر کے لڑائی کے لیے تیار ہوے۔ یہ بات سچ نہین معلوم ہوتی

[1] تاریخ مظفری سے بھی یہی ثابت ہے ۱۲

کہ حافظ صاحب سنے لڑنے مرنے ہی پر عزم جزم کر لیا اور مصالحت کا خیال نہین کیا اسلیے کہ کرنیل چمپین خود لکھتا ہے کہ "میرے پاس حافظ صاحب کا خط آیا کہ آپ صلح کرا دیجیے مگر جب شجاع الدولہ سے اُسکا ذکر کیا گیا تو اُنکے چالیس لاکھ روپوں نے بچے دیدیے اور اُنھون نے دو کروڑ روپے مانگے"

غرض کہ میدان کارزار مین حافظ صاحب ۹ اور ۱۰ صفر ۱۱۸۸ ہجری کو لڑائی کے لیے سوار ہوے مگر اُدھر سے کوئی مقابلے کو نہ آیا۔ ۱۱ صفر شنبہ کی رات کو انگریزون نے تمام شب تیاری کر کے توپ خانے کو بڑھا کر لاہی کھیڑے کے نشیب مین دریاے بھگل کے کنارے پر جما کر سد سکندر بنا دیا۔ حافظ صاحب کو اُن کے مخبرون نے اُسی رات کو یہ خبر دی کہ شجاع الدولہ نے منجمون کے کہنے کے موافق لڑائی کے لیے کل کا دن مقرر کیا ہے۔ ۱۱ صفر ۱۱۸۸ ہجری مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو سنیچر کے دن صبح کے وقت کہ ابھی آفتاب نے نشان نہ کھولا تھا مخالف نے جنگ کی تیاری کی۔ اُسکے لشکر مین ایک لاکھ پندرہ ہزار سپاہی تھے۔ شجاع الدولہ نے بسنت علی خان خواجہ سرا کے ساتھ چودہ ہزار تلنگے بندوقچی اور سید علی کے ساتھ چار ہزار بندوقچی تلنگی اور توپ خانہ مقرر کر کے انگریزی لشکر مین متعین کیا جو میدانِ جنگ مین شجاع الدولہ کی تمام سپاہ سے آگے تھا۔ اور محبوب علی خان خواجہ سرا کو نو ہزار پیادہ برق انداز کے ساتھ جن کو برق کہتے تھے اور لطف علی خان خواجہ سرا عرف خواجہ لطافت کو سات ہزار پیادہ بندوقچی کے ساتھ جن کو نجیب کہتے تھے بھاری توپخانہ دے کر انگریزی لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر

بھیجا اور میر احمد کو بائیس ہزار بندوقچیون کے ساتھ جو بائیسی کہلاتے تھے ایک بڑا توپخانہ دے کر انگریزی فوج کے عقب مین رکھا۔ اور شجاع الدولہ بذات خاص سوارون کے غول کے ساتھ رزمگاہ سے فاصلے پر ہٹ کر توپخانے کے پیچھے ٹھہرے

فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ حافظ صاحب کا لشکر آج بالکل لڑائی کے لیے تیار نہ ہوا تھا حافظ صاحب یہ سمجھے کہ ہم دو دن تک لڑائی کے لیے سوار ہوے کوئی مقابلے کو نہ آیا۔ شاید ہمارا مقابل ڈر گیا پس آج سوار ہونا کیا ضرور۔ حافظ صاحب اپنے اوراد و وظائف مین مصروف تھے کہ دشمن تیار ہو کر میدان مین آگیا۔ حافظ صاحب نماز اشراق پڑھنے پائے تھے کہ ہرکارے خبر لائے کہ انگریزون نے آپ کے لشکر کے متصل توپخانہ جما دیا ہے۔ اور لڑائی کے لیے کھڑے ہوئے ہین۔ حافظ صاحب گھبرا کر پالکی مین سوار ہوے اور نواب سید فیض اللہ خان کے ڈیرے مین آئے اور صاحبزادہ سید محمد یار خان اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کو طلب کر کے مشورہ ہوا۔ حافظ صاحب نے نواب سید فیض اللہ خان سے کہا کہ مبادا اگر ہمکو شکست ہو جائے اور مین مارا جاؤن تو آپ لڑین نہین بلکہ پہاڑ کی جانب چلے جائین۔ روہیلکھنڈ مین وہان سے بہتر کوئی جگہ امن کی نہین ہے اور جو کوئی میرے بیٹون مین سے آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ کرے تو اُسے بھی ہمراہ لیتے جائین۔

ابھی تک روہیلون کا لشکر پورے طور پر درست بھی ہونے اور سنبھلنے بلکہ جمع ہونے نہ پایا یہانتک کہ نقارہ بجانے کا اور عہدہ دارون کو تیاری کا حکم بھی پورے طور پر نہ دیا گیا نقیبون نے کسی سردار کے ڈیرے پر پہونچکر تیاری کا حکم

نہ سنایا۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ یہ روز حشر ہے۔ سائیس گھوڑے لیکر اور ساربان اونٹ لیکر گھاس چارے کی فکر مین اور بیوپاری رسد کی تلاش مین چلے گئے تھے۔ آج بڑی غفلت روہیلون کے لشکر مین رہی دشمن لڑائی کو سر پر موجود ہے اور یہان ابھی مشورہ ہو رہا ہے۔ پھر خبر پہونچی کہ مستقیم خان سے غنیم کا مقابلہ بھی ہوگیا جو بقول مؤلف تاریخ گیان پرکاش حافظ رحمت خان کے لشکر کے ہراول مین تھے۔

گل رحمت مین لکھا ہے کہ عین لڑائی کے وقت محب اللہ خان چار سو آدمیون کے ساتھ میدان جنگ مین پہونچکر مستقیم خان کے غول مین کھڑا ہوگیا اور احمد خان دو تین سو جوانون کے ساتھ دو تین دن قبل لڑائی سے آیا تھا۔ سب سے اول مستقیم خان ولد شیخ کبیر نے دو تین ہزار سپاہ کے ساتھ جانب چپ سے فوج انگریزی پر حملہ کیا اُن کے ساتھ کے بہت آدمی مارے گئے اور زخمی ہوے مگر بہت سے سپاہی توپ کی زد سے نکل کر تلنگون کی گولیون کی باڑھ تک پہونچے اور کچھ اُس کے صدمے سے مارے گئے مگر پھر بھی کسی قدر دل چلے انگریزی لشکر مین گھس گئے اور توپون پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا مگر جب مدد نہ پہونچی تو کامیاب نہ ہوے۔ اسی طرح نواب سید فیض اللہ خان۔ پانچ چھ ہزار سوار و پیادون کے ساتھ سیدھی طرف سے مخالف پر حملہ آور ہوے اور دشمن کے غول مین گھس گئے اور بڑی خونریزی کے بعد مخالفون سے وہ گانون چھین لیا جس کی آڑ مین وہ لڑ رہے تھے اور خود اُسکی آڑ پکڑ کر بندوق وہان سے لڑنے لگے تنقیح الاخبار مین مرقوم ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان

اور مستقیم خان بسنت علی خان کی فوج سے لڑنے لگے اور حافظ صاحب انگریزون کا مقابلہ کرنے لگے۔ جب حافظ صاحب کی فوج انگریزی فوج کے مقابلے مین نمودار ہوئی تو اُس کے توپخانے نے بڑی تیزی کے ساتھ حافظ صاحب کی فوج پر گولہ باری کی کہ یکایک احمد خان پسر سردار خان بخشی جو شجاع الدولہ سے ملا ہوا تھا بغیر لڑے بھڑے بھاگنے کا غلغلہ لشکر مین ڈال کر بھاگ نکلا تاکہ روہیلون کے پاؤن میدان جنگ سے اُکھڑنے لگین۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی پٹھان جوق جوق بغیر تحقیق و تفتیش بھاگ نکلے یہانتک کہ حافظ صاحب کے ساتھ بہت تھوڑی فوج رہ گئی جبکہ مخالف نے یہ حال دیکھا تو اُسنے تین طرف سے زور دیا ایک طرف مستقیم خان پر دوسری جانب نواب سید فیض اللہ خان پر تیسری جانب حافظ صاحب پر۔ جب گولون کی خوب بارش ہونے لگی تو خاص حافظ صاحب کے ساتھ کی فوج بھی بھاگنے لگی۔ اس عرصے مین مستقیم خان نے کمک طلب کی۔ حافظ صاحب نے باوجود کمی فوج کے جس قدر سپاہ ساتھ تھی اُسے لیکر اُدھر توجہ کی۔ کچھ دور چلے تھے کہ مستقیم خان کے قدم میدان سے اُکھڑ گئے۔ حافظ صاحب دوبارہ انگریزی فوج کے مقابلے کو لوٹے۔ سوارون کے کئی دھاوے انگریزی فوج کی جانب سے ہوئے مگر کوئی نتیجہ کی بات پیدا نہوئی۔

عماد السعادت کا مؤلف کہتا ہے کہ حافظ صاحب نہایت دلیر تھے اُنکی غیرت بزدلی قبول نہین کرتی تھی اُنھون نے میدان جنگ مین یہ چاہا کہ انگریزی فوج مین گھس کر سب کو تہ تیغ کرکے نواب شجاع الدولہ تک پہونچ جاؤن اُن کو اپنی فتح اور بہادری کا یہانتک گھمنڈ تھا کہ فیض آباد کے محلے اپنے

سرداروں پر تقسیم کر دیے تھے اور کہدیا تھا کہ جو جس محلے میں داخل ہو وہاں کا
تمام مال واسباب اور عورتیں اس کے لیے معاف ہیں۔ عماد السعادت
کے مؤلف کے بیانات میں گو کیسا ہی ایمانداری کے ساتھ سیدھا سادھا ہو مبالغے
کے طومار رہتے ہیں۔

کرنیل چمپین حافظ رحمت خان کی بہادری کی تعریف کرتا ہے

اور لکھتا ہے کہ "چالیس ہزار انکی سپاہ ہوگی وہ نہایت مردانہ اور دلیرانہ ہمسے لڑے۔
بہت دفعہ روہیلے ہمارے لشکر میں گھس آئے اور اپنے جھنڈے گاڑ دیے تاکہ
اور ونکو حوصلہ آگے بڑھنے کا ہو۔ بار بار ہماری توپوں کو چھیننے کا قصد کیا مگر ہماری
توپوں نے اُن کو بڑھنے نہ دیا جب پاس آئے اُن کو اُڑا دیا اُن کی بہادری کا
بیان کرنا نا ممکن ہے۔ اُنھوں نے سب طرح سے اپنا فن سپاہگری دکھایا غرض
دو گھنٹے اور بیس منٹ تک آدمیوں پر توپوں سے خوب آگ برسی اور کچھ اور
منٹ بندوقوں کی گولیوں کے اولے پڑے۔ سپاہی اور گھوڑے اور اونٹ
کاغذ کے پرچوں کی طرح اُڑتے تھے دو ہزار روہیلے اور بہت سے سردار
میدان جنگ میں راہ عدم کے رہرو ہوئے مستقیم خان کے فرار ہونے کے بعد
حافظ رحمت خان جب اُن کی طرف سے لوٹے اور انگریزی لشکر کی طرف
آرہے تھے تو گھوڑے کو آگے بڑھا کر انگریزوں کی فوج کے سامنے آہستہ
آہستہ قدم بڑھے۔ انگریزوں نے دوربین سے سورج مکھی کو حافظ الملک کے
سر پر پہچان کر ایسا گولہ مارا کہ اُن کے سینے میں قلب کے محاذی[1] ٹکر کھا کر

[1] دیکھو گل رحمت ۱۲

تین چار گز کے فاصلے پر گر پڑا۔ تنقیح الاخبار کا مؤلف کہتا ہے کہ راجہ بلاس رائے پسر راجہ مان رائے جو اُس جگہ موجود تھا کہتا تھا کہ "گولہ حافظ صاحب کے پہلو کے برابر سے گذرا تھا جسکا ایک نیلگون داغ اُنکی جلد پر پڑ گیا تھا قیصر التواریخ مین لکھا ہے "عجیب بات یہ ہے جسے سب نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اُس وقت حافظ صاحب جامہ ہندوستانی قدیم پُر متن قرآن شریف پہنے ہوے تھے وہ جامہ قرآن کی برکت سے نہ جلا چھاتی مین ایک سیاہ دھبہ گولے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدمے سے حافظ صاحب گھوڑے سے گر پڑے پگڑی سر سے اُتر گئی خدمتگارون نے اُٹھا کر سر پر رکھی اور مُنھ مین پانی ڈالا ایک دو مرتبہ ہونٹھ ملے اور دن کے بارہ ابھی نہین بجے تھے کہ جان نکل گئی"

اللہ اللہ جس بہادر کو فتح و اقبال ہوا کے گھوڑون پر چڑھاتے تھے جس امیر کو ناز و نعمت مخملون کے فرش پر لٹاتے تھے وہ خاک پر پڑا تھا دلاوری سرھانے کھڑی زار زار روتی تھی سارے ارادے اور حوصلے خواب و خیال ہو گئے تھے۔ ہان حافظ صاحب! یہ یہان کا معمولی قانون ہے تمنے ہزارون کو خاک و خون مین لٹایا آؤ حضرت! اب تمھاری باری ہے اُسی خاک پر تمھین سونا ہو گا۔ احمد خان پسر فتح خان اپنی فوج کو لیے ہوے علیحدہ کھڑا تھا یہ حال دیکھکر فرار ہو گیا۔ حافظ صاحب کے بیٹے یعنی محبت خان حافظ محمد یار خان۔ محمد و یدار خان۔ الہ یار خان اور عظمت خان یہ خبر سُنکر حافظ صاحب کے پاس آئے جبکہ تمام ہمراہی بھاگنے لگے تو یہ بھی میدان سے

بھاگ نکلے اور پیلی بھیت کی طرف چلے گئے۔ نواب سید فیض اللہ خان اس وقت تک اُس گانون کی آڑ پکڑے ہوے لڑ رہے تھے۔ حافظ صاحب کی شہادت کا حال سُنکر دو تین رستمانہ حملے خواجہ لطافت کی فوج پر کرکے ڈیرون کی طرف لوٹے اور یہ ارادہ تھا کہ وہان پہونچکر فوج کو جمع کرکے حافظ صاحب کے بیٹون کی تسلّی کرکے پھر مقابلہ کرینگے۔ ڈیرون پر پہونچے تو بالکل لُٹے کھسٹے پڑے تھے بازار لشکر کا نام و نشان بھی باقی نہ تھا۔ افسوس کیا اور خود بھی اپنی ریاست کی طرف روانہ ہو گئے۔ محب اللہ خان جو عین معرکے مین پہونچا تھا دو ایک حملے کرکے یہ بھی بھاگ نکلا اسی طرح دوسرے افسر جو اب تک لڑائی مین مصروف تھے یہ خبرین سُن سُن کر بھاگنے لگے۔ انگریزونکی اور شجاع الدولہ کی فوج نے مفرورین کا تعاقب دور تک کرکے بہت سے گولے مارے۔ نواب شجاع الدولہ کو جب یہ خبر پہونچی تو ہاتھی سے اُتر کر سجدۂ شکر ادا کیا اور سوارون کو لوٹنے کے لیے حافظ صاحب کے کیمپ مین بھیجا سلطان خان برادر مرتضیٰ خان بڑیچ حافظ رحمت خان کا سر کاٹ کر شجاع الدولہ کے پاس لے گیا جب یہ شناخت ہوئی کہ یہ سر حافظ رحمت خان کا ہے تو اُنھون نے دوبارہ سجدہ کیا جب سجدے سے سر اُٹھایا تو سالار جنگ نے جو شجاع الدولہ کا سالا تھا چاہا کہ اُن کی پیشانی کی خاک رومال سے صاف کر دے۔ شجاع الدولہ نے منع کیا اور کہا کہ یہ خاک میری پیشانی کی زینت ہے الحمدللہ کہ آج اس قوم کی بے انتہا گستاخیون کا جو میرے باپ اور دوسرے مسلمانون کے ساتھ کی تھین بدلا خاطر خواہ لے لیا۔ یہ نتیجی اور ڈوینگ کی باتین

کر کے حافظ صاحب کے سر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "خدا شاہد حال ہے مین ایسا روز بد تمھارے لیے نہ چاہتا تھا"[1] واقعی نواب صاحب آپ حافظ صاحب کے لیے یہ روز بد چاہنے سے عاجز تھے یہ انگریزون کی بہادری کا طفیل تھا کہ آپ ایسی شیخی کی باتین کرنے کے قابل بنے اگر آپ تنہا دو لاکھ فوج لیکر بھی روہیلکھنڈ مین آتے تو پوری سزا اُٹھا کر پیچھا چھڑاتے آپ کے باپ نے بھی تو اُن شاہان دہلی کے ساتھ بڑی بڑی گستاخیان کی تھین جنھون نے اُن کو خاک سے پاک کیا تھا پھر آپ اُن باتون پر دل مین خیال کر کے کبھی نہ شرمائے آپ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کہ بکسر کے معرکے مین مٹھی بھر انگریزی فوج کے مقابلے مین جان دیدیتے اور فرار کی عار جو آپ کے خطاب کے سراسر منافی تھی گوارا نہ کرتے" بعد اسکے نواب وزیر نے سلطان خان بڑیچ کو ایک ہاتھی اور دوشالہ اور زر نقد عطا کیا کیونکہ اُسنے کام بھی ایسا ہی کیا تھا کہ مرے ہوے شیر کی مونچھین اُکھیڑی تھین سبحان اللہ جس سر سے فتح کا نشان جدا نہ ہوتا تھا جس سے اقبال کا خود اُترتا نہ تھا جس چہرے کو کامیابیون کی سرخی شگفتہ رکھتی تھی اُسپر خون نے سیاہ دھاریان کھینچی تھین نحوست نے خاک ڈالی تھی اگرچہ پہچاننے مین کسی کو تردد نہ تھا لیکن شجاع الدولہ کو اپنی شجاعت اور حافظ صاحب کی مذلت کا اظہار مقصود تھا اسلیے اُنھون نے حکم دیا کہ یہ سر نواب ضابطہ خان اور نواب مظفر جنگ کے پاس شناخت کے لیے لیجاؤ۔ اور شاہ مدن پیرزادے کو بھی جو حافظ رحمت خان کو پہچانتے تھے دکھاؤ۔ نواب ضابطہ خان نے دیکھکر کہا کہ "واقعی یہ سر حافظ رحمت خان کا ہے"

[1] دیکھو قیصر التواریخ ۱۲

دوسرے کا نہین اور نواب مظفر جنگ نے یہ کہا کہ اسی ریش فش (طمطراق)[1] پر جناب عالی سے لڑنے کو آمادہ ہوے تھے'' دیکھتے ہو شیر کا سر ہے۔ الٰہی اگر لشکر بھی جاتا تو جوانمرد و خودداروں کے پاس جاتا نہ کہ ایسے بے حمیتوں کے پاس جنھوں نے اپنے باپون کا نام ڈبو دیا تھا۔ شاہ مدن اہل دل تھے آنکھوں مین آنسو بھر لائے اور کہا کہ ''ہان یہ اُسی مسلمان کا سر ہے'' اس بات سے شجاع الدولہ کو بہت رنج ہوا مگر بظاہر تاسف کیا اور کہا کہ ان سے یہ توقع نہ تھی یہ دوسرون کا کام ہے پھر کچھ دنون کے بعد شجاع الدولہ نے شاہ مدن کو قید کر دیا۔[2]

شجاع الدولہ نے پالکی خاصہ بھیجکر حافظ صاحب کی لاش میدان سے منگا کر سر اُسکے ساتھ سلوا کر عزیز خان رسالہ دار کے ہمراہ بریلی کو روانہ کی یکشنبہ کے دن صبح کو قاضی مفتی علما شرفا سادات اور فقرا نے جمع ہو کر تجہیز و تکفین کی اور ظہر و عصر کے درمیان شہر کے باہر غربی جانب دفن کیا قبر مین اُتارنے کے وقت تک گردن سے خون جاری تھا۔ چند سال کے بعد ذوالفقار خان نے اُن کی قبر پر مقبرہ بنوایا۔ جب وہ عمارت پُرانی ہو گئی تو ۱۲۳۵ھ ہجری مین لارڈ ماڑا کے حکم سے پیلی بھیت کی عمارت فروخت کرا کے اُسکی قیمت سے گنبد اور ضروری عمارات بنوائی گئین اُن کی وفات کی تاریخ یہ ہے **فی جنتی داخل** ۱۱۸۸ھ ہجری۔ محبت خان خلف حافظ رحمت خان نے اس مادے کو زبان عربی مین اس طرح موزون کیا ہے۔

---

[1] مصطلحات وارستہ مین ریش وفش کے یہی معنے لکھے ہین ۱۲ [2] دیکھو عمادالسعادت ۱۲

عربی

اذا مات خان النصیر الکبیر		علی سنة المصطفیٰ عامل
سئلنا من الله تاریخه		فقد قال فی جنتی داخل

ایک صاحب نے حافظ صاحب کے مارے جانے کی تاریخ لطافت تعمیہ کے ساتھ اس طرح پائی ہے۔

فارسی

چو از لفظ ظفر تاریخ جستند		پئے باقی سر حافظ برید ند

لفظ ظفر کے اعداد پر کہ گیارہ سو اسی ہیں عدد لفظ سر حافظ کے کہ ح ہے ملانے سے سال مطلوب یعنی ۱۱۸۸ھ ہجری حاصل ہوتے ہیں۔

ایک شخص نے تاریخ اس طرح لکھی ہے۔

فارسی

نہان پرسیدم از قاصد کہ چون شد		دو انگشت از چہار انگشت خم کرد

ایضاً

چو شد حافظ الملک راہی بجنت		بشوق بہشت ذین جہان کرد بدرود
شدم طالب سال تاریخ فوتش		بگفتا خرد حافظ مومنان بود

ایضاً

رحمت سرشت حافظ ملک نصیر جنگ		چون کرد سوی خلد ز دار الفنا سفر
روز شہادت وی و تاریخ ماہ و سال		آن روز سبت یازدہم بود از صفر

تاریخ پشتو

آن حافظ جان حافظ دین بعد شہادت　　چون رفت سوئے خلد برین بہر تماشا
رضوان پئے تعظیم زجا جست و ہمی گفت　　در معنی تاریخ کہ خانا دل راشا
(آگاہ ہو ادھر آ)

تاریخ اُردو

حافظ کہ جو رحمت مین وہ مستغرق ہے　　اُسکے غم مرگ سے دل اپنا شق ہے
ازبسکہ وہ حافظ کلام حق تھا　　تاریخ بھی حافظ کلام حق ہے

مرزا رفیع السودا نے ایک قصیدہ شجاع الدولہ کی مدح مین اس فتح کی تہنیت مین لکھا ہے اُس مین حافظ صاحب کے مقتول ہونے کی تاریخ یون نظم کی ہے۔

اشعار

آیا عمل مین تیغ سے تیری وہ کارزار　　دیکھا جسے نہ ترک فلک نے بروزگار
بے سر ہوے ہین آج یہ سرکش کہ گر نہال　　خاک اُنکی پر ہو تو نہ ثمر لائے شاخسار
اسباب پر حریف کے آپسمین لگتے داؤن　　لشکر مین اپنے بیٹھ کے جب کھیلتے قمار
حق ناشناس قوم تھی یہ غرہ اس قدر　　غارت کی ہر نبرد کے لیتے تھے یہ اُدھار
لیکن خدا کے فضل سے یان ناگرفتہ قرض　　جولائے تھے سو دے گئے رکھا نہ ایک تار
شمشیر و دست و بازو کے ہین یہ بہت بلی　　اپنا تو حرف حق سے گذرنا نہین شعار
پر وہ جو ہین غلام غلام اس جناب کے　　آگے قدم اُنھون کے نہین انکا استوار
جرأت مین اُنکی حرف نہین پر یہ کیا کرین　　صحبت نہ دل نے اُنکے تہور سے کی برار
اُنھین سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا　　مین نے کہا اُنھون سے کہ تم جیسے جانگزار

یک قوم و یک برادری و یک گروہ کے
ہو سامنے حریف کے بے حد و بے شمار

حافظ کی لاش ڈال گئے معرکے مین تم
فتح و شکست مردون کو ہے پر یہ اضطرار

اُن مین سے ایک نے بدمِ سردیہ کہا
خواہش خدا کی یون تھی نہ تھا اپنا اختیار

لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہین
آوے تجھے سخن کا ہماری گر اعتبار

تھی سامنے ہمارے جو فوج ہراولی
ہونگے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار

سنتے ہین اب ہر ایک سے اُس فوج کے یہی
سرکردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ چار

محبوب اور تسبنت و لطافت تھے یکطرف
یک سو تھا میر سیّد[له] علی مستعد کار

لیکن اُنھون کو آدمی کہیے کہ دیو و دد
اُنکا قدم دغا مین یہ پایا ہم استوار

ایدھر سے بان ور ہکلہ و توپ متصل
پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے سرگذار

بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے تپے داغنے
اُس بلے پر جہان سے جبرائیل کی ہو و مار

بارود و گولہ توپ مین تھا یا وہ باد تھی
جسنے کہ قوم عاد اُڑائی تھی جون غبار

فرصت کسی نے اتنی نہ پائی کہ وہ کرے
بندوق و تیر و تیغ سے جا اُنمین کارزار

تھے ہاتھیون پہ بیٹھے جو حافظ کے ہمنشین
ساتھ اُسکے ہم پیالہ و با ہم نوالہ خوار

بھاگے وہ اسطرح سے کہ کہتی تھی اُنکو خلق
بھاگا وہ دیکھو جاے ہے میدان سے کوہسار

ہو یہ غضب تو لاش کا حافظ کی ذکر کیا
بیٹا اُسکے چھوڑ کیا باپ نے فرار

حافظ کی لاش ہمسے نہ اُٹھی تو نزد فہم
جا گہ نہین ہے طعن و تعرض کی ہم پہ یار

لازم نہ تھا اُسے کہ ہو ایسے کے سامنے
ہمت مین اور کرم مین جو ہے طاق روزگار

حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ہوئی ہے یہ
تاریخ اُس کے فوت کی کر کے عدد شمار

[له] یعنی وزن سے گر جاتا ہے ۱۲

حافظ رحمت خان کے اخلاق و عادات وغیرہ

حافظ رحمت خان ۱۱۲۰ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے یہ چار برس کے تھے کہ ان کے باپ شاہ عالم خان بدایون کے قریب مارے گئے۔ نواب سید علی محمد خان نے حافظ صاحب کو اپنے پاس بلالیا۔ اور نہایت خاطر سے اپنے پاس رکھا حافظ الملک کچھ دنون نواب سید علی محمد خان کے پاس رہکر اپنی شادی کے لیے وطن کو لوٹ گئے بعد کئی برس کے نواب سید علی محمد خان کی خدمت مین آئے۔ اٹھارہ برس نواب موصوف کے ہمراہ رہے ۱۱۶۲ھ ہجری مین نواب سید علی محمد خان نے انتقال کیا تو اُن کی اولاد کی خدمت اور کارگذاری زیادہ ان ہی نے کی اور جب کہ ملک روہیلکھنڈ کی تقسیم ہوئی اور ہر ایک امیر کے لیے علٰحدہ علٰحدہ جاگیر قرار پائی تو سب سے زیادہ حصہ اُن ہی کے قبضے مین رہا۔ دوستو! دُنیا کے معاملات ایسے ہی ہین موقع پاکر اگر اُنھون نے ناحق شناسی کی تو اہل دنیا کا دستور پورا کر دیا۔ حافظ صاحب نے سرسٹھ سال اور چند ماہ کی عمر پائی۔ چودہ بیٹے اور نو بیٹیان اُن کے صلب سے پیدا ہوئین بیٹون کے یہ نام ہین (۱) عنایت خان (۲) ہمت خان (۳) ارادت خان (۴) محمد عمر خان (۵) محبت خان (۶) محمد یار خان (۷) محمد دیدار خان عرف منگل خان (۸) ذوالفقار خان (۹) الہ یار خان (۱۰) مستجاب خان (۱۱) محمد اکبر خان (۱۲) عظمت خان (۱۳) حرمت خان (۱۴) غلام مصطفٰے خان۔

سلسلۂ عالیہ مین مذکور ہے کہ سید معصوم سے حافظ رحمت خان کو بیعت تھی

جنکی اولاد اب تک نو محلے والے سید کے نام سے مشہور ہے اور اُنکی شہرت کی اس نام کے ساتھ یہ وجہ ہے کہ محمد مسیح الملقب بہ خیر اندیش خان ثانی فرزندزادہ محمد خان کنبوہ المخاطب بہ خیر اندیش خان عالمگیری جن دنون کٹھیر کا ناظم تھا تو اُسنے بریلی مین ایک قلعہ تعمیر کراکر اسکا نام خیر نگر رکھا مگر اُس کی شہرت اس نام سے تو نہ ہوئی بلکہ نو محلہ مشہور ہوگیا جب حافظ رحمت خان بریلی پر مسلط ہوے تو اُنھون نے اُس قلعہ کو لاوارث پاکر میان معصوم کو دیدیا جس مین اب تک اُنکی اولاد آباد اور قابض ہے۔ یہ میان سید معصوم سید احمد عرف شاہ جی میان کے بیٹے ہین جو سید علی بابا کی اولاد مین سے ہین اور سید علی بابا سادات ترمذ سے ہین اور سادات ترمذ سید محمد مدنی ابن سید حسام الدین خلف سید شاہ ناصر کی نسل سے ہین جنکا سلسلۂ آبائی ابو عبد اللہ حسین اصغر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا تک پہونچتا ہے۔ سید حسن ابن سید موسی ابن سید علی ابن ابو عبد اللہ حسین صغر مدینے سے ترک سکونت کرکے ترمذ کو چلے گئے تھے اُن کے بیٹے سید محمد جو ہمراہ تھے وہ شاہ ناصر ترمذی کے نام سے مشہور ہوے۔ اور حسین اصغر سادات مدینۂ منورہ کے جو بنی حسین کہلاتے ہین مورث ہین انھون نے ۱۵۷ھ ہجری مین وفات پائی تھی [۱]

ایک انگریزی مورخ کا بیان ہے کہ حافظ رحمت خان بہادر اور حوصلہ مند آدمی تھے۔ مگر اُنکی دور بینی نے اُن کے ذاتی اوصاف کو مغلوب کر رکھا تھا۔

---

[۱] دیکھو تاریخ فرخ آباد مؤلفۂ سید ولی اللہ ۱۲

اُنکی حوصلہ مندی کے بڑے موقع کو ۱۵۰۰ء مین کامل صدمہ پہونچایا۔ اُنکا قانون سوداگرون پر محصول معاف کرنے کا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اُنھون نے کسی بڑے ملکی انتظام کی فکر کی تھی لیکن اُنکی طبیعت مین لالچ بڑھ گیا تھا جو آخر کار اُنکی تباہی کا باعث ہوا وہ اکثر دباؤ کے موقع پر جان بچانے کو وعدہ کر لیتے تھے مگر پورا کرنے کا اُن کا ارادہ نہین ہوتا تھا۔ وہ مذہبی معاملات مین بڑے متعصب تھے اُنکے قواعد ایسے سخت تھے کہ اُنکا برتنے والا آج کل وہابی کہلاتا ہے اُن کا مؤرخ اُنکی پابندی زہد اور واقفیت مسائل فقہ کی بڑی تعریف کرتا ہے اُن کو یتیم۔ بیوہ اور نابینا لوگون کے ساتھ احسان کرنے کا زیادہ شوق تھا مگر عام رحمدلی اور مذہبی مروت کا اُنکو کچھ لحاظ نہ تھا۔ چنانچہ بیٹے کے ساتھ اُنکی بدسلوکی اُن کے مزاج کی سختی پر گواہ ہے۔

جام جہان نما کے مؤلف کا قول ہے کہ حافظ رحمت خان حفظ قرآن اور علوم دین اور تواضع اور کرم اور تقویٰ اور دیانت کے ساتھ متصف تھے۔ جس قدر اسلام کے رسوم اور دین کی باتین اس قوم مین جاری ہین وہ دوسری جگہ نہین مگر اُن کے بعض دنیاوی معاملات اُنپر محبت مال غالب ہونے کی وجہ سے خراب ہو رہے تھے۔

حافظ صاحب کی صحبت مین عبید اللہ خان کشمیری اور خان محمد خان حافظ صاحب کے بھانجے نہایت خراب آدمی داخل تھے مکر و دغا اور جھوٹ و فریب کے دونون پتلے تھے اور اپنے ہمعصرون مین پرلے درجے کے سمجھے جاتے تھے دفتر کے دفتر اُنکی سیاہ کاری سے سیاہ پڑے تھے۔

کرنیل چمپین صاحب کی نواب شجاع الدولہ کی نامردی اور نا قابل اعتبار ہونے کی بابت رائے

کرنیل چمپین صاحب نے پٹھانون کی بہادری اور دلیری اور جوانمردی کی جو تعریف کی وہ اوپر بیان ہوئی۔ اب جو وہ شجاع الدولہ کا حال بیان کرتا ہے وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "مین حیران ہون کہ کیا کرون شجاع الدولہ کو اس فتح کی تہنیت دون یا اُس کی نامردی پر لعنت ملامت کرون۔ مجھے اُس کا حال بیان کرنا ضرور ہے تاکہ گورنمنٹ انگریزی جان لے کہ یہ ہمارا دوست ایسا ہے کہ ذرا بھی اعتبار کے قابل نہین۔ لڑائی سے ایک رات پہلے مین نے بعض خاص توپین اُس کی مانگین مجھے اُن کی لڑائی مین بڑی ضرورت تھی مگر اُس نے صاف انکار کر دیا اور میرے کام مین اُنکو نہ آنے دیا۔ وعدہ کیا کہ کل مین آپ کے ساتھ سارا لشکر لے کر موجود ہونگا اور سب طرح کی مدد کرونگا اور سوارون کو لیے پاس کھڑا رہونگا جو ہدایت ہوگی اُسپر عمل کرونگا۔ مگر وہ لڑائی مین پاس کیا آتا دور ہی ٹیلے پر وہان کھڑا رہا جہان مین نے اُس کو لشکر لیے صبح کو دیکھا تھا۔ جب فتح کی خبر پہونچی تو اُسی وقت فوج لے کر میدان مین آن کودا اور دہلیون کے کیمپ کو خوب دل کھول کر لوٹا۔ اُس پر سپاہ کمپنی نے جو قواعد کی پابند تھی ایک اپنے افسر سے کہا کہ فتح کی عزت ہمکو حاصل ہوئی مگر اُس کی منفعت اِن لٹیرون کو ملی۔"

روہیلون کی فوج کا شکست پانے کے بعد مقام لال ڈانگ مین پناہ لینا

حافظ رحمت خان کے مارے جانے اور روہیلون کی فوج کو پوری شکست ہونے کے بعد انگریزی فوج نے تین روز تک مقام کیا ہزیمت یافتون کے متعاقب کوچ نہین کیا اس لیے یہ تمام بھاگی ہوئی جماعت اپنے اپنے گھرون کو زندہ پہونچ گئی۔ نواب سید فیض اللہ خان کہ کثرت عقل و دانش اور خزانہ کی وجہ سے سب سے ممتاز تھے ہر وزہ چل کر رام پور آئے اور سامان و اسباب و خزانہ و اہل و عیال لے کر مراد آباد اور نجیب آباد ہوتے ہوے لال ڈانگ چلے گئے جو نجیب آباد سے آٹھ کوس کے فاصلے پر شمال کی طرف واقع ہے جیسا کہ مساکن فلسفی مین مذکور ہے اور اپنی حفاظت کے لیے مورچے تیار کرا لیے۔ عمر خیلیون نے نواب صاحب کے ساتھ ناشایستہ حرکات کین اُنکی یہ باتین نواب صاحب کو بے حد ناگوار گذرین کیونکہ وہ لوگ اسی خاندان کے تربیت یافتہ اور رازخاک برداشتہ تھے لیکن نواب صاحب نے اُنکی حرکات سے اغماض کر کے انتقام منتقم حقیقی کے سپرد کیا۔

روہیلکھنڈ گزیٹیر مین جو یہ لکھا ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان رام پور سے روانہ ہو کر بجنور کی طرف گئے وہان پر نواب ضابطہ خان کے پاس چند روز پتھر گڑھ کے قلعہ مین قیام کر کے وہان سے اپنے قدیمی پناہ گاہ یعنی مقام لال ڈانگ مین جا چھپے۔ یہ صحیح نہین اس لیے کہ ضابطہ خان ایک ہزار سپاہ کے

ساتھ شجاع الدولہ کے ساتھ موجود تھے۔ بلکہ نجیب خانیون نے تو نواب فیض اللہ خان کے ساتھ نہایت بے ادبی کا برتاؤ کیا جیسا کہ فرح بخش سے ثابت ہے پھر نواب صاحب کس طرح پتھر گڑھ مین رہ سکتے۔

حافظ رحمت خان کے مارے جانے کے بعد روہیلون کے سردار نواب سید فیض اللہ خان ہی مانے جاتے تھے اور اصل مین بھی وارث جائز اس ملک کے یہی تھے اور اپنے دین و دانش کی وجہ سے اسکی قابلیت مین درجۂ اتم رکھتے تھے ہر روز اُن کے پاس روہیلون کی جماعت اکھٹی ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ احمد خان بخشی اور احمد خان خانسامان میدان جنگ سے ہمروزہ چلکر آنولے آئے اور رات ہزار خرابی کے ساتھ کاٹ کر صبح کو تمام سامان اور اسباب اور اہل و عیال کو لے کر بسولی اور مراد آباد ہوتے ہوے لال ڈانگ مین اُن سے جا ملے اور مستقیم خان کہ نہایت مآل اندیش آدمی تھے معرکہ سے نکل کر بریلی سے اپنے متعلقین کو لیکر لال ڈانگ پہونچ گئے اور محمد حسن خان اور عبد الجبار خان اور سیف الدین خان ابن پر مول خان اور ملا میر باز خان وغیرہ بڑے بڑے عہدہ دار بھی لال ڈانگ پر نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے پاس پہونچ گئے۔

حال صاحبزادہ سید محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان بہادر

سید محمد یار خان نواب سید فیض اللہ خان کے چھوٹے بھائی ہنوز زندہ تھے اُنھون نے چاہا کہ نواب سید فیض اللہ خان کے پاس لال ڈانگ کو

چلے جائین۔ چنانچہ اپنے سامان اور اہل و عیال کو لے کر ٹانڈے سے نکلے بسولی اور سنبھل ہوتے ہوئے لال ڈانگ کے ارادے سے چلے سنبھل کے قریب فیروزپور مین اُنکا سالا محمد علی خان ابن پایندہ خان اُنسے ملا اُس نے صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ راستہ نہایت خطرناک ہے راجپوتون نے چارون طرف سے راستہ بند کر رکھا ہے لال ڈانگ نہ جانا چاہیے۔ دوندے خان کے متعلقین بسولی مین اور نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم آنولہ مین موجود ہین۔ حافظ صاحب کے عیال و اطفال پیلی بھیت مین بیٹھے ہین۔ موسم گرمی کا ہے بچے گرمی سے ہلاک ہو جائینگے۔ یہی بہتر ہے کہ اپنے مکان مین جا کر رہیے۔ کہین آنے جانے کا ارادہ ملتوی کیجیے چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور آنولہ مین اپنی حویلی مین ٹھہر گئے۔

دوندے خان اور حافظ رحمت خان کی اولاد کا حال

محب اللہ خان اور فتح اللہ خان بسولی مین اطمینان کے ساتھ ٹھہر گئے کیونکہ ان کے ساتھ نواب شجاع الدولہ کا مکرر عہد و پیمان ہو چکا تھا۔

حافظ رحمت خان کے بیٹے پیلی بھیت کو بھاگ گئے۔ گلستان رحمت کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حافظ صاحب ذوالفقار خان کو بریلی کی حفاظت پر مامور کر گئے تھے اُسنے بریلی مین شہر کے رئیسون کو جمع کر کے شجاع الدولہ کے پاس ایک سفارت روانہ کرنے کا قصد کیا تھا مگر لڑائی کے ختم ہونے کے بعد رات ہی کو شجاع الدولہ کے سوارون نے بریلی پر قبضہ کر لیا۔ حافظ صاحب کے

بیٹے نافہمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے پیلی بھیت سے نہ نکلے جنگل دامن کوہ کا
اُنکے مقام سے نہایت قریب تھا سواری اور بار برداری افراط سے موجود تھی
کاش اگر اُن کو سواری اور بار برداری بھی نہ ملتی تب بھی برہنہ پا نکلے ہوتے
چار پانچ کوس کا جنگل طے کرنا کیا مشکل تھا۔ محبت خان شاہ ابوالفتح کی معیت
مین جنکا شمار اُس وقت کے نامی مشائخ مین تھا یکشنبہ کی نصف شب کے
وقت پیلی بھیت سے نکلا اور شجاع الدولہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور
ذوالفقار خان بھی جو بریلی مین تھا اسی شب کو دیوان پہاڑ سنگھ کے مشورے
سے شجاع الدولہ کی ملازمت کے ارادے پر روانہ ہوا جبکہ ذوالفقار خان
شجاع الدولہ کے لشکر کے قریب پہونچا تو ہرکارون نے اُس سے دریافت کیا کہ
کہان کا قصد ہے بیان کیا کہ شجاع الدولہ کے پاس جاتا ہون اُنھون نے
شجاع الدولہ کو خبر پہونچائی اُس نے خواجہ لطافت کو ذوالفقار خان کے پاس
بھیجا اور یہ حکم دیا کہ ذوالفقار خان کو ڈیرہ ملازمت مین لیجائے اُس دن
تو ملاقات نہ ہوئی۔ دوسرے دن شام کے قریب محبت خان بھی شجاع الدولہ
کے لشکر مین پہونچ گیا شجاع الدولہ نے محبت خان کے پاس مرتضیٰ خان کو
بھیجا کہ وہ اُس کو ڈیرہ ملازمت مین لیجائے۔ ۱۲ رصفر دوشنبہ کی صبح کو
شجاع الدولہ سے ذوالفقار خان اور محبت خان کی ملاقات ہوئی جب
یہ دونون بھائی نذرین دکھا کر بیٹھے تو شجاع الدولہ نے تالیف کے لیے
فرمایا "خوب ہوا تم یہان آگئے" پھر مرزا حبیب بیگ بلنکے سے کہا کہ ہم مین
اور حافظ جیو مین بڑی محبت تھی یہ دن جو سامنے آیا اسکا خیال بھی نہ تھا۔

حافظ جیو سے بھی کوئی قصور سرزد نہین ہوا جو کچھ کیا بہار الدولہ عبید اللہ خان کشمیری اور خان محمد خان حافظ جیو کے بھانجے نے کیا" پھر ایک ایک خلعت دونون بھائیون کے لیے طلب کیا۔ محبت خان نے عرض کیا کہ اگر ہماری سرافرازی منظور ہے تو کل آپ کا لشکر پیلی بھیت مین پہونچیگا وہان خلعت مرحمت ہو تاکہ یہ حال دیکھ کر سب متوسلون کے دل مطمئن ہو جائین شجاع الدولہ نے منظور کر لیا اور اُسی وقت محبت خان کو پیلی بھیت کو بھیج دیا اور ذوالفقار خان کو اپنے پاس رکھ کر پیلی بھیت کی روانگی کا عزم کیا اور محبت خان کے روانہ ہو جانے کے بعد یہ کارروائی کی کہ شیدی بشیر غلام حبشی کو جو اپنی فوج کے ساتھ پیلی بھیت کی راہ مین مقیم تھا یہ حکم لکھا کہ محبت خان پیلی بھیت کو جاتا ہے اُسکو کسی حیلے سے اپنے پاس رات کو ٹھہرا کر صبح کو ساتھ لے کر پیلی بھیت کا محاصرہ کر لے کسی کو نہ نکلنے دے شیدی نے تعمیل کی اور ۱۴ صفر کو پیلی بھیت کا محاصرہ کر لیا۔ جو رعایا اس سے قبل شہر سے باہر نکل گئی تھی وہ تو بچ گئی باقی سب گھر گئے۔

محمد یار خان۔ الہ یار خان۔ حرمت خان۔ غلام مصطفےٰ خان۔ محمد اکبر خان وغیرہ حافظ صاحب کے بیٹے کہ سب جوان صاحب عیال واطفال تھے نواب شجاع الدولہ کی آمد آمد کا حال سنکر خوشی کے مارے جامے مین پھولے نہین سماتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ نواب شجاع الدولہ ہمارے والد کی تعزیت اور ہمپر بحالی ملک و دولت کے لیے آتے ہین۔ ادبار و نکبت اُن کے سرون پہ سوار تھے وہ کیسے ایسے دشمن خاندان افاغنہ کے پھندے سے نکلنے دیتے۔

دامن کوہ کا جنگل یہان سے کیا دور تھا۔ ارادت خان حافظ رحمت خان کی شہادت کے بعد صاحبزادہ سید محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان کے ساتھ میدان جنگ سے نکل کر ٹانڈے پہونچا اور وہان سے بسولی کو فتح اللہ خان کے پاس چلا گیا۔

شجاع الدولہ دو تین کوچ کر کے مع انگریزی فوج کے ۶ ار صفر کو پیلی بھیت کے متصل پہونچ گئے اور قلعۂ دیوہا کے قریب جہان حافظ رحمت خان کے عیال و اطفال محصور تھے خیمہ زن ہوے اور ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ تمام شہر کے باشندے گھوڑے اور ہتھیار محصلون کو دے کر شہر سے نکل جائین اور اپنا مال و اسباب نہ چھپائین۔ شیدی بشیر کے آدمیون نے شہر کے لوگون سے ہتھیار اور اسباب چھین کر بہت سے نکال دیے اور کچھ قید کر لیے اسکے بعد شجاع الدولہ نے محبت خان کو حکم بھیجا کہ حافظ صاحب کا خزانہ بتاؤ محبت خان نے جواب دیا کہ "اگر خزانہ ہوتا تو نوبت اس دن کو نہ پہونچتی" اسکے بعد یہ حکم دیا کہ "ایک دو روز کے لیے محلسرا خالی کر دو اور سب متعلقین کو لے کر لشکر مین چلے آؤ۔ مستورات کا زیور اور دوسرا اسباب وہان چھوڑ دیا جائے تاکہ ہمارے آدمی خزانے کی تلاش کرین۔ تحقیقات کے بعد تمکو ہر طرح کے احسانات کے ساتھ پیلی بھیت کے قلعہ مین رکھا جائیگا۔" اس حکم کے موافق ۸ ار صفر کو محبت خان نے تمام عورتون اور بچون اور بھائیون سے زر و زیور اور اسباب لیکر شیدی بشیر کے سپرد کر دیا اور پہننے کے کپڑے مکانات مین چھوڑ دیے اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر اور ایک قمچی ہاتھ مین لیکر شیدی بشیر کے

آدمیون کے ہمراہ شجاع الدولہ کے کیمپ مین چلا گیا۔ اسکے بعد شیدی مذکور کے آدمیون نے حافظ صاحب کے عیال و اطفال کو کشان کشان بیحرمتی اور رسوائی کے ساتھ حویلی سے نکال کر رتھ اور جھکڑون مین سوار کرا کر اُس ڈیرے مین اُتارا جو اُن کے لیے شجاع الدولہ کے کیمپ مین کھڑا کیا گیا تھا۔ اور بسنت علی خان نے تلنگون کی تین کمپنیان ہمراہ لا کر اُس ڈیرے کے آس پاس مقرر کر دین اور اس بندوبست کے بعد حسن رضا خان محبت خان کے پاس آیا اور شجاع الدولہ کا یہ پیغام پہونچایا کہ "مین آج چاہتا تھا کہ تمکو سرافرازی کا خلعت دون لیکن دنبل کی تکلیف کی وجہ سے جو شب گذشتہ سے پیدا ہوا ہے طبیعت بیچین ہے اگر ایک دو روز مین آرام ہو گیا تو وعدہ وفا کرونگا" حافظ رحمت خان کے خزانے کی تلاش مین بہت سی زمین کھود ڈالنے پر بھی کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی۔ شجاع الدولہ شیدی بشیر کو حافظ رحمت خان کے کارخانون کی ضبطی اور شہر کی لوٹ کے لیے چھوڑ کر اور حافظ صاحب کی اولاد اور عورتون کو ساتھ لے کر خود بریلی کو مع فوج انگریزی کے آئے خان محمد خان مع بھائیون کے بریلی مین موجود تھا اور نواب شجاع الدولہ کی تشریف آوری کی گھڑیان گن رہا تھا کہ کب نواب موصوف آوین اور مجھپر مہربانی اور تفضلات مبذول کرین۔ شجاع الدولہ نے اُسکو مع عیال و اطفال گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لیا۔ محب اللہ خان وغیرہ دوندے خان کی اولاد نے اور نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم نے یہ واقعات سنے اور پھر بھی بسولی اور آنولہ سے روانہ نہ ہوے۔ شجاع الدولہ کچھ روز بریلی مین ٹھہرے اور یہان کا بندوبست

کرکے آنولہ کو چلے گئے۔

ہزیمت کے بعد نواب سید سعد اللہ خاں کی بیگم پر کیا گذری؟

نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کو جب حافظ رحمت خان کی شکست کی خبر پہونچی تو اُنھوں نے شجاع الدولہ کے پاس ایک عرضی میاں حسن شاہ کی معرفت اس مضمون کی بھیجی کہ "اس بیوہ کے باب مین کیا حکم ہے میرا کوئی وارث نہین ہے اگر میری ضبطی اور تاراجی مدنظر ہے تو حکم ہو کہ مین اپنا تمام سامان لدوا کر آپ کے لشکر مین بھیجدون اگر میری حرمت محفوظ رہنے کا اقرار کیا جائے تو مین نئی حکومت کی فرمان برداری مین حاضر ہون۔ میرا ابھی آپ پر حق ہے اسلیے کہ مین آپ کے بھائی نواب سید سعد اللہ خان کی ناموس ہون جس نے آپ کے بڑے بڑے کام کیے ہین"۔ اس درخواست پر نواب شجاع الدولہ نے کئی تشفی بیگم کے پاس اطمینان دینے والے مضامین کے لکھکر بھیجے اور شاہ صدق علی کو میاں سید معصوم کے ساتھ بیگم کے پاس بھیجا کہ بیگم کو ہماری طرف سے دین وایمان کی قسم کے ساتھ مطمئن کردے اور بیگم کو کہلا بھیجا کہ تم کوشش کے ساتھ آنولہ کے شور وشر کو دفع کرنے مین ثابت قدمی اختیار کرو اور آنولہ کی رعایا کو پریشان نہ ہونے دو۔ تمھارے مصارف کے لیے جو تین لاکھ روپے مقرر ہین ہم اُس سے زیادہ مقرر کرینگے۔ بیگم ان پیغامون کی وجہ سے آنولہ سے نہ نکلی۔ حق یہ ہے کہ بیگم کیا کرتی اُس نے کئی بار چاہا کہ آنولہ سے چلی جائے۔ چھکڑون پر اسباب لدوایا مگر مولوی غلام جیلانی خان بیگم کو قسم دیتے تھے

کہ کسی طرف کا قصد نہ کرو آنولہ مین رہنا تمھارے لیے بہتری کا سبب ہے۔

فتح اللہ خان کا شجاع الدولہ کے لشکر مین حاضر ہونا

فتح اللہ خان اس خیال سے کہ نواب شجاع الدولہ ملک مجھکو دیدینگے بسولی سے کوچ کرکے بریلی کے پاس شجاع الدولہ کے لشکر مین داخل ہوا اور سالار جنگ کی معرفت اُن سے ملا اور ارادت خان کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا جو بسولی مین مقیم تھا اور جسنے اپنے بھائیون کی گرفتاری کا حال سُنکر یہ چاہا تھا کہ پہاڑ کو چلا جائے۔ مگر فتح اللہ خان نے اُسکو روک لیا۔ فتح اللہ خان کے ساتھ جس قدر کارندے اور دولت خواہ تھے سب نے خان مذکور کو سمجھایا کہ اگر تمکو کشود کار مقصود ہے تو چمپین صاحب کی معرفت شجاع الدولہ سے ملو۔ سالار جنگ سے کچھ حاصل نہوگا۔ جس معاملے مین انگریزون کا قدم درمیان مین ہوگا وہ معاملہ اچھی طرح سُدھر جائیگا۔ خان مذکور نے کسی کا کہنا نہ مانا اور سالار جنگ کی معرفت ملا نواب شجاع الدولہ نے بہت تعظیم و تکریم کی یعنی صیادی کے دانوٗن گھات پورے طور پر ادا کیے۔ شکار رنیا تھا اُسکو دلیر کرکے نشانے پر لائے رخصت کے وقت شجاع الدولہ نے ارادت خان کو روک کر سالار جنگ کے سپرد کردیا کہ اُسکی خبر گیری کرتا رہے۔

محب اللہ خان کی نجف خان اور ایلچ خان سے ملاقات

محب اللہ خان کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ فتح اللہ خان نواب

شجاع الدولہ کے پاس حصۂ ملک و دولت کی سند حاصل کرنے کے لیے گیا ہے
عنقریب اپنے مقصد کو پہونچنے والا ہے تو اُس کو رشک پیدا ہوا اور آپ بھی
اپنے ملک و دولت کی سند حاصل کرنے کی آرزو مین نواب ذوالفقار الدولہ
نجف خان کے پاس روانہ ہوا جو بادشاہ کی سپاہ لیے ہوے ایلچ خان سفیر
شجاع الدولہ کے ہمراہ روہیلون کے استیصال مین شریک ہونے کو دلی سے
آرہا تھا اور اُس کے پہونچنے سے پیشتر ہی انگریزی سپاہ نے اُنکا کام تمام کر دیا
تھا۔ مرزا کا لشکر انوپ شہر کے گھاٹون کو عبور کر کے اہرات کے علاقے مین
پہونچا کہ محب اللہ خان اُسکے لشکر مین داخل ہوا اور گرمجوشی و اختلاط
پیدا کرنے لگا شجاع الدولہ مرزا کو اور ایلچ خان کو پہلے سے لکھ چکے تھے
کہ دریاے گنگا کو جلدی عبور کر کے بسولی پہونچکر محب اللہ خان کو قید اور
بسولی کا محاصرہ کر لین تا کہ کوئی پٹھان اور کسی پٹھان کا مال و اسباب کہین
نکلنے نہ پائے۔ محب اللہ خان کو اُنھون نے بے تلاش اور بے جنگ
محاصرۂ دام بلا مین گرفتار پایا۔ تو بہت خوش ہوے اور شکر خدا بجا لائے ورنہ
رستے مین متفکر تھے کہ محب اللہ خان ایک پہلوان آدمی ہے اُسکا گرفتار کرنا
دشوار ہوگا اور بے خونریزی کے دہ ہاتھ نہ آئے گا۔ بسولی کا محاصرہ دشوار ہے
کیونکہ اُس مین ہزارون پٹھان نواب دوندے خان کے وقت کے معرکے
دیکھے ہوے موجود ہین۔ اس لیے یہ دونون صاحب ڈرتے ہوے بسولی کی
سمت آرہے تھے اور دو تین کوس کا کوچ کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ شاید
محب اللہ خان سبقت کر کے لڑائی کے لیے آجائے تو عہدہ برآ ہونا دشوار ہے

جبکہ اُنکو خبر پہونچی کہ محب اللہ خان آرہا ہے تو بڑی فکر پیدا ہوئی اور ہرکارے اسلیے بھیجے کہ اُسکے مافی الضمیر سے مطلع کرین کہ کس ارادے سے آرہا ہے۔ ہرکارون نے محب اللہ خان کی سواری دیکھکر اپنے آقاؤن کو خبر دی کہ محب اللہ خان نہایت سادہ طور پر شادان و فرحان آرہا ہے اُس کا ارادہ جنگ کا نہین۔ اگرچہ ہرکارون کی اس تقریر سے کسی قدر تشویش رفع ہوئی مگر اندیشہ رہا کہ مبادا دھوکے اور فریب کی غرض سے اس طرح آتا ہو اور لوٹ لے۔ جب محب اللہ خان پاس پہونچ گیا تو اُن کی روح کا صدمہ دفع ہوا اور ظاہرداری اور تالیف کر کے اپنے ہمراہ لے کر بسولی کو آئے اور بسولی پر سپاہ مستولی کر کے لٹوا دیا۔ اور جس حویلی مین دوندے خان اور محب اللہ خان و فتح اسد خان کے اہل و عیال تھے اُسے گھیر لیا۔ پھر بھی یہ جوان سادہ لوح نجف خان اور ایلچ خان سے بکشادہ پیشانی رخصت ہو کر حویلی مین گیا اور وہان کا حال دیکھ کر بھی خواب غفلت سے بیدار نہوا اور اپنی مان سے نجف خان اور ایلچ خان کے الطاف کے حالات بیان کیے اور گویا یہ سمجھا کہ یہ پہرے اور تلنگے میرے ہی ہین۔

نواب شجاع الدولہ کا آنولے کو جانا

شجاع الدولہ نے آنولے مین پہونچکر جابجا اشتہار جاری کر دیے کہ جو لوگ روہیلون مین ہنوز رام نہین ہوے ہین اُن کو لازم ہے کہ اب زیادہ سرکشی نہ کرین اور خموشی کے ساتھ اپنے اپنے مقام پر بے خوف و خطر رہین

اور نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کی ڈیوڑھی پر پہرا کھڑا کر دیا اور آنولہ کا محاصرہ کرکے اہل شہر پر آنا جانا بند کر دیا اور رات کو منونہ کے میدان مین ٹھہرے صبح کو دونون فوجین بسولی کی طرف روانہ ہوئین۔

صاحبزادہ سیّد محمد یار خان کی شجاع الدولہ سے ملاقات

شجاع الدولہ منونہ مین مقیم تھے کہ سیّد محمد یار خان نقد دو ہزار روپے اور جیغہ و سرپیچ لے کر شجاع الدولہ کے لشکر مین پہونچے۔ مرزا آغا اور مرزا رمضانی کو جنکی آج کل شجاع الدولہ سے مصاحبت گرم تھی یہ روپے اور چیزین دین اور اُنکی معرفت شجاع الدولہ سے ملاقات کی شجاع الدولہ بڑے اخلاق اور دلجوئی کے ساتھ اُن سے ملے اور لڑائی کا حال دریافت کیا اور رخصت کے وقت فرمایا کہ آپ ہمارے ساتھ رہین اور کسی طرح کا دل مین اندیشہ نہ رکھین آپ کے ساتھ اچھی طرح سلوک کرونگا اور رضاجوئی کی غرض سے ایک چوبدار متعین کر دیا کہ کوئی شخص ہمارے لشکر کا انکی حویلی سے تعرض نہ کرے لیکن بعد اسکے جتنی مدت لشکر مین رہے پھر کبھی اُنکا حال نہ پوچھا۔ ایک دن محمد ایلچ خان سے دریافت کیا تھا کہ کیا سید محمد یار خان ہمارے لشکر کے ساتھ آئے ہین اور کسی قسم کا سلوک شجاع الدولہ نے اُن کے ساتھ نہ کیا اتنا احسان ضرور کیا کہ اُنکی حویلی اور سامان اور اسباب اور گھوڑے ہاتھیون سے تعرض نہ کیا۔ شیدی محمد بشیر کو جب آنولہ کی ضبطی کے لیے بھیجا تھا تو اُس کو حکم دیدیا تھا کہ ہمنے سید محمد یار خان کا مال و اسباب معاف کر دیا ہے کسی طرح کی

اُنکے سامان کے ساتھ مزاحمت نہ ہو جس وقت شیدی بشیر آنولہ مین پہونچا
تو آنولہ کے بہت سے آدمی اُنکی حویلی مین پناہ گزین ہوے اس جگہ پر یہ سمجھنے کی
بات ہے کہ صاحبزادۂ سید محمد یار خان کے ساتھ یہ معاملہ محض نواب سید
فیض اللہ خان بہادر کے رعب و داب کی بدولت ہو رہا ہے ورنہ نواب
شجاع الدولہ کی جو فطرت ہے وہ اور وںکے ساتھ معاملے سے ظاہر ہو رہی ہے۔

نواب شجاع الدولہ کا بسولی پہونچکر دوندے خان کی حویلی کو ضبط کرنا

نواب شجاع الدولہ نے منونہ سے کوچ کرکے دریاے سوت کے کنارے
خیمے استادہ کراۓ اور انگریز بسولی کے قریب ٹھہرے اور خواجہ بسنت کا
کمپو دوندے خان کے مقبرے کے قریب اُترا۔ شجاع الدولہ نے اپنی فوج
کو بسولی کی لوٹ اور محاصرہ کے لیے حکم دیا جس قدر تباہی نجف خان کی
سپاہ کے ہاتھ سے باقی رہ گئی تھی اُس کو شجاع الدولہ کی سپاہ نے پورا کیا
اور شجاع الدولہ نے دوندے خان کی حویلی کے آس پاس نجف خان کے
پہرون کے ساتھ اپنے یہان سے بھی پہرے کھڑے کرا دیے۔ جب نواب کو
پورا اطمینان ہو گیا تو سالار جنگ کی معرفت فتح اللہ خان کو کہلا بھیجا کہ تم
اپنی مان کے پاس جا کر ہمارا نذرانہ طلب کرو۔ اُس ذی ہوش نے مان کے
پاس پہونچکر شجاع الدولہ کی عنایات اور خصوصیات کے داستان بیان کیے
اور آپ بھی پہرون مین گھر گیا۔ دوسرے روز شجاع الدولہ خود سوار ہو کر

دوندے خان کی حویلی مین پہونچے۔ فوجون کو حویلی کے اندر بھیج کر مستورات کا جھاڑ لینا اور مکانات کو جھڑوانا شروع کیا دوندے خان کے عیال واطفال اور تمام بچّون کو نہایت سختی اور بے رحمی کے ساتھ حویلی سے نکال کر رتھ اور چھکڑون مین بٹھا کر قیدیون کے خیمون مین اُتارا۔ شجاع الدولہ ہر روز دوندے خان کی حویلی مین جاتے اور اُسے کھدواتے اِس خیال سے کہ خزائن اور دفائن نکلینگے مگر خاک نہ نکلا۔ کنوون مین جو حویلی کے اندر تھے غوطہ خور گھسائے اُنمین سے چند صندوقچے اور چکیون کے دو تین پاٹ نکلے اس سے سب کو حیرت ہوئی۔

روہیلکھنڈ کے قیدیون کی الہ آباد کو روانگی

شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان اور دوندے خان کے عیال واطفال اور تمام بچّون اور بریلی اور پیلی بھیت اور آنولہ اور بسولی وغیرہ کے ہزارون بیگناہ نامی گرامی اور سردارون اور عالمون فاضلون کو رتھ اور چھکڑون مین بٹھا کر سالار جنگ کی نگرانی مین بسولی سے الہ آباد کو بھیجدیا اور وہان قلعہ مین قید کردیا اور اُنکا علاقہ تمام وکمال ضبط کرلیا۔ محبت خان بھی ان قیدیون کے ساتھ الہ آباد کو بھیجدیا گیا۔ سو روپے روز تمام اسیرون کے مصارف کے لیے اس تفصیل سے مقرر کیے گئے۔ پچاس روپے روز محب اللہ خان وفتح اللہ خان اور عظیم اللہ خان وغیرہ متعلقان دوندے خان کے لیے اور چالیس روپے روز محبت خان اور عظمت خان اور منگل خان اور حرمت خان اور محمد یار خان اور الہ یار خان اور غلام مصطفٰے خان اور اکبر خان وغیرہ

پسران حافظ رحمت خان کے لیے۔ اور دس روپے روز عنایت خان کے عیال واطفال کے لیے۔ ارادت خان و ذوالفقار خان سعادت علی خان ابن نواب شجاع الدولہ کی سفارش سے قید سے محفوظ رہے تھے۔

شجاع الدولہ کا بسولی مین علیل ہوجانا

شجاع الدولہ کو روہیلون پر ایسی عظیم الشان فتح جس کے ارمان کو اُنکے اسلاف قبر مین ساتھ لیگئے مبارک نہ ہوئی۔ ہفتہ عشرہ کے بعد مقام بسولی مین اُنکی ران مین ایک دنبل جسکو ہندی مین بدؔ کہتے ہین نکل آیا جسکی ابتدا کسی قدر پیلی بھیت ہی سے ہوگئی تھی[1]۔ اور مشہور اُس زمانے مین یہ ہوگیا کہ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی بیٹی کو شب کے وقت اپنے بستر پر بلایا وہ غیرت کی وجہ سے ایک چاقو زہر سے بُجھا ہوا اپنے ساتھ لے گئی اور جب شجاع الدولہ ننگے ہوے تو اُن کے ماردیا مگر اس شہرت کی کوئی اصل نہ تھی[2] اور بعضے کہتے ہین کہ شجاع الدولہ نے خواب مین دیکھا کہ حافظ رحمت خان نے اُنکی ران مین نیزہ مارا جب آنکھ کھلی تو ران مین درد پایا جسکے صدمے سے ہلاک ہوے جاتے تھے[3]

لیکن صحیح یہ ہے کہ بدؔ تھی اور اسکا مادہ اتنا بُرا تھا کہ اُس کی تکلیف اور سوزش سے دو تین دن کھانا پینا بند رہا رات دن تڑپنے لگے غش پر غش طاری ہوتا بیقراری کی حالت مین دنبل مذکور کو شگاف دلوادیا

[1] دیکھو گلستان رحمت و گل رحمت ۱۲ [2] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲ [3] دیکھو منتخب العلوم ۱۲

پھر تو اُسنے اور بھی شدت پکڑی۔ ڈاکٹرون اور ہندوستانی طبیبون نے اُسکے معالجے مین نہایت کوشش کی مگر کسی صورت سے صحت نہ ہوئی۔ روز بروز ترقی کرتا تھا جراح یہانتک دعوے کرنے لگے کہ اگر کسی لکڑی کو شگاف دے کر یہ مرہم لگایا جائے تو ہمین یقین ہے کہ وہ بھی بھر جائے خدا جانے کیسا زخم ہے کہ مندمل نہین ہو سکتا ؎

حذر کن ز دود درونہاے ریش
کہ ریش درون عاقبت سر کند

شیدی بشیر کا آنولے کی ضبطی کو روانہ ہونا

نواب شجاع الدولہ نے بسولی کی چھاؤنی سے بشیر کو آنولہ کی ضبطی کے لیے بھیجا اور اُسکو سمجھا دیا کہ صاحبزادہ سید محمد یار خان اور نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم اور میان حسن شاہ کی حویلیون سے مزاحمت نہ کرے باقی تمام آنولہ کو لوٹ لے۔ یہ شخص شجاع الدولہ کا غلام زر خرید تھا اور پٹھانون سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ اُس بے رحم نے پہونچکر تمام آنولے کو تباہ و برباد کر دیا کوئی تحقیقات نہ کی اپنی آتش غضب مین تر و خشک سب کو جلا دیا۔ رادھا کشن ایک عطار تھا اُس کے دونون کان کاٹ لیے اُس کی اِس ظالمانہ کارروائی نے آنولہ مین تہلکہ ڈال دیا جس کے پاس جو کچھ موجود تھا اُسنے بے طلب لاکر حاضر کر دیا۔ ناک کان کے خوف سے کسی نے اپنے پاس ایک حبہ باقی نہ رکھا یہ روز بھی طرفہ حشر و نشر کا تھا۔

مولوی غلام جیلانی خان کا حال

مولوی غلام جیلانی خان بسولی مین راجہ بلاس راے کی معرفت شجاع الدولہ سے ملے۔ شجاع الدولہ مولوی صاحب کو اپنے خیمے تک ہمراہ لے گئے اور جنگ کا حال دریافت کرتے رہے۔ بشیر جب آنولہ کی ضبطی کو گیا تو اُس نے مولوی غلام جیلانی خان کے مکان پر بھی پہرا بٹھا دیا۔ دانہ پانی سب قرق کرلیا مولوی صاحب کے معتمد شیخ لطف اللہ کو قید کر دیا۔ مولوی صاحب بسولی مین شجاع الدولہ کے لشکر مین موجود تھے عبدالرحمٰن خان اور محمد سعداللہ خان پسران یوسف خان قندھاری کی سفارش بشیر کے پاس آنولے مین لائے اور اس صورت سے اُنکی حویلی واگذاشت ہوئی ایک ہاتھی اور کچھ برتن اور کپڑے ضبطی مین آئے اور جس قدر گھوڑے اونٹ رتھ چھکڑے وغیرہ سامان بسولی مین اُنکے پاس تھا وہ بھی ان دونون رسالہ دارون کی وجہ سے محفوظ رہا۔

تذکرہ یوسف خان قندھاری افغانستان سے حافظ الملک کے پاس آیا تھا۔ اُنھون نے اُسے عہدۂ رسالہ داری پر پہونچا دیا تھا اور ہمیشہ اُس کی عزت کرتے تھے اور ہر حال مین اُسکی رعایت رکھتے تھے اور اُسکی بات کو مانتے تھے۔ اور اُسکے بیٹون کے لیے علٰحدہ علٰحدہ رسالے مقرر کر دیے تھے۔ جب نواب ضابطہ خان کو مرہٹون کے ہاتھ سے شکست ہوئی اور مرہٹے روہیلکھنڈ مین پھیلے تو اس زمانے مین یوسف خان قندھاری پہلی بھیت سے حافظ رحمت خان کی نوکری چھوڑ کر شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا تھا۔ شیدی بشیر کی سپاہ مین

شجاع الدولہ نے اُس کو ایک ممتاز عہدہ دیا اور اس خیال سے کہ یہ شخص حافظ صاحب کے متوسلوں مین سے ہے نواب شجاع الدولہ اُسکی بہت عزت کرتے تھے اُسوقت سے مولوی غلام جیلانی خان کو اُس کے بیٹون سے تعارف تھا۔

شجاع الدولہ نے روہیلون کو ایسی بے رحمی اور بے حرمتی کے ساتھ پامال کیا کہ انگریزی فوج سے اُسکو مدد دینے پر لندن کے ہوس آف کامنس اور کورٹ ڈائرکٹرز مین بھی اظہار تاسّف و ملال کیا اور بنی نوع انسان کا کوئی بھی ہمدرد قیامت تک تاریخ کے اس مقام پر آئیگا تو وہ ان مظالم پر دو دو آنسو بہا جائیگا

کاش شجاع الدولہ کی ولادت کی گھڑی اور دن کو سال و ماہ کے دفتر سے مٹا دیتے تو وہ عدم کے خلوت خانے مین عالم خیال و مثال کے لوگون کے ساتھ رہتا کوچۂ ہستی مین قدم نہ رکھتا اور اُس کے ہاتھ سے ناگفتہ بہ مصیبتین اسلامی حکومتون کو نہ جھیلنی پڑتین۔ اُسنے تمام روہیلکھنڈ کو کھندیل ڈالا اور سارے ملک مین ہل چل ڈال دی اور تمام شہرون پر جھاڑو پھیر دی کرنیل چمپین نے جب یہ حال دیکھا تو گورنر کو لکھا مگر وہ اُس وقت مجبور تھے کہ نواب شجاع الدولہ سے کوئی عہد اس بارے مین نہین ٹھہرا تھا کہ فتح کے بعد کیا کیا جائے۔ غرض کرنیل معذور تھا نواب کو سمجھاتا تھا کہ یہ ظلم مت کرو۔

تاریخ ہندوستان جمیس گرینڈ مین لکھا ہے کہ بہادر حافظ رحمت خان کی موت نے اُنکے ملک کی قسمت کا فیصلہ کردیا تھا جو بغیر رحم کے لوٹے جاتے تھے اور اُس کے بدقسمت باشندے ہر ایک طرح کے مظالم کے شکار تھے۔ کرنیل چمپین کہتا ہے کہ "ہمارا برگیڈ فتح کے بعد اس افسوسناک منظر کا ایک شاہد تھا اور ایسا منظر دیکھا جو تذکرے کے قابل نہین"۔ مؤلف تاریخ مذکور لکھتا ہے کہ چمپین صاحب کے اس فقرے سے لارڈ میکالے کے اُس کلام کی ہمکو کنجی مل گئی جو اُنھون نے اپنی فصاحت آمیز تقریر مین کہا تھا (**وھو ھذا**) اس کے بعد خوفناک ہندوستان کی لڑائی خوبصورت وادی اور روہیلکھنڈ کے شہرون مین شروع ہوئی وہ تمام ملک ایک شعلہ جوّالہ تھا۔ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جنگل اور بن مین اپنا گھر چھوڑکر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ بھوک اور بیماری سے مرنا اور شیر و نہنگ کے مُنھ مین پڑنا اُس ظالم کے پھندے مین پھنسنے سے اچھا ہے جس کے ہاتھ عیسائی گورنمنٹ نے اُن کی جان و مال اور عزت و آبرو جورو بچے سب بیچ ڈالے ہین"

مولوی ذکاء اللہ صاحب نے تاریخ ہندوستان مین لکھا ہے کہ کیا افسوس کی بات ہے کہ وہ لشکر اور افسر جو اپنی بہادری اور شجاعت کا دعوے کرتے ہون وہ بے گناہون کے گانؤن آگ مین جلتے اور بچون کو ماؤن کی چھاتیون پر قتل ہوتے ہوے صاحب عصمت عورتون کو بے عصمت ہوتے ہوے دیکھا کرین اور اُنکی حمایت نہ کرین اور ظالمون کو ظلم کرنے سے نہ روکین۔ غرض ان بہادرون نے آدمیون کو شیرون کے ہمسائے مین بھیجا اور شیرون کی جگہ خنزیرون کو بٹھایا۔

نتیجہ لڑائی کا یہ تھا کہ شجاع الدولہ روہیلون کے ذبح کرنے مین قسائی بن گیا
اُسنے اُنکی ننگ و ناموس اور جان و مال کو خاک مین ملادیا۔ شجاع الدولہ کے
دل مین اس گروہ کی طرف سے ایسا کینہ تھا کہ اُس نے گورنر سے پہلے ہی کہا تھا
کہ مین اُنکا بالکل استیصال چاہتا ہون۔ وہی اُسنے کر دکھایا۔ کوئی قطعہ زرخیز
اس ملک کا ایسا نہ تھا جسکو اُسنے ویرانہ نہ بنایا مگر پھر بھی اُنکا استیصال نہوا۔
ریاست رام پور کہ اپنی زرخیزی مین جواب نہین رکھتی روہیلون کی یادگار باقی
ہے اور شجاع الدولہ کی ریاست کا خاتمہ اُسی کے مددگارون کے ہاتھ سے ہوگیا۔

جبکہ روہیلون کی لڑائی کی خبر کورٹ ڈائرکٹرز کو ہوئی تو اُس نے ایک
مراسلہ ہیسٹنگز صاحب کو نہایت خشونت آمیز نا ملائم عبارت مین لکھ بھیجا اور
خاص اس بات پر کہ وہ روپیہ کی طمع پر اس لڑائی کو لڑا نہایت تفضیح اور تنبیہ کی۔

اس لڑائی پر مورخون اور محققون نے بڑی بحث کی ہے۔

گلیج صاحب لکھتے ہین کہ ملکی ضرورتون کے اعتبار سے دیکھیے یا اخلاق
انسانی کے لحاظ سے غور کیجیے تو میرے نزدیک کوئی کام ہیسٹنگز صاحب نے
ایسا نہین کیا کہ اُنکی پیشانی پر بدنامی کا طغرا بنایا جائے لیکن اگر ہم کچھ سمجھ
رکھتے ہون تو اس امر کو تسلیم کرینگے کہ بُرا کام کرنا اُجرت پر بُرا ہے لڑائی بھی
ناحق کرنی جب تک دوسرا ہمکو نہ چھیڑے بُرا کام ہے اسلیے روہیلون سے
لڑنا بُرا تھا ناحق خون کرنا بڑی بےعقلی و بےرحمی ہے یہ پیاری صورتین
اور موہنی مورتین خدا کی خاص صنعتگری ہے اسکا مٹانا سخت سنگدلی اور
شقاوت ہے۔ روہیلون کے ساتھ لڑنے کا کوئی اور مقصود نہ تھا سوا اسکے

کہ ایک عمدہ انتظام ملکی کو شجاعت شعار اور معدلت گسار قوم سے لیکر ایک ظالم نامردموذی کو دیدین گورنر اس بات کو خوب سمجھتے تھے کہ مین کیا کرتا ہون۔

میجر سکوٹ جو اس بدکرداری کے یسے عذر کرتے ہین وہ بدتر از گناہ ہے کہ "روہیلے کچھ اصلی متوطن اس ملک کے نہ تھے یون ہی لٹیرے غارتگر گھس آئے تھے اُنکا ملک سے نکالدینا عین عدالت تھی" صاحب شاید اُسوقت اپنے تئین بھول گئے۔ اُن کے نزدیک اگر کلکتہ اور مدراس سے انگریزون کو کوئی نکالتا تو بھی انصاف ہوتا۔ اُس وقت ایسے غاصب تو ہندوستان مین سو مین نوے تھے۔ اودھ کی سلطنت بھی غصب سے نہ بنی تھی تو کیسے بنی تھی۔ غرض جو اس فعل کی زشت روئی کو ڈھانکتے ہین وہ بیشرمی سے اپنا سارا پردہ کھولتے ہین۔

روہیلون کے علاوہ عام رعایاے روہیلکھنڈ بھی مدتون برباد رہی

بلاس راے بن دیوان مان راے نے شجاع الدولہ سے دو کرور روپے مین اجارہ روہیلکھنڈ کی ضبطی کا لیا اور آپ اس کام کو اختیار کیا۔ اُس نے عبدالستار خان کا مکان لوٹ لیا اور شاہ اشرف خان کو کہ آنولہ مین رہگئے تھے قید کر دیا۔ دولت رام اور لال جی ساہوکارون کو بھی باندھ لیا۔ غربا مساکین علما۔ فضلا اور گوشہ نشینون پر طرفہ حشر برپا کیا۔ دیوان کامل اور راؤ بہادر سنگھ نے کہ روہیلون کے اقبال کی آندھیون مین ترقی کی پرواز کی تھی اور اُن کی دولت سے پرورش پائے ہوے تھے اور تمام مالی اور ملکی معاملات سے

واقف تھے روہیلکھنڈ کی المضاعف تحصیل پر زمہ داری کی اور تمام برسون کی باقیات اور سالہا سال کی تقاوی کو رعایا سے جبراً وصول کیا۔ جبکہ اُنکی تحریر کے موافق روپیہ وصول نہ ہوا تو ساہوکارون بقالون شرفا و غربا کو لوٹنا شروع کیا اور سب کو نان شبینہ کا محتاج کر دیا نتیجہ اسکا خود بھی شیدی بشیر کے ہاتھ سے بہت بُرا پایا۔ طرفہ یہ کہ دیوان کان مل کے اعمال بد کی پاداش مین پسران دیوان مان رائے اور بنسی دھر اور مانک چند اور بخت مل بھی سزایاب ہوے اُنپر بھی مطالبے مین خوب مار پڑی اور بے حرمت کیے گئے۔ بہار سنگھ پر اتنی کشاکش اور تقاضا اور سختی ہوئی کہ صدمے سے جہنم اور دوزخ کے ٹھکانے کو بھاگا اور تہ در تہ کے درجون مین جاکر سانپ بچھوؤن کے واسطے سامان حیات ہوا۔ جے گوپال پسر بہار سنگھ نے کندن لال گماشتۂ بہار سنگھ کے ہاتھ سے اتنی اذیت اُٹھائی کہ محالات کے اجارے سے دست بردار ہوگیا کندن لال نے چالیس لاکھ روپے سالانہ کو بریلی وغیرہ حافظ رحمت خان کے ملک کا ٹھیکہ لیا تھا اور بریلی مین کچھ دنون حکومت کرکے عیش و عشرت سے بسر کی جب چالیس لاکھ روپے فراہم نہ ہوسکے تو بقالون اور ساہوکارون سے زبردستی روپیہ لینا شروع کیا۔ جن کو حافظ الملک نے برسون مین آباد کیا تھا اُسنے ان لوگون کو دو تین مہینے مین ویران اور پریشان کر دیا کندن لال کو اس کا بدلہ منتقم حقیقی کی طرف سے ملا کہ راجہ صورت سنگھ نے اُس کے خاندان کی ضبطی کی اور خدمات سے معزول کرکے قید کر دیا۔ دولت رائے بن کیرت سنگھ گماشتۂ بخشی سردار خان و فتح خان خانسامان نہایت دیانتدار نکلا

اُسنے کسی کو ایذا نہ دی۔ دیوان کان مل اپنی جاگیر کے دیہات کی آمدنی پر اکتفا کرکے اپنی حویلی مین صبر سے بیٹھ رہا۔

اسلامی مقدس چیزون کی اہانت

شجاع الدولہ کی فتح سے روہیلکھنڈ مین اسلامی آثار کو بھی بہت صدمہ پہونچا۔ فرح بخش کا مؤلف شیو پرشاد کہتا ہے کہ مسجدون مدرسون خانقاہون اور مقبرون مین تلنگے گوبر سے چوکا لگاتے اور کھانا پکاتے ہین۔ آنولہ نواب سید علی محمد خان کے عہد مین دار الاسلام تھا اور نواب ممدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ اُسکی آبادی مین ترقی دی تھی۔ قلعہ اور مسجدین تعمیر کرائی تھین۔ آنولے کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا۔ شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہونچی کہ اخون محمد رحیم کی مسجد مین جو ایک برگزیدہ اور مجتہد شخص تھے رنڈیان اور فاحشہ عورتین رہنے لگین اور علانیہ اُس مین بیٹھکر کسب کراتین۔ بدفعلی مین مشغول ہوتین۔ اُن سے کوئی یہ تعرض نہین کرتا کہ تم مسلمانون کے ایک مقدس مقام مین ایسا کیون کرتی ہو۔

لال ڈانگ کا حال

جب سے روہیلکھنڈ مین بخشی سردار خان فتح خان خانسامان اور دوندے خان وغیرہ کا انتقال ہوکر اُنکی اولاد مین نفاق و فساد پیدا ہوا تھا تو اکثر رسالہ دارون جماعہ دارون نے بیگانون کی ملامت اور آشناؤن کی

صاحب سلامت کو سلام کر کے کمرین کھولدی تھین بہت دنون سے نوکری
ترک کر کے خانہ نشین ہو گئے تھے۔ کوئی تجارت کرنے لگا تھا کوئی کھیتی کراتا تھا
جب شجاع الدولہ کے ہاتھ سے آنولے کی تباہی کی یہ نوبت پہونچی تو یہ تمام
لوگ اپنے بال بچون کو ساتھ لے کر راتون کو پیادہ پا اپنے اپنے مکانون سے
نکلے اور جوق جوق لال ڈانگ پر پہونچے اس وجہ سے ایک بھاری جمعیت
نواب سید فیض اللہ خان کے پاس ہو گئی۔ احمد خان بخشی اور احمد خان خانسامان
اور دوسرے بہت سے افسر نواب صاحب کے پاس حاضر ہو گئے عبد الجبار خان
پسر عبد الستار خان سقاؤن کے بھیس مین روہیلکھنڈ سے نکلکر دریاے گنگا کو
اُترا اور دہلی مین خراب و سرگردان پھرتا ہوا لال ڈانگ آ گیا نواب سید
فیض اللہ خان نے قدیم متوسلون کی یہ تباہی و پریشانی ملاحظہ کر کے خزانے
کا مُنھ کھول دیا اور تمام لوگون کو دیا۔ اخون محمد سعید خان بخشی اور دیوان
صاحب راے کو حکم دیا کہ سپاہ کو بھرتی کرین اور ہر مہینے مین دو تین بار چٹھا
تقسیم کیا جاتا۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی ہزارون سپاہی آپ کے جھنڈے کے
تلے جمع ہو گئے۔ اور نواب صاحب نے مستقیم خان ولد شیخ کبیر کو ایک
زبردست فوج کے ساتھ شجاع الدولہ کے ستانے کے لیے نجیب آباد کی
طرف بھیجا۔ گیان پرکاش مؤلفہ رام چرنداس عرف مٹھو لال ساکن قنوج سے
معلوم ہوتا ہے کہ شجاع الدولہ نے مستقیم خان کو ایک شقہ اس مضمون کا
لکھا کہ ”تم ہمارے پاس چلے آؤ اور ہماری نوکری قبول کر و اور ہم تمکو ملک
دینگے“ اُنھون نے جواب مین ایک عرضداشت اس مضمون کی لکھی کہ ”غلام

نوکری پیشہ ہے کسی مالک ملک کو یاد فرما کر ملک دینا اور سرفراز فرمانا چاہیے غلام سرکار کا غلام ہے" پھر شجاع الدولہ نے شقہ بھیجا کہ "جس کو تم تجویز کرو اُسکو ہم سرافراز کرین" اُس وقت مستقیم خان نے نواب سید فیض اللہ خان کا نام لیا۔ بلکہ گل رحمت مین لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ نے دوسرے سرداران روہیلہ کے پاس بھی شقے بھیجے تھے کہ "ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمھارے لیے جاگیر مقرر کردینگے" لیکن کسی نے منظور نہ کیا۔

نواب سید فیض اللہ خان نے دیندار پنجابی کی معرفت چمپین صاحب سے خفیہ خط وکتابت شروع کی جب باہم تحریرات خوب جاری ہوگئین تو عبدالرحیم خان داروغہ شتر خانہ کو سفیر بنا کر کرنیل صاحب کے پاس بھیج کر دوستی کو مضبوط کیا اس سفارت کا اصلی منشا یہ تھا کہ "نواب سید علی محمد خان کے باقی ماندہ بیٹون مین سے اب بڑے بیٹے نواب سید فیض اللہ خان ہی ہین اور اصلی مالک اس ملک کے یہی ہین اس بنا پر اگر ملک روہیلکھنڈ نواب سید فیض اللہ خان کے سپرد کیا جائے تو نواب سید فیض اللہ خان نواب شجاع الدولہ کو اس ملک کا کچھ معاوضہ دیتے رہینگے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو ایک معقول رقم ہرجہ جنگ کی بابت ادا کرینگے" اس سفارت کا مضمون کرنیل چمپین نے لارڈ وارن ہیسٹنگ کی خدمت مین تحریر کیا۔ لیکن انگریزی حکومت نے روہیلکھنڈ کا ملک شجاع الدولہ کے سپرد کردینے کا پہلے سے اقرار کرلیا تھا اس واسطے لارڈ مذکور نے کرنیل چمپین کو جواب دیا کہ "تمکو اس معاملے مین دست اندازی نہ چاہیے۔ شجاع الدولہ کو

اختیار رہے۔ اس خط وکتابت اور سفارت کے درمیان مین کئی مہینے گذر گئے گرمی کا موسم ختم ہوگیا۔ اتنے دنون تک نواب سید فیض اللہ خان ایک دم کو بھی اپنے بندوبست سے غافل نہ رہے اور جا بجا منادی کرا کر روہیلون کو اپنے پاس بلاتے رہے یہانتک کہ قریب چالیس ہزار روہیلون کے لال ڈانگ پر جمع ہوگئے اس کے علاوہ ناکہ بندی اور خندق وغیرہ کا خوب انتظام کرلیا۔

فرح بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ جب سفیر ناکامیابی کے ساتھ لوٹا اور شجاع الدولہ نے سُنا کہ روہیلون کا ایک افسر فوج کو لیے روہیلکھنڈ کی طرف بڑھ رہا ہے ان دنون شجاع الدولہ بسولی مین علیل تھے کہ اُنھون نے کرنیل صاحب کو لال ڈانگ پر حملہ کرنے کے واسطے پیام دیا۔ کرنیل صاحب چونکہ بیحد سختیان روہیلکھنڈ کی مخلوق پر دیکھ چکا تھا اس لیے اُس کا دل اُکتا گیا تھا اور اُس کا دلی منشا تعاقب کا نہ تھا۔ اور نواب سید فیض اللہ خان کے اخلاق حسنہ۔ راست گوئی۔ اور قدردانی نے اُسکے دل مین گھر کرلیا تھا۔ اکثر برملا نواب سید فیض اللہ خان کی طرفداری کے کلمات کہنے لگا۔ شجاع الدولہ یہ خبرین سُن سُن کر دل مین آزردہ ہوتے۔ اُنھون نے کالیچر سے کہا کہ جس طرح ہوسکے کرنیل صاحب کا دل نواب سید فیض اللہ خان کی طرف سے پھیرنا چاہیے۔ نواب شجاع الدولہ پر ایک ایک گھڑی بسولی مین کاٹنا بھاری پڑ گیا۔ کیونکہ اُن کے مخبر برابر خبر لارہے تھے کہ روہیلون کی قوت بڑھتی جاتی ہے اور وہ خیال کرتے تھے کہ جتنا تعاقب مین توقف ہوگا

اُتنا ہی اس سخت قوم کا زیر کرنا مشکل ہو جائیگا۔ سب کیا کرایا اکارت جائیگا۔
ایک دن کالی چرن کی معرفت کرنیل صاحب کو کہلا بھیجا کہ "پٹھان پھر نواب سید فیض اللہ خان کے جھنڈے کے تلے جمع ہو کر قوت پیدا کر رہے ہین اگر اب اِن کے تعاقب مین ڈھیل ہو گی تو انکا دوبارہ مسخر کرنا دشوار ہو جائیگا۔ ابھی پوری پوری قوت ان کو حاصل نہین ہوئی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کا تعاقب جلد کیا جائے" کرنیل صاحب نے جواب دیا کہ "اس وقت تمام روہیلکھنڈ کے پٹھان پریشانی اور بربادی کی حالت مین ہین اُنسے اب کوئی توقع مخالفت اور مقابلے کی نہین۔ حافظ رحمت خان اور دوسرے خان کی اولاد آلہ آباد مین قید ہے دوسرے سردار اور افسر تباہ حالت مین جابجا منتشر ہو گئے اب کونسا ایسا ہے جو سپاہ فراہم کرکے آپ سے لڑیگا۔ آپکو ایسے خوفناک خیالات ذہن مین نہ لانے چاہییں" شجاع الدولہ نے یہ جواب سن کر پھر یہ پیام دیا کہ "پٹھانون کی جمعیت بڑھتی جاتی ہے اگر اسی طرح کوچ مین وقفہ ہوا تو پٹھان ہجوم کرکے تمام ملک مین پھیل جائینگے اور پھر اُنکا مقابلہ مشکل ہو جائیگا۔ یہ قوم نہایت دلیر ہے۔ حافظ رحمت خان کی اجل آگئی تھی وہ مارے گئے لڑائی بگڑ گئی۔ اگر وہ زندہ رہتے تو بہت کچھ مقابلہ کرتے۔ اگر آپ کوچ مین دیر کرینگے تو بڑی قباحت پیدا ہوگی" کالی چرن نے شجاع الدولہ کے اس پیام کا کرنیل صاحب کو ترجمہ سنایا تو اُنھون نے یہ جواب دیا کہ "شجاع الدولہ کو اگر پٹھانون کا ایسا ہی خوف ہے تو وہ اپنے صوبجات کو لوٹ جائین ہم یہان ٹھہرے جاتے ہین

پٹھانون سے سمجھ لینگے" کالی چرن نے کرنیل صاحب کے تیور بیڈھب دیکھکر شجاع الدولہ سے بیان کیا کہ کرنیل صاحب کی صحبت کا رنگ اب بیطور ہے اُن پر میرا کہنا سُننا اثر نہین کرتا شجاع الدولہ نے کالی چرن کی معرفت کرنیل صاحب کو پھر کہلایا کہ "روہیلکھنڈ کے وارث اصلی نواب سید فیض اللہ خان ہین اُن کے پاس خزانہ وافر ہے فوج کے جمع کرنے کی طرف پھر کوشش کر رہے ہین اس لیے مجھے امید ہے کہ اُن کا ارادہ اور عزیمت رونق پذیر ہو جائے گی پس بہتر یہ ہے کہ لال ڈانگ کی طرف کوچ ہو جائے" اس بات کا کرنیل صاحب نے کوئی جواب نہ دیا اُن کے اس سکوت سے شجاع الدولہ کو بڑی پریشانی پیدا ہوئی۔ اور ابکی بار ایلچ خان کی معرفت کرنیل صاحب کو روانگی کی تحریک کرائی۔

ایلچ خان عقل کا پتلا تھا اُس نے چمپین صاحب کے پاس پہونچکر بڑی خوبی سے نشیب و فراز سمجھائے کرنیل صاحب نے جواب دیا کہ "ہمکو گورنر کا یہ حکم تھا کہ بریلی جاکر حافظ رحمت خان کا علاقہ فتح کرا دو اب ہم بغیر اُنکے حکم کے آگے نہین جا سکتے اُنھون نے جس کام کے لیے ہمکو حکم دیا تھا وہ پورا کر دیا" ایلچ خان نے یہ جواب نواب شجاع الدولہ سے بیان کیا۔ شجاع الدولہ نے ایلچ خان کے مشورے سے گورنر کو ایک خط لکھا اور پٹھانون کے لال ڈانگ پر جمع ہونے کی ساری کیفیت بیان کی اور گورنر سے استدعا کی کہ اپنے کمانڈر انچیف کو لال ڈانگ کی طرف کوچ کرنے اجازت دین۔ ایک چٹھی کرنیل صاحب نے بھی گورنر کو لکھی کہ "انگریزی فوج نے روہیلون کو

بالکل مغلوب کرکے اُنکا ملک فتح کرلیا اور شجاع الدولہ کا اُسپر قبضہ کرادیا۔
اب لال ڈانگ پر نواب سید فیض اللہ خان کے پاس ایک لاکھ کے قریب روہیلے جمع ہوگئے ہین اور راستہ جنگل کا بہت خراب ہے۔ نواب شجاع الدولہ چاہتے ہین کہ انگریزی سپاہ کو وہان لے جاکر لڑائی مین لگائین نواب کی فوج کی یہ حالت ہے کہ روہیلون کے نام سے کانپتی ہے اگر روہیلون کا تعاقب کیا جائیگا تو سرکار کمپنی کی سپاہ ایک بیڈھب مصیبت مین پھنس جائیگی اس سپاہ کا وہان لیجانا مناسب نہین راستہ ہر طرف خراب ہے" جبکہ یہ دونون تحریرین کونسل کلکتہ مین پیش ہوئین تو کرنیل چمپین کی رائے غالب آئی اور کونسل کی یہ رائے قرار پائی کہ سرکار کمپنی کی سپاہ کو تعاقب مین نہ جانا چاہیے۔ بلکہ مصالحت کرادینا چاہیے۔ جب کہ یہ خبر شجاع الدولہ کو ہوئی تو بہت ملول ہوے اور اب اُنھون نے کرنیل صاحب کے راضی کرنیکی فکر کی اور اُن کی دلجوئی کے لیے ایک بھاری دعوت انگریزونکی ترتیب دی تمام لشکر کے صاحبان انگریزون کو مدعو کیا اور سب کو کھانا کھلاکر اُن کے ساتھ خوب تپاک ظاہر کیا۔ بعد اس کے محمد ایلچ خان کو کرنیل چمپین صاحب کے پاس بھیجا اور اُن کی تالیف کی اور روزانہ بہت سے تحائف اُنکے پاس بھیجنا شروع کیے۔ پھر ایک دن یہ کہلا بھیجا کہ "اگر آپ کی مرضی اور صلاح وقت ہو تو یہان سے لال ڈانگ کی طرف کوچ کرنا چاہیے کہ پٹھانون کا مجمع بڑھ رہا ہے"۔ برسات کا موسم شروع ہوگیا تھا اب کرنیل صاحب نے یہ جواب دیا کہ "ہم کو روانگی مین عذر نہین لیکن برسات کا موسم ہے روز بارش ہوتی ہے

اس صورت مین بار برداری اور توپخانہ کا روانہ ہونا دشوار ہے"۔ ایلچ خان نے یہ جواب[۵۱] شجاع الدولہ سے بیان کیا۔ اُنھون نے پچاس ہاتھی اور پچاس خیمے مع پنچوبہ اور سابر کی قناتون کے انگریزی لشکر مین بھیجدیے اور آخر جمادی الاولیٰ ۱۱۸۸ ہجری مین شجاع الدولہ نے خود بسولی کی چھاؤنی سے شدت بارش اور سخت علالت[۵۲] کی حالت مین کوچ کیا اور دریاے سوت کو عبور کر کے خیمہ زن ہوے اور یہان ایک مقام انگریزی لشکر کے ساز و سامان کی درستی کے انتظار مین کیا اور ایلچ خان کو تحریک کے لیے کرنیل چمپین کے پاس بھیجدیا۔ انگریزی فوج بھی بسولی سے روانہ ہوئی۔ اور یہ متفقہ فوجین لال ڈانگ پر حملہ کرنے کو آگے بڑھین شجاع الدولہ نے پہلے ضلع بجنور مین پہونچکر نجیب آباد اور قلعہ پتھر گڑھ پر قبضہ کیا۔ اسکے بعد نجیب آباد مین کئی مقام کر کے موہن پور کی جانب فوج کو بڑھایا۔ یہ گانو'ن بھینس گھاٹ ناگل کے قریب واقع ہے اور لال ڈانگ کے کنارے جا پہونچے اور ڈیرے کھڑے کرائے اور مورچے بنوائے۔ شجاع الدولہ کے اہلکارون نے اپنے آقا سے عرض کیا کہ روہیلون کا کیمپ یہان سے سولہ کوس پرے ہے اور راہ مین کئی بن حائل ہین اور کانس اتنی بڑی بڑی ہے کہ اُس مین ہاتھی نہین معلوم پڑتے اور ڈھاک کا بن بھی بے حد گنجان ہے اور بانس اس کثرت سے ہین کہ سوار و پیادے کا گذر روہیلون کے مورچون تک دشوار ہے

---

[۵۱] یہ تمام سوال و جواب اور گورنر کے خطوط کا بیان ہمنے فرح بخش سے ترجمہ کیا ہے اسکی صحت و غلطی کا مؤلف مذکور ذمہ دار ہے ۱۲ [۵۲] دیکھو جام جہان نما ۱۲

یہان سے تو کوئی صورت ایسی نہین نکل سکتی جس سے روہیلے مغلوب ہوجائین نواب شجاع الدولہ بے حد متحیر تھے مصاحبون سے کہنے لگے کہ ہمنے ادھر آنے مین اتنی جلدی کی پھر معطل بیٹھنا جوانمردی کے خلاف ہے ایسا کام کرنا چاہیے جس سے روہیلون پر ہراس غالب ہو اور وہ گھبرا جائین اسلیے جنگل کو صاف کرانا چاہیے اہلکارون نے جواب دیا کہ ایسا وسیع جنگل صاف کرنے اور اُسکے جھاڑ جھنکاڑ کاٹنے سے قابو مین نہین آسکے گا۔ اگر آپ کی مرضی یہی ہے تو کانس کو اس طرح کٹوانا شروع کرتے ہین جس سے ایک صاف راستہ نکل آئے اور روہیلون پر عبرت غالب ہوجائے۔ شجاع الدولہ نے یہی حکم دیدیا۔ چنانچہ بیلدارون اور مزدورون کے گروہ نے کانس کاٹ کر دو تین کوس تک راستہ صاف کیا اہلکارون نے شجاع الدولہ سے کہا کہ اگر دو تین کوس تک اسطرح راستہ بن گیا تو اس سے کوئی کشود کار نہین ہوتا کیونکہ روہیلون کے پڑاو تک کئی قسم کی لکڑی کے جنگل پڑتے ہین ایسے بڑے بن کا کاٹنا مشکل ہے۔

نواب شجاع الدولہ نے روہیلون کے تنگ کرنے کی دوسری تدبیر یہ نکالی کہ روہیلون پر رسد بند کرنی چاہیے اور اس رائے کو سب نے پسند کیا۔ پہاڑ کی جانب سے جو رسد روہیلون کو پہونچتی تھی وہ اس قدر نہین سمجھی جاتی تھی کہ چالیس پچاس ہزار آدمیون کو کافی ہوسکے۔ شجاع الدولہ نے تمام حکام ضلع اور تحصیلدارون کو پروانے بھیجدیے کہ پٹھانون کے پاس لال ڈانگ پر کسی طرف سے غلہ نہ پہونچنے دین اور تنقیح الاخبار کا مؤلف کہتا ہے کہ الموڑے کا راجہ بھی وزیر سے مل گیا تھا اس حکم کی بڑی سختی سے

پابندی ہوئی اور اس تدبیر سے ایک قسم کی اذیت محصورین پر گذرنے لگی تمام سپاہی اور دوکاندار مجبور ہوگئے۔ غلہ گران ہوگیا۔ محمد عباس علی خان سوائی عباس تخلص ابن زیارت خان سولہ برس کی عمر مین اپنے بھائی اخون زادے محمد ارادت خان کے ساتھ نواب سید فیض اللہ خان کے لشکر مین موجود تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ اُس وقت مین روپیہ کا سیر بھر غلہ بڑی مشکل سے دستیاب ہوتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان مجبور بندون کی روزی رسانی کا یہ بندوبست کیا کہ ہردوار کے گھاٹ سے گنگا کو عبور کرکے بیوپاری اور بنجارے غلّہ لانے لگے اور اب پھر غلّہ ارزان ہوگیا۔ ہرکارون نے شجاع الدولہ کو خبر پہونچائی کہ نواب سید فیض اللہ خان کے لشکر پر پہلے غلہ کی نایابی سے سختی ہوگئی تھی مگر اب پھر غلہ گنگا پار سے بافراط آگیا اور محصورین فارغ البال ہوگئے اور اُن کا یہ ارادہ ہے کہ آپ کے لشکر پر شبخون مارین۔ شجاع الدولہ نے نجف خان ذوالفقار الدولہ کو لکھا کہ آپ اپنی سپاہ ہردوار وغیرہ کے گھاٹون کی حفاظت کے لیے متعین کردین تم نے اپنے چیلے افراسیاب کو بہت سی فوج کے ساتھ بھیجا کہ تم نواب شجاع الدولہ کی تجویز کے موافق ہردوار کے گھاٹ کی نگرانی کرو اور غلہ کا ایک دانہ پٹھانون کے پاس نہ پہونچنے دو اُسنے ناکہ بندی کرنا شروع کی تاکہ کوئی چیز روہیلون کے لشکر مین گنگا پار سے نہ پہونچ سکے اس واسطے اب محصورین پر پھر تکلیف شروع ہوگئی۔ اور بھوک اور بخار نے اُنکی جماعت کو روز بروز گھٹانا شروع کیا۔ مگر روہیلے چونکہ پہاڑی قوم تھے دوا دوش مین

طاق تھے پہاڑ پر دوڑنے اور پیادہ پا چلنے کے عادی تھے پہاڑ پر جانے لگے اور غلّے کی گٹھریان سرون پر اُٹھا کر لانے لگے خود بھی کھاتے اور فروخت بھی کرتے البتہ ہندوستانی آدمی بوجہ آرام طلبی کے تکلیف پاتے تھے غلّہ روپیہ کا چار سیر فروخت ہوتا تھا۔ گھوڑے خچر اور بیل دانہ نہ ملنے سے کمزور ہو گئے اور چونکہ ہری گھاس کے عادی تھے ہزارون تلف ہوے اور جو باقی رہے وہ بھی نہایت ناتوان تھے۔ مورچے کے لوگ کہتے تھے کہ یہان کی گھانس چوپایون کے موافق نہین۔ البتہ پہاڑی گھوڑون کو جنھین کونٹ کہتے ہین موافق ہے عہدہ دارون کے گھوڑے معمولی راتب پانے کی وجہ سے فربہ تھے۔ نواب سید فیض اللہ خان نے اتنے روپے اور اشرفیان ملازمین و غیر ملازمین کو تقسیم کین کہ اشرفیان ارزان ہو گئین اور تنخواہ سے بھی المضاعف دیتے تھے۔ اس معرکے کے اول اشرفی بیس روپے کو فروخت ہوتی تھی اور کم ملتی تھی۔ اب نواب سیّد فیض اللہ خان کی فیاضی سے بارہ روپے کو بکنے لگی اور کوئی نہین خریدتا تھا۔ اگر نواب سیّد فیض اللہ خان یہ فیاضی نہ کرتے تو ہزارون آدمی بھوکون مر جاتے کیونکہ تمام پٹھان نہایت بے نوائی کی حالت مین وہان پہونچے تھے۔ بریلی۔ آنولہ۔ بسولی۔ اوجھیانی۔ سنبھل۔ امروہہ۔ پیلی بھیت وغیرہ سے جو لوگ نکلے وہ یک بینی و دو گوش تھے۔ بدن پر لباس بھی درست نہ تھا۔ سامان جنگ تو در کنار لٹیرے تلنگون نے سالم کپڑا بھی بدن پر نہ چھوڑا تھا۔ بھلا کیسے ایسے شخص سپاہگری کے کیا کام کے تھے۔ مگر نواب صاحب نے ان سب کو بہت کچھ دیا محمد عباس علی خان

کہتا ہے کہ ہر روز مورچون اور میدان کی جنگ طرفین مین چھ مہینے تک ہوتی رہی۔

صلح کی تکمیل اور عہد نامہ

روہیلون کو ابھی تک یہی گمان تھا کہ مخالف کی فوج موسمی بیماری اور آب ہوا کے نقصان کے باعث بہت جلد محاصرہ اُٹھانے پر مجبور ہوگی۔ مگر باوجود بیماریون کی کثرت اور روہیلون کے بے تعداد حملون کے مخالف کی فوج نے محاصرے سے دست برداری کا ارادہ نہ کیا۔ اس وجہ سے روہیلون کے اکثر سردارون کی راے صلح کرنے کی طرف مائل ہوئی۔ آخر کار نواب سید فیض اللہ خان نے کرنیل چمپین کو اس معاملے مین ڈال کر صلح کی بات چیت شروع کی۔ نواب سید فیض اللہ خان کے خیالات بہت وسیع تھے اور اُن کی طلب بہت زیادہ تھی۔ ملک میان دوآب مین ڈیڑھ لاکھ روپے سال کی جاگیر اُن کے واسطے نواب شجاع الدولہ نے تجویز کی مگر اُن کے صلاح کار احمد خان بخشی اور احمد خان خانسامان نے اُن کو اس عطیے پر راضی نہ ہونے دیا اس گفتگو مین بھی ایک مہینے کا عرصہ صرف ہوگیا اور ہنوز کوئی نتیجہ قرار پذیر نہ ہوا۔ ناچار شجاع الدولہ اور انگریزی فوج نے موہن پور سے آگے بڑھ کر دو میل تک روہیلون کے کئی مورچے وغیرہ توڑ کر خراب کر دیے اور پہاڑ کی تلی تک جا پہونچے روہیلون کو خوف ہوا کہ مخالف یکایک حملہ کر کے پہاڑی پر قبضہ نہ کرلے دوسرے پہاڑ کی جانب سے رسد کی کمی بھی شروع ہوگئی۔

فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ روز فتح سے خلا و ملا مین
یہ کہا کرتے تھے کہ "مین نے تمام روہیلکھنڈ کو فتح کر لیا ہے اب پٹھانون کا
تخم یہان سے مٹا دونگا اور بالشت بھر زمین ان کو نہ دونگا" شجاع الدولہ کی
انانیت کا یہ خمیازہ خدا کی طرف سے اُن کو ملا کہ ہیسٹنگز صاحب گورنر نے
ایک چٹھی کرنیل چمپین کو لکھی کہ "تم فوراً روہیلکھنڈ سے چلے آؤ" مضمون چٹھی کا
یہ تھا کہ "ہمنے تمکو حافظ رحمت خان کے ملک کے فتح کرنے کا حکم دیا تھا تم
کیون سپاہ انگریزی کو دامن کوہ مین لے گئے ہو اور نواب سید فیض اللہ خان
کے مقابلے کے لیے پڑے ہوے ہو تمام فوج کی کمان کرنیل کلس برم رور
کے ہاتھ مین دے کر کلکتے کو چلے آؤ اور پٹھانون کے آیندہ معاملات کو
نواب شجاع الدولہ کی راے پر چھوڑ دو ہمنے صرف بریلی کا علاقہ فتح
کرا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آگے کو نواب شجاع الدولہ پٹھانون سے آپ
سمجھ لینگے۔ اب اگر سپاہ کمپنی پر شکست کا حرف آیا تو اِس کے ذمہ دار تم
سمجھے جاؤ گے"۔ کرنیل چمپین صاحب نے چٹھی کے پہونچتے ہی کالی چرن کی
معرفت نواب شجاع الدولہ سے کہلا بھیجا کہ مین اب یہان نہین ٹھہر سکتا
کلکتے کو جاؤنگا۔ جب یہ مضمون شجاع الدولہ نے سُنا تو بہت متحیر ہوے
اور نہایت منت پذیری کے ساتھ کرنیل صاحب کو کہلا بھیجا کہ "آپ
مہربانی کر کے مجھ سے ایک بار نواب سید فیض اللہ خان کی ملاقات
کرا دین اس صورت مین بات بنی رہے گی۔ اگر آپ یہان سے چلے گئے
تو پٹھان کہ مرنے پر آمادہ بیٹھے ہین جنگل سے نکل کر روہیلکھنڈ مین پھیل پڑینگے

اور تمام فتح کیا ہوا ملک ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اور تمام ہندوستان مین میری بدنامی ہوگی"۔ اور کالی چرن کو کچھ بطور رشوت کے بھی دیا۔ اور اُسے رخصت کرکے آپ بھی سوار ہو کر کرنیل صاحب کے ڈیرے پر آئے اور اُن سے کہا کہ پٹھانون کے مورچون کا ابھی تک مفتوح ہونا دشوار ہے اور آپ کلکتہ کو روانہ ہوتے مین۔ اگر آپ چلے گئے اور پٹھان پھر مقابلے پر آمادہ ہوگئے تو میری بہت بڑی بدنامی ہوگی۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ آپ خود نواب سید فیض اللہ خان کے پاس جاکر اُنھین سمجھاکر میرے پاس یا اپنے کیمپ مین لے آئین اور کالیچرن کو پیشتر سے بھیجدین"۔ نواب شجاع الدولہ یہ باتین کرکے کرنیل چمپین سے رخصت ہو کر اپنے خیمے مین آئے اور کالی چرن کو بھی ساتھ لیتے آئے اور اُسکو یہ پیام دے کر چمپین صاحب کے پاس بھیجا کہ مین پندرہ لاکھ روپے کا ملک نواب سید فیض اللہ خان کو دیتا ہون[ا]

اس کارروائی کے علاوہ شجاع الدولہ نے نواب سید فیض اللہ خان کو لکھا کہ اگر آپ ہمارے پاس نہ چلے آئے تو ہم محبت خان کو بُلاکر خلعت سرفرازی عطا کرینگے پھر اُن کے باپ کے تمام رسالہ دار آپ کا ساتھ چھوڑ دینگے[۲] چنانچہ نواب سید فیض اللہ خان کے رجوع ہونے کے لیے ایک شقہ الہ آباد کے قلعہ دار کو لکھا کہ محبت خان کو یہان بھیجدو[۳]

کرنیل چمپین صاحب نے بھی اپنی طرف سے تورک صاحب اور باری صاحب کو

[ا] یہانتک فرح بخش سے مضمون نقل کیا ہے اس کے آگے گلستان رحمت۔ گل رحمت اور اخبار حسن وغیرہ کا اقتباس شروع ہے ۱۲ [۲] دیکھو گل رحمت ۱۲ [۳] دیکھو اخبار حسن ۱۲

نواب سید فیض اللہ خان کے پاس صلح کی بات چیت کے لیے بھیجا جب سوال
و جواب منقح ہو گئے تو کرنیل چمپین خود نواب سید فیض اللہ خان کے پاس گیا اور
اُن سے ملاقات اور مشورہ کیا اور اُن کا اطمینان کر کے کہا کہ میرے ساتھ انگریزی
کیمپ مین چلو۔ جبکہ نواب صاحب آنے لگے تو مستقیم خان نے بھی ساتھ
آنے کا قصد کیا نواب صاحب کو چونکہ اُن کے مزاج سے اندیشہ تھا اسلیے
اُنکا ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا اور کہا کہ تمکو شجاع الدولہ کے مزاج کا
حال خوب معلوم ہے اُنکی جانب سے فریب پیش آنے کا اندیشہ ہے۔ اسلیے
بہتر یہ ہے کہ ہم دونون مین سے ایک شخص یہان رہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی
دغا واقع ہو تو یہان کا بندوبست بحال رہے پس مین وہان جاتا ہون تم
یہان رہو تاکہ سپاہ کی دلجمعی رہے۔ مستقیم خان نے کہا کہ مین تو حافظ صاحب
کی اولاد کی رہائی اور اُن کے لیے جاگیرات مقرر کرانے کی غرض سے
جاتا چاہتا ہون۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو مین سب
بندوبست کر لونگا اور تھوڑی جمعیت ہمراہ لے کر کرنیل چمپین کے ساتھ
انگریزی کیمپ کو چلے آئے۔ مستقیم خان نے احتیاطاً پھر بھی اپنا ایک معتمد
ساتھ کر دیا تاکہ یاددہانی کرتا رہے کرنیل صاحب نے ایک خاص ڈیرہ
نواب صاحب کے ٹھہرنے کے لیے استادہ کرایا اور نواب صاحب نے
معاملات کے سوال و جواب کے بعد اُس معتمد کے سامنے حافظ صاحب
کے خاندان کی رہائی کے بارے مین بھی بات چیت کی۔ کرنیل صاحب نے
سب معاملات کے تصفیے کی طرف سے دلجمعی کی اور نواب صاحب کو اپنے ساتھ

شجاع الدولہ کے پاس لے گئے اور بڑے اکرام کے ساتھ ملاقات کرائی۔ اور ایک مرتبہ نواب شجاع الدولہ نواب سید فیض اللہ خان کے ڈیرے پر بازدید کی ملاقات کے لیے آئے۔ شجاع الدولہ نے دُنبل کی تکلیف کی وجہ سے نواب صاحب کا آنا غنیمت سمجھا اور اُنکی اصلی جاگیر پرگنہ شاہ آباد اور سرساوان اور چومحلہ تھے چھ پرگنے اجاؤن اور کابر[1] اور بلاسپور[2] اور ریہڑ اور ٹھاکردوارہ اور سرکڑہ اضافہ کرکے نو پرگنے چودہ لاکھ پچھتر ہزار روپے کی آمدنی مین مقرر کرکے نواب صاحب کی ریاست قرار دی۔

نجم بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ دیوان کان مل کی خباثت باطنی سے جو علاقہ اتنی جمع کا تجویز کیا گیا وہ درحقیقت دس لاکھ روپے کی آمدنی کا تھا۔ مگر تاریخ روہیلکھنڈ اور گُل رحمت کے مؤلف کہتے ہین کہ اس علاقے کی آمدنی چوبیس پچیس لاکھ روپے سے کم نہ تھی اور سیرالمتاخرین مین بیس لاکھ روپے کی بتائی ہے۔ اس کام کے بعد کرنیل چمپین حافظ الملک کے خاندان کے معاملے مین بات چیت کرنے لگا اور نواب سید فیض اللہ خان سے کہا کہ اس معاملے کو بھی طے کرلو نواب صاحب نے جواب دیا کہ وزیرالممالک کو اختیار ہے۔ وہ اُنکے حق مین جو کچھ بہتر جانینگے کرینگے ہمارے کہنے کی کیا حاجت ہے" یہ بات سُنکر کرنیل چمپین تو خاموش ہوگیا اور شجاع الدولہ خوش ہوے۔ یہ بیان گُل رحمت کے مؤلف کا ہے جو گلستان رحمت کا خلاصہ ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے نواب سید فیض اللہ خان کی فتوت اور جوانمردی پر

---

[1] دیکھو جام جہان نما ۱۲ [2] جام جہان نما مین راجپور جو لکھا ہے شاید بلاسپور کا پرگنہ قصبہ راجپور کے نام سے مشہور ہوگا جام جہان نما مین بلاسپور کا ذکر نہین کیا ہے ۱۲

کمال بٹہ لگتا ہے مگر اُن کتب تواریخ کی چھان بین سے جو روہیلون کے حالات مین ایسے لوگون نے لکھی ہین جن کی نسبت یہ خیال نہین ہو سکتا کہ اُنھون نے کسی کی طرفداری یا رعایت کی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان نے اس معاملے مین ذرا پہلو تہی نہین کی۔ یہ سمجھنا اُن پر اتہام ہے۔ چنانچہ روہیلکھنڈ گزیٹیر مین مذکور ہے کہ اس معاہدے کے وقت روہیلون نے حافظ رحمت خان کی اہل وعیال اور دوندے خان کی اہل وعیال کی رہائی کے بارے مین بہت زور ڈالا۔ اس لیے شجاع الدولہ نے اُنکی رہائی کی بابت حکم دے کر محبت خان کو الہ آباد سے واپس بُلایا لیکن صلح کی کارروائی اُسکی واپسی سے پہلے ختم ہو چکی۔

عہدنامہ کرنیل چمپین صاحب کے ڈیرے پر ۷ اکتوبر سنہ ۱۷۷۴ء کو تحریر ہوا۔ اس عہدنامے مین یہ بھی تھا کہ نواب سید فیض اللہ خان اپنی فوج مین پانچ ہزار آدمیون سے زیادہ نوکر نہ رکھ سکینگے اور اس فوج مین سے ہنگام ضرورت شجاع الدولہ کی امداد کے واسطے دو تین ہزار آدمی دینا پڑا کرینگے۔ باقی روہیلون کو اپنے ملک سے گنگا پار نکال دین گے۔ جام جہان نما مین لکھا ہے کہ اس کے عوض مین نواب سید فیض اللہ خان سے چالیس لاکھ روپے شجاع الدولہ نے لیے تھے اور تنقیح الاخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ کرنیل چمپین کی معرفت پندرہ لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان نے نواب وزیر کو دیے تھے۔ سنہ ۱۷۸۳ء مین لال ڈانگ کے عہدنامے پر انگریزی حکومت کی ضمانت لی گئی تھی۔

نقل عہدنامہ دستخطی و مہری نواب سید فیض اللہ خان بہادر و کرنیل چمپین

چونکہ میرے اور نواب وزیر الممالک بہادر کے درمیان دوستی قرار پائی اور نواب وزیر نے از راہ مہربانی ایک ملک مجھکو دیا۔ مین قرآن شریف کی قسم کھا کر خدا اور رسول کو اپنے قول کا گواہ دیتا ہون کہ مین ہمیشہ جبتک زندہ ہون نواب وزیر کا تابعدار اور فرمانبردار رہونگا اور مین اپنے پاس پانچ ہزار سپاہ نوکر رکھونگا اس سے ایک آدمی زیادہ نہ رکھونگا اور اگر نواب وزیر کسی سے آمادہ جنگ ہونگے تو مین اُن کی مدد کرونگا اور اگر نواب وزیر کسی پر اپنی فوج بھیجینگے تو مین بھی دو تین ہزار آدمی اپنے اُس فوج کے ہمراہ دونگا اور اگر وہ خود کسی دشمن پر جائین گے تو مین بھی خود اپنی فوج لے کر اُنکے ہمراہ جاؤنگا اور مین سوائے وزیر کے کسی سے اتفاق اور دوستی نہ کرونگا اور کسی سے رسم تحریرات جاری نہ رکھونگا۔ اس سے سردار انگریزی مستثنیٰ ہین اور نواب وزیر مجھکو جو کچھ حکم دینگے مین اُسکی تعمیل کرونگا اور مین ہمیشہ اور ہر وقت مصیبت اور بہبودی مین اُنکا شریک لاجنب رہونگا مین نے قرآن شریف کی قسم کھائی ہے اور خدا و رسول کو گواہ دیا ہے کہ مین ان شرائط کی تعمیل کرونگا۔ اور اگر مین اسکے خلاف کرون تو خدا و رسول مجھکو سزا دین

ماہ رجب ۱۱۸۸ہجری

مہر نواب سید فیض اللہ خان — مُہر کرنیل چمپین

نقل عہدنامہ دستخطی و مہری نواب شجاع الدولہ بہادر و کرنیل چمپین

چونکہ میرے اور نواب فیض اللہ خان کے درمیان دوستی قائم ہوئی ہے اسلیے مین نے وعدہ کیا ہے کہ اُن کو ملک رامپور مع دیگر اضلاع متعلقہ جسکی جمع سالانہ چودہ لاکھ پچھتر ہزار روپیہ ہے دونگا اور مین نے یہ بھی شرط کی ہے کہ نواب فیض اللہ خان پانچہزار فوج ملازم رکھین اس سے زیادہ نہ رکھین اسواسطے مین یہ عہدنامہ لکھے دیتا ہون کہ مین ہمیشہ اور ہروقت نواب فیض اللہ خان کی حرمت اور عزت کی حفاظت کرتا رہونگا اور اُنکی بہبودی اور بہتری مین حتی الامکان کوشش بلیغ کیا کرونگا بشرطیکہ نواب فیض اللہ خان میرے سوا اور کسی سے اتفاق پیدا نہ کرین اور انگریزی سردارون کے سوا اور کسی سے تحریر کی رسم جاری نہ رکھین اور وہ میرے دوستون کو اپنا دوست اور میرے دشمنون کو اپنا دشمن تصور کرین اور اگر مین کسی سے لڑائی کرنے کو فوج بھیجون تو دو تین ہزار سپاہ جس قدر اُن سے ممکن ہو میری فوج کے ہمراہ دین اور اگر مین خود فوج کے ہمراہ جاؤن تو وہ بھی خود مع اپنی سپاہ کے میرے ہمراہ رہین اور اگر کمی فوج کے سبب سے وہ خود میرے ہمراہ نہ جاسکین کیونکہ اُنکے پاس تھوڑی فوج ملازم ہے تو مین چارہزار سپاہ اور اُن کے ساتھ مقرر کرونگا تو وہ اُس فوج کو بھی اپنے ساتھ رکھکر میری ہمراہی کرین اور مین اُن کے خرچ کا متحمل ہونگا۔ ان شرائط پر مین نے وعدہ کیا ہے کہ مین علاقجات مذکورہ جمع تعدادمسطور نواب فیض اللہ خانکو

دونگا اور اُنکی بہتری اور بہبود مین کوشش بلیغ کرونگا۔ اگر نواب فیض اللہ خان
اس عہدنامے کی شرائط کی تعمیل قرار واقعی کرینگے تو مین بھی انشاء اللہ اُن کی
بہبود مین پہلوتہی نہ کرونگا باقی روہیلون کو وہ دریا کی دوسری طرف روانہ کرینگے
مین نے قرآن کی قسم کھائی ہے اور خدا ورسول کو گواہ دیا ہے کہ مین ان شرائط کو
سرانجام دونگا۔ ماہ رجب ۱۱۸۸ہجری

(مہر وزیر) (مہر کرنیل چمپین)

شیو پرشاد مؤلف فرح بخش کہتا ہے کہ مجھ سے شجاع الدولہ کا ایک معتمد
بیان کرتا تھا کہ اگر ایک ہفتہ اور نواب سید فیض اللہ خان صلح سے اغماض کرتے
تو امید ہے کہ تمام ملک سے نواب شجاع الدولہ کو دست بردار ہونا پڑتا اسلیے
کہ کرنیل چمپین تو جانے والا تھا اُسکی روانگی کے بعد نواب شجاع الدولہ کو یہان
ٹھہرنا دشوار ہوجاتا۔ لیکن انگریزی تاریخون سے تو صرف اس قدر ثابت ہے کہ
کونسل کلکتہ کے پانچ ممبرون مین سے تین ممبر مونسن اور کلیورنگ اور فرین سس
جو گورنر کی ہر بات مین مخالفت کرتے تھے اور یہ لوگ روہیلون کی لڑائی کو سراسر
ظلم اور ناانصافی سمجھتے ہین۔ انھون نے کرنیل چمپین کے نام مراسلے مین لکھا کہ
ہماری چٹھی کے پہونچتے ہی وہ چالیس لاکھ روپے جو روہیلون کے استیصال
کے واسطے شجاع الدولہ سے ٹھہرے ہین اور اور روپے جو اُنپر واجب الادا ہین
اُن سے لے لو اور اگر یہ جانو کہ اِن سب روپون کو کسی طرح شجاع الدولہ
ادا نہین کرسکتے ہین تو جس قدر اُن سے وصول ہوسکے وصول کرو اور باقی
روپون کی ضمانت لے لو اور اُس کو یہ ہدایت ہوئی کہ چودہ دن کے عرصے مین

اپنی ساری سپاہ کو روہیلون کے ملک سے نکال کر او دھ کی سرحد قدیم مین لے آئے اور اگر شجاع الدولہ اسپر راضی نہ ہون تو وہ اپنی سپاہ کو بالکل اُن کی خدمات سے جدا کر کے سرکار کمپنی کے علاقے مین لے آئے مگر اس سے پہلے کہ مراسلہ ارسال کیا جائے خبر آگئی کہ نواب سید فیض اللہ خان سے صلح ہوگئی اور اُن کے اسباب وغیرہ سے پندرہ لاکھ روپے سرکار کمپنی کو وصول ہوگئے۔

نواب سید فیض اللہ خان خواجہ لطافت کے ڈیرے پر شجاع الدولہ سے رخصت ہوئے۔ گل رحمت مین بیان کیا ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان عہدنامہ لیکر لال ڈانگ کو گئے اور رسالہ دارون سے کہا کہ بالفعل شجاع الدولہ حافظ رحمت خان کی اولاد کی رہائی پر رضامند نہ ہوئے اور مین نے اپنے معاملات کو تعویق مین ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ گیان پرکاش کا مؤلف کہتا ہے کہ معاہدے کے بعد مستقیم خان بھی شجاع الدولہ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور خلعت پایا۔

گزٹیر مین لکھا ہے کہ اس عہدنامے پر دستخط ہونے کے بعد نواب سید فیض اللہ خان نے سترہ اٹھارہ ہزار روہیلون کو جو بڑی عاجزی کے ساتھ امان طلب کرتے تھے مع اُن کے اہل وعیال کے اس ملک سے نکال کر میان دوآب مین پہونچا دیا۔ اور فرح بخش کا مؤلف بتاتا ہے کہ صلح کی کارروائی کے بعد پچاس ہزار سوار و پیادے کہ اُن مین سے اکثر نواب شجاع الدولہ کے بھی روشناس اور ملاقاتی تھے کرنیل چمپین صاحب کے مواجہہ مین گنگا پار اُتار دیے گئے۔ ان لوگون مین احمد خان وغیرہ پسران بخشی سردار خان

بھی تھے تاریخ ہند جمیں گرینڈ مین مذکور ہے کہ ۱۸۵۷ء مین جو ایک بیان لندن مین شایع ہوا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ لاکھ آدمی روہیلکھنڈ سے دریا پار نکالے گئے تھے ایک بیان سے اٹھارہ ہزار آدمی پائے جاتے ہین جنکے ہاتھو نمین ہتھیار تھے۔ اور روہیلون کو اس ملک سے نکالنے کے واسطے انگریزی فوج بداون کے ضلع مین رام گھاٹ[1] کے پاس کئی ہفتے تک پڑی رہی اسکے بعد واپس چلی آئی لیکن ہندو جنکی تعداد سات لاکھ تھی۔ اُنھون نے فاتحون کے ہاتھ سے اس سے زیادہ تجربہ حاصل نہ کیا جیسا کہ حاکم کے تبدل کے وقت ہوا کرتا ہے۔

مرزا نجف خان ذوالفقار الدولہ اور شجاع الدولہ مین ملک مفتوحہ کا سمجھوتہ

مرزا نجف خان ذوالفقار الدولہ جو بادشاہی سپاہ لے کر آیا تھا اُس نے شجاع الدولہ سے ملک اور غنیمت مین بادشاہی حصہ مانگا وزیر نے عہدنامے سے انکار نہین کیا۔ اُسکی نقل شاہ عالم بادشاہ نے کرنیل چمپین کے پاس بھی بھیجدی تھی۔ مگر شجاع الدولہ نے کہا کہ میرے پاس جو مثنیٰ عہدنامے کا ہے اُسمین یہ شرط ٹھہری ہے کہ بادشاہ بذات خاص لشکر لیکر کمک کو آئین اور چونکہ وہ خود نہین آئے اسلیے عہدنامے کی تمام شرائط بالکل باطل ہوگئین مگر کرنیل چمپین کے پاس جو اُسکا مثنیٰ موجود تھا اُسمین کہین اس بات کا ذکر نہ تھا جب اسکی خبر انگریزی گورنمنٹ کو ہوئی

---

[1] دیکھو گزیٹیر اور فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ گھاٹ ہنس کھتہ پر دو تین روز تک ٹھہرا دیگئی اور اُس کے سامنے تمام روہیلے گنگا پار اُتار دیے گئے ۱۲

تو اُسنے اپنے سپاہ سالار کو ہدایت کی کہ فقط ہمارا کام روہیلون کا ملک فتح کرا دینا تھا۔ اگر شجاع الدولہ نے اپنا عہد بادشاہ سے توڑ دیا اور اسکے سبب سے نجف خان اور بادشاہ اُن سے لڑین تو تم کسی طرف نہ بولنا لیکن لڑائی تک نوبت نہ پہونچی شجاع الدولہ نے مرزا نجف خان کو ملک مفتوحہ کی آمدنی سمجھا کر جس قدر ملک صوبہ اکبر آباد اور دہلی سے ملا ہوا تھا مرزا نجف خان کو دیدیا۔

لال ڈانگ سے محاصرین و محصورین کی روانگی

نواب شجاع الدولہ معاہدے کی تکمیل کے بعد لال ڈانگ سے روانہ ہوے اور اُن کے کوچ سے پانچوین دن نواب سید فیض اللہ خان لال ڈانگ سے اُترے۔ نواب شجاع الدولہ بسولی آئے وہان اُن کے بال بچے اور متعلقین پڑے ہوے تھے اُن سب کو ہمراہ لیکر فیض آباد کو روانہ ہوے۔ جب سنبھل پہونچے تو محبت خان ۲۲۔ رجب ۱۱۸۸ ہجری کو یہان اُنسے ملا۔ شجاع الدولہ محبت خان کو فیض آباد کو لیگئے۔ اور وعدہ کیا کہ وہان پہونچکر جو تمھارے حق مین تجویز کیا ہی عمل مین لاؤنگا جب فیض آباد پہونچے تو ایفاے وعدہ مین شدت مرض کا عذر کیا اور ہزار روپئے ماہوار خرچ کے مقرر کر دیے۔

نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کی وزیر کے حکم سے فیض آباد کو روانگی

نواب شجاع الدولہ نے بسولی سے فیض آباد کی طرف روانگی کے وقت مرزا حسن رضا خان داروغہ توپخانہ کو جو نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کے سوال و جواب مین رہتا تھا اور منودای کو جو بیگم کی جانب سے شجاع الدولہ کے لشکر مین

حاضر تھی حکم دیا کہ نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کو تمام اسباب اور سامان سمیت آنولے سے سوار کرا کے ہمارے ہمراہ فیض آباد کو لائیں۔ مرزا اور منو آنولے آئے اور جب یہ حکم سنایا تو محل میں ایک عجیب شور و ماتم مچ گیا آنولے کے تمام باشندے روتے تھے۔ مرزا حسن رضا خان اور ملازمان نواب شجاع الدولہ بھی زار زار روتے تھے محل کی عورتیں ہائے ہائے کرتی تھیں اور جس قدر شقے شجاع الدولہ نے بیگم کی تسلی اور دلاسے کے لیے بھیجے تھے اور اُن میں خدا و رسول اور دین و ایمان اور حضرات پنجتن کی قسمیں لکھی تھیں اُن کو دیکھتی تھیں اور آہ آہ کرتی تھیں جو کوئی اُنکا شور و شین سنتا تھا تو وہ بھی سر دُھنتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس دن اور رات آنولے میں حشر برپا رہا کھانا پینا سب پر بند تھا غرضکہ بیگم کو محل کی تمام مستورات کے ساتھ فیض آباد کو لے گئے۔

صاحبزادہ سید محمد یار خان خلف نواب سیّد علی محمد خان بہادر کا شجاع الدولہ سے رخصت ہونا

نواب سید فیض اللہ خان نے شجاع الدولہ سے رخصت ہوتے وقت کہا کہ ہم چھ بھائیوں میں سے دو بھائی باقی رہ گئے ہیں سید محمد یار خان جو ایک مدت سے آپ کے لشکر میں ہیں اور علیل ہیں اُنکو میرے ہمراہ رخصت کر دیجیے شجاع الدولہ نے قبول کر کے اجازت دیدی۔ نواب سید فیض اللہ خان نے اس خیال سے کہ زبانی بات کا کیا اعتبار ایک تحریر اُن کے رخصت کر دینے کے باب میں شجاع الدولہ کے پاس بھیجی اور اُس پر تحریری اجازت لے لی۔

نواب شجاع الدولہ نے اپنے چوبدار کی زبانی بھی سید محمد یار خان کو کہلا بھیجا کہ ہمنے تمکو رخصت کیا نواب سید فیض اللہ خان کے ہمراہ چلے جاؤ صاحبزادے صاحب نے چوبدار کی بات کا اعتبار نہ کیا بلکہ شیو پرشاد مؤلف فرح بخش کو چوبدار کے ہمراہ بھیج کر شجاع الدولہ سے یہ عرض کرایا کہ بدون جائداد کے مین آپکے لشکر سے نہین جاؤنگا۔ شیو پرشاد نے ایک عرضی اس مضمون کی لکھ کر نواب شجاع الدولہ کی خدمت مین پیش کی اُسپر شجاع الدولہ نے اپنے قلم سے یہ حکم لکھا۔

"الحال درمیان ما و نواب سید فیض اللہ خان بہادر ہیچ تفاوت نمانده۔ شمارا بخواہش و آرزوے تمامی می برند البتہ یک چیزی جائداد مقرر خواہند نمود والا بعد چندے در فیض آباد پیش این جانب بیایند از فضل الٰہی جائداد مقرر خواہد شد۔

شیو پرشاد نے یہ حکم لاکر صاحبزادہ سید محمد یار خان کو دکھا دیا وہ اب بھی رام پور چلنے پر راضی نہ تھے دو مہینے سے تپ و لرزہ مین علیل ہو رہے تھے۔ نہایت ضعیف و نحیف تھے اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہین رہی تھی شیو پرشاد نے حکیم فیض محمد اور حکیم کبیر خان سے جو اُنکے معالج تھے مشورہ کیا کہ اُنکا حال خراب ہو رہا ہے ہوش و حواس بھی درست نہین اور نواب شجاع الدولہ کے لشکر سے چلتے نہین جیسے ہو سکے اُنکو نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے ہمراہ رام پور کو لے چلنا چاہیے بہزار خرابی اُنکو نواب سید فیض اللہ خان کے ہمراہ لے چلے ہر منزل پر شیو پرشاد سے بگڑتے تھے کہ تم مجھکو رام پور کو کیون لیے چلتے ہو۔ نواب سید فیض اللہ خان بے حد دلجوئی کرتے تھے۔ ایک رومال اور رضائی شال محرمات کی عطا کی۔ مقام مراد آباد مین ایک قیمتی دوشالہ عطا فرمایا مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے ہمیشہ حرف

وحکایت مغایرت کی کہتے تھے۔ نواب سید فیض اللہ خان نے رامپور مین پہونچکر کرم خان دُرّ ڑکی حویلی رہنے کو دی اور باغ سیر و تماشے کو عطا کیا اور پچاس ہزار روپے سالانہ مصارف کے لیے مقرر کیے اور وعدہ کیا کہ ایک لاکھ روپے سالانہ مقرر کر دیے جائینگے۔ سید محمد یار خان نے نواب سید فیض اللہ خان کے مواجہہ مین سخت کلامی کی اور فرد صادی کو پھینک کر اُٹھ کر چلے گئے اب صحبت بگڑ گئی مزہ باقی نہ رہا وہ اِن سے گئے یہ اُن سے گئے شعبان۔ رمضان شوال مین سخت علیل رہے اور غرۂ ذیقعدہ ۱۱۸۲ ہجری کو شام کے وقت سل اور استسقا کے مرض مین رحلت کی۔ انکو علم موسیقی کا بہت شوق تھا۔ ان ہی مشاغل عیش و عشرت مین جی بہلاتے تھے۔ شعر بھی کبھی کہتے تھے آمیر تخلص کرتے تھے ابتدا مین محمد قائم چاندپوری سے شورہ تھا انتہا مین شیخ غلام ہمدانی مصحفی سے تلمذ ہوا۔ فدوی لاہوری۔ اور میر نعیم۔ اور پروانہ علی شاہ مرادآبادی۔ اور میان عشرت اور حکیم کبیر علی سنبھلی یہ سخنگو ملازم تھے۔ یہ اُن کا کلام ہے۔

اُس شکار انداز سے لگ کر کہین چھٹتی ہے آنکھ
کیون نہ ہو سوے قفا مُنھ وقت رم نخچیر کا

کیا تو نے دیا تھا مجھ کو ساقی ـــ شیشے مین تو واہ کچھ نہ نکلا
بیٹھے بٹھائے کوچۂ قاتل مین لے گیا ـــ یا رب بُرا ہو اس دل خانہ خراب کا
ساقی گزک کی کچھ نہین حاجت شراب دے ـــ ہم دل جلو نمین آپ مزہ ہے کباب کا
کیا کہون ولولۂ شوق کو مین تیرے امیر ـــ گھر مین جاتے ہین پرائے تو خبرداری سے
گر وقت ذبح نالہ کیا مین نے کیا ہوا ـــ پیارے سیدکا ہاتھ کسی کی زبان چلے

سیّد محمد یار خان نے ایک بیٹا سید احمد یار خان نامی بطن رحمت النسا بیگم بنت پاینده خان سے چھوڑا انکے عم اکرم جناب نواب سیّد فیض اللہ خان نے سولہ ہزار روپیہ سال وجہ کفاف مقرر فرمایا یہ بھی شعر کہتے تھے افسر تخلص تھا پچانوے برس کی عمر مین ۲۸ رجادی الاولی ۱۲۶۲ھ ہجری کو انتقال کیا سید احمد یار خان کے خاص نطفے سے باسٹھ اولاد ہوئین جن مین سے اُنتیس ۲۹ بیٹے تھے باقی بیٹیان۔

سید محمد یار خان کی دو بیٹیان بھی تھین (۱) حجاب بیگم زوجہ سید نصر اللہ خان خلف نواب سید عبد اللہ خان (۲) صدر النسا بیگم زوجہ جعفر علی خان بن محمد حسن خان بن پاینده خان۔

گلشن فتوت مین پاینده خان کی قوم کمالزئی لکھی ہے یہ صحیح نہین عبد العلی خان ابن محمد عمر خان ابن محمد یوسف خان ولد محمد حسن خان پسر پاینده خان مجھ سے کہتے تھے کہ ہماری قوم اکوزئی ہے۔ پاینده خان نواب سیّد علی محمد خان کے امرا مین سے ہین۔ انکے دو بیٹے تھے۔ بڑے محمد حسن خان چھوٹے محمد علی خان اور ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام رحمت النسا بیگم تھا۔ رام چٹونی مین صفدر جنگ اور نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد کی جنگ ہوئی تو یہ محمد علی خان صفدر جنگ کے ساتھ تھے۔ سیر المتاخرین مین انکا ذکر موجود ہے جام جہان نما سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۸۹ھ ہجری مین مُلّا رحم داد خان کے ساتھ ضلع اُجین مین سکھون کی لڑائی مین کام آئے۔ محمد علی خان لاولد تھے۔ محمد حسن خان کے دو بیٹے تھے جعفر علی خان محمد یوسف خان۔

مصارف نواب سید فیض اللہ خان بہادر

پچاس لاکھ روپے کے قریب نواب شجاع الدولہ اور صاحبان انگریز اور ایلچی خان اور کالی چرن وغیرہ کی بھینٹ ہوئے۔ اور چالیس پچاس ہزار کے قریب سوار و پیادے لال ڈانگ پر نوکر رکھے تھے۔ انکے صرف مین لاکھون روپے آئے اور صلح کے بعد معمولی سوار و پیادون اور اپنے بھائی بھتیجون اور عیال و اطفال کو لے کر رام پور مین آئے یہان چالیس ہزار روپے سالانہ صاحبزادہ سید نصر اللہ خان ابن نواب سید عبد اللہ خان کے لیے سوائے درماہہ سید غازی الدین خان کے مقرر کیے۔ اور سولہ ہزار روپے سالانہ سید مصطفےٰ خان ابن سید الہ یار خان ابن نواب سید علی محمد خان کے لیے اور سولہ ہزار روپے سالانہ سید احمد یار خان ابن صاحبزادہ سید محمد یار خان کے لیے مقرر کیے۔ اور بیس ہزار روپے سالانہ احمد خان ولد فتح خان خانسامان کے واسطے اور دس ہزار روپے سالانہ محمد اعظم خان پسر خانسامان کے واسطے مقرر کیے اور اسکو بلاس پور کا حاکم کر دیا۔ اور معظم خان اور عظیم خان اور ذو الفقار خان اور دلیر خان ابنائے خانسامان کے لیے بھی علحدہ علحدہ درماہے مقرر کیے اور دس ہزار روپے سالانہ عبد الجبار خان ابن عبد الستار خان کے واسطے اور سات ہزار روپے سالانہ مولوی غلام جیلانی خان کے لیے اور بیس ہزار روپے سالانہ مستقیم خان پسر شیخ کبیر کے لیے اور پندرہ ہزار روپے سالانہ سیف الدین خان ابن پہلول خان کے لیے اور دس ہزار روپے سالانہ عمر خان بڑموچھے کے لیے

مقرر کیے۔ اور ان رسالہ دارون کو رسالون اور گھوڑون کے مصارف تنخواہون کے علاوہ دیے جاتے تھے۔

تذکرہ ان رسالہ دارون مین سے مستقیم خان نے چار پانچ مہینے بیمار رہکر ۱۷ شعبان ۱۱۸۹ھ ہجری کو انتقال کیا اُنکا تابوت بریلی کو لے گئے اور شیخ کبیر کے مقبرے مین دفن ہوے نواب سید فیض اللہ خان تمام رسالہ دارون سے بڑھکر اُنکی عزت کرتے تھے۔ یہ پولیٹیکل اور مدبر نہ تھے۔ سادہ مزاج سید سے سادھے صاف دل تھے امورات ملکی مین توڑ جوڑ کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ معاملہ رس بالکل نہ تھے زمانہ سازی کہ دنیا داری کا لازمہ ہے اس سے بیخبر تھے۔ علما فضلا غربا اور مساکین کے ساتھ اپنے باپ کی طرح سلوک کرتے تھے تین بیٹے چھوڑے (۱) مستجاب خان عرف مستو خان (۲) مصطفےٰ خان عرف بجو خان (۳) حضرت شاہ خان عرف ستو خان۔ نواب سید فیض اللہ خان نے باپ کی جگہ مستجاب خان کو مقرر کیا اور اُن کے انتقال کے بعد بجو خان کو اُن کے رسالے پر سرفراز کیا۔

نواب شجاع الدولہ کی وفات۔ آصف الدولہ کی مسند نشینی کی خوشی مین روہیلکھنڈ کے بعض قیدیون کا رہا ہونا۔ اور قلعہ آلہ آباد مین روہیلکھنڈ کے قیدیون کو تکلیفین پہونچنا۔ محبت خان اور ذوالفقار خان کے مصائب کا بیان۔

شجاع الدولہ لال ڈانگ کے محاصرے کے وقت سے بیمار تھے فیض آباد پہونچکر

کئی مہینے علیل رہ کر اُسی بَدْ کے صدمے سے جمعہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو راہی شبستان عدم ہوے۔ جام جہان نما مین سے رفت نواب شجاع الدولہ ۸۸ اُنکی تاریخ وفات لکھی ہے لیکن اس تاریخ مین ایک عدد زائد ہے کیونکہ ۱۱۸۹ھ برآمد ہوتے ہین ہاے کیا کیا اولوالعزمیان دکھا ئین کیسی کیسی خونریزیان کین انجام یہ کہ خاک۔

نواب آصف الدولہ نے اپنے جلوس کی خوشی مین روہیلکھنڈ کے بعض قیدیون کو جو مسکین لوگ تھے رہا کر دیا مگر عرب خان بڑیچ اور خان محمد خان اور کمالزئی خان اور رحمت خان اور عالم خان غرغشی اور حرمت خان اور ملا حسن خان اور ملا عالم خان اور ملا عبد الواحد خان اور قاضی محمد سعید خان اور منو خان خانسامان اور اختیار خان چیلہ اور ملاحت خواجہ سرا کو کہ ذی حوصلہ اور اولوالعزم آدمی تھے رہا نہ کیا۔ اُن سے زر وصول کرنے کی بھی توقع تھی اور نہ حافظ رحمت خان اور دوندے خان کے خاندانون کو چھوڑا بلکہ کئی مہینے کے بعد محبت خان کو بھی الہ آباد بھیجدینا چاہا مگر سالار جنگ کے بھائی مرزا علی خان نے سفارش کی جس سے وہ بچ گیا پھر بھی بعض حسد پیشہ مصاحبون کے اغوا سے حافظ صاحب کے خاندان کی ایذا دہی مین خفیہ کارروائی شروع کی۔ محبت خان کی ملاقات اور تنخواہ بالکل بند کر دی۔ اور آصف الدولہ کے ایما سے سید معز خان قلعہ دار الہ آباد قیدیون پہ سختی کرنے اور سو روپیہ روز جو اُنکی خوراک کے لیے عہد شجاع الدولہ سے مقرر تھا اُس کے دینے مین عذر وحیلہ کرنے لگا۔ اور تھوڑا تھوڑا دیتا تھا۔ اس عرصے مین آصف الدولہ بہدی گھاٹ کو گئے تو محبت خان اور ذوالفقار خان جو لشکر کے ساتھ تھے بے سروسامانی کی حالت مین ہمراہ گئے۔

مہدی گھاٹ کے مقام پر جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کلکتہ سے گورنر کا مرسلہ آیا اور اُسنے منشی محمد ذاکر کی زبانی محبت خان اور ذوالفقار خان کا یہان موجود ہونا نہایت بے سروسامانی کی حالت مین سنا تو اُنکے پاس ہرکارے بھیج کر اپنے پاس بلایا مگر اُنھون نے علانیہ رزیڈنٹ کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا اسلیے خفیہ رات کے وقت ملے اُسنے اُنکی تسلی وتشفی کی اور اُنکی بہبود مین کوشش کرنے کا وعدہ کیا اور اُنکے ڈیرے اپنے ڈیرون کے پاس کھڑے کرائے اور اُنکی عسرت کی خبر سُنکر اپنے پاس سے پانچ ہزار روپے اُن کو دیے اور کہا کہ تم بے اندیشہ اپنے حالات ہم سے بیان کرتے رہا کرو۔

نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کا باقی حال

نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم فیض آباد مین رہتی تھی اور اپنا اسباب بیچ بیچکر گذر کرتی تھی اور ہمیشہ پریشان حال رہتی تھی وہان کوئی اُس کی خبرگیری نہین کرتا تھا نواب سید سعد اللہ خان نے جو سلوک شجاع الدولہ کے ساتھ کیے تھے اُسکا عوض یہ دیا گیا کہ آنولے سے اُنکی بیگم کو حراست مین رکھکر فیض آباد پہونچایا اور وہان قید کر دیا۔ نواب آصف الدولہ نے اُسپر طرفگی یہ کی کہ مسند نشین ہوتے ہی بیگم کا تمام اسباب ضبط کر لیا اور مفت بدنام خلائق ہوے اسلیے کہ اُسوقت بیگم کے پاس سوا کپڑون اور خیمون اور ظروف کے زر نقد نہ تھا۔ یہ سارا قصور اہلکارون کا ہے جو نیک و بد مین تمیز نہین کرتے۔ اُنھون نے نواب کو اس لچر حرکت پر آمادہ کیون کیا۔

نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو جب یہ خبر پہونچی تو احترام الدولہ کالون صاحب کو اس بارے مین بہت کچھ لکھا صاحب مذکور نے آصف الدولہ پر ایسے پوچ کام کی تمام قباحت ظاہر کر کے وہ شقّے جو شجاع الدولہ نے بیگم کو بھیجے تھے اور اُنمین وعدہ کیا تھا کہ تمھارے پنشن کے حقوق پہلے کے بموجب قائم رکھے جائینگے دکھائے۔ نواب نے شرمندہ ہو کر تمام اسباب واپس کیا جس کو بیگم فروخت کر کے گذر کرنے لگی۔

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم فیض آباد سے رام پور چلی آئین۔ نواب سید فیض اللہ خان نے اُنکے مصارف کے لیے معقول درماہہ مقرر کر دیا۔

الہ آباد کے جیل خانے سے روہیلکھنڈ کے قیدیونکی رہائی

دوندے خان اور حافظ رحمت خان کی اولاد اور جس قدر روہیلکھنڈ کے علما و فضلا و شرفا قلعہ الہ آباد مین قید تھے اُنھون نے متواتر عرضیان نواب سید فیض اللہ خان کی خدمت مین بھیجین اور التدعا کی کہ اس قید سخت سے ہمکو رہا کرا دیجیے۔ نواب موصوف نے رحم کھا کر مسٹر جان برسٹو لکھنؤ کے انگریزی رزیڈنٹ کو اُنکی رہائی مین کوشش کرنیکے لیے لکھا۔ رزیڈنٹ نے آصف الدولہ سے سفارش کی اور اس معاملے مین بہت دباؤ ڈالا آصف الدولہ نے تین لاکھ روپے ان محبوسون کی رہائی کی عوض مین طلب کیے اور یہ رقم اس طرح پوری کی گئی کہ ایک لاکھ اسی ہزار روپے نواب سید فیض اللہ خان نے عطا کیے اور ایک لاکھ بیس ہزار روپے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم نے دیے۔ اس طرح تین لاکھ روپے جمع ہو کر جان برسٹو صاحب کے پاس

بھیجے گئے جنھون نے آصف الدولہ سے قیدیون کی رہائی کا حکم سید معز خان قلعہ دار آلہ آباد کے نام حاصل کر کے بھیجا اس نے ایک مہینے تک سامان کی تیاری کے بہانے مین تعلل کیا۔ آخرکار ۱۷ شعبان ۱۱۸۹ھ ہجری کو جان برسٹو صاحب کے ہرکارون اور اپنے آدمیون کے ساتھ اُن قیدیون کا قافلہ لکھنؤ کو روانہ کیا یہ لوگ گڑھ مانک پور کے راستے سے ۲۹ شعبان ۱۱۸۹ھ ہجری کو لکھنؤ پہونچے۔ وہان کچھ دنون خواجہ یاقوت کے باغ مین خیمون کے اندر رہے پھر کرایے کی حویلیون مین رہنے لگے نواب سید فیض اللہ خان کی استدعا کے بموجب آصف الدولہ نے عنایت خان کی بی بی (یہ نواب موصوف کی حقیقی بہن تھین) اور فتح خان خانسامان کے عیال و اطفال و عبدالجبار خان کے اہل وعیال کو رام پور بھیجدیا۔ نواب سید فیض اللہ خان نے چارسو روپے ماہوار اپنی ہمشیرہ یعنی زوجۂ عنایت خان کے مقرر کر دیے۔

دوسرے سال جان برسٹو صاحب نے بڑی تقریرون کے بعد آصف الدولہ کو ایک لاکھ روپے سال کی پنشن ان لوگون کے واسطے مقرر کرنے پر مجبور کیا۔ فرح بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ ایک سال کی تنخواہ دینے کا حکم میر علی رضا فوجدار خیر آباد کے نام حاصل کر کے اُس مین سے چھیاسٹھ ہزار روپے حافظ رحمت خان کی اہل وعیال پر اور تینتیس ہزار روپے دوندے خان کے بیٹون پر تقسیم کر دیے اور باقی دوسرے اہل استحقاق کو دیدیے اور گلستان رحمت مین لکھا ہے کہ ان لاکھ روپون مین سے پینسٹھ ہزار روپے حافظ رحمت خان کے اہل وعیال کے اور پینتیس ہزار روپے

دوندے خان کے بیٹون کے مقرر کیے۔ مگر دوندے خان کے بیٹون نے قلت کی وجہ سے قبول نہ کیا اور دہلی کو نجف خان کے پاس چلے گئے کچھ دنون وہان رہ کر نواب سید فیض اللہ خان صاحب کے پاس رام پور مین چلے آئے کیونکہ یہان پر بہت سے روہیلے پیلی بھیت اور آنولہ سے آآکر اکھٹے ہو گئے تھے۔ اخبار حسن مین بیان کیا ہے کہ نواب صاحب نے دو دو ہزار روپیہ ماہوار ہر ایک بھائی کے مصارف کے لیے مقرر کر دیا۔ اسی پر قناعت کی فتح اللہ خان اور محب اللہ خان تو شہر مرادآباد مین رہنے لگے اور عظیم اللہ خان نے خاص رام پور مین سکونت اختیار کر لی۔ یہ بات فصول فیض اللہ خانی معروف بہ اقتباس العلاج سے ظاہر ہوتی ہے۔

پنجشنبہ ۲۴ رجمادی الاولی ۱۲۰۴ھ ہجری کو محب اللہ خان نے انتقال کیا۔ اور چہارشنبہ ۲۲ رشوال ۱۲۱۳ھ ہجری کو فتح اللہ خان فوت ہوا۔ اور سہ شنبہ ۱۲ ذیحجہ ۱۲۲۶ھ ہجری کو عظیم اللہ خان راہی ملک آخرت ہوا۔ اسکی رحلت کی تاریخ عنبر شاہ خان نے یون کہی ہے۔

از رحمت یزدان در رہبری رضوان	چون چید گل جنت نواب نکو آئین
در شدت درد و غم از بیش گہ فکرت	تاریخ وفاتش شد از باغ جنان گل چین

حافظ صاحب کے بیٹون مین سے حرمت خان۔ اکبر خان عظمت خان نے بھی جان برسو کے دربار کو قبول نہ کیا اور روہیلکھنڈ کو چلے آئے۔ انکی تنخواہ مین پیٹھ ہزار مین سے منہا ہو کر اکسٹھ ہزار پانچسو ہینسٹھ روپے سالانہ مقرر رہے۔ اسمین ان لوگون کے بھی وظیفے شامل تھے جو حافظ صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

حرمت خان۔ اکبر خان۔ اور عظمت خان کا رام پور آنا۔ حرمت خان کا رام پور سے بریلی کو چلے جانا اور پیلی بھیت کے لینے کی کوشش کرنا۔ آخر کار آصف الدولہ کی اور نواب سیّد فیض اللہ خان کی فوجوں سے مغلوب ہو کر کوہ کمایوں پر چڑھ جانا۔ اور حافظ صاحب کے خاندان کے بقیہ حالات

سنہ ۱۱۹۱ ہجری مین حرمت خان اور اُسکے دونون بھائی رام پور چلے آئے نواب سید فیض اللہ خان نے بہت خاطر کی۔ ایک مہینے تک یہان رہے پھر یہان بھی مزاج کی ناموافقت ہوئی تو بریلی کو چلے گئے اور وہان تھوڑے سے سوار و پیادے جمع کر کے پیلی بھیت کی طرف روانہ ہوے اور اُس مقام کو فتح کرنا چاہا نواب آصف الدولہ کی جس قدر فوج یہان متعین تھی اُس نے مدافعت کی اُنکی جمعیت کم تھی اور قلعہ مضبوط تھا فتح نہ ہو سکا وہان سے بھاگ کر تانک پتے کے جنگل مین جو دامن کوہ مین واقع ہے چلے گئے آصف الدولہ نے خبر پاکر حاکم بریلی کو حکم دیا کہ حرمت خان کے تعاقب مین فوج بھیجکر وہان سے نکالدے اور نواب سید فیض اللہ خان کو بھی لکھا کہ آپ بھی اپنی فوج حرمت خان کے تعاقب مین روانہ کرین اور اُس کو پہاڑ سے نکالدین۔ نواب سید فیض اللہ خان نے ملا صید خان بخشی اور احمد خان ولد فتح خان خانسامان کے رسالے

حرمت خان کے پیچھے نانک متے کی طرف بھیجے۔ اُن دونون فوجون سے حرمت خان کا مقابلہ ہوا۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد حرمت خان کوہ کمایون پر چڑھ گیا۔ تھوڑے دنون کے بعد یہان اپنے اہل وعیال کو اکبر خان کے ساتھ چھوڑ کر دہلی کو چلا گیا بادشاہ نے کئی ہزار روپے ماہوار اور کئی ہزار سوار و پیادون کا رسالہ اُس کے لیے مقرر کر دیا۔ لیکن یہان بے وجہ عبدالاحد خان وزیر سے سخت کلامی کر کے ضابطہ خان کے پاس چلا گیا اور وہان کچھ دنون رہکر سیندھیا کے پاس گیا۔ سیندھیا نے اُسکے گذارے کے لیے تنخواہ مقرر کر دی مگر مدد دینے سے انکار کیا اسلیے اُس سے آزردہ ہو کر افغانستان کو تیمور شاہ ابن احمد شاہ دُرّانی کے پاس چلا گیا اور شاہ سے ملاقات کر کے اپنی خرابی و بربادی کا سارا حال بیان کیا۔ اور شاہ سے چاہا کہ وہ ہندوستان پر فوج کشی کر کے دشمنون سے ہمارا ملک دلا دین شاہ نے اقرار کیا اور کئی مہینے تک حرمت خان وہان مقیم رہا جب شاہ کی روانگی ہندوستان کی طرف ظہور مین نہ آئی تو وہان سے رخصت ہو کر روہیلکھنڈ کو واپس آ گیا اور مرادآباد مین سکونت اختیار کر لی۔ اُسکے مزاج مین پہلے سے توحش تو تھا ہی اب بالکل مجنون ہو گیا اور بہاڑے سے اپنے متعلقین کو بھی مرادآباد مین بلا لیا۔ اکبر خان اُس سے علیحدہ ہو کر رامپور کو آ گیا نواب سید فیض اللہ خان نے چار سو روپے ماہوار مقرر کر کے اپنی ایک بیٹی اُس سے بیاہ دی اور اپنے پاس رکھ لیا۔ عظمت خان نے بریلی مین سکونت اختیار کر لی۔ بریلی کے حاکم نے چند گانون اُسکی جاگیر مین مقرر کر دیے اور محبت خان نے دوسرے بھائیون کے

مشاہرون مین سے کچھ کچھ لے کر اُسکا مشاہرہ بھی سب بھائیون کی مثل کر دیا۔ ۱۷۹۶ء مین جان برسٹو صاحب معزول ہوکر مڈلٹن صاحب اُسکی جگہ لکھنؤ کا رزیڈنٹ مقرر ہوا تو پھر لکھنؤ کے اہل کارون نے حافظ رحمت خان کے خاندان کی تنخواہ دینے مین تساہل اختیار کیا محبت خان مجبور ہوکر کلکتہ کو گیا اور گورنر سے استغاثہ کیا طلسم ہند سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت اودھ کی جانب سے گورنر کے پاس محبت خان سے ملاقات نہ کرنے کے باب مین تحریر پہونچ جانے کی وجہ سے گورنر نے محبت خان سے ملاقات نہ کی لیکن گل رحمت مین بیان کیا ہے کہ گورنر نے محبت خان کی بہت دلجوئی کی اور پانچ ہزار روپے دعوت کے اور ایک گھوڑا محبت خان کو دیا اور وعدہ کیا کہ مین آپ کے معاملے مین آصف الدولہ سے سفارش کرونگا چنانچہ جب امیر الدولہ حیدر بیگ خان آصف الدولہ کا مرسلہ کلکتہ کو گیا تو گورنر نے اُس سے محبت خان کی سفارش کی اور جب خود گورنر لکھنؤ آئے تو اُنھون نے آصف الدولہ سے کہا کہ محبّت خان کی تنخواہ آپ کے خزانے سے رزیڈنسی کے خزانے مین جایا کرے وہان سے محبت خان کو مل جایا کرے گی اُس وقت سے محبت خان کی تنخواہ لکھنؤ کے رزیڈنٹ کی معرفت ملنے لگی اور حافظ صاحب کا خاندان کمپنی کے متوسلین مین مقرر ہوگیا۔ محبت خان انگریزون کو حامی سمجھ کر رزیڈنٹ کے دربار مین جایا کرتا اور نواب آصف الدولہ کے دربار مین بھی حاضر ہوتا[له] محبت خان اور محمد دیدار خان نے لکھنؤ ہی مین سکونت اختیار کرلی۔ اور دوسرے بھائیون نے رزیڈنٹ سے روہیلکھنڈ مین رہنے کی

له دیکھو تفضیل الغافلین ص ۱۲۶

اجازت حاصل کر لی۔ارادت خان نے شاہ جہان پور مین اقامت کی اور باقی اور بھائی بریلی مین چلے آئے۔

جبکہ آصف الدولہ کے بعد سعادت علی خان سے سرکار کمپنی نے روہیلکھنڈ لے لیا تو کمپنی کے اہلکارون نے حافظ صاحب کی اولاد کی آمدنی کی قلت اور مصارف کی کثرت پر خیال کرکے اُنکی معاش مین اضافہ کرنا چاہا چنانچہ ۱۲۲۰ھ ہجری مین مسٹر سٹن صاحب نے اس خاندان کا اضافہ تجویز کرکے گورنر جنرل کو رپورٹ کی وہان سے تیس ہزار پانچسو تیرہ روپیہ سالانہ اضافہ منظور ہوا اور یہ حکم ہوا کہ یہ اضافہ سب بھائیون پر تقسیم ہو اس اضافے مین حرمت خان عظمت خان اور اکبر خان بھی داخل ہوے جو سابق کے وظیفے سے محروم ہوگئے تھے۔اور اگلا پچھلا روپیہ سب ملا کر نوے ہزار دو سو اٹھتر روپیہ سالانہ حافظ صاحب کے بارہ بیٹون اور ایک بیٹی پر تقسیم ہوگیا۔اور اسمین سے سعادت خان بخشی سردار خان کے بیٹے اور اختیار خان چیلے کا بھی درماہہ مقرر ہوا اور یہ حکم ہوگیا کہ اس وجہ معاش کے سوا جو کچھ نقدی یا جاگیر وزیر الممالک نے یا اُنکے اہلکارون نے اُنکے لیے مقرر کی ہے وہ بھی ہمیشہ کے لیے اُنپر بحال رہے

مؤلف سیر المتاخرین کا بیان ہے کہ مین نے شجاع الدولہ کی وفات کے بعد آصف الدولہ کی حکومت کے آغاز مین حافظ رحمت خان اور دوندے خان کی اولاد کو اکثر لکھنؤ مین دیکھا اور اُنکی کیفیت خود مشاہدہ کی اور لوگون کی زبان سے بھی سُنی۔اس جماعت مین سب سے بہتر محبت خان ابن حافظ رحمت خان ہے جو عنایت خان کا چھوٹا بھائی ہے یہ شخص صورت و سیرت دونون کے

اعتبار سے حکومت و سرداری کی لیاقت رکھتا ہے لیکن اس سفلہ پرور زمانے مین اُسکے لیے بہت تھوڑی معاش جو ننگ و عار کا موجب ہے مقرر کی گئی ہے اور نواب سید فیض اللہ خان کو بیس لاکھ روپے کی آمدنی کا ملک دیا گیا ہے حالانکہ روہیلون کے اقتدار کے زمانے مین اُنکے پاس پانچ لاکھ روپے کی آمدنی سے زیادہ کا ملک نہ تھا اس چرخ جفا کار کی سفلہ پروری کا بیان حیطۂ تحریر مین لانا مشکل ہے (انتہیٰ)

اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ سیر المتاخرین کے مؤلف کو اس معاملے مین تجربہ اور واقفیت بالکل نہ تھی۔ نہ وہ مردم شناس تھا ورنہ وہ ایسا نہ لکھتا۔ نواب سید فیض اللہ خان کی سی قابلیت ایک رئیس روہیلہ مین نہ تھی۔ وہ صورت و معنی دونون کے نواب تھے۔ اور محبت خان صرف باعتبار صورت کے محبت خان کی باتین مؤلف مذکور نے سُن لی ہونگی لیکن صرف علم مجلسی سے اُس زمانے مین کام نہین چلتا تھا۔ ملکداری اور حکمرانی کی قابلیت اور ہوتی ہے۔ یہ قابلیت نواب سید فیض اللہ خان مین تھی محبت خان مین نہ تھی۔ اگر حافظ صاحب کے کسی بیٹے مین سروری و سرداری کی قابلیت ہوتی تو حافظ صاحب کے مارے جاتے ہی وہ اپنے باپ کے تمام عیال و اطفال کو پہاڑ کے کسی مقام مین لے جاتا اور خود بھی وہین پناہ گزین ہو کر گرفتاری سے محفوظ رہتا اپنے باپ کی فوج کی سرپرستی کر کے مقابلے کے لیے تیاری کرتا۔ دشمن کے تنگ کرنے کا سامان کرتا۔ اور جب ایسا کرتا تو مخالف کی قوت کے دو حصے ہو جاتے۔ ایک حصہ

نواب سید فیض اللہ خان کے مقابل رہتا دوسرا حصہ اُسکے مقابلے مین آجاتا۔
بلکہ حافظ صاحب کے بیٹون کو یہ چاہیے تھا کہ اپنے اہل و عیال کو کسی محفوظ
مقام مین رکھکر مرہٹون کے طور پر اپنے دشمن کو تنگ پکڑتے اُس زمانے مین
نہ رستے صاف تھے نہ ملک کا ہر ایک حصہ کُھلا ہوا تھا نہ اُنکے دشمنون کے
پاس اُن سے اچھے ہتھیار تھے نہ روہیلون کی طرح دلیر و جفاکش اُن کی فوجین
تھین اور اگر اُن سے کچھ بھی نہین ہوسکتا تھا تو سیدھے نواب سید فیض اللہ خان
کے پاس لال ڈانگ کو چلے گئے ہوتے پھر دیکھتے کہ صلح کس عنوان سے
ہوتی۔ اُنھون نے تو یہ غضب کیا کہ شجاع الدولہ کے ہاتھ مین اپنے تمام خاندانون
کو مقید کرا کے روہیلون کی بالکل ہی قوت کو نیست و نابود کر دیا تھا اور اپنے
مخالفون کی تکلیف اور مصیبت اور فکر اور روہیلون کی ہیبت اور وقار کا
کوئی ذریعہ باقی چھوڑا ہی نہ تھا۔ یہ لوگ بھی لال ڈانگ مین ہوتے تو جو
نواب سید فیض اللہ خان کا حال ہوا اُسی کے قریب قریب حافظ صاحب
کے خاندان کا ہوتا۔ محبت خان مین یہ کیسی سروری کی لیاقت تھی کہ شجاع الدولہ
جیسے روہیلون کے دشمن اور حافظ رحمت خان کی خانہ ویرانی کرنے والے
سے مہربانی کی توقع رکھ کے اُس کے دربار مین حاضر ہوگئے اور اُس کی
بغیر دردسری کے اپنے تمام رشتہ دارون کو گرفتار کرا دیا۔ محبت خان کو تو یہ
خوب سمجھ لینا چاہیے تھا کہ جیسا ہمارے باپ کے ساتھ شجاع الدولہ نے
معاملہ کیا اُسی طرح ہمارے ساتھ یہ سلوک کرینگے نواب سید فیض اللہ خان
کی اعلیٰ درجے کی دانائی کا ثبوت اِسی سے ہوتا ہے کہ پانچ لاکھ روپے کی

جاگیر مین اُنھون نے ایسا انتظام کیا کہ اپنی سرکار کا خرچ بھی چلایا۔ فوج بھی نوکر رکھی اور کروڑون روپون کا خزانہ بھی جمع کر لیا۔ جو ملک داری اور بقاے سرداری کے لیے ایک لازمی جز ہے۔ اور پھر یہ خزانہ ایسے بربادی بخش وقت مین کام آیا کہ اُس کی بدولت بیس لاکھ روپے کا ملک حاصل کیا اور جنکے پاس بڑے بڑے ملک تھے اُن کے پاس اتنا بھی نہ نکلا کہ وہ ضروری مصارف کو پورا کرکے مخصوصون سے اپنی جان بچا لیتے اور مخالفون سے عہدہ برآ ہونے کے مقام مین کام مین لاتے۔ شجاع الدولہ نے نواب سید فیض اللہ خان کو ملک بادل ناخواستہ دیا تھا۔ محبت خان سرداری کی لیاقت رکھتے تھے تو اُنھون نے بھی اپنے دشمن کو مجبور کرکے ملک حاصل کیا ہوتا۔

محبت خان شعر بھی کہتے تھے۔ اس فن مین جرأت سے تلمذ تھا۔ آبحیات مین لکھا ہے کہ جرأت محبت خان کی سرکار مین نوکر تھا۔ چنانچہ حسب حال یہ شعر کہا تھا ؎

بسکہ گلچین تھے سدا عشق کے ہم بستان کے ہوے نوکر بھی تو نواب محبت خان کے

محبت خان کے دیوان کا یہ انتخاب ہے ؎

ہوتا ہے ابھی حاصل سب کام محبت کا دے اُسکو خداوندا تو جام محبت کا
سینے سے جب رقیب کے تو اے صنم لگا پتھر کو غم کے رہگئے چھاتی سے ہم لگا
یارب یہ کسنے کی ہے ملاقات کم کہ پھر افزود ہونے درد مرا دم بہ دم لگا
تجھکو چھوڑ اے بت مغرور نہین جانے کا جاؤن تو پر مجھے مقدور نہین جانے کا
روز اُٹھ جاوے ہے وہ شوخ یون ہی دم دیکر ابھی آتا ہون مین کچھ دور نہین جانے کا

دل کو کرتا ہی تھا غارت کہ جگر دیکھ لیا
آہ اُس ترک نے اب یہ بھی نگر دیکھ لیا

یار و غارتگر دل وہ نگہ پنہان ہے
چور تو مجھ سے چھپا مین نے ہے پر دیکھ لیا

جب تلک تو بتِ خود کام نہین آئے گا
دل بیتاب کو آرام نہین آئے گا

مجھکو خطرہ ہے خدا یہ نہ کرے جو اُسکا
دیوے قاصد بھی پیغام نہین آئے گا

مین کہا نام محبت کا ابھی بھولا تو
بولا مجھ کو کبھی یہ نام نہین آئے گا

اتنا تو سمجھ کیا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا
کچھ تو مجھے کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

تہمت مجھے کچھ کہنے کی مت دے کہ میری
خاموشی ہی گویا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

اکبار تو کچھ کہہ گئے اور کہہ کے مکر گئے
دیکھو یہ دوبارہ ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

مین غیر کے سُن سُنکے سخن چپ رہون کیا دخل
سب واسطہ تیرا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

جو جی مین ترے آئے تو کہہ کیا کرون لے یار
میرا ہی یہ جگرا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

ظاہر ہے کہ تو مجھکو کہے جاتا ہے کچھ کچھ
اور یہ بھی ہویدا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

وہ شوق سے بد کہتا ہے مجھکو یہ محبت
کیا جانون سبب کیا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

شوم بہتر ہے سخی سے جلد کہدے ایک بات
یا تو بوسہ دے مجھے اے یار تو اب یا جواب

بولتا جو وہ نہین یارو کسی کی بات پر
یہ نہ سمجھو تم تکبر سے نہین دیتا جواب

بسکہ تنگی کے سبب اُسکا دہن ملتا نہین
جیسا ناپید دہان ہے ویسا ناپید جواب

اُسکے در پر تھی محبت کی یہ قدر و منزلت
جب گیا مجرے کو در پر دور ہی سے تھا جواب

ٹک بندہ خانہ کو تم آجاؤ میرے صاحب
جلوہ مجھے بھی اپنا دکھلاؤ میرے صاحب

بیٹھے نہ ایک ساعت گھر کو چلے ابھی سے
اتنا تو جلد مت تم گھبراؤ میرے صاحب

بوسہ نہین تو باتین کچھ کیجے اپنے لب سے
دل کو مرے ذرا تو بہلاؤ میرے صاحب

کاکل مین ہے کہ خط مین پیارے دل محبت
کس جا چھپا رکھا ہے بتا دو میرے صاحب

کس طرح ہمکو بنے اُس سے ملاقات کا ڈھب
جس سے ہرگز نہ ملا آہ کبھی بات کا ڈھب

خانۂ غیر مین کرتے ہو مری مہمانی ÷
واہ وا زور یہ سیکھے ہو مدارات کا ڈھب

گرچہ بیٹھے ہو مرے پاس و لے غیرون سے
مین نے دیکھا ہے تمھارا ہے اشارات کا ڈھب

کیا پوچھتے ہو تم مرے درد کُہن کی بات
تو ہمدمو کچھ اب کرو گور و کفن کی بات

غنچے نہین چٹکتے چمن بیچ مل کے سب
آپس مین کرتے ہین مرے غنچہ دہن کی بات

کہتے ہین بوسہ دینے کہا ہمنے پر مجھے
باور ہو تب جو آپکے سُن لون دہن کی بات

بہت آیا ہون تنگ اس دل کے مین فریاد و نالے سے
کسی کی جو نہ ڈالے ہمدمو بیمار سے صحبت

ہوا صحبت سے بلبل اور گل کی مجھپہ یون ظاہر
نہ مفلس کی بنے ہرگز کبھی زردار سے صحبت

شب فرقت کا مجھسے حال مت پوچھا کرو یارو
کبھی رہتی ہے در سے اور کبھی دیوار سے صحبت

خدا جیتا بچادے آج اُسکو تو غنیمت ہے
محبت کو پڑی ہے یک بت خونخوار سے صحبت

نے آشتی نہ صلح نہ تھا مجھ سے جنگ رات
مین نے تو دیکھے آپکے کچھ اور ڈھنگ رات

کر یاد سوز دل کو مرے کھینچی ایک آہ
دیکھا جو اُسنے شمع پہ جلتے پتنگ رات

روتا تھا کوئی خون کوئی غلطان تھا خون مین
مجلس مین ہو رہا تھا عجب اُسکی رنگ رات

زاہد یہ دخت رز جو ہوئی اپنے روبرو
بے اختیار آ گئی ہمکو اُمنگ رات

شب تیری خوب کھائین محبت نے گالیان
کیا کہیے اُسکا جاتا رہا عار و ننگ رات

یون دیکھتا ہون زلف سیہ فام کی طرف
گھبرا کے صید دیکھے ہے جون دام کی طرف

جی چاہے بوسہ دے مجھے جی چاہے گالیان
دیجو پر اپنے دیکھ کے تو نام کی طرف

نے زر یہان نہ زور نہ یار آشنا کا نام
رکھتے ہین اپنے پاس صنم ہم خدا کا نام

ظالم کہون مین یا کہ ستمگار ہمدمو کیا پوچھتے ہو مجھ سے تم اُس بیوفا کا نام

بخشی سردار خان کی اولاد کا باقی حال

احمد خان پسر بخشی سردار خان نواب سید فیض اللہ خان کی اطاعت مین ہمیشہ سرگرم رہتا تھا اس لیے نواب موصوف اُس سے محبت رکھتے تھے۔ لال ڈانگ سے جو اُسکو گنگا پار اُتار دیا اور رام پور مین نہ لائے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ نواب شجاع الدولہ کو اُس سے سخت عداوت تھی کیونکہ احمد خان نے اُنسے رام گھاٹ پر ملاقات کر کے عہد و پیمان باہم کر لیا تھا اور جبکہ شجاع الدولہ نے روہیلکھنڈ پر چڑھائی کے ارادے سے گنگا کے گھاٹ پر پل کی تیاری کا خواجہ لطافت کو حکم دیا تو احمد خان نے پھر اپنا ایک سفیر گنگا پار موضع کوریا گنج مین شجاع الدولہ کے پاس بھیج کر پہلے عہد و پیمان کو تازہ کر لیا تھا اور جبکہ جنگ شروع ہوئی تو حافظ رحمت خان کا ساتھ دیا اسلیے نواب شجاع الدولہ اُسپر بہت غصے تھے فتح حاصل ہونے کے بعد وہ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے خدا کا شکر ہے کہ اُسنے مجھکو روہیلکھنڈ کے آدمیون کے خون مین مبتلا ہونے سے محفوظ رکھا مگر مین احمد خان کو ضرور قتل کراؤنگا۔ اپنے افسرون کو حکم دے دیا تھا کہ احمد خان کو جہان پائین قتل کر ڈالین مگر احمد خان شکست کے بعد میدان جنگ سے نکل کر لال ڈانگ مین پہونچ گیا۔ اور برابر مورچون کی تیاری اور نواب سید فیض اللہ خان کی خدمت گذاری مین مصروف رہا۔ جب نواب سید فیض اللہ خان اور نواب شجاع الدولہ مین معاہدہ قرار پاکر صلح ہوئی تو اول ہی

ملاقات مین نواب شجاع الدولہ نے نواب سید فیض اللہ خان سے کہا
کہ ہم کو احمد خان کے قتل کی بڑی لاگ ہے مگر جب کہ وہ آپ کی رفاقت
مین ہے تو ہم نے اس خیال سے درگذر کی اب آپ اُس کو اپنے پاس
سے علحدہ کردین۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شجاع الدولہ کی بات کوٹالنا مناسب نہ تھا
نواب سید فیض اللہ خان نے مجبور ہوکر قبول کیا اور احمد خان اور اُس کے
بھائیون کو اپنے لشکر سے رخصت کردیا نواب سید فیض اللہ خان کی مرضی یہ تھی
کہ شجاع الدولہ یہان سے کوچ کر جائینگے تو پھر مین احمد خان کو ہمراہ لیجاؤنگا
مگر اُنھون نے یہ ہوشیاری کی کہ کرنیل چمپین کو مع انگریزی فوج کے بدایون کے
ضلع مین رام گھاٹ پر کئی دن تک ٹھہرادیا۔ اور اُس کے سامنے تمام پٹھانون کے
ساتھ احمد خان کو گنگا پار اُتار دیا۔ احمد خان محمد خان اور عبدالرحمن اور دوسرے
لواحقین کو ساتھ لے کر نواب ضابطہ خان کے علاقے مین چلا گیا اور نوکری کے
ذریعے سے اوقات بسری کرنے لگا طرفہ یہ ہے کہ اخبار حسن مین لکھدیا ہے کہ
احمد خان بن بخشی سردار خان کو شجاع الدولہ کے ساتھ قدیم سے راہ و رسم دوستانہ
تھی اسلیے اُسنے شجاع الدولہ کی بہت امیدواری کی مگر اُنھون نے احمد خان
کا ملک واپس نہ کیا اور یہ بھی اخبار حسن سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد خان
آخر کار نواب سید فیض اللہ خان کے پاس چلا آیا تھا۔ نواب موصوف نے
اُس کے مصارف کے لیے بیس[1] قرار در ماہہ مقرر کردیا۔ ۸ ار رمضان
سنہ ۱۲۲۴[2] ہجری کو احمد خان کا انتقال ہوگیا۔

له دیکھو روہیلکھنڈ گزیٹیر اور فرح بخش مین اسکی جگہ بینس کھتہ لکھا ہے ۱۲ سله دیکھو فرح بخش ۱۲

شہامت خان پندرہ سال سے شجاع الدولہ کی خدمات انجام دیتا تھا اور ہر ایک طرح سے اُن کے ساتھ اخلاص رکھتا تھا۔ خلا اور ملا مین اُنکی تعریف کرتا رہتا اور ہمیشہ عمدہ عمدہ گھوڑے طلائی اور نقرئی زیور سے آراستہ کر کے اور اچھے اچھے شال دوشالے اُن کے پاس تحفۃً بھیجا کرتا تھا اور اپنے آپ کو شجاع الدولہ کا بڑا یار اور گہرا دوست سمجھتا تھا ہمیشہ اسکی آرزو یہ تھی کہ شجاع الدولہ کی دولت و ملک کو ترقی رہے جب حافظ رحمت خان مارے گئے۔ شجاع الدولہ نے فتح پائی تو خوشی سے جامے مین پھولا نہ سماتا تھا اور ہر دم اللہ کا شکر ادا کرتا تھا اور دل جمعی سے آنولہ مین بیٹھا رہا اور ہر وقت اس انتظار مین تھا کہ میری جاگیر بلکہ بخشی مرحوم کا تمام علاقہ شجاع الدولہ مجھکو دیدینگے جو کوئی شجاع الدولہ کے لشکر سے آتا تو خان مذکور یہ سمجھتا کہ میرے لیے جاگیر کی بحالی کا پروانہ لایا ہوگا۔ اسی طرح ناعاقبت اندیش مصاحبون کے اغوا سے آنولے مین بیٹھا رہا۔ اور شاہ صدق علی سے جو نواب شجاع الدولہ کی طرف سے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کی دلجوئی اور اطمینان کے لیے آنولے مین آیا ہوا تھا بہت گہری دوستی پیدا کرلی۔ ہزارون روپیہ اس سید عیار کی تواضع کردیا تھا۔ صدق علی نے جو دیکھا کہ خان مذکور بالکل سادہ لوح ہے تو اُسکا سارا مال و اسباب اپنے پاس بطور امانت کے رکھ لیا۔ شہامت خان اپنی اس حرکت سے از بس مسرور تھا کہا کرتا تھا کہ میرا خازن شاہ صدق علی مصاحب نواب شجاع الدولہ ہے۔ میرا مال بڑی حفاظت سے رہے گا۔ صدق علی اللہ کی جناب مین ہزارون شکر کرتا تھا کہ مسلمان کا مال بے محنت کے

ہاتھ لگا۔ صدق علی نے بعد اسکے یہ عیاری کی کہ شہامت خان کی ساری اشرفیان شیدی بشیر کے ساہوکار نانک چند کے پاس بسولی کی چھاؤنی مین جمع کر دین۔ بشیر کو پٹھانون سے دلی عداوت تھی اُس نے شجاع الدولہ کو لکھ بھیجا کہ مین نے شہامت خان کا سارا مال جمع کرا کے فلان دوکان پر رکھوا دیا ہے اگر مرضی مبارک ہو تو مال حلال ہے لے لیا جائے۔ شجاع الدولہ ایک بڑی لالچی طبیعت رکھتے تھے اُنھین دوستی اور آشنا سائی سے کیا واسطہ۔ فوراً چوبدار کو بھیجکر دوکان سے وہ سارا مال طلب کر کے بہو بیگم کے سپرد کر دیا اور خوش ہو کر کہنے لگے کہ تمام روہیلکھنڈ مین یہی مال طیب ہاتھ آیا ہے۔ شاہ صدق علی کی بدولت شہامت خان مفلس ہو گیا اور اس دوغلے دغاباز دوست نے اُسکا کام خراب کر دیا اسلیے روہیلکھنڈ سے نکل کر دلی کو چلا گیا اور وہین رہنے لگا۔

سعادت خان نے دو ہزار اشرفیان باپ کے ترکے مین سے پائی تھین اور چونکہ دوندے خان کی ایک بیٹی اس سے بیاہی تھی اس لیے جہیز بھی بہت سا ملا تھا جب بخشی سردار خان کا انتقال ہوا تو اسنے امارت کا ٹھاٹ درست کرنے مین روپیہ صرف کرنا شروع کیا اور باپ کے ملک مین سے حصہ حاصل کرنے کی ہوس مین تمام نقد روپیہ اور زیور اور خانہ داری کا اسباب فروخت کر کے نوکرون چاکرون کے خرچ مین اُڑا دیا مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ تمام مال و متاع اور زر نقد کھو کر خفیف اور خراب حال ہو گیا قلندرانہ اوقات گذاری کرنے لگا یہانتک کہ کھانے کو محتاج ہو گیا دوندے خان کی حویلی پر رہنے لگا وہین سے خورد و نوش کا کام چلنے لگا۔ جب حافظ صاحب مارے گئے

تو اسکے اہل و عیال اپنے والدین کے یہان بسولی مین موجود تھے وہ بھی دوندے خان کی عورتون اور بچون کے ساتھ شجاع الدولہ کے پنجے مین آکر الہ آباد مین مقید ہو گئے۔ سعادت خان اُن کی رہائی کی کوشش مین شجاع الدولہ کے لشکر مین پہونچا اور اُن کے ہمراہ لال ڈانگ تک رہا اور صلح کے بعد فیض آباد کو ساتھ گیا۔ شجاع الدولہ کے انتقال کے بعد آصف الدولہ کے لشکر مین خراب و سرگردان پڑا رہا مگر کسی نے اُس کی بیکسی پر رحم نہ کیا۔ جن لوگون نے اُسکا مال و اسباب کھایا اُڑایا تھا اُنھون نے اس مصیبت کے وقت مین اُسکی خبر نہ لی اکثر ایسا ہوتا کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک فاقے سے پڑا رہتا۔ جبکہ ۱۱۸۹ھ ہجری مین قیدیان روہیلکھنڈ جیلخانہ الہ آباد سے رہا ہو کر لکھنؤ پہونچے تو سعادت خان کی بی بی بھی رہا ہو کر لکھنؤ مین اپنے بھائی محب اللہ خان اور فتح اللہ خان کے ساتھ رہنے لگی۔ ۱۲۰۲ھ ہجری مین انگریزون نے حافظ رحمت خان کے خاندان کے وظائف مین ترقی کی تو سعادت خان کے لیے بھی مدد معاش مقرر کی۔

کلو خان روہیلون کی شکست کے بعد آنولے کی فراری کے وقت اپنا سامان اور مال اور والدہ کو لے کر بسولی کو چلا گیا اور بہت سامال و اسباب حفاظت کی غرض سے دوندے خان کی حویلی مین رکھدیا اور اپنی مان کے ساتھ بسولی مین رہنے لگا جب بسولی کی طرف شجاع الدولہ کی آمد مشہور ہوئی تو کلو خان کے پاس جس قدر مال موجود تھا اُسکو اور اپنی مان کو لیکر دریاے گنگا کے پار چلا گیا دوندے خان کی حویلی مین جو کچھ مال و اسباب

اُسکا رہگیا وہ شجاع الدولہ کی ضبطی مین آیا۔

نواب سیّد فیض اللہ خان کی سپاہ کی فوج آصفی و انگریزی کے ساتھ معبر دارانگر پر تقرری اور نواب سیّد فیض اللہ خانکی سپاہ کے ساتھ اُن دونون فوجونکا جھگڑا ہونا

جبکہ سکھون کی شورش اور تاخت و تاراج کا اثر دریاے گنگا کے کنارے تک ظاہر ہونے لگا تو نواب آصف الدولہ نے کچھ سپاہ انگریزی اور اپنی فوج دارانگر پر گنگا کے متصل متعین کر دی اور نواب سیّد فیض اللہ خان کو لکھا کہ آپ بھی کچھ اپنی فوج وہان بھیجدین تاکہ یہ دونون فوجین ملکر سکھون کے ادھر آنے مین مزاحمت کرین۔ نواب سید فیض اللہ خان نے مولوی غلام جیلانی خان کا رسالہ وہان بھیجدیا باوصف اس فوج کے وہان پہنچ جانے کے اور گنگا کے گھاٹ پر احتیاط رکھنے کے بھی سکھون نے ایک بار یورش کرکے دریاے گنگا کو عبور کیا اور سنبھل کو لوٹ لیا اور شرفا کی ننگ و ناموس کو برباد کیا۔ اسی طرح کئی سال یہ فوجین دارانگر مین مقیم رہین۔ ماہ رمضان ۱۱۹۵ ہجری مین نواب آصف الدولہ کی اور انگریزی سپاہ کے ساتھ نواب سید فیض اللہ خان کے آدمیون کی لڑائی ہوئی۔ انگریزی اور آصفی سپاہ کو ہزیمت ہوئی اور نواب صاحب کا رسالہ فتحیاب ہوا مولوی غلام جیلانی خان کے رسالہ کے یہ تین جماعہ دار مارےگئے بیاس خان احد خان۔ میان صدیق ابن میران صاحب پٹھانون نے اُن پلٹنون کا

اسباب اور سامان لوٹ لیا۔ اس فساد کے بعد سے سپاہ کی تعیناتی دارانگر کے مقام سے موقوف ہوگئی مگر انگریز اور آصف الدولہ اس جھگڑے کا حال سنکر ناراض ہوئے اور لکھنؤ سے پامر صاحب اور تفضل حسین خان کشمیری تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ تاوان وصول کرنے کے لیے رام پور کو آئے یہ دونون صاحب رام پور پہونچے اور نواب سید فیض اللہ خان سے بات چیت ہوئی نواب صاحب چونکہ نہایت دوراندیش تھے اسلیے پندرہ لاکھ روپے دے کر راضی کر دیا۔ یہ بیان جام جہان نما کے مطابق ہے۔ مگر انگریزی کتب تواریخ مین ان پندرہ لاکھ روپون کے دیے جانے کی حقیقت دوسرے طور پر لکھی ہے ممکن ہے کہ یہ واقعہ بھی ضمناً اُس مین شامل ہو۔

گورنمنٹ انگریزی کا آصف الدولہ کو ترغیب کرنا کہ وہ ریاست رام پور کو ضبط کرلین اور اس حیلے سے پندرہ لاکھ روپے اور بقولے تیس لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان سے وصول کرنا

عہدنامہ لال ڈانگ کے موجب نواب سیّد فیض اللہ خان سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ پانچ ہزار سے زیادہ سپاہ اپنے پاس نہ رکھین اور نواب اودھ کی اعانت دو تین ہزار سپاہ سے بہنگام جنگ موافق اپنی قابلیت کے کیا کرین جب انگریزون اور فرانسیسون مین لڑائی شروع ہوئی تو نواب سیّد فیض اللہ خان نے دو ہزار سوار بھیجنے کی درخواست انگریزون سے کی

تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کام کرنا چاہیے تھا جو انصاف اور شرافت کے مناسب تھا۔

مرزا جوان بخت اور مرزا سلیمان شکوہ شاہزادگان دہلی کا رام پور مین ورود

مرزا جوان بخت جو شاہ عالم کی نیابت مین دہلی مین رہ چکے تھے ۱۱۹۶ھ مین قلعۂ دہلی سے نکل کر لکھنؤ کی طرف روانہ ہوے۔ جب رام پور مین آئے تو نواب سید فیض اللہ خان نے بہت کچھ پیش کش نذر کیا اور بڑی دھوم دھام سے مہمانی کی رسم ادا کی شاہزادے صاحب سات روز تک یہان رہے پھر لکھنؤ کے ارادے سے بریلی کی طرف چلے گئے۔

سہ شنبہ ۳۔ جمادی الاخریٰ ۲۶ سنہ جلوس شاہ عالم مطابق ۱۱۹۹ھ ہجری مین شاہزادۂ سلیمان شکوہ مخفی قلعۂ دہلی سے نکل کر لکھنؤ کے ارادے سے جمادی الاولیٰ مین مرادآباد مین داخل ہوے۔ شب کے وقت نواب سید فیض اللہ خان کو اُن کے داخلۂ مرادآباد کی خبر ملی صبح کو شاہزادے صاحب رام پور کی طرف روانہ ہوے۔ نواب صاحب نے شہر سے چار کوس کے فاصلے پر استقبال کیا نذر گذرانی اور بڑے اعزاز کے ساتھ رام پور مین لاکر قلعہ مین اُتارا۔ نقد و جنس ہاتھی گھوڑے ہتھیار اور خیمے وغیرہ پیش کیے۔ وقایع عالم شاہی مین ان اشیا کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان رئیس رام پور نے دو ہزار روپیہ اور دو ہاتھی

گورنر جنرل نے کورٹ ڈائرکٹرز کو رپورٹ بھیجدی کہ آصف الدولہ کی درخواست نواب سید فیض اللہ خان سے پانچ ہزار سوارون کی بجاتھی موافق عہدنامے کے دو تین ہزار سپاہ سے خدمتگذاری اُن کے ذمے واجب تھی اور جو افواہین اُنکی بغاوت کی نسبت مشہور ہوئی تھین وہ محض بے اصل تھین۔

مل کی انگریزی تاریخ مین لکھا ہے کہ اس معاملے مین انگریزی دست اندازی نے صرف اپنا اعتبار ثابت کرنا چاہا گر اُس کے خلاف لوگون مین یہ مشہور ہوا کہ آصف الدولہ نے اس دست اندازی کی بابت انگریزی حکومت کو کچھ معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا (انتہیٰ)

سرکار کمپنی کے روپے کی ضرورت نے روہیلون کے ساتھ سوائے ظلم وستم کے اور کچھ کام نہ کیا۔ انتظام مین عدالت کو دخل نہ تھا عہد وپیمان کا تار کبھی بال سے زیادہ نازک اور کبھی لوہے سے زیادہ سخت ہو جاتا تھا ہر کام کے لیے یہ عذر تھا کہ سخت ضرورت تھی ؎ گر ضرورت بود روا باشد پر عمل تھا مگر بُرے کامون کو کہین ضرورت اچھا نہین بنا دیتی۔ ایک لٹیرا کہے کہ مجھے اپنے معصوم بچون اور بیکس بیوی کے روٹی کپڑون کے لیے روپون کی ضرورت تھی اس لیے مین نے لوٹا تھا تو کیا بُرائی سے وہ بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ غرض اُس وقت فقط یہ دیکھ لیا جاتا تھا کہ کس کام کے کرنے مین بڑی بڑی مشکلین آسان ہوتی ہین اُسی کو کرنے لگے اور یہ نہ سمجھے کہ ہمیشہ عزت کو بٹہ لگتا ہے۔ اب بڑا سوال اکثر یہ کیا جاتا ہے کہ ایسی مصیبتون کی حالت مین یہ نہ کیا جاتا تو کیا کیا جاتا

جانب سے ہین وہ اس بارے مین اُن سے مزاحمت کرین گے۔ بشرطیکہ
نواب سید فیض اللہ خان تمام شرائط عہدنامے کی تعمیل کرین جو اُن کے
اور وزیر کے درمیان قرار پایا ہے۔ باستثنائے اُس شرط کے جس کی روسے اُنھین فوج
دینی فرض ہے۔ اور نواب سید فیض اللہ خان نواب وزیر کے کسی مستاجر کو
ترغیب نہ دین اور اپنے علاقے مین رہنے نہ دین اور نواب وزیر بھی عہدنامۂ
سابق کی شرائط کی تعمیل کرینگے اور اُن کی ریاست کے اہلکار اس کے مطابق
نواب سید فیض اللہ خان کے کسی مستاجر کو ترغیب نہ دینگے اور نہ اپنے ملک
مین پناہ دینگے۔ مین اس عہدنامے کو نواب وزیر کی جانب سے منظور کر کے
اقرار کرتا ہون کہ نواب سید فیض اللہ خان فرض مدد دہی سپاہ سے بری
کیے گئے اور تحریر ضمانت ارباب کونسل کی جانب سے جو نواب سید فیض اللہ خان
کے لیے تھی دیتا ہون۔

المرقوم ۱۴ ماہ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ ہجری مطابق ۱۷ فروری ۱۷۸۳ء۔

کونسل مین منظور ہوا فورٹ ولیم بتاریخ ۳۰ جون ۱۷۸۳ء۔

دستخط وارن ہیسٹنگ۔ دستخط ایڈورڈ ویلر۔ دستخط جان میکفرسن۔
دستخط جان اسٹیس۔

اسکے علاوہ پندرہ لاکھ اور اس بہانے سے وصول کیے کہ یہ جاگیر نواب
سید فیض اللہ خان کی حین حیات تھی اب یہ اُن سے عہد کیا گیا کہ نسلاً بعد نسل
یہ ملک قائم رہیگا۔ اورل کی انگریزی تاریخ مین لکھا ہے کہ اس دوسری رقم کے
دینے سے نواب فیض اللہ خان نے انکار کر دیا۔

تحریر جو میجر ولیم پامر صاحب نے نواب سیّد فیض اللہ خان بہادر کو دی تھی

چونکہ عہدنامہ اکثر شرائط کا سابق وزیر مرحوم شجاع الدولہ اور وزیر حال آصف الدولہ کے اور نواب سید فیض اللہ خان کے درمیان قرار پایا ہے اُس مین ایک یہ بھی شرط ہے کہ جب کہین نواب وزیر فوج کشی کرین تو نواب سید فیض اللہ خان دو تین ہزار سپاہ خود بھی فوج کے ہمراہ دین گے۔ اس سے فریقین مین گاہ گاہ تکرار اور شبہ پیدا ہوا ہے لہذا نواب سید فیض اللہ خان نے میری معرفت درخواست کی کہ نواب وزیر اس شرط کو جس سے اُن پر فرض ہے کہ بروقت ضرورت فوج سے مدد کرین مسترد کردین اور وعدہ کرتے ہین کہ اس خدمت یا مدد کے عوض پندرہ لاکھ روپے اس طرح دینگے۔ پانچ لاکھ روپے فوراً پانچ لاکھ روپے خریف مین اور دو لاکھ روپے ربیع ۱۱۹۱ فصلی مین اور باقی تین لاکھ روپے شروع خریف ۱۱۹۲ فصلی مین ادا کرینگے اور نواب وزیر نے بھی ان شرائط پر منظور کیا کہ وہ شرط مذکورۂ بالا عہدنامۂ سابق سے مسترد کردینگے۔ آج کی تاریخ سے یعنی ۱۴۔ ربیع الاول ۱۱۹۰ ہجری سے باقی شرائط عہدنامے کے بحال اور برقرار رہینگے۔ مجھے جو نواب وزیر اور ارباب کونسل نے بھیجا ہے تو مین اقرار کرتا ہون کہ آئندہ نواب وزیر توقع آپ کی فوج کے ملنے کی نہ رکھینگے اور اگر احیاناً وہ طلب کرین تو جو صاحب اُن کے پاس ارباب کونسل کی

نواب صاحب نہایت خوش ہوے خلعت اور پالکی اور بارہ سو بیگہ زمین معافی مین عنایت فرمائی اس زمین کے متعلق ایک موضع سالم ہے نام اُس کا کوڑیا گنج ہے کہ تحصیل ملک مین واقع ہے اور دو سو بیگہ دوسری زمین ہے۔ سلہ

چونکہ نواب سید فیض اللہ خان ایک ذی مقدرت رئیس خیال کیے جاتے تھے اس لیے پندرہ لاکھ روپے ہرجے کی بابت طلب کیے گئے۔ اس روپے کے ادا کرنے پر نواب سید فیض اللہ خان راضی ہوگئے اور میجر پامر صاحب انگریزون کی طرف سے رام پور آئے اور یہان ایک مہینہ رہے اور نواب سید فیض اللہ خان سے پندرہ لاکھ روپے لیے اور آیندہ سب دعوون سے فارغخطی لکھدی۔

سلہ محکمۂ دارالانشا کا کام ان ہی کے خاندان سے مخصوص چلا آتا ہے۔ نواب سید فیض اللہ خان کے عہد مین اس سررشتہ کو منشی خانہ کہتے تھے نواب سید احمد علی خان کے عہد تک یہی نام رہا۔ بھگت بہاری لال میر منشی فارن ابن منشی منموہن لال اُن کی اولاد مین سے ہین اُن کی قوم کایتھ ماتھر ال مہابنی ہے۔ منشی لال جی داس کی وفات کے بعد منشی گری کی خدمت پر اُنکے دو بیٹے مقرر ہوے (۱) منشی سرب سکھ راے (۲) منشی شی کشن داس۔ خاص بات قابل تعجب یہ ہے کہ ان دونون صاحبون نے خط شکستہ مین ایسا تطابق حاصل کیا کہ اکثر مسودہ کو نصف ایک صاحب نے اور نصف دوسرے نے لکھا لیکن کوئی شخص امتیاز نہین کر سکتا تھا کہ کس کا لکھا ہوا ہے اور اُن کا طرز تحریر ایسا خاص اور نئی قسم کا تھا کہ دور دور تک اُس کی شہرت اور وقعت سے صرف دیکھنے سے یہ کہا جاتا تھا کہ یہ خط سرکار رام پور کے منشی خانہ کا ہے موجد اس طرز تحریر کے لالہ موجی لال ہین کہ وہ بھی نواب سید فیض اللہ خان کے میر منشی تھے منشی شی کشن داس کی تاریخ وفات عنبر شاہ خان نے یون موزون کی ہے سہ

منشی نادر رقم شی کشن داس ✤ چون وجودش در عدم بیباک شد ✤ گشت تاریخ فنایش با گیاہ

جسم و جان او بآتش پاک شد ✤ ۱۲

پھرتے تھے اُس مین یہ کہان لکھا ہوا تھا کہ پانچ ہزار سوارون سے نواب اودھ کی استعانت کی جائے گی اُس مین تو دو تین ہزار سپاہ کا بحسب قابلیت وعدہ تھا وہ بھی سوارون کا نہ تھا غرض کہان یہ عہد کہ پانچ ہزار سپاہ سے زیادہ نہ رکھو کہان اُس کے یہ معنی کہ پانچ ہزار سوار نواب اودھ کی خدمت کے لیے بھیجو۔ زمین آسمان کا فرق تھا مگر زبردستون کو اختیار تھا کہ جو چاہین سو کرین۔ اُس وقت تو فقط اس اصول پر ہیسٹنگز صاحب کا عمل تھا کہ جس رئیس اور امیر سے جو کچھ اینٹھا جائے وہ اینٹھیے جو مرغی موٹی ہو اُسے ذبح کیجیے ۱۷۸۲ء مین آصف الدولہ کو از حد اصرار اس پر ہوا کہ گورنر جنرل اجازت دیدین کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست ضبط کرلین۔ نواب سیّد فیض اللہ خان اس خدمت کے عوض ہرجانے کا روپیہ دینے پر راضی ہوئے اور اُنھون نے اس نازک معاملے کے تصفیے کے لیے اپنے سفیر منشی لال جی داس ابن راجہ کنور سین کو کلکتے کو بھیجا اور دس لاکھ روپون کی ہنڈیان اجراے کار کے لیے اُن کے ہمراہ کین منشی لال جی داس نے اپنے حسن کارگذاری سے اُس کام کو بلا صرف نواب صاحب کے اطمینان کے قابل طے کرادیا یعنی گورنر جنرل سے یہ بات قرار پائی کہ وہ اس شرط کو جس سے نواب سیّد فیض اللہ خان پر فرض تھا کہ نواب وزیر کی اعانت دو تین ہزار فوج سے ہنگام جنگ کرین مسترد کرادین۔ جبکہ منشی لال جی داس کلکتے سے واپس آئے اور یہ خوشخبری نواب صاحب کو سنائی تو اُنھون نے دریافت فرمایا کہ کس قدر رقم صرف ہوئی منشی نے کل ہنڈیان بجنسہ نواب صاحب کو واپس کین

کیونکہ آصف الدولہ کو اُس جاگیر سے نفع حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی جب مدراس اور بمبئی کے احاطون مین لڑائی کی آگ بھڑک رہی تھی تو لارڈ ہیسٹنگز نے نواب آصف الدولہ سے کہا کہ تم نواب سیّد فیض اللہ خان سے پانچ ہزار سوار اپنی خدمت کے لیے مانگو تاکہ انگریزی سپاہ مدراس جانے کے لیے کافی ہو۔ اور گورنر جنرل نے نواب سیّد فیض اللہ خان کو بھی پانچ ہزار فوج آصف الدولہ کے واسطے تیار کرنے کی ہدایت کی اس درخواست پر نواب سید فیض اللہ خان نے لکھا کہ مجھے عہدنامے کے موافق کل پانچ ہزار سپاہ رکھنے کی اجازت ہے جس مین دو ہزار سوار ہین جو اس وقت سرکار کمپنی کی خدمت گذاری مین مصروف ہین اور تین ہزار پیادے ہین وہ ملک کی تحصیل آمدنی کرتے ہین اُن کے بغیر کام ملک داری کا نہین چل سکتا مین سپاہ کہان سے لاؤن۔ گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان کے اس جواب پر جان برسٹو صاحب لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو لکھا کہ وہ نواب سیّد فیض اللہ خان سے تین ہزار سوار مانگے اِسپر پھر اُنھون نے عذر کیا مگر دو ہزار سوار اور ایک ہزار پیدل بھیجدیے اسپر انگریزون نے نواب آصف الدولہ کو سمجھایا کہ وہ راضی نہ ہون۔

غرض موافق دفعہ سوم عہدنامہ چنار گڑھ نواب آصف الدولہ نے ارادہ کیا کہ نواب سیّد فیض اللہ خان کی ریاست ضبط کرلین کیونکہ انگریز اس عہدنامے کے ضامن جب تک تھے کہ کوئی نقض عہد نواب سید فیض اللہ خان کی طرف سے نہ ہو۔ یہ بہت بڑی ہٹ دھرمی تھی کہ اس بہانے سے عہدنامے سے

جس پر لارڈ وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل نے اُن کا بہت شکریہ ادا کیا
کوئی کہتا ہے کہ ۱۷۸۱ء مین گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان
سے پانچ ہزار سپاہ مندرجہ عہدنامہ مانگی اُنھون نے حسب الحکم انگریزی
تین ہزار سپاہ بھیجی مگر وہ اس قدر نہ تھی جو اُن سے مانگی گئی تھی
اس لیے وہ فوج نامنظور کی گئی۔ اور انگریزی گورنر جنرل نے مقام
چنار گڑھ مین آصف الدولہ سے ملاقات کر کے اُن کو نواب سید
فیض اللہ خان کی ریاست چھین لینے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ ۱۹ ستمبر
۱۷۸۱ء کو ایک عہدنامہ لکھا گیا جسکی تیسری دفعہ نواب سید فیض اللہ خان
سے متعلق تھی کہ چونکہ نواب سید فیض اللہ خان نے بسبب شکست کرنے
عہد کے حقوق حفاظت و حمایت گورنمنٹ انگریزی ضبط کرا دیے اور
اپنی خودسری سے نواب آصف الدولہ کو بہت دقت اور تکلیف دیتے
ہین لہذا آصف الدولہ کو اجازت ہے کہ جب موقع وقت ہو اُن کی جاگیر
ضبط کر کے اُن کو نقد روپیہ مشروطہ عہدنامہ معرفت صاحب رزیڈنٹ
لکھنؤ کے دیا کرین مگر جس قدر روپیہ اُس فوج کا ہوگا جو اُنھون نے
عہدنامے کی رو سے سرانجام کرنے کی شرط کی تھی وہ روپیہ اُن کی
نقدی مین سے منہا ہو کر حساب کمپنی مین تا قائم رہنے جنگ حال
کے محسوب ہوگا۔

یہ اجازت لارڈ مذکور کی سوانح عمری مین ایک مشہور یادگار باقی ہے
یہ تدبیر صرف نواب سید فیض اللہ خان کے ڈرانے کے واسطے کی گئی تھی

اور چند گھوڑے اور کئی خیمے مع لوازمہ بار برداری کے پیش کیے۔ چار روز تک شاہزادے صاحب رام پور مین مقیم رہے۔ جمعہ کو جامع مسجد رام پور مین نماز ادا کی۔ خطیب کو خلعت دیا۔ اور مسجد ہی سے روانگی کے ارادے پر گھوڑے پر سوار ہو کر بریلی کی طرف روانہ ہوے۔ نواب سید فیض اللہ خان اپنے بیٹون اور سردارون کے ساتھ ہمرکاب تھے۔ اور جہان شاہزادے کا خیمہ کھڑا تھا وہان پہونچا کر قلعہ کو واپس آئے۔ رات کو عمر خان بڑ موچھے کے ہاتھ دعوت کے خوان بھیجے۔ شاہزادے نے عمر خان کی معرفت نواب صاحب کے لیے خلعت بھیجا اور عمر خان کو دوشالہ و دستار عنایت کی اور صبح کو بریلی کو روانہ ہو گئے۔ ۳۔ جمادی الاخری ۱۱۹۰ھ ہجری کو بریلی مین پہونچ گئے۔

نواب سیّد فیض اللہ خان بہادر کے ذاتی عادات

نواب سیّد فیض اللہ خان کی طبیعت مین نہایت انتظام تھا روپے کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اُس کے جمع کرنے کا بھی اُن مین اعلیٰ درجے کا مادّہ تھا چار لاکھ پچیس ہزار اشرفیاں سکہ جے پور خزانے مین جمع کر لی تھین جن مین سے تین لاکھ اکیس ہزار جنگ دوجوڑہ کے بعد نواب آصف الدولہ کے ہاتھ آئین خلیفہ معظم کہتا ہے کہ یہ اشرفیان پندرہ روپے کے بھاؤ سے خریدی گئی تھین۔ مگر جیسا کہ وہ بطور احسن جمع کرنا جانتے تھے اُسی طرح صرف کرنے کے مواقع بھی بخوبی پہچانتے تھے۔

یہ رام پوران ہی نے آباد کیا ہے مصطفےٰ آباد اس لیے نام رکھا کہ فیض آباد ایک شہر قدیم مشہور تھا[1] اور بعض ثقہ لوگون کا یہ بیان ہے کہ نواب صاحب شاہ آباد مین رہتے تھے چونکہ اُس کے تلے رام گنگا بہتی ہے اُنھون نے یہ خیال کیا کہ کبھی مرہٹے چڑھائی کرین اور رام گنگا طغیانی پر ہو تو پہاڑ کی طرف چلنے مین دقت واقع ہو گی اسلیے اُنکو اپنا دار الریاست ایک ایسے مقام پر مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی جس کے اور پہاڑ کے درمیان کوئی بڑا دریا حائل نہ ہو۔ پس اُنھون نے صاحبزادہ سید مصطفیٰ خان ابن سید اکہ یار خان ابن نواب سید علی محمد خان کو ایسی جگہ تجویز کرنے کے لیے بھیجا اور اُن کو یہ بھی ہدایت کردی کہ وہ مقام شارع عام سے علیحدہ ہو سید مصطفیٰ خان نے یہ سرزمین پسند کی۔ نئی آبادی کے بعد شہر کا نام سید مصطفےٰ خان کے نام کی رعایت سے مصطفےٰ آباد مقرر ہوا۔ عام زبانون پر گو محیط نہ ہوا لیکن دفاتر اور تصنیفات مین عموماً حاکمانہ عزت اور زور کے ساتھ قابض ہو گیا۔ شہر کی آبادی سے پیشتر اس موقع پر ایک چھوٹا سا گانو رامپورہ نامی آباد تھا جو شاہ آباد کے متعلق تھا اُسی کی وجہ سے نئی آبادی بھی رام پور کے نام سے مشہور ہو گئی۔ محلہ ٹھوٹھر اور راج دوارہ اسی نام کی پُرانی بستیون کی بقیہ آبادیون مین سے ہین اور شہر کا بہت بڑا حصہ ان دو محلون سے آباد ہے اگلے زمانے کے حکمران راج دوارہ مین رہا کرتے تھے چنانچہ اس محلے مین اب تک ہندوون کے مکانات زیادہ ہین۔ اس شہر کی

[1] دیکھو منتخب العلوم ۱۲

آبادی کے گرد نہایت گھنا اور چوڑا بانسی کا حصار تیار کرایا تھا اس حصار کا دَور آٹھ دس میل کے قریب تھا صرف دس جگہ آمد و رفت کے واسطے دروازے بنائے گئے تھے۔ مساکن فلسفی مین لکھا ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان نے شہر رام پور کے گرد بطور حصار کے بانسی لگوائی اور کچی شہر پناہ پانچ چھہ کوس کے دور مین بنوائی تھی (انتھی) اس شہر پناہ اور بانسی کا اب نام و نشان باقی نہین رہا۔ پرانا قلعہ نامی مکان خاص اُنھین کا بنوایا ہوا تھا۔

یہ شہر ضلع مراد آباد کے سوانہ سے ملا ہوا مراد آباد سے اٹھارہ میل مشرق کی طرف آباد ہے اس شہر کا عرض البلد شمالی ۲۸ درجہ ۴۸ دقیقہ ۳۰ ثانیہ ہے اور طول البلد اس کا ۷۹ درجہ ۵ دقیقہ ۳۰ ثانیہ ہے۔ شہر کی آبادی کا رقبہ ۲٫۶ میل مربع یا ۱۶۶۴ ایکڑ ہے۔

رام پور کے تلے جو دریاے کوسی بہتا ہے اُس کی طغیانی سے شہر کو بہت نقصان پہونچتا تھا صدہا مکانات منہدم ہو جاتے تھے کیونکہ خام مکانات زیادہ تھے خام اُس مکان کو کہتے ہین جسکی دیوارین مٹی سے بنائی جاتی ہین نواب سید فیض اللہ خان نے جب اس شہر کو آباد کیا تھا تو یہان صرف ایک تھانہ قائم کیا تھا گو اُن کے عہد مین واقعات بکثرت ہوتے تھے مگر کوئی شخص سرکار مین مستغیث و نالشی نہین ہوتا تھا حتی کہ اگر کوئی واردات قتل بھی وقوع مین آتی تو تاوقتیکہ سرکاری گرفت ہو مقتول کے وارث خود انتقام لے لیتے تھے یا سادات عظام قرآن مجید لے کر جاتے تو خون معاف کر دیتے تھے یا سرداران قوم افاغنہ اپنے اپنے گروہ کے معاملات خود زبانی

طے کر لیا کرتے تھے اور سرداران افاغنہ کے معاملات دوستانہ طور سے نواب سید فیض اللہ خان فیصل فرماتے تھے یہ قاعدہ نواب سید احمد علی خان کے عہد تک اسی طرح جاری رہا بلکہ نواب سید محمد سعید خان نے اپنی مسند نشینی سے ایک سال تک وہی برتاؤ کیا۔

نواب سید فیض اللہ خان بڑے بہادر آدمی تھے اُن کی بہادری کا نمونہ اتنی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام جسم زخموں سے چور تھا اور نہایت متقی و پرہیزگار تھے خیر و برکات کا ظہور اُن کے عہد میں بہت ہوا۔ اکثر رام پور کے آدمیوں نے نواب صاحب کے بعض بعض واقعات کو کمال اتقا کے رنگ میں جلوہ دیا ہے کیونکہ اُن کی نیک روش سے تمام لوگ اُنکے وفا پرست نمکخوار تھے اور پھر پٹھانوں کی لفاظی گرم مصالح کا کام دیتی ہے اگرچہ یہ ضرور نہیں کہ سب باتیں تسلیم کر لی جائیں لیکن اتنی بات ہے کہ ایسے باقبال اور نیک نیت لوگوں میں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عام لوگوں میں نہیں ہوتیں اُن میں سے ایک حکایت نقل کرتا ہوں جو بات واقعی ہے اور دل کو لگتی ہے خود معلوم ہو جاتی ہے سنا ہے کہ دریاے کوسی جو شہر رام پور کے تلے جانب غرب بہتا تھا اُس زمانے میں نہایت جوش زن تھا اور اُس کی دھار بندھوانے میں بڑا اہتمام تھا یہانتک کہ نواب صاحب بنفس نفیس گئے اور شاہ جمال اللہ صاحب قدس سرہ اور بحر العلوم مولانا عبد العلی صاحب وغیرہ اچھے اچھے ارباب کمال ہمراہ تھے نواب صاحب نے حکم دیا جو کوئی کبھی کسی فعل حرام کا مرتکب نہ ہوا ہو وہ پہلے دھار باندھنے میں

دست انداز ہو یہ سُن کر بہت سے آدمیون نے ارادہ کیا نواب صاحب نے کہا کہ میرا مقصود یہ ہے کہ ارادہ بھی فعل بد کا نہ ہوا ہو یہ سنتے ہی سب کو سکوت ہوا اور کوئی متصف اس صفت کے ساتھ نہ نکلا جب دیر ہوئی تو اُس وقت آپ روئے اور سمت قبلہ ہاتھ اُٹھا کر بحلفت مذہب کہا کہ میرے دل مین کبھی خطرہ بھی کسی فعل زشت وحرام کا نہین آیا یہ کہکر نواب صاحب نے ہدایت کی۔ صلوٰۃ تنجینا کہ درود ماثور و مشہور ہے اُسکے عامل تھے۔ معقول مین قطبی میر تک عبور تھا۔ منقول مین اچھی استعداد رکھتے تھے۔ سادات کا بہت لحاظ کرتے تھے یہانتک کہ اگر کسی سیّد سے کوئی خطا ہو جاتی تھی تو بمقتضائے شرم و لحاظ اُس سے آنکھ نہین ملاتے تھے۔

مولوی قدرت اللہ شوق کہ نواب صاحب کے معاصر تھے جام جہان نما مین نواب صاحب کے حالات مین بیان کرتے ہین کہ نواب سیّد فیض اللہ خان کی نیک نیتی سے اُن کا تمام علاقہ سرسبز و آباد ہے اور سپاہ و رعایا شاد ہے دین کے کامون کا رواج جس قدر ریاست رام پور کی حدود کے اندر ہے اسکا دسوان حصّہ بھی دوسرے ملک مین نہین ہے۔

دیوان منولال دہلوی نے اپنی کتاب جغرافیہ مین جسکا نام مساکن فلسفی ہے لکھا ہے کہ نواب سیّد فیض اللہ خان کی سرکار مین پانسو علما کو وظیفے ملتے تھے جو طلبا کو پڑھاتے تھے۔ اس زمانے مین علم کو بڑی رونق تھی چنانچہ رام پور بخارائے ہندی کہلاتا تھا۔

نواب صاحب کے حسن انتظام اور اُن کی رعایا کی خوش دلی ہی کی وجہ تھی

کہ پونے پندرہ لاکھ روپے سالانہ آمدنی کی ریاست مین بائیس لاکھ روپے سالانہ کی نشست ہوگئی تھی۔ ؎۱

نواب صاحب کے عہد مین مسجدین بکثرت تعمیر ہوئین۔ جامع مسجد قدیم اُن ہی کی تعمیر کرائی ہوئی تھی جو نواب سید کلب علی خان کی تعمیر کرائی ہوئی جامع مسجد کے پہلو مین آگئی تھی۔ اب نواب سید حامد علی خان صاحب بہادر نے ان دونون کو ملا کر ایک خوبصورت اور عالی شان جامع مسجد بنوا دی ہے۔

نواب صاحب کا دل نہایت نیک تھا اکابر اور مشائخ کے کلام پر بہت اعتقاد رکھتے تھے ذراسی معرفت کے نکتے پر آنسو بھر لاتے تھے۔ صحبت مین ہمیشہ قال اللہ و قال الرسول کا ذکر تھا۔

نواب سید فیض اللہ خان کی وفات

نواب سید فیض اللہ خان ۱۱۴۶ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے عہدنامۂ لال ڈانگ کے بعد بیس برس ریاست کی چونتھوان سال عمر سے شروع ہوا تھا کہ بغل مین داہنی طرف کو کھ پر پھوڑا نکلا اور وہ بڑھتے بڑھتے جگر تک سرایت کر گیا۔ اُسی صدمے سے پنجشنبہ کے دن ذیحجہ کی سترھوین تاریخ بارہ سو آٹھ ہجری یعنی ترسٹھ برس سات مہینے پانچ دن کی عمر پا کر عالم قدس کی راہ لی مظفر نے دو جوڑہ کے جنگ نامے مین کہا ہے۔

سترھوین تھی تاریخ ذیحجہ کی تھا دن پنجشنبہ جو رحلت ہوئی

؎۱ دیکھو جنگ نامۂ دو جوڑہ مؤلفہ مظفر ۱۲

ترسیٹھ برس پانچ دن سات مہ ہوئی عمر از روے سال گرہ

انتخاب یادگار مین نواب سیّد فیض اللہ خان کی تاریخ وفات ۱۸ ذیحجہ ۱۲۰۸ہجری مطابق ۱۷ جولائی ۱۷۹۴ع روز پنجشنبہ لکھی ہے اور تقویم یک صد و دہ سالہ من ابتداے ۱۷۶۴ع لغایت ۱۸۷۵ع مطبوعہ مطبع منشی نولکشور مین ۱۷ ذیحجہ ۱۲۰۸ہجری کو مطابق ۱۶ جولائی ۱۷۹۴ع کے بتایا ہے مگر دن چہار شنبہ کا لکھا ہے۔

اسی شہر مین عیدگاہ دروازے کے قریب مقبرے مین مدفون ہوے ہین لفظ **غروب** مادۂ سال رحلت ہے اور **علیہ رضوان اللہ** بھی اُن کی رحلت کی تاریخ ہے۔ عنبر شاہ خان عنبر تخلص نے تاریخ سال رحلت یون لکھی ہے۔

نسیم روضۂ جنت شمیم نافۂ خلد کہ نام فیض آلہش شدہ نگار بہشت
دلش چو عزم جنان کرد جان رضوان گفت میان معنی تاریخ او قرار بہشت

معظم جنگ نامہ دو جوڑہ مین لکھتا ہے کہ نواب صاحب کی وفات کے بعد منگل داروغۂ باغات نے خواب مین دیکھا کہ نواب صاحب فرماتے ہین کہ ہماری تربت پر جو پھولون کی چادر چڑھائی جاتی ہے اُس مین گلاب کے پھول نہین ہوتے اس کے بعد نواب صاحب نے اُس سے کہا کہ تو پائین باغ مین جا وہان گلاب کے پھول موجود ہین وہ لے آ جب آنکھ کھلی اور جاکر دیکھا تو وہان دو پھول تازہ کھلے ہوے ملے۔

نواب صاحب کی مُہر

اُن کی مُہر مربع اور چھوٹی تھی اُسمین یہ عبارت کندہ تھی اُفوّض امری الی اللہ یہ مہر میرے والد نور اللہ مرقدہ نے دیکھی تھی۔ مگر میرے ماموں حکیم محمد اعظم خان مؤلف اکسیر اعظم کہتے ہین کہ اُن کی مہرین اسقدر عبارت ہے افوض امری الی اللہ عبدہ فیض اللہ۔

نواب صاحب کے عہد کے علما اور مشائخ

نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے عہد مین اعلیٰ درجے کے مشائخ اور علما جمع تھے جیسے (۱) حضرت شاہ عبد الکریم صاحب عرف ملا فقیر اخون جنھون نے ۲۔ شعبان ۱۲۰۶ ہجری کو ۳۶ سال کی عمر مین انتقال کیا (۲) شاہ عبد اللہ صاحب بغدادی قادری عرف شاہ بغدادی صاحب (۳) شاہ جمال اللہ صاحب (۴) میان حسن شاہ صاحب عبرت نے مثنوی پدماوت کے دیباچے مین ان کی بہت تعریف کی ہے (۵) بحر العلوم مولانا عبد العلی صاحب بن ملا نظام الدین لکھنوی (۶) مولانا رستم علی صاحب محشی میرزاہد رسالہ (۷) ملا حسن صاحب شارح سلم العلوم وغیرہ (۸) مولوی اعـزالدین (۹) مفتی شرف الدین صاحب عالم متبحر (۱۰) مولوی عبد الرحیم صاحب بن مولوی محمد سعید صاحب جن کی قبر انگوری باغ کے پاس شمالی جانب

مسجد اور دیوار باغ کے درمیان سڑک مین آگئی ہے جو اصطبل کی طرف گئی ہے (۱۱) حکیم محمد بایزید صاحب شاگرد حکیم کبیر علی صاحب سنبھلی[له] حکیم بایزید ملا فقیر آخون کے چھوٹے بھائی تھے۔ایک کتاب علم طب مین تالیف کرکے اُس کا نام فصول فیض اللہ خانی رکھا اور عرف اقتباس العلاج مقرر کیا۔اس کتاب مین مریضون کی حکایات بہت دلچسپ لکھی ہین آخر مین حدود الامراض کا ترجمہ لگا دیا ہے بیان اِس کتاب کا فارسی مین ہے اور یہ کتاب سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین تالیف ہوئی ہے۔ ان کی تالیفات سے ایک قرابادین بھی ہے جس کا نام نافع الامراض ہے اس مین بھی نسخہاے مرکب جن جن لوگون کے لیے تجویز کیے ہین اُن کے نام ہر نسخے کے ساتھ درج کردیے ہین روہیلہ سردارون کے بھی امراض گوناگون کا یہ ایک کچا چٹھا ہے (۱۲) فیض اللہ اخون زادہ مرید حضرت مرزا جان جانان مظہر (۱۳) قاضی سید نور الحق منعم تخلص عرف قاضی منعم ولد قاضی سید معصوم ساکن قصبۂ کھاتہ تحصیل ملک۔ انھون نے ایک تفسیر کلام اللہ کی جناب نواب سیّد فیض اللہ خان کی فرمایش سے لکھی تھی۔[۲ه]

حکیم میر ضیاء الدین عبرت نے مثنوی پدماوت کے دیباچے مین

له حکیم محمد بایزید نے اپنی قرابادین نافع الامراض کے ایک مغفصے کے نسخے مین اسس کی تصریح کی ہے حکیم کبیر علی انصاری قوانین العلاج کے مؤلف ہین ۱۲

۲ه دیکھو تذکرۂ نشتر عشق ۱۲

نواب موصوف کی مدح مین بہت سے اشعار لکھے ہین۔

منہ

اگر ہو باز خون بط کے درپے   بط اُسکے ہوش اُڑادے جون بطِ مے

ولہ

چنان خیزد صدا از زخمی او   کہ آب تیغ حلقش در گرفتہ
ہماے شوکت او آسمان را   بسان بیضہ زیر پر گرفتہ
گدا از فیض او در کاسہ خود   صدف آسا ہمہ گوہر گرفتہ

ایک فتاوے فقہ کا زبان عربی مین تین مجلد کے اندر کتب خانہ ریاست رام پور مین رکھا ہوا ہے مؤلف نے دیباچے مین اپنا نام محمد بتایا ہے۔ نہ سنہ تالیف ذکر کیے اور نہ زیادہ پتہ جتایا۔ اس فتاوے کا نام فتاوے فیض اللہ خانی رکھا ہے اور کہا ہے کہ مین نے اس کو امیر ابن امیر فیض اللہ خان کے عہد مین تالیف کیا ہے اور وجہ تسمیہ اُس کی یہ بیان کی ہے " وسمیتہا بفتاواے فیض اللہ خانے لانہ ھو العامل علیہا فھو بھذہ النسبۃ اولی واحری۔ اس مین سے تیسری جلد خاص مؤلف کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ پتہ نہین۔ دیکھیے اپنے زمانے کے اعتبار پر آدمی کتنا بے غم ہوتا ہے مؤلف کا جو پایہ اُس کی حیات مین ہوگا اُس کے بھروسے پر اقتصار کیا مگر اب کوئی جانتا بھی نہین۔

نواب سیّد فیض اللہ خان بہادر کی اولاد کا تذکرہ

(۱) نواب سید محمد علی خان گلزادی بیگم کلان ہمشیرۂ حقیقی بہادر خان کمالزئی کے بطن سے (۲) نواب سیّد غلام محمد خان گلزادی بیگم کلان کے بطن سے (۳) سیّد حسن علی خان تاج بیگم قوم کمالزئی کے بطن سے (۴) سید حسین علی خان تاج بیگم کے بطن سے (۵) سیّد فتح علی خان گلزادی بیگم خرد قوم کمالزئی کے بطن سے (۶) سیّد نظام علی خان گلزادی بیگم خرد کے بطن سے (۷) سید قاسم علی خان گلزادی بیگم خرد کے بطن سے (۸) سید یعقوب علی خان (۹) سیّد کریم اللہ خان نہایت بیگم قوم نیروال کے بطن سے (۱۰) سیّد عبدالمجید خان (۱۱) عجیب بیگم زوجۂ سید مصطفیٰ خان خلف صاحبزادہ سیّد آلہ یار خان و ہمشیرۂ حقیقی نواب سیّد محمد علی خان (۱۲) بادشاہ بیگم زوجۂ محمد نور خان ہمشیرہ زادۂ نواب سید فیض اللہ خان و خلف شاہ محمد خان بڑتیچ ہمشیرۂ حقیقی نواب سیّد محمد علی خان (۱۳) عمدہ بیگم زوجۂ صاحب زادہ سید احمد یار خان ابن سید محمد یار خان خلف نواب سید علی محمد خان ہمشیرۂ حقیقی سید حسن علی خان (۱۴) آلهی بیگم زوجۂ محمد عظیم خان ولد بہادر خان کمالزئی ہمشیرۂ حقیقی سید حسن علی خان (۱۵) مینا بیگم زوجۂ محمد اکبر خان ولد حافظ الملک حافظ رحمت خان ہمشیرۂ حقیقی سیّد فتح علی خان (۱۶) امانی بیگم زوجۂ عثمان خان

ولد بہادر خان کمالزئی ہمشیرۂ حقیقی سید فتح علی خان گلشن فتوت میں یوں ہی لکھا ہے اور قانون خاندان میں سید نظام علی خان کی ہمشیرہ حقیقی بتایا ہے (۱۷) جانی بیگم زوجۂ غلام نبی خان ولد بہادر خان کمالزئی ہمشیرۂ حقیقی سید کریم اللہ خان (۱۸) اعجوبہ بیگم عرف بوبو صاحبہ زوجۂ مصطفےٰ خان عرف بجو خان قوم اگزئی ہمشیرۂ حقیقی سید کریم اللہ خان۔



جناب نواب سید فیض اللہ خان بہادر - عرش منزل

اخبار الصّنادید کا دوسرا حصّہ

اسمین نواب سیّد محمد علی خان ابن نواب سیّد فیض اللہ خان بہادر کے عہد سے
نواب سیّد مشتاق علی خان بہادر کے زمانۂ آخر تک کے حالات مندرج ہین

نواب سیّد محمد علی خان کی مسند نشینی

نواب سیّد فیض اللہ خان کے تمام بیٹون مین یہ بڑے تھے ۱۱۶۶ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے نواب موصوف نے ان ہی کو اپنا ولی عہد بھی کیا تھا اور اس امر کے استحکام کے لیے اپنی حیات مین اپنے تمام عہدہ دارون اور بیٹون اور بھتیجون سے جو سید محمد علی خان سے عمر مین چھوٹے تھے اُن کو نذرین دلوادی تھین [1] معظم نے جنگنامۂ دوجوڑہ مین ذکر کیا ہے کہ نواب سیّد فیض اللہ خان نے اپنی حیات مین اُنکو اختیارات ریاست دیدیے تھے چنانچہ اُس مقام کی نظم یہ ہے۔

خلف اُن مین تھا اک محمد علی — اُسی پر پدر کی تھی شفقت دلی
وہ از بسکہ تھا پاک عالی مزاج — یہ چاہا پدر نے کہ دون اُسکو راج
لہٰذا اُسے اپنے جیتے ہی جی — زروے ولی عہدی دستار دی
یہ کہتا تھا ہر ایک سے اے حبیب — محمد علی خان ہے عالی نصیب
تولد ہوا گھر مین جب سے یہ پور — اُسی دن سے دولت نے پایا ظہور
کیا اس لیے مین نے مختار اسے — دل و جان سے کرتا ہون پیار اسے

[1] دیکھو منتخب العلوم ۱۲

تم اس کو رئیس اپنا جانا کرو — کرے حکم جو اُس کو مانا کرو
غرض دیدیا اُس کو سب اختیار — ہوے اُس کے تابع صغار و کبار
ہوئی ملک اور فوج پر دسترس — پدر کی ملے جا ہوئی یہ ہوس
جو یہ بد خیال اُس کے دل مین ہوا — کہ مسند سے دو دن مین پدر کو اُٹھا
تو دریافت یہ کرکے اُسکا خیال — وہ نواب ذی عقل اور خوردہ سال
نہایت ہی آزردہ خاطر ہوا — بہت دل مین بیٹے سے نافر ہوا
کیا حکم آوے نہ دربار مین — رہے چوکی اور پہرے کی آڑ مین

نواب سید محمد علی خان کی شادی محب اللہ خان ولد دوندے خان کی بیٹی اُجان بیگم کے ساتھ ہوئی تھی بیگم کو جہیز مین پرگنہ اکبر آباد ملا تھا جسکی آمدنی سنہ ۱۲۰۵ فصلی کے کاغذات اوارجہ سے چھیاسٹھ ہزار چھ سو دو روپے پونے تین آنے معلوم ہوئی۔ ان ہی بیگم سے نواب سید احمد علی خان پیدا ہوے تھے۔

نواب سید فیض اللہ خان کے مذہب کا حال معلوم ہے کہ وہ سنت و جماعت تھے نواب سید محمد علی خان اُن کے چاہیتے بیٹے تھے چاہیے تھا کہ ان کے خیالات بھی باپ کے خیالات کی نسل ہوتے مگر لکھنؤ کی آب و ہوا سے رنگ بدل گیا اور مذہب تشیع نواب آصف الدولہ کی تعلیم سے اختیار کرلیا[۱] ماہ شعبان[۲] سنہ ۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۴ء[۳] مین نواب آصف الدولہ نے

[۱] دیکھو قیصر التواریخ و طلسم ہند ۱۲ [۲] دیکھو گیان پرکاش ۱۲ [۳] دیکھو قیصر التواریخ اور آصف نامے مین سال تاریخ اُس شادی کا یون لکھا ہے ؎ ز روے وفاق و ز روے وداد + کہ کمتر چنین اتفاق اوفتاد + دگر سال تاریخ آمد بگفت + قران دو کوکب ببرج شرف ۱۲

وزیر علی خان کی شادی مین نواب سیّد فیض اللہ خان کو بھی بُلایا تھا۔نواب صاحب
نے اپنے عوض نواب سیّد محمد علی خان کو خدم و حشم اور سپاہ کے ساتھ شادی
سے ایک مہینہ پیشتر لکھنؤ کو روانہ کیا۔آصف الدولہ نے اُنپر بہت مہربانی کی
اور اپنا بیٹا کیا جیسا کہ قیصر التواریخ مین تصریح کی ہے۔اور منتخب العلوم سے
معلوم ہوتا ہے کہ بھائی بنایا تھا اور پگڑی بدلی تھی اور ملت اثنا عشری کی
ہدایت بھی کی تھی۔اُنکی مغروری کی ایک حکایت منتخب العلوم سے نقل کیجاتی
ہے کہ ایک دن محفل شادی مین آصف الدولہ کے ساتھ بہت سے امرا اور
نواب سید محمد علی خان بیٹھے ہوے تھے کہ نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد
آئے۔آصف الدولہ اور تمام امرا تعظیم کو اُٹھے مگر نواب سید محمد علی خان
اُسی طرح بیٹھے رہے آصف الدولہ نے نواب سیّد محمد علی خان کی طرف مخاطب
ہوکر کہا کہ آپ نے اِن کی تعظیم کیون نہ ادا کی سید محمد علی خان نے جواب دیا کہ یہ
ہمارے یہان سے بھاگے ہوے ہین آصف الدولہ خاموش ہو گئے" بعد
شادی کے نواب سیّد محمد علی خان رام پور کو چلے آئے اور اپنے والد کے
انتقال کے بعد ۱۷۔ذیحجہ ۱۲۰۸ھ ہجری مطابق ۱۶۔جولائی ۱۷۹۴ء عیسوی کو
مسند نشین ہوے۔میان حسن شاہ نے جن کا ذکر میر ضیاء الدین عبرت نے
مثنوی پدماوت کے دیباچے مین کیا ہے اپنے ہاتھ سے نواب سیّد فیض اللہ خان
کی دستار اُن کے سر پر رکھی۔

معظم کہتا ہے کہ نواب سیّد محمد علی خان نے اپنے چھوٹے بھائی نواب سیّد
غلام محمد خان کو بُلا کر کہا کہ یہ مسند حاضر ہے تم اسپر بیٹھ جاؤ مین تمھاری رفاقت مین

ریاست کا کام انجام دونگا نواب سید غلام محمد خان نے کہا کہ یہ منصب آپکو مبارک رہے آپ اپنے بھائیون پر مہربانی کی نظر رکھین ہم سب آپ کی اطاعت کو حاضر رہینگے۔ پھر نواب سید محمد علی خان نے افسران سپاہ کو تسلّی دی اور اُن سے وفاداری کا عہد و پیمان بہ قسم لیا۔ نواب صاحب نے اپنے بھائیون کی تنخواہون مین ہزار ہزار روپے کا اضافہ کیا اور ایک ایک ہزار اشرفیان بھی اُن کو عطا کین۔ پھر نواب سید غلام محمد خان ایک ہزار آدمیون کے رسالے کے ساتھ اُجاؤن کے علاقے کو گئے۔

انتخاب یادگار سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید محمد علی خان غرور و گھمنڈ اور خود ستائی کے مخترع حب جاہ و نمود اور شیخی کے موجد تھے۔ قرابادین نافع الامراض مین لکھا ہے کہ اُنکو بچپن سے مراق کا عارضہ تھا۔

عالم شاہی مین بیان کیا ہے کہ نواب سید محمد علی خان امیر با ہیبت و شہامت وجلادت تھے اُن کو غصہ بہت جلد آجاتا تھا کسی کی مجال نہ تھی کہ سامنے ہو کر اُن سے کچھ کہہ سکتا اور نہ اُن مین مادۂ انتظامی تھا۔ اسلیے کسی رکن ریاست کی دلدہی نہین کرتے تھے حالانکہ اُن کی حکومت کے دنون مین کسی کو تکلیف نہین پہونچی وہ ہر ایک کے ساتھ سلوک سے پیش آتے تھے مگر چونکہ رسالہ دار اُن کی تلون مزاجی اور تغیر حالت سے ناراض تھے۔ کسی کو اُن کی حالت پر اطمینان نہ تھا اس لیے اُن کو ریاست سے ہٹانے کے لیے اُنکے بھائی کو اپنے ساتھ متفق کیا۔

اخبار حسن مین بیان کیا ہے کہ نواب سید محمد علی خان دربار آصفی کے آداب

دیکھے ہوے تھے چاہا کہ ہمارے دربار مین بھی وہی مراسم تعظیم جاری ہون ویسے ہی
ہمارے سردار بھی ہمارا ادب کرین اور خلوت وجلوت مین اُنھون نے تکلفات
اور شاہانہ مزاج کا برتاؤ شروع کیا روہیلے سردار ایسی باتون کے عادی نہ تھے
اور تمام ریاست پر پرانے خیالون کے سردار چھائے ہوے تھے نئی بات تو درکنار
کوئی مناسبت وقت تبدیلی ہوتی تو ذراسی بات پر چپک اُٹھتے تھے اور
اس مین بے اختیاری اور بے عزتی سمجھتے تھے اُنھین یہ باتین ناگوار ہوئین نواب
نے اُنھین فرمانبرداری کے رستے پر کھینچنا چاہا اُنھون نے گردنین سخت کین
اور چند روز مین وہ لوگ نواب سے ناراض ہوگئے اور اُن سے نفرت روہیلہ
سردارون مین اس طرح پھیل پڑی جیسے بن مین آگ لگے نواب کا مزاج سخت
تھا اُنپر شدت کرنے لگے انجام کار یہ ناراضی بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہونچی
کہ نجو خان ابن مستقیم خان اور عمر خان بڑمونچھے اور محمد سعید خان اور غلام حسن خان
ولد مولوی غلام جیلانی خان اور سیف الدین خان ابن پرمول خان اور دوسرے
کئی سردارون نے نواب سید محمد علی خان کو معزول کرکے نواب سید فیض اللہ خان
کے دوسرے بیٹے نواب سید غلام محمد خان کو رئیس بنانے کی رائے قائم کی۔
نواب سید غلام محمد خان سے نواب سید محمد علی خان دس برس بڑے تھے
اور چونکہ اُنکی مان نے شیر خوارگی کے زمانے مین قضا کی تھی اور نواب سید
محمد علی خان نے اُن کو فرزندون کی طرح پرورش کیا تھا اس سبب سے باہم
ایسی محبت تھی کہ دیکھنے والے باپ بیٹے کا گمان کرتے تھے۔ زمانہ عجیب
نیرنگ ساز ہے دیکھو جو بھائی باپ بیٹے کا دعوی رکھتے تھے اُنھین کیسا لڑائیگا۔

جبکہ نواب آصف الدولہ کو یہ خبر پہونچی کہ نواب سید فیض اللہ خان کا انتقال ہوگیا تو انھون نے نواب سید محمد علی خان کو لکھا کہ آپ لکھنؤ آکر ہم سے مل جائین۔ یہ تحریر رام پور پہونچی نواب سید محمد علی خان نے نواب سید غلام محمد خان کو تحریر کیا کہ تم علاقے سے شہر مین چلے آؤ مین لکھنؤ کو جاؤنگا اور انھون نے اپنے سفر کے لیے سامان کی تیاری کا بندوبست کیا اور پانسو سوارون کو ساتھ چلنے کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا۔ افسران سپاہ اُنکی لکھنؤ کی روانگی کے ارادے سے اور زیادہ پریشان ہوے نواب سید غلام محمد خان شہر مین آئے تو تمام افسران سے ملے اور بیان کیا کہ ہم کو آپکے بھائی کا مسند نشین رہنا گوارا نہین۔ ان کا مزاج اس قابل نہین کہ یہ رئیس ہون انکا ہم پر عتاب ہے یہ کوئی خرابی پیدا کرینگے۔ نواب سید غلام محمد خان افسرون کا یہ خیال معلوم کرکے نواب سید محمد علی خان کے پاس پہونچے اور اُن سے عرض کیا کہ آپ کا لکھنؤ کو جانا مناسب نہین۔ آپ کے شہر مین موجود نہ ہونے سے اسکے لُٹ جانے کا اندیشہ ہے نواب سید محمد علی خان نے جواب دیا کہ میرا وہان جانا بہت ضروری ہے مجھے وہان سرفرازی حاصل ہوگی اور ضبطی سے یہ ریاست محفوظ رہیگی اور آصف الدولہ سے نیا عہد نامہ اپنے ساتھ مقرر کرونگا تم افسران فوج کے کہنے پر خیال نہ کرو۔ یہ لوگ بڑے بے وفا ہین مجھے اس بات پر آمادہ کرتے ہین کہ آصف الدولہ سے مخالفت کرون اور یہ مشورہ دیتے ہین کہ جس طرح تمھارے دادا نے اودھ کا ملک دبا لیا تھا تم بھی اُسی طرح اودھ کا ملک فتح کرو مگر مین اُن کا

کہنا کبھی نہین مانونگا یہ لوگ خانہ جنگ ہین مین آصف الدولہ سے صلاح کرکے اور اُن سے مدد لے کران تمام سرکشون کو یہان سے نکال دونگا تم رام پور مین رہیو اور میری نیابت مین کام کیجیو۔ نواب سید غلام محمد خان نے پھر عرض کیا کہ آپ اس عزم کو فسخ فرمائین آپکا یہان موجود رہنا ہی مناسب ہے نواب سید محمد علی خان نے نہ مانا نواب سید غلام محمد خان مجبور ہوکر اپنے مکان کو چلے آئے نواب سید محمد علی خان خودرائے غضب کے تھے باپ کے رکن دولت جان نثارون کو ناحق ناراض کرتے۔ افسران فوج نواب سید غلام محمد خان کے پاس آئے اور اُن سے مل کر کہا کہ نواب سید محمد علی خان کی تندخوئی۔ ترش روئی۔ کج رائی۔ خودستائی۔ ناحق کوشی۔ مے نوشی کی وجہ سے ہمارے دل اُن سے ناخوش ہین وہ منصب ریاست کے لائق نہین تمام پٹھان اُن کے ہاتھون سے نالان ہین۔ یہ لکھنؤ جاتے ہین وہان خود بھی گرفتار ہونگے اور ہمکو بھی خراب وخوار کرینگے ملک جاتا رہیگا۔ ہم ان کو مسند ریاست پر رکھنا نہین چاہتے آپ سے تمام سپاہ راضی ہے آپ راضی ہوجائین تو ہم اُنکو گرفتار کرکے آپکو مسند پر بٹھائین یہ سارے جھگڑے جاتے رہین اگر وزیرالممالک کی طرف سے کوئی مخالفت وقوع مین آئے گی تو ہم سب آپ کا ساتھ دینگے۔ ہم اپنے اس قول پر خدا کو درمیان کرتے ہین اور اگر یہ نہ کیجیے گا تو انجام کار آپ دونون مارے جائینگے نواب سید غلام محمد خان متردد ہوے مگر اُن کے عہد وپیمان اور حلف وقسم کے سبب سے اُن کے شریک رائے ہوگئے۔

بعد اسکے سید حسن علی خان۔ سید فتح علی خان۔ سید نظام علی خان۔

سید یعقوب علی خان۔ سید قاسم علی خان اور سید کریم اللہ خان ابناے نواب سید فیض اللہ خان کے پاس گئے اور اُن سے اس راز کو بیان کرکے مرضی معلوم کی تو اُنھون نے یہ جواب دیا کہ ہمکو اس مین کوئی خلاف نہین نہ ہمکو ریاست کا دعویٰ۔ ہم مسند نشین کے تابعدار ہین۔ اگر آپ مسند نشین ہونگے تو آپ کی اطاعت کو حاضر ہین۔

جب صید خان کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھون نے نواب سید غلام محمد خان کو بہت سی تلخ نما شیرین اثر باتین کہکر مصلحت کا راستہ بتایا اور سمجھایا کہ آپ کی تنخواہ چالیس ہزار روپے سالانہ ہین اور جو علاقہ آپ کے پاس ہے اُسمین ساٹھ ہزار روپے کا نفع ہے۔ ایک لاکھ روپے سالانہ آپکو ملتا ہے اور نواب سید محمد علی خان آپ کی مرضی پر چلتے ہین پھر آپ کیون اُن سے ریاست چھیننے کا ارادہ کرتے ہین۔ ابھی کسی کام مین اُنھون نے کوئی خرابی بھی پیدا نہین کی ہے اگر کوئی بُرائی اُنکی طرف سے ظہور مین آئے جب بھی کوئی ایسی تجویز سوچنی چاہیے۔ بلا وجہ بھائی سے نقض عہد کرنا مناسب نہین۔ نواب سید غلام محمد خان صید خان کی نصیحت سے بہت متاثر ہوے اور اپنے پرگنات کی طرف روانگی کا ارادہ کیا یہانتک کہ ایک بار رات کے وقت اپنا اسباب بندھوا کر علاقے کی طرف روانہ کیا اور صبح کو سیر و شکار کے بہانے سے خود سوار ہونے کا تہیہ مصمم تھا مگر سب ایک قوم کے لوگ تھے یہ راز چھپ نہ سکا۔ افسر جمع ہوکر آئے اور کہا آپ کا ارادہ ایسا معلوم ہوتا ہے نواب صاحب نے کہا بیشک افسرون نے کہا ہم آپکو نہین جانے دینگے۔

ہم نواب سیّد محمد علی خان کو قتل کرکے آپ کو مسند پر بٹھانا چاہتے ہین اور اگر آپ یہ نہ کیجیے گا تو انجام کار آپ دونون مارے جائینگے اور ہم نواب سید فیض اللہ خان کی اولاد مین سے کسی اور کو رئیس کر دینگے اور بالفرض اگر کوئی اُن کی اولاد مین راضی نہ ہوا تو قرعہ ڈال کے اپنی قوم مین سے کسی کو رئیس بنا کے اُسکی اطاعت کرینگے"
نواب سیّد غلام محمد خان خاموش ہو گئے اور عزیمت سفر فسخ کی۔

تیرھوین محرم ۱۲۰۹ھ ہجری کی شب مین سب افسر نواب سیّد غلام محمد خان کی حویلی مین جمع ہوے اور باہم مشورہ کرنے لگے۔ نواب سیّد محمد علی خان کی اردلی اور قلعہ اور دیوان خانے کی چوکی پہرون کے پانسو آدمی مقرر تھے جنکے افسر محمد شفاعت خان اور ارادت خان تھے اس لیے افسرون نے یہ صلاح کی کہ حضرت نور خان اور نسیم خان اخونزادہ کل صبح کو پہلے سے جاکر نواب صاحب کے پاس بیٹھ جائین اس غرض سے کہ اگر نواب کو فوج کے اجتماع کی خبر پہونچے تو یہ دونون افسر اُن سے عرض کر دین کہ سپاہ جمع ہو کر حضور کے پاس اس لیے آتی ہے کہ اُسکا چڑھا ہوا ہشت ماہہ مل جائے اور اُن دونون افسرون کو سمجھا دیا کہ جہانتک ممکن ہو نواب کا دل باتون مین بہلائے رکھین۔ اُن کو یہ خیال نہ پیدا ہونے دین کہ سپاہ میری گرفتاری کے لیے جمع ہو کر آرہی ہے اور ان افسرون نے عمر خان بڑموچھے سے یہ کہا کہ وہ فوج کی روانگی سے قبل قلعہ کے دروازے پر جاکر بیٹھ جائین تاکہ اردلی کے لوگون سے جھگڑا پیدا نہو اور چوکی پہرے والے روک ٹوک اور مقابلہ نہ کرین۔

غرضکہ محرم کی تیرھوین تاریخ بارہ سو نو ہجری کو پیر کے دن صبح کے وقت

پیادہ و سوار کہ جملہ چودہ ہزار آدمی تھے مع طبل و علم نواب سید محمد علی خان کو معزول کرنے کے لیے تیار ہوے۔ نواب سید غلام محمد خان نے اپنے پیر مرشد حافظ جمال اللہ صاحب کو بُلا کر معاملات کے ایچ پیچ سے آگاہ کیا۔ جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سید محمد علی خان کے آدمیون نے اس جماعت کی تیاری کی خبر نواب سید محمد علی خان کو پہلے سے کر دی تھی مگر وہ اپنے بھائی کی جانب سے ایسے مطمئن تھے کہ اس خبر کو بالکل بہتان خیال کر کے اصلا متنبہ نہ ہوے۔

نواب سید محمد علی خان کے ایک خواص نے جو اُن کے پیچھے کھڑا تھا عرض کیا کہ "مجھے تو آج دغا نظر آتی ہے اور اچھے طور نہین معلوم ہوتے" نواب نے اُسکو جھڑک دیا کہ تو ہمارے بھائی پر تہمت کرتا ہے وہ میرے بڑے رفیق اور وفادار ہین درباری آپس مین کُھسر پُھسر کرنے لگے جب یہ جماعت دیوانخانے کے دروازے پر پہونچی تو دلیر خان کمالزئی جو نواب سید محمد علی خان کا سمدھی تھا اور نواب سید فیض اللہ خان کے وقت سے اُن ہی کی اردلی مین رہتا تھا مجمع دیکھ کر بڑھا اور نواب سید غلام محمد خان سے کہا کہ آپ اندر جائین اور کچھ افسرون کو بھی ساتھ لین مگر اس سارے مجمع کا لیجانا مناسب نہین اُنھون نے جواب نہ دیا اور آگے بڑھے دلیر خان نے پھر کہا کہ جو کچھ مین نے عرض کیا شاید آپ نے نہین سُنا۔ نواب سید غلام محمد خان نے جھڑک دیا۔ دلیر خان تو کچھ سمجھ کر رہ گیا۔ نواب سید غلام محمد خان دیوانخانے کے چبوترے پر چڑھ گئے اور دیوانخانے کا تمام چوک فوج سے بھر گیا۔ نواب سید محمد علی خان نے یہ رنگ دیکھکر نواب سید غلام محمد خان سے پوچھا کہ "یہ کیا ہے" صاحب منتخب العلوم کہتا ہے کہ اُس وقت

نواب سید غلام محمد خان نے کہا کہ "دادا[1] آپ مسند سے اُتر جائیے تمام لوگ آپ سے ناراض ہین اور میری فہمایش کو خیال مین نہین لاتے مین آپ کو بھی سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا اور اُن کو بھی فہمائش کرتے کرتے عاجز ہوگیا"

کہتے ہین کہ نواب سید غلام محمد خان کی زبان سے ہنوز الفاظ جواب ادا نہ ہو چکے تھے کہ نواب سید محمد علی خان نے وہ تلوار جو اُنکی مسند پر رکھی ہوئی تھی کھینچ کر ایک ہاتھ مارا قضا کار تلوار کا بیپلا دیوان خانے کی محراب پر پڑا۔ جام جہان نما مین لکھا ہے کہ جب نواب سید محمد علی خان تلوار لے کر جھپٹے تھے تو سپاہی کائی کی طرح پھٹ گئے تھے۔ بعض گھبراہٹ مین چبوترے کے تلے گر گئے نواب سیّد محمد علی خان نے نواب سید غلام محمد خان پر کئی وار کیے مگر سرداروں کی سپرون کی آڑ کی وجہ سے اُن کے کوئی زخم نہ آیا۔ اور تسلیم نے جنگنامہ دو جوڑا[2] کے نظم مین کہا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان آڑ مین آجا کے خود تو محفوظ رہے مگر اُنکا دامن کٹ گیا۔ نواب سیّد محمد علی خان کے پیچھے سے بلند[3] خان نے اُنکے تلوار ماری جو مونڈھے پر پڑی اور داہنا ہاتھ تلے کو لٹک آیا اور یہ تلوار پشت تک کاٹتی چلی گئی۔ اُس زمانے مین یہ مشہور ہوا تھا کہ یہ تلوار عمر خان بڑمونچھے نے ماری تھی مگر واقع مین بلند خان کے ہاتھ سے لگی تھی بالآخر سیف الدین خان اور اکبر خان نے اُس مجمع کو نواب سید محمد علی خان کے قتل کرنے سے روکا۔ نواب مجروح نے کہا کہ مجھکو محل مین پہونچا دو۔ بہادر خان ایک میانہ لایا اور اُن کو اُس مین لٹا کے ایک بنگلے مین جو قلعہ کے اندر تھا پہونچا دیا۔ محل مین جب

---

[1] دادا ہندوستان کے محاورے مین بڑے بھائی کو کہتے ہین ۱۲ [2] دیکھو جنگنامہ دو جوڑا نظم مؤلفہ تسلیم ۱۲

یہ خبر پہونچی تو بیگمات پیٹنے لگین اور وہ سب جمع ہو کر نواب سید محمد علی خان کو زنانے مین اُٹھا لے گئین محل مین پہونچکر نواب سید محمد علی خان نے اپنے بیٹے سید احمد علی خان کو جو اُس وقت نو برس کے تھے پاس بلا کر کہا کہ میرے انتقال کے بعد تم نواب آصف الدولہ کی سرکار مین مستغیث ہونا وہ ضرور تمھاری کمک کرینگے اور تم رئیس ہو جاؤ گے مگر وقت پا کر بطرز مناسب میرے دشمنون سے انتقام ضرور لینا۔ معظم کہتا ہے۔

بلایا شتابی سے عبد الغفور — جو ٹانکے لگانے مین تھا ذی شعور
غلامی کا حکم آیا یہ پرخطر — کہ زخمی کے زخمون کو اچھا نہ کر
ہمیشہ کو یہ گل کھلا ہی رہے — اسی طرح گھر مین پڑا یہ سڑے
گیا خوف کھا کر وہ عبد الغفور — کہا اُس سے لوگون نے جا بے شعور
خدا جانے کس سوے دیوار کود — ہوے جا کے سدّ و وبدّ و نمود
زنانے مین جا زخم کی دوخت کی — دل سرد کو آتش گرم دی
جو ٹانکے لگے ساٹھ سے چار کم — تو غفلت مین مجروح کا آیا دم

تیسرے دن رہے افسران فوج نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ اب نواب سید محمد علی خان کو مروا ڈالنا چاہیے کیونکہ ان کے زندہ رہنے مین فسادات کا اندیشہ ہے اور اُن کے قتل کے لیے دو آدمی بھیجے گئے یہ لوگ جب زنانے مکان کی ڈیوڑھی پر پہونچے تو بیگمات اس مطلب کو سمجھ گئین اور مزاحمت کے لیے دروازے پر آ گئین اور دروازے کو مقفل کر کے بند کر دیا اور لاٹھیون وغیرہ سے مسلح ہو کر مقابلے کو تیار ہوئین۔ نواب سید محمد علی خان کی دونون بہنون نے

بڑی استقامت سے کنیزون اصیلون اور ماؤن کو کہدیا کہ جو کوئی ادھر کا رخ کرے تو بانسون سے اُس کو مارو۔ کوئی کنیز ہاتھ مین پتھر لیے۔ کوئی کفگیر لیے کوئی بانس لیے مقابلے کو دروازے کے قریب کھڑی ہوگئی۔ جب اُن آدمیون نے یہ حال دیکھا تو جا کر کہا کہ ہم اس دشمن مستورسے کیسے عہدہ برآ ہون۔

شب کے وقت جو شور و غل کی آواز ہوئی نواب سید محمد علی خان نے جنگی غفلت سے آنکھین کھل گئی تھین دریافت کیا کہ یہ کیسا شور ہے۔ عورتون نے جواب دیا کہ نواب سید غلام محمد خان کی مسند نشینی کی خوشی ہورہی ہے اُنھون نے یہ جواب سُنکر بظاہر کوئی اندوہ و ملال نہین کیا۔ بلکہ کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے اگر مین مسند پر نہین رہا تو میرا بھائی اُسپر بیٹھا کسی غیر کو تو ریاست نہ پہونچی۔ اور بیگم کو اپنے بیٹے کی تعلیم کے لیے بہت کچھ وصیت کی۔

چودھوین محرم کو نواب سید غلام محمد خان نے دو آدمی بیگمات کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ جو کچھ ہوا وہ نوشتۂ تقدیر تھا میری تو نواب ممدوح سے کچھ عداوت نہین ہے وہ عیش و عشرت سے گھر مین رہین اپنے مصارف ماہ بماہ لیے جائین مین نے تو بھائی صاحب موصوف کو بہت کچھ سمجھایا مگر اُنھون نے میرا کہنا نہ مانا سرداروں کو بھی مین نے بارہا فہمائش کی اُنپر بھی کچھ اثر نہ ہوا مجھے خود اپنی نسبت بھی طرح طرح کے اندیشے لاحق ہوے بالآخر صورت موجودہ پیش آئی۔ افسران سپاہ نے میان حسن شاہ صاحب کو بلا کر کہا کہ نواب سید محمد علی خان کا علاج عورتون سے نہ ہو سکیگا اسلیے آپ اُن کو باہر لے آئین اور اب ہم کسی طرح اُن کے ساتھ دغا نہ کرینگے۔ میان حسن شاہ نے کہا

کہ اگر آپ لوگ قرآن منگا کر اُسکی قسم کھا کر عہد کر لین تو مین درمیان مین دخل
دون سرداروں نے خدا کو درمیان مین کر کے قرآن کی قسم کھائی۔ اہل اللہ لوگ
حال وقال کی مجلسون کو رونق دینے والے اُنھین ریاست کے کامون کا
کیا تجربہ جھٹ میان حسن شاہ قرآن[1] ہاتھ مین لے کر نواب سید محمد علی خان اور
بیگمات کے پاس گئے اور سردارون کا پیام بیان کیا اور میان صاحب نے
قول وقسم کے ساتھ بیگمات کا اطمینان کیا کہ نواب سید محمد علی خان کی جان کو ضرر نہ پہونچیگا۔
پھر دن چڑھے کہار اندر گئے اور پلنگ مین بانس باندھکر علاج کے لیے باہر
لائے جس وقت نواب سید محمد علی خان کو لے چلے تو بارش ہونے لگی۔ نواب
موصوف کو گڑھہ مین کہ در شہر سے جسے ڈونگر پور دروازہ کہتے ہین جانب شمال
پَون میل کے فاصلے پر ہے نظر بند کیا اور حضرت نور خان کو اُن کی حفاظت کے
لیے مقرر کیا نواب سید محمد علی خان نے اس شخص کو ایک ہاتھی اور دو شالہ
بخشا تھا اور رسالہ دار کر دیا تھا اور اپنی مصاحبت مین رکھتے تھے نواب سید
محمد علی خان کے پاس کوئی خدمتگار وغیرہ تک نہ رکھا گیا۔ اور اُنکو اپنی جان کا
یہانتک خوف تھا کہ اپنی چلم پر آگ بھی اپنے ہاتھ سے رکھتے تھے اور زہر دینے
کے خوف سے کھانا نہین کھاتے تھے جب فاقے پر فاقہ گذرا تو ایک سپاہی
سے آٹا مانگ کر اُسکو گوندھ کر ٹکیہ بنائی اور آگ پر دھر دیا اور سینک کر اُسکا
چھلکا اُتار کر کھا لیا۔ اور اُنھون نے سونا چھوڑ دیا تھا رات دن جاگتے رہتے
تھے وہان ایک سقہ اُن کا یار ہو گیا کہ مشک مین رکھکر کھانے کی چیزین پہونچانے لگا۔

[1] دیکھو نظم تسلیم ساکن رستم نگر۔

اس زمانے مین صاحبزادہ سیّد مصطفےٰ خان ابن سیّد آلہ یار خان ابن نواب سیّد علی محمد خان بہادر کے توسط سے جن سے نواب سید محمد علی خان کی حقیقی بہن منسوب تھی آصف الدولہ تک خفیہ داد خواہی کی عرضی بھیجی۔ اُس پر اُنھون نے لکھا کہ نواب سیّد محمد علی خان مجروح کو فورًا یہان بھیجدو ہم یہان انگریزی ڈاکٹرون سے اُنکی مرہم پٹی کرائینگے۔ جب اس مضمون کا شقہ آصف الدولہ کا رام پور مین پہونچا تو سب افسرون نے صلاح کی کہ نواب سید محمد علی خان کا کام تمام کر دینا چاہیے ورنہ بڑا جھگڑا پیدا ہوگا۔ اُن کے مجروح کرنے کی آگ ابھی ٹھنڈی نہوئی تھی کہ اُن کے قتل کا شعلہ اور اُٹھا۔ یہ بیان معظم کی مثنوی کے موافق ہے۔

بہرصورت افسران فوج کے مشورے سے ۲۲۔ محرم کی شب کو اُن کے قتل کے لیے چار شخص مقرر کیے گئے جنکے نام معظم جانتا تھا مگر پردہ پوشی کی راہ سے نہین لکھے اور یہ قرار پایا کہ آج ہی شب مین اُنکا کام تمام کر دینا چاہیے بعض کہتے ہین کہ الہام خان جسکی چوپال مشہور ہے اور منسا رام بکسریہ جسکے چار سو بکسریے تابع تھے نواب سیّد محمد علی خان کے قتل کے لیے مامور کیے گئے تھے اور عطاء اللہ خان دو محلے والے جو خاندان مولوی غلام جیلانی خان سے ہین بیان کرتے تھے کہ شیر خان درویش ساکن گنج اور سراج الدین خان ساکن متصل مسجد قلاش خان کے باپون نے قتل کیا تھا یہ دونون شخص نواب کے پہرے پر تھے۔ خاص سراج الدین خان کے باپ نے تمنچہ مارا تھا۔ بہرصورت جب قاتل پہونچے تو نواب سیّد محمد علی خان اُس وقت بیدار تھے مگر تھوڑی دیر کے بعد گاؤتکیہ پر ٹیک کر سو گئے اُنھون نے پشت مکان سے اُتر کر باطمینان تمام ایک نے شیر بچہ

گردے پر رکھ دیا اور ایک نے بائین بغل پر پستول مارا احشاے باطنی کے چیتھڑے اُڑ گئے معظم کہتا ہے کہ فیر کے بعد قاتلون نے سینے پر چڑھکر گلے مین دوپٹہ باندھکر گھونٹا اور اُن کا کام تمام ہوگیا۔ تسلیم نے جنگنامے مین قاتل کا نام نوریا بتایا ہے اور کہا ہے کہ اُس نے تنچہ کمر مین اور چھرا سر مین مارا تھا۔

پس اس حساب سے کہ ۱۷ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۸ ہجری کو مسند پر بیٹھے تھے اور ۲۱ محرم سنہ ۱۲۰۹ ہجری کو مجروح ہوکر ریاست سے جدا ہوئے چھبیس دن مقدار زمانۂ ریاست ہے کل تینتالیس برس کی عمر پائی سہ شنبہ کے دن محرم کی اکیسوین تاریخ بارہ سو نو ہجری مین صاحبزادۂ سید محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان بہادر کے مقبرے مین جو فی الحال پرانا مدرسہ مشہور ہے دفن ہوئے معظم کہتا ہے۔

سہ شنبہ محرم کی اکیسوین ‏ ‏ ‏ تھی جب وہ ہوا دفن زیر زمین

عنبر شاہ خان نے اُنکی شہادت کی تاریخ اس طرح لکھی ہے۔

جوہر عرض شوکت و حشمت مہر سپہر داد و کرم ‏ ‏ ‏ اختر برج وقار انور کشور جود و سخا را شہ

آنکہ محمد اول نامش آخر اسمش ہست علی ‏ ‏ ‏ لشکر جاہش ملک حصار اکرد بزور عدل تبہ

بود جہان از ذاتش روشن ہمچو عذار مہر ویان ‏ ‏ ‏ گشت کنون از ظلمت مرگش مثل زلف ماہ سیہ

می جست از ہر گوشہ عالم تجربہ اش را معیار ‏ ‏ ‏ نقدی صافش را آخر کرد قضا از تیغ گرہ

چون بر جستم از ہاتف تاریخ سال شہادت او ‏ ‏ ‏ با دل پر اندوہ بگفت ہاے ناحق کشتہ شدہ

نواب سید احمد علی خان کے عہد مین اُن کی قبر خواص و عوام کی زیارت گاہ تھی بڑا بھاری عرس ہوتا تھا۔ عالم شاہی مین لکھا ہے کہ محمد علی خان شہید اپنی قید کے دنون مین توبہ اور تضرع جناب الٰہی مین کرتے رہتے تھے یہ اُن کے

حسن خاتمہ کے آثار تھے۔ اِن کا واقعہ مختلف صورتون سے مشہور ہے اگر اسکا صحیح پتہ چلتا ہے تو اُس وقت کے شاعرون کی نظمون سے چلتا ہے معظم اور عبدو اور ضامن اور تسلیم نے جو شاعری مین پوری دستگاہ نہین رکھتے تھے اپنی اپنی نظمون مین اس واقعہ کو باندھا ہے چونکہ ان کے بیانات باہمی ملتے ہوے ہین اور اُن مین مضامین کا اغلاق اور قافیون کے مسلسل کھٹکے اور مبالغے کی دھوم دھام نہین ہے اس لیے قیاس یہ چاہتا ہے کہ ان کا بیان واقعات کا سچّا فوٹو ہے۔ ہمنے جو کچھ لکھا ہے وہ معظم اور تسلیم کے جنگنامون سے زیادہ اقتباس کیا ہے۔ تسلیم رستم نگر کا رہنے والا ہے جو رام پور سے دس کوس کے فاصلے پر دوآبہ رام گنگا و گانگن مین ہے اور یہ شخص آصف الدولہ کا معاصر ہے۔ ہم یہان عبدو کی پوری چار بیت نقل کرتے ہین اُسکے اشعار زیادہ نہین ہین اس لیے امید ہے کہ ناظرین کے دل اُکتا ئینگے نہین بلکہ اسکو پڑھ کر اُن کے مارے جانے کے مجملاً حالات اور دشمنون کے اس امر مین مہمات سے ہر شخص آگاہ ہوسکتا ہے۔ اُنکی اولاد جو باقی نہین رہی اور غلام محمد خانی ریاست کے وارث ہوگئے تو کوئی انکا حال بھی پورا لکھنا اور اُن کی بیکسی کو بتانا عبث سمجھتا ہے خدا عبدو کو جزاے خیر دے کہ اُس نے اس چار بیت مین اُن کے واقعہ کو نہایت صحیح ادا کیا ہے اور اسکی حالت کی صاف تصویر کھینچی ہے اسمین عبارت آرائی کا نام نہین حالت کو بے تکلف لکھا ہے لفظ لفظ سے مصیبت ٹپکتی ہے۔

طور پر اس چرخ کے غور جو کرتے ہین ہم
جور سوا اور سب دور مین ہے اس کے کم

کسکو نہ گردان کیا گردش افلاک نے　　کسکو ملا یا نہین گردمین اس خاک نے
کسکو ہلاکت نہ دی دہر کے سفاک نے　　کسکے نہ سر پہ چلی چرخ کی تیغ ستم
خان محمد علی تھا جو وہ نواب دہر　　مہر مین تھا مثل مہر قہر مین قہر سپہر
جب سے دکھایا اُسے دہر نے کچھ قہر و مہر　　کہنے کی حاجت نہین ہے وہ عیان اور علم
چرخ نے اول اُسے ملک کا مالک کیا　　نقد ریاست کا سب ہاتھ مین اُسکے دیا
دیکھیے یہ اول وہ جان کو آخر لیا　　لکھتے ہوے اُسکا حال جاری ہین اشک قلم
شوکت شاہانہ تھی اُسکی نشان جلال　　کیجے کہانتک بیان اسکا شکوہ کمال
حکم سے اُسکے کوئی پھیرے جو سر کیا مجال　　کسکی طاقت تھی وان رکھے جو بڑھکے قدم
جو کہ تھے ارکان ملک اُس سے وہ ڈرتے تھے سب　　جتنے تھے سردار فوج رعب مین مرتے تھے سب
حکم کو اُسکے ادا خوف سے کرتے تھے سب　　غیر اطاعت وہان کوئی نہ مارے تھا دم
دہم حضوری نے جو ملین کیا سب کے راہ　　دشمن جان اُسکی سب ہو گئی قوم سپاہ
اُسکی اذیت پہ سب اپنی رکھے تھے نگاہ　　ملکے کیا اتفاق قتل پہ اُس کے بہم
اُسکے برادر پہ جا سب نے یہ اغوا کیا　　بہر ریاست تمھین حق نے ہے پیدا کیا
تمنے ریاست کا کیون ترک ارادا کیا　　حکم کی نوبت بجا کیجیے بالا علم
جوہر انصاف کو صاف مکدر کیا　　نسخۂ اخلاص کو جمع ہوا ابتر کیا
قتل کا نواب کے روز مقرر کیا　　کچھ بھی نہ باقی رکھا جو سے مروت مین نم
الغرض اس روز سب جتنے تھے وے کینہ ور　　جمع ہو نواب کے بیٹھے وہ دروازے پر
کرکے وہان بندوبست بھائی کو بھیجی خبر　　آیا نشتابی سے وہ ساتھ لے اپنے خدم
سبکے تھی شانون پہ تیغ اور تھی ہتوالے ڈھال　　جان کے بھوکے تھے سب خون کے پیاسے کمال

جا کہا نواب سے ایک نے یہ دیکھ حال — آج تو بے طور سا لوگون کو دیکھے ہین ہم
غفلت نواب کا کیجے کہانتک بیان — بیٹھا تھا دالان مین صرف بیک جسم و جان
سُنکے وہ اس بات کو کچھ نہ ہوا بدگمان — بولا کہ بھائی کو تو کرتا ہے کیون متّہم
پھر تو یکا یک وہین آیا رُخ کینہ خواہ — بولا وہ نواب سے کر کے غضب کی نگاہ
تو نہین قابل کہ ہو صاحب ملک و سپاہ — حکم کی مسند سے اب اپنا اُٹھا لے قدم
کیا کہون نواب کی زور و شجاعت کی بات — کہنے مین آتی نہین ذات کی اُسکی صفات
کچھ نہ ہوا خوف مرگ اور نہ فکر حیات — سُنتے ہی اُٹھ کر کیا تیغ کو اپنی علَم
اسکا نہ غمخوار ایک اُسکے تھے غمخوار سب — کوئی نہ اسکی مدد اُس کے مددگار سب
اسکی سپر اسکا جسم اُسکے سپر دار سب — اُسکے تھے ہمدم ہزار اسکا تھا بس ایکدم
چلتا تھا جو اُسکا ہاتھ اس پہ تھا وہ کارگر — اسکا جو ہوتا تھا وار لیتے تھے سب ڈھال پہ
آخر اک شخص نے سوے قفا جاے کر — زخم دیا کارگر ہاے کیا کیا ستم
پھر تو ہر اک طرف سے جوشش طوفان ہوا — دست بداماں تھا جو دست گریبان ہوا
کرتا تھا جو پلے بوس سر کا وہ خواہان ہوا — چرخ کی اُلٹی ہے بات کیجے کہانتک رقم
الغرض اعدا نے یون کر کے اُسے تنگ حال — تھا جہان زخمی کیا لائے وہان سے نکال
لے چلے مجبور کو ایک محافے مین ڈال — لا کے رکھا تھے جہان باپ کے اہل حرم
دیکھ کے غمگین ہوئین اُسکو وہ پردہ نشین — جلد سے جرّاح کو سب نے بُلایا وہین
زخمون پہ ٹانکے دیے گرد سب اُسکے ہین — کرتی تھین غمخوارگی مل کے وہ ہمشیر و عم
جانا عدو نے کہ وہ کرتی ہین تیمار کو — حکم دیا تب تو پھر چند ستمگار کو

لہ یہ بیان صحیح نہین نواب سیّد غلام محمد خان نے اس موقع پر ہتھیار کا استعمال مطلق نہین کیا تھا ۱۲

لاؤ وہان سے شتاب زخمی سرشار کو تا کہ شتابی سے وہ جائے بطرفِ عدم
پہونچے وہ نااہل سب تھین جہان وہ اہلِ ننگ ہو گئین سب محرمات اُنکے مقابل بجنگ
لیک نہ تھا کچھ سلاح اُنپہ بجز چوب و سنگ جتنا کہ مقدور تھا اُس مین کیا کچھ نہ کم
مردم نااہل نے محل مین بلوہ کیا زخمی سرشار کو وان پہ نہ رہنے دیا
چاہین تھے خلق پہ سب خون کو اُسکے پیا کھانے کو اُسکا جگر خالی تھا سب کا شکم
شہر کے پھر متصل ایک قلعہ خام تھا اُس تن مجروح کو قید کیا وان پہ جا
کتنے ہی دن اس طرح قید مین درتا رہا خواب و خورش کچھ نہ تھی خطر لیے دینے کے ہم
پایا اس ایام مین زخمون نے کچھ التیام زیست کی اُسکی ہوئی لوگون کو امید خام
لیک وہ اعدائے جان فکر مین تھے صبح و شام گذرے تھا جو دم بخیر اُسکو تھا وہ مغتنم
آہ کہ آخر کو وہ دشمن فرصت طلب پائے کے غافل اُسے خواب مین ہنگام شب
ضرب سے بندوق کی لائے پھر اُسپر غضب خاک مین غلطان کیا اُسکا تن محتشم
پھر تو مقابل ہوئی آکے شہادت وہین جان فلک پر گئی جسم ہوا بر زمین
رحمت حق سے ہوا داخلِ خلد برین منزل حادث کو چھوڑ پایا وہ ملک قدم
قتل کی نواب کے شہر مین پہونچی خبر شور قیامت اُٹھا دربدر و گھر بہ گھر
چاک تھے سب کے جگر خاک تھی سب کے بسر ساحت دل سے کیا خلق کے راحت نے رم
بیگم عالی جناب سُن کے یہ شوہر کا حال کرتی تھی جس طور غم کہنے کی کس کو مجال
چہرہ تھا جو غم سے زرد پھر وہ ہوا خون سے لال آہ سپہر دو رنگ تو نے دیا کیا الم
دیدہ گریان تھی وہ سینہ بریان تھی وہ خاک بدامان تھی وہ چاک گریبان تھی وہ
خشم سے لرزان تھی وہ چشم سے طوفان تھی وہ پیٹنے سے دونون ہاتھ تھامے رہتے تھے کم

آہ کہ اطلس سے تھا جسکے بدن کو ماس
اُسکو فلک اطلسی خاک کا دیوے لباس

جو کہ ہوا امیدگاہ اُسکو ہو پھر اتنی یاس
جو کہ ہو غمخوار خلق ہاے اُسے اتنا غم

اُسکا وہ فرزند خاص نور دو چشم بصر
زندہ رہے وا اُلما تاکہ ہین شمس و قمر

واے کہ اس چرخ نے اُسکو کیا بے پدر
ہاے یہ سن صغیر اُسپہ یہ گذرے ستم

چرخ یہ لائق نہ تھا اُسکو کرے تو یتیم
باپ کی آغوش مین اُسکو تھا رکھنا مقیم

بادخزان یان نہ چل ہے یہان جاے نسیم
ہے نہ مکان ستم ہے یہ مکان کرم

آخرش اُس لاش کو لائے وہان سے اُٹھا
دفن کیا اُس جگہ تھا کہ جہان مدرسا

عبد و اب اُس گور پر جا کے تو پڑھ فاتحا
قصہ کو کر مختصر اب نہین آنکھون مین نم

اولاد نواب سیّد محمد علی خان

(۱) نواب سید احمد علی خان اُجان بیگم عرف اَجُّو بیگم دختر محب اللہ خان خلف دوندے خان کے بطن سے (۲) سید محمد اسحاق خان (۳) گمانی بیگم زوجہ محمد اعظم خان ولد دلیر خان کمالزئی جس نے جنگ دوجوڑہ مین نواب سیّد غلام محمد خان کی رفاقت سے گریز کیا تھا (۴) صالحہ بیگم زوجہ سیّد عبداللہ خان ولد سید فتح علی خان خلف نواب سیّد فیض اللہ خان۔

نواب سید غلام محمد خان ابن نواب سید فیض اللہ خان کی مسند نشینی

نواب سید غلام محمد خان ۱۱۷۰ھ ہجری مین پیدا ہوئے تھے۔ افسران فوج نے اُنکے بڑے بھائی نواب سید محمد علی خان کو مجروح و معزول کیا تو اُسوقت نواب سید غلام محمد خان نے اپنے دوسرے بھائیون کو بلا کر کہا کہ یہ مسند موجود ہے جس کا جی چاہے بیٹھ جائے سب نے جواب دیا کہ ہم سب مین آپ ہی منتخب ہین اور اس منصب کے لائق آپ ہین۔ جبکہ نواب موصوف کو سب طرح سے اطمینان حاصل ہو گیا تو حافظ جمال اللہ صاحب کو جو نواب سید غلام محمد خان کے پیر تھے بلا کر اُنسے کہا کہ آپ مسند نشینی کی رسم اپنے ہاتھ سے ادا کیجیے۔ چنانچہ اُنھون نے ۱۳۔ محرم ۱۲۰۹ھ ہجری کو نواب سید غلام محمد خان کو اُن کے بھائی کی جگہ گادی پر بٹھا کر رئیس بنا دیا۔ اور اپنے ہاتھ سے دستار اُن کے سر پر رکھی اور شادیانے بجنے لگے۔

روہیلکھنڈ گزٹیر مین بیان کیا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان نے اِس کوشش کے صلے مین اور اپنا پورا طرفدار بنانے کی غرض سے نجو خان کے ساتھ اپنی بہن کا نکاح کر دیا اور اپنے بھائی کی تمام فوج اور ملازمین کو جمع کر کے اُنسے اپنے ساتھ وفاداری کرنے کی مذہبی قسمین لین اور سب کو اپنی اپنی جگہ بحال رکھا اور سب کو انعام و اکرام عطا کیا۔

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ جبکہ استغاثہ قتل نواب سید محمد علی خان بوکالت صاحبزادہ سید مصطفےٰ خان نواب آصف الدولہ کے دربار مین ہوا تو وہ سُنکر بہت برہم ہوئے اور رامپور کے افسران فوج کو حکم لکھا کہ نواب سید غلام محمد خان کو



جناب نواب سید غلام محمد خان بہادر

گرفتار کرکے یہان بھیجدو۔ورنہ تم لوگون کو سخت سزادیجائیگی۔اور معظم کہتا ہے کہ آصف الدولہ نے نواب سیّد محمد علی خان مجروح کو بلوایا تھا اس تحریر کے پہونچتے ہی سب نے صلاح کرکے نواب سید محمد علی خان کو مرواڈالا۔

قتل کی صبح کو نواب سید غلام محمد خان نے دربار کرکے فرمایا کہ نواب آصف الدولہ کے شقے کا جلد جواب لکھنا چاہیے اور نواب سیّد محمد علی خان کو لکھنؤ بھیجدینا چاہیے اگر دیر ہوگی تو نواب وزیر ناخوش ہونگے یہ گفتگو ہوہی رہی تھی کہ منسا رام بکسریا سوگ کی صورت بناکر نواب کے سامنے آیا اور عرض کیا نواب سیّد محمد علی خان نے شب کو سینے مین تمنچہ مارکر خودکشی کرلی یہ سنتے ہی دربار مین بہت رنج وافسوس ہوا اور محلات مین یہ خبر پہونچی تو وہان غم وماتم برپا ہوگیا۔نواب سیّد غلام محمد خان نے بھی بہت کچھ اندوہ وملال کیا میان حسن شاہ کو جب یہ خبر پہونچی تو سنّاٹے کا عالم ہوگیا۔نواب سیّد غلام محمد خان نے نواب سید محمد علی خان کی تجہیز وتکفین کے بعد ایک محضر تیار کرایا جسکا مضمون یہ تھا کہ "نواب محمد علی خان نے غیرت کی وجہ سے تمنچہ مارکر خودکشی کرلی ہے رشب کو انکی آرامگاہ مین فیر ہوا دیکھا تو وہ مرے پڑے تھے" اس محضر پر چھوٹے بڑے تمام افسرون کی مہرین ہوئین۔علما کے پاس وہ محضر گیا تو انھون نے بھی مہرین کردین۔مشائخ نے بھی مہرین کین اور قاضی نے بھی مہر لگائی مگر سردارون مین سے محمد اکبر خان خلف حافظ رحمت خان نے اور افسران فوج مین سے قلندر خان نے اور علما مین سے اخون اکبر شاہ اور مولوی عبدالعزیز نے اور مشائخ مین سے میان حسن شاہ نے اور خاندانیون مین سے سید نصراللہ خان خلف نواب سیّد عبداللہ خان نے مُہرین نہ کین اور دو تین اور بھی شخصون نے مہرین نہ کین۔جب محضر تیار ہوچکا تو

نواب سید غلام محمد خان نے ایک خط کے ساتھ نواب وزیر کے پاس بھیجا اور اپنے چھوٹے بھائی سید فتح علی خان کو جو اُنکے مشیر خاص تھے اس مقدمے مین جوابدہی اور پیروی کے لیے روانہ کیا اور اُن کے ساتھ بہادر خان اور نسیم خان اخون زادے کو بھی بھیجا اور تحریر کے کام کے لیے سوجی لال کو ہمراہ کیا۔

سید فتح علی خان لکھنؤ مین پہونچکر ایک باغ مین مقیم ہوے دیوان جھاؤلال کے ذریعہ سے جسکو اُس عہد مین بڑا رسوخ حاصل تھا گفتگو شروع ہوئی۔ شاہ عالم نے اس حادثے کی خبر سنکر آصف الدولہ کو روہیلون کی شکایت لکھی اور اُنکی تنبیہ و تادیب کے لیے ایما کیا۔ مولوی قدرت اللہ نے جام جہان نما مین کہا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے سید فتح علی خان کو غائبانہ کہلا بھیجا کہ تم تمام سرداران فوج کو خفیہ خطوط لکھکر اپنے ساتھ متفق کر کے یہان بلالو مین تمکو ریاست دیدونگا مگر سید فتح علی خان نے کسی مصلحت کی وجہ سے یہ بات قبول نہ کی۔ عالم شاہی مین لکھا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان نے بہت سی تحریرین آصف الدولہ کے پاس بھیجین مگر اُنھون نے ایک کا جواب نہ دیا اور روہیلکھنڈ گزیٹیر مین ذکر کیا ہے کہ آصف الدولہ کو جب اس بلوے کی خبر ہوئی تو پہلے اُنھون نے معقول رشوت لے کر اس معاملے کی طرف توجہ نہ کی اور کہا کہ یہ آپس کا فساد ہے لیکن مسٹر جیری انگریزی رزیڈنٹ اس خبر کی تصدیق سے انکار کرتا ہے بلکہ اُسکا بیان ہے کہ آصف الدولہ کا خیال یہ تھا کہ نواب سید محمد علی خان اور نواب سید غلام محمد خان دونون اس ریاست کے مستحق نہین ہین کیونکہ یہ ریاست اُنکے باپ کی حین حیات تھی۔ لیکن تاریخ آصفی سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید محمد علی خان کی جانشینی وزیر کے حکم سے عمل مین آئی تھی پھر یہ کہنا کہ آصف الدولہ نے

دونون بھائیون کو اس ریاست کا مستحق نہ بتایا محل نظر ہے۔ آصف نامے کا ناظم کہتا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے نواب سید غلام محمد خان کی سفارت کے مقاصد کو نامنظور کیا۔ مگر یہ قول صحیح نہین معلوم ہوتا کہ نواب آصف الدولہ نے نواب سید غلام محمد خان کی سفارت کے مضمون پر بالکل توجہ نہ کی۔ بلکہ انتخاب یادگار اور شمس العلما ذکاء اللہ صاحب کی تاریخ سے ثابت ہے کہ نواب سیّد غلام محمد خان نے نواب آصف الدولہ کو بیش بہا تحائف بھیجکر درخواست کی کہ میری مسند نشینی سے مخالفت نہ کی جائے اُس کے عوض مین چوبیس لاکھ روپے لیجیے نواب آصف الدولہ تو کچھ نیم راضی سے ہو گئے مگر یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ بغیر انگریزی گورنمنٹ کی مرضی کے طے ہوتا۔ جب اُس سے کہا گیا تو اُسنے نواب سیّد غلام محمد خان کی جانشینی سے انکار کر دیا۔ مگر یہ اور تماشا کیا کہ یہ تجویز ٹھہری کہ نواب سید فیض اللہ خان کا سارا ملک لے کر نواب اودھ کو دیدیجیے یہ نہ خیال کیا کہ یہ سزا گناہگار اور بے گناہ دونون کو ہوتی ہے۔ نواب سید غلام محمد خان کے ساتھ کوئی مخالفانہ کارروائی کی جائے تو بظاہر مضائقہ نہین مگر نواب سید محمد علی خان کے بیٹے پر کیون ظلم روا رکھا جائے۔ سوا اسکے نواب سیّد فیض اللہ خان کے حسن انتظام سے اُنکا ملک نہایت سرسبز و شاداب تھا اور نواب اودھ کا ملک ویران و تباہ ایسے ملک کو ایک ظالم سرکار کے حوالے کرنا کب انصاف تھا۔

انگریزی اور آصف الدولہ کی فوج کی نواب سید غلام محمد خان پر چڑھائی

چونکہ رام پور کی ریاست انگریزی گورنمنٹ کی وساطت اور ضمانت سے تھی

اسلیے اُسپر لازم آیا کہ وہ آصف الدولہ کی مدد کرے تاکہ وہ نواب سید غلام محمد خان سے
ملک نکال لین۔ اسلیے گورنر جنرل کے حکم سے سر رابرٹ ابرکرمبی فرخ آباد سے انگریزی
فوج لیکر اس بلوے کے انسداد کے واسطے روانہ ہوا اور اُسکے ساتھ کانپور کا کمپو بھی
تھا۔ عماد السعادت مین لکھا ہے کہ انگریزی فوج مین دو پلٹنین گورون کی اور بارہ پلٹنین
تلنگون کی اور دو رجمٹ ترک سوارون کے تھے اور معظم نے انگریزی فوج کی تعداد
چودہ ہزار بتائی ہے جن مین سے سات سو گورے تھے اور نواب آصف الدولہ بھی
تیاری کر کے لکھنؤ سے چلے اُنکی توپون کے عجیب و غریب نام ہین جو بعض شاعرون
نے نظم کیے ہین۔ مین اُنکو یہان لطف کے لیے بیان کرتا ہون۔ دھور دھانی۔ جم ڈکار۔
ملک میدان فتح بار۔ اجگر۔ خود پسند۔ کھنڈ ڈھالی فتح مند۔ نہنگ۔ شیر پیکر۔
کڑک بجلی۔ سر جیو۔ گھن گرج۔ سنگار دل۔ فتح لشکر۔ صف شکن۔ وزیری۔ جہانگیری۔
حیدری۔ سلیمانی۔ پھلجھڑی۔ فتحیاب۔ غباری۔ انگریزیان۔ شترنال۔ کرنال۔ ہتنال
ان مین سے سر جیو بہت بڑی توپ تھی۔ الماس خان خواجہ سرا بھی اٹاوے سے فوج
لیکر چلا۔ نواب آصف الدولہ کے لشکر مین بہت سے امرا اور افسر تھے۔ ہنومان سنگھ۔
کپتان ہرہار سنگھ۔ دولم سنگھ۔ بھوانی سنگھ۔ اور سالار جنگ کے دونون بیٹے اکبر علی و
قاسم علی۔ عبد الرحمن خان قندھاری۔ مرزا شرف الدین۔ مرزا حسن رضا خان
بڑے مرزا۔ داروغہ حبیب خاص۔ راؤ بھولا۔ مہاراجہ بلاس رائے۔ راجہ تکیت رائے۔
جھاؤلال۔ معظم خان۔ تحسین خان۔ میان آفرین۔ فضل عظیم اور حکیم شفائی خان
یہ سب امرا و افسر ساتھ تھے۔

لہ دیکھو جنگ نامہ معظم ۱۲

سیّد ولی اللہ نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ جب نواب آصف الدولہ نے ۱۲۰۹ہجری مین نواب سیّد غلام محمد خان پر چڑھائی کی تو نواب مظفر جنگ بنگش رئیس فرخ آباد بھی ہمراہ تھا اور انگریزی رزیڈنٹ چیری صاحب بھی نواب وزیر کے ساتھ تھا۔ نواب آصف الدولہ کی پہلی منزل نول گنج مین۔ دوسری الماس گنج مین۔ تیسری سلطان گنج مین۔ چوتھی باون مین۔ پانچوین سرمن نگر مین۔ چھٹی شاہ آباد ضلع ہردوئی مین۔ ساتوین شاہ جہان پور مین۔ آٹھوین قریب تلہر کے ہوئی۔ انگریزی فوج بھی بڑی بڑی منزلین کرتی ہوئی بریلی آپہونچی اور یہان قیام کیا اور لکھنؤ کی فوج کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن لکھنؤ کی فوج نے اس فتح مین شریک ہونے کی عزت کی کوشش نہ کی۔

جب نواب سیّد غلام محمد خان کے پاس سیّد فتح علی خان کی تحریر اس مضمون کی آئی کہ لکھنؤ کی فوج رام پور پر چڑھائی کرنے والی ہے تو انھون نے فوج کو بڑھانا شروع کیا مگر نہ فوج تعلیم یافتہ تھی نہ سامان عمدہ تھا تھوڑی سی معمولی فوج تھی باقی نئی بھرتی سے تلوار و توپ کے منھ پر کیا ہوتا۔ شرح سپاہ کی پانچ چھ سات روپے مقرر کی اور جا بجا سے ریاست کی فوج بھی بلا کر جمع کر لی۔ معظم کہتا ہے کہ نواب صاحب کی یہ جدید فوج کچھ عمدہ نہ تھی کچھ مؤ کے پٹھان بھی ننگ قومی کی وجہ سے آکر شامل ہو گئے تھے جیسا کہ تسلیم ساکن رستم نگر نے لکھا ہے۔

از مثنوی معظم

سپاہی کے فن مین نہ جن کو تمیز — نجانین قواعد کہ ہے کیا وہ چیز
جو افغان پسر تھے نہ تھے ہوش مین — تھی تیغ اُنکی اُلجھی ہوئی دوش مین
یہی کہتے تھے بس وہ سب دم بدم — کہ مارینگے مارینگے مارین گے ہم

غلامی نے دیکھا سپہ کا یہ حال / تو اُس کو ہوا اک ہراس و ملال
سوا کوہ کے کوئی بہتر مکان / نہ سوجھا جہاں جاکے پائے امان
کہا قلب گھاٹی میں کوئی کوہ کی / ملے تو کمی ہووے اندوہ کی
قبائل رہیں واں بہ حفظ و امان / ضرورت ہو تو ہم وہاں ہوں نہان
کسی سے یہ احوال ظاہر کیا / وہیں اُس نے جاکر یہ باہر کہا
ہوا جب کہ دریافت یہ ماجرا / روہیلوں نے آپس میں چرچا کیا
کہ جس وقت جائے اسے لوٹ لو / وہیں نرغہ کرکے اسے کوٹ لو
یہی تذکرہ ہر جگہ تھا عیاں / گلی کوچے میں تھا یہ وردِ زبان
جو بازار میں حسن خان نجو گیا / کہ اُس وقت تھا اُس کا وہ راستا
جو بلوائیوں سے ہوا وہ دوچار / اُنھوں نے وہیں اُس پہ کی مار مار
دیا پالکی سے تلے اُس کو ڈال / کیا اُس کا لاتوں سے تن پائمال
کہا یہ کہ نواب کا تو ہے شیر / تری اس لیے فکر ہے ناگزیر
مرینگے بھی ہم اور مارینگے ہم / تمھارا بھلا کیوں نکلتا ہے دم
عمر خان نے یہ خشت بازی کری / دکھاتا ہے ہمکو وہ بازی گری

سپاہ نواب صاحب کے پاس آئی اور عرض کیا کہ ہم سب غنیم سے لڑنے کے لیے تیار ہیں مرنے مارنے پر مستعد ہیں آپ کس واسطے پہاڑ کو جانیکا ارادہ کرتے ہیں ہم آپ کے ساتھ جان نثاری کرینگے نواب صاحب نے فرمایا کہ مصلحت وقت اور مقتضائے عقل یہ ہے کہ ہم اپنی اہل و عیال کو یہاں سے دور رکھیں خدا جانے انجام کار کیا ہو روہیلوں نے عرض کیا کہ یہ بات نازیبا ہے

جبکہ یہ خبر مشہور ہوگی تو لوگ کہینگے کہ بغیر لڑے ہی یہ پٹھان اپنے مکانون کو چھوڑ کر چلے گئے۔تاب مقابلہ نہ لائے۔یہ بات سُن کر نواب صاحب نے فرمایا کہ مین تمھارے بھروسے پر کس طرح رہون اُسوقت سب نے عرض کیا کہ ہم سب فرنگیونکی اور وزیر کی فوجون سے لڑینگے آپ ہمارے ساتھ چل کر میدان مین کھڑے تو ہون نواب نے اُسوقت سپاہ کو بہت تسلی دی اور اُنکی ہمت سے خوش ہوے۔غرض جبکہ مقابلے کا تمام انتظام درست ہوگیا تو نواب صاحب نے افسران فوج سے کہا کہ یہ صلاح میری مانو کہ دلیر خان کمالزئی کو گرفتار کر لو مجھے تحقیق معلوم ہوا ہے کہ ظاہر مین موافق ہے اور باطن مین مخالف' سردارون نے کہا کہ یہ امر کسی نے غلط عرض کیا ہے اور ہم اُسکو اگر گرفتار کرین تو آج ہی سارے کمالزئیون سے بگاڑ ہو جائے اور آپس مین پھوٹ پڑے ایسے وقت مین کہ معرکہ درپیش ہے یہ صورت اچھی نہین نواب سید غلام محمد خان نے کہا کہ مین نے جو کچھ تمسے کہا وہ تحقیق ہے اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے اسواسطے کہ نواب سید محمد علی خان سے اُسکی قرابت اور تمام عمر کی رفاقت تھی ممکن نہین کہ اُنکے قتل ہونے کا داغ اُسکے دل پر نہو دیکھو یہ وقت پر دغا کریگا اور اگر تم باندیشۂ فساد گرفتار نہین کرتے تو بجبایۂ انتظام شہر ہین چھوڑ جاؤ۔سرداروں نے یہ بھی قبول نہ کیا اور کہا کہ اگر بالفرض اسکو آپ کی مسند آرائی پسند نہ ہو تو بھی یہ اس معرکے مین تندہی کریگا اسواسطے کہ اگر لڑائی بگڑ گئی تو نقط آپ کی ریاست مین خلل نہین آئے گا بلکہ تمام قوم کی بربادی ہو جائے گی اور یہ بھی اسی قوم مین سے ہے اپنی خرابی کیونکر گوارا ہو گی آپ خاطر جمع رکھین اور اسکی طرف سے مطمئن رہین نواب سید غلام محمد خان خاموش ہو رہے۔

نواب سید غلام محمد خان کا اپنی فوج کے ساتھ رامپور سے مخالف کیجانب روانہ ہونا

کاتک سمت ۱۸۵۱ بکرمی کا مہینہ تھا دیوالی کے چار پانچ دن باقی تھے جو لڑائی کی تیاریان ہونے لگین نواب صاحب کی فوج کی تعداد عماد السعادت مین بیتالیس ہزار سے ساٹھ ہزار تک بتائی ہے اور لکھا ہے کہ توپون کے علاوہ بانون کے بھی کئی چھکڑے تھے اور منتخب العلوم مین پچاس ہزار لکھی ہے اور تاریخ آصفی مین پچاس ساٹھ ہزار تعداد بتائی ہے۔ اور گزیٹیر مین پچیس ہزار بیان کی ہے اور جام جہان نما مین تیس ہزار ذکر کی ہے اور معظم نے صحیح تعداد بتائی ہے اُسکی روایت کے موافق سرسٹھ ہزار آدمی تھے اور وہ کہتا ہے کہ تیرہ توپین بڑی بڑی تھین جو گڑھ مین نواب سید فیض اللہ خان کے وقت سے مخفی تھین اُنکو پھر پہیون پر چڑھوا لیا تھا اور چالیس شتر نال تھین۔ اور نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے ایک کوٹھا باروت اور سیسے سے بھرا ہوا تھا وہ کھولا گیا اور بارود گولا بانزون اور زنبورچیون کو تقسیم کی گئی۔ نواب صاحب نے ایک دن بخشی کشن چند کو حکم دیا کہ کل صبح کو مین فوج کا جائزہ لونگا سب کو ایک جگہ جمع کیجیو چنانچہ مراد اور غوثو وغیرہ نقیب ہر ایک محلے مین یہ حکم سُنا آئے کہ کل صبح کو تمام سپاہی مسلح ہو کر حاضر ہون نواب صاحب ملاحظہ فرماینگے دوسرے دن سپاہی اپنے اپنے مکانون سے نکلے اور نواب صاحب محل سے برآمد ہوے اور فوج کو دیکھتے ہوے اپنے باپ کی قبر پر فاتحہ کو گئے اور فاتحہ پڑھکر قلعہ کو واپس آئے۔ نواب صاحب سپاہ کی تیاری دیکھکر بہت خوش ہوے اور نجومی کو حاضری کا حکم دیا اور اُس سے ساعت نیک و بد کا سوال کیا نجومی نے عرض کیا کہ تقویم سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپکے دشمن کو زک ملے اور آپ فتحیاب ہون اُسنے بیان کیا کہ کاتک بدی اکادشی (۱۱)

سمت ۱۸۵۱ بکرمی مطابق ۲۴ - ربیع الاول سنہ ۱۲۰۹ ہجری موافق ۱۹ - اکتوبر سنہ ۱۷۹۴ء کو اتوار کے دن آپکے لیے جنگ کرنا بہتر ہے - اُس دن آپ فتحیاب ہونگے اور آپکے دشمن کو ضرر پہونچے گا -

نواب صاحب نے تیاری کرکے بریلی کی جانب کوچ کیا اور صید خان کو ایک ہزار آدمیون کے رسالے کے ساتھ رام پور کے بندوبست پر چھوڑا - نواب صاحب ہاتھی پر سوار ہوکر شہر سے نکلے اُنکی فتح کے لیے گھر گھر دعائین مانگی گئین اور بزرگون کی منتین مانی گئین - نواب صاحب کے ہمراہ اُنکے بھائی بھی تھے اور اُنکی فوج کے پٹھانونکا جوش بڑھا ہوا تھا - جب کڑکیت بولتے تو ہر ایک اینٹھتا اور سوار گھوڑا کوداتا - پٹے باز پینتی دکھاتا اور بھکیتی ظاہر کرتا تھا - کوئی نیزہ تولتا تھا بہت سے سپاہی زرہ و بکتر سے آراستہ تھے اور بعض کے پاس چلتے بھی تھے سیکڑون سپاہی راستے مین تنبل بجاتے اور چاربیتین گاتے جاتے تھے - کوئی ننگی تلوار لیکر ہاتھ مین گھماتا کوئی جنگ کی ترنگ مین نعرے مارنے لگتا - غرض ہر ایک پٹھان اپنے زعم مین سورمان بنا ہوا تھا -

نواب صاحب کی فوج کا پہلا مقام ملک مین ہوا - یہان خبر پہونچی کہ انگریزی لشکر بریلی کے متصل آپڑا ہے - نواب صاحب نے حکم دیا کہ کل صبح کو تمام نشانون کے آدمی جمع ہوکر ہمارے سامنے آئین - چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی - نواب صاحب نے ہر ایک سپاہی کو پانچ پانچ روپے دلوائے - اور فرمایا کہ اگر کوئی سپاہی تلنگے کا سر کاٹ کر لائیگا اُسے پچیس روپے انعام دیے جائینگے اور جو انگریز کا سر کاٹ کر لائے گا اُسکو پانسو روپے عطا ہونگے اس حکم کا اعلان ہوتے ہی سپاہ کے دلون مین غیرت کا جوش مارنے لگی اور ہمت بڑھ گئی - بعد اسکے نواب صاحب نے بخشی کشن چند اور

بے کشن سے فوج کی برآوردہ طلب کرکے سپاہیون کو ایک مہینا پیشگی تقسیم کیا اور تنخواہ مین اشرفیان دین۔[1]

نواب سید غلام محمد خان نے اس مقام سے جنرل ابر کرمبی کو لکھا کہ آپ درمیان مین پڑکر نواب وزیر سے ہماری صفائی کرا دیجیے۔ جنرل صاحب نے جواب بھیجا کہ آپ مطمئن رہیے جب نواب آصف الدولہ یہان آجائینگے تو مین صلح کرا دونگا لیکن نواب سید فیض اللہ خان کا جس قدر خزانہ ہے وہ میرے پاس پہونچا دیا جائے اور آپ اپنی سرحد سے آگے قدم نہ بڑھائین جب یہ جواب نواب صاحب کے پاس پہونچا تو افسران سپاہ کو جمع کرکے کہا کہ اپنے ملک کے دھرے سے آگے قدم نہ بڑھانا چاہیے خدا چاہیگا تو سب کام یہین درست ہو جائیگا۔ لیکن روہیلہ سردارون نے جواب دیا کہ انگریزون کی بات قابل اعتبار نہین۔ جرنیل صاحب نے یہ بات صرف اس واسطے لکھی ہے کہ اسکی فوج سے وزیر اودھ کی فوج بھی آکر مل جائے اور دونون فوجین مل کر جنگ کرین۔ اور سب نے یہی رائے دی کہ صبح کو آگے بڑھنا چاہیے۔ نواب صاحب نے آگے کو کوچ کیا۔

نواب صاحب کے بعض بھائیون اور بعض سردارون کا نواب صاحب سے نفاق اور روہیلون کی فوج کا میدان جنگ مین پہونچ جانا

سید فتح علی خان ابن نواب سید فیض اللہ خان اودھ کو گئے ہوئے تھے

[1] دیکھو جام جہان نما ۱۲

اور سیّد نظام علی خان جو اُن کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے نواب سیّد غلام محمد خان کے ساتھ تھے اس منزل مین سیّد نظام علی خان نے یہ دغا کی کہ بریلی کو چلے گئے اور لشکر سے اس ترکیب سے نکلے کہ اپنے ہاتھ پر باشہ بٹھا کر ٹوپی اوڑھلی اور شکار کے حیلے سے میانے مین سوار ہوکر پہاڑ کی جانب روانہ ہوے تاکہ اہل فوج یہ سمجھین کہ شکار کھیلنے کو جاتے ہین اور لوگون کی نظر بچا کر بریلی کی سیدھ بھرلی۔ جب بریلی مین پہونچے اور جنرل ایبرکرمبی کو اُنکے آنے کی اطلاع ہوئی تو بہت خوش ہوا اور بہت تعظیم و تکریم کی نواب سید غلام محمد خان نے جب سیّد نظام علی خان کو اپنے لشکر مین نہ پایا تو اُن کا حال استفسار کیا لوگون نے بیان کیا کہ شکار کھیلنے کو گئے تھے۔ اب تک نہین آئے یقین ہے بریلی کو چلے گئے ہونگے۔

اُسی وقت ایک اور گُل کھلا کہ سپاہی نواب صاحب کے پاس ایک آدمی کو پکڑ کر لائے اس شخص کو مار پیٹ کر تلاشی لی تو اُسکی کمر مین سے کئی خط نکلے یہ خط بعض روہیلہ افسرون کی طرف سے جنرل ایبرکرمبی کے نام پر تھے۔ ان کا مضمون یہ تھا کہ آپ آکر جنگ کیجیے وقت پر ہم طرح دے جائینگے۔ روہیلے اُسی وقت اُن افسران نمک حرام کے ڈیرون پر چڑھ گئے۔ وہ افسر پہلے ہی سے قاصد کی گرفتاری کی خبر سُنکر لشکر سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگ گئے تھے۔ روہیلون نے اُن کے ڈیرے لوٹ لیے ان افسرون مین سے ایک کا بیٹا ہاتھ آگیا تھا جو زخمی ہوا۔ نواب صاحب بہت متحیر ہوے اور اُن کا دل ٹوٹ گیا۔ اور اب وہ ہر ایک کو قسمین دے کر کہنے لگے کہ جسکی خوشی اس جنگ مین شریک ہونے کی نہ ہو وہ چلا جائے میری طرف سے اُسکو اجازت ہے اور جسکو رہنا ہو رہجائے

میری طرف سے کسی پر جبر نہین۔ غرضکہ یہ سپاہ آگے کو بڑھی گزیٹیر مین لکھا ہے کہ پٹھانون کی فوج رام پور سے چل کر تین دن مین میر گنج پہونچی آج دوالی کا دن تھا جگمگ کی رات وہین گندری ^{لے} صبح کو آگے بڑھی اور دوجوڑہ کو عبور کرنے لگی۔

نواب صاحب نے فراشخانہ کے داروغہ کو حکم دیا کہ تمام فوج کا مقام تو دریا کے پرلے پار ہو اور ہمارے ڈیرے اس پار کھڑے کیے جائین۔ جب روہیلون کو یہ خبر پہونچی تو کہنے لگے کہ آپ کا ارادہ یہان سے علٰحدہ ہونے کا معلوم ہوتا ہے ہم آپکو نہین چھوڑینگے آپکے ڈیرے بھی دریا کے پار نصب ہونا چاہیین نواب صاحب نے منظور کرلیا۔ معظم کہتا ہے کہ روہیلے نواب کی کوئی بات نہین چلنے دیتے تھے اب نواب کا سارا لشکر دوجوڑہ کے پار اُتر گیا اور سب فوج کے ساتھ نواب صاحب کے ڈیرے بھی دریا کے پار کھڑے ہوے۔

انگریزی فوج نے بھی بریلی سے آگے بڑھکر اُس سے سات میل پچھان کی طرف سنکھا کے پل کے پاس قیام کیا۔ بریلی کا صوبہ دار شمبوناتھ بھی پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ انگریزی فوج کے ہمراہ تھا۔ جب جنرل ابرکرمبی کو یہ خبر پہونچی کہ نواب سید غلام محمد خان ٹنک سے کوچ کرکے دوجوڑہ کو عبور کر آئے تو اُسنے ناخوش ہو کر نواب صاحب کے سفیر کو جو انگریزی کیمپ مین موجود تھا بلاکر کہا کہ نواب صاحب نے یہ اچھا نہین کیا جو آگے کو بڑھ آئے۔ ہمارا اُن کا عہد و پیمان اب شکست ہو گیا۔ اُنکو لڑائی کا بندوبست کرنا چاہیے اور اُس سفیر کو لشکر سے رخصت کر دیا۔ جب وہ منشی نواب صاحب کے پاس آیا تو نواب صاحب کو صلح کی امید جاتی رہی

لے دیکھو انتخاب یادگار ۱۲

اور دوسرے دن صبح کو ہاتھی پر سوار ہو کر آگے کو بڑھے اور موضع بھٹورہ کے کھیڑے پر انکی فوج قبضہ کرنے لگی۔ یہ مقام انگریزی فوج کے سامنے دو میل کے فاصلے پر معلوم ہوتا تھا اور یہ مقام اب فتح گنج (یا فتح گنج غربی) کہلاتا ہے اور توپ خانہ کھیڑے پر چڑھا دیا۔ جس کا صوبہ دار علی محمد خان تھا اور باقی سپاہ کا پڑاؤ اس ترتیب سے ہوا کہ دلیر خان ابن ستار خان کمالزئی اور تمام کمال زئی سوارون کا جتھا اور محمد شفاعت خان اور عبداللہ خان پسر سلطان خان کھیڑے کی غربی جانب ایک باغ مین جس کے تلے ایک نالہ بھی جاری تھا مقیم ہوئے۔ اور محمد حسن خان ابن ملا محسن خان اپنے پیادون کے ساتھ کھیڑے کی جنوبی جانب باغ کے کنارے پر ٹھہرے۔ اور عمر خان بڑمونچھے ابن شہامت خان ولد دراز خان اور اُن کے تینون بیٹے (یعنی عبدالصمد خان عرف سمند خان اور سربلند خان عرف بلند خان اور محمد یوسف خان عرف جنگی خان) اور نجو خان خلف مستقیم خان ابن شیخ کبیر اور محمد نسیم خان جو ملا رحم داد خان کا بیٹا اور عمر خان کا بھانجا تھا اور غازی خان جو عمر خان کا چچازاد بھائی اور جنگی خان کا خسر تھا اور نعیم خان اور حرمت خان اور سیف الدین خان ابن پرمول خان جن کے نام سے رام پور مین ایک گھیر مشہور ہے اور سیف الدین خان کے تمام بھائی اور بدھو خان کا سارا کنبہ اور الف خان اور محمد سلیم خان اور حضرت نور خان اکزئی جنکا گھیر گوجر ٹولہ مین ہے اور اُن کے دادا اخون علی پیر بابا کے نواسے ہین اور طرّہ باز خان ولد حضرت نور خان اور غلام حسن خان خلف اکبر مولوی غلام جیلانی خان اور غلام حسن خان کے تین بھائی (یعنی غلام حسین خان۔ غلام محمد خان۔ غلام حیدر خان) اور محبت خان

اور اُسکا بیٹا اور بھتیجا جسکا نام ظہور خان تھا اور اولیا خان اور محمد سعید خان جن کے نام سے ایک چوک مشہور ہے اور قلندر خان جنکا ایک گھیر مشہور ہے اور سپاہی خان ابن قلندر خان یہ سب چھوٹے بڑے افسر اپنے اپنے جتھون کے ساتھ کھیڑے کی شمالی طرف قیام پذیر ہوے۔ اور کھیڑے کے تلے توپ خانے کے متصل تلنگونکی پلٹن ٹھہری اس کا افسر اعلیٰ غلام حسین خان تھا جو کمیدان کہلاتا تھا۔ جتنے افسرون کے ہمنے نام لیے انہین سے بعض کا اب پتا نہین چلتا۔ انہین سے بڑے بڑے افسر رسالہ دار کہلاتے تھے اور وہ گنتی کے آدمی تھے۔ سیف الدین خان۔ غلام حسنخان حضرت نور خان۔ عمر خان۔ دلیر خان وغیرہ یہ عہدہ آج کل کے جنرل کی طرح سمجھنا چاہیے۔ ہر ایک رسالے مین ہزار پندرہ سو پیادہ و سوار ہوتے تھے اور نقارہ و نشان ساتھ ہوتا تھا۔ رسالہ دار کے ماتحت کئی جماعدار ہوتے تھے جنکی حکومت مین کئی کئی سو جوان ہوتے تھے رسالدار کو اپنی سپاہ کی موقوفی بحالی کا پورا اختیار حاصل ہوتا تھا اور رسالدار کی تنخواہ ہزار ڈیڑھ ہزار روپے ماہوار ہوتی تھی اور جماعدار کی تنخواہ سو روپے سے کم نہین ہوتی تھی ان جماعتون کو تمام بے قاعدہ پلٹن سمجھنا چاہیے اور ایسے لوگ سہ بندی کے سپاہی کہلاتے تھے۔ آجکل مین اس لفظ کی اصل سپہ بندی بتائی ہے جسکے معنی فوج کی نگہداشت ہین۔

افسران مذکورہُ بالا کے علاوہ اور بہت سے نامی افسر اور سردار نواب صاحب کے لشکر مین تھے جیسے محمد عظیم خان ابن فتح خان خانساماں اور محمد نعیم خان ابن محمد عظیم خان اور محمد عظیم خان کے بھتیجے اور عصمت خان جنکی املیان مشہور ہین اور عظیم اللہ خان ابن دوندے خان اور رضی خان عرف روزی خان جماعدار

جنکا گھیر پُرانے شتر خانے کے پاس واقع ہے اور اس زمانے تک پرگنات رہپڑ اور ٹپّہ اور کاشی پور مین اُنکا رسالہ متعین تھا[1] سید نصراللہ خان ولد نواب سیّد عبداللہ خان اور سید احمد یار خان ابن صاحبزادۂ سید محمد یار خان اور محمد اکبر خان ابن حافظ رحمت خان بھی نواب صاحب کے ہمراہ تھے مگر تسلیم ساکن رستم نگر اس جنگ مین عظیم اللہ خان پسر دوندے خان کی شرکت سے انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ وہ بدستور رام پور مین رہے اور اُن کے دوسرے بھائی بھی جو اُس وقت تک زندہ تھے شریک جنگ نہ ہوے مگر معظم عظیم اللہ خان کی شرکت بتاتا ہے۔

نواب صاحب کے بھائیون مین سے سید حسن علی خان بھی اس وقت بریلی کو چلے گئے اُن سے اور انگریزون سے خفیہ عہد و پیمان ہو چکا تھا۔ انگریزون نے اُن کو ریاست کا امیدوار کیا تھا اور لکھنؤ سے سیّد فتح علی خان بھی بریلی مین آ گئے تھے۔ پس سیّد نظام علی خان۔ سیّد حسن علی خان۔ سیّد فتح علی خان نواب صاحب کے یہ تین بھائی مخالف کے پاس تھے اور اُنکے تین بھائی یعنی سیّد یعقوب علی خان سیّد کریم اللہ خان سیّد قاسم علی خان نواب صاحب کے لشکر مین موجود تھے۔ معظم کہتا ہے۔

بہت تھے ملے انمین انگریز سے ۔۔۔ بہت اپنے ناموس پر تھے جمے

بلکہ جام جہان نما سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی فوج کا افسر اعلیٰ چاہتا تھا کہ نواب سیّد غلام محمد خان بھی ہمسے آ کر مل لین اور لڑائی ٹل جائے۔ مگر

---

[1] زبانی حکیم محمد اعظم خان مؤلف اکسیر اعظم نبیرۂ رضی خان ۱۲

نواب صاحب نے قبول نہ کیا۔

نواب صاحب کا خاص ڈیرہ کھیڑے کے اوپر تھا اور کچھ سیاہ کھیڑے کے آگے بھی تھی۔

مقابلے مین روہیلون کا انگریزی فوج پر غلبہ ظاہر کرنا

۲۴- اکتوبر سنہ ۱۷۹۴ء مطابق ۲۸- ربیع الاول سنہ ۱۲۰۹ ہجری روز جمعہ کو سنگھا کے مغربی کنارے پر دن نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے انگریزی فوج کی کمر بندی ہوئی۔ فوجی جنرل نے گھوڑے پر سوار ہوکر نواب سید غلام محمد خان کی فوج کا تاؤ بھاؤ لیا تو معلوم ہوا کہ اُنکی فوج موضع بھٹورہ کے سامنے میدان مین پڑی ہوئی ہے۔ اس میدان مین تھوڑا تھوڑا جنگل بھی ہے جو کسی قدر اُن کی جماعت کو چھپائے ہوے ہے نواب کی فوج کا اگلا حصّہ کسی قدر آگے بڑھا ہوا تھا اس واسطے انگریزی جنرل نے اپنی جماعت کو زیادہ پھیلنے کا حکم دیا۔ دن نکلتے نکلتے انگریزی فوج نے اپنا کام شروع کر دیا چار گھڑی دن چڑھا ہوگا کہ اس طرف کی فوج کو انگریزی فوج کی سنگینون کی چمک نظر آنے لگی۔ نواب صاحب نے بھی اپنی فوج کو مقابلے کے لیے تیار کیا اور خود مع اپنے تین بھائیون اور سید نصر اللہ خان اور سید احمد یار خان اور محمد اکبر خان کے ہاتھیون پر سوار ہوکر قلب لشکر مین کھڑے ہوے۔ نواب کی فوج نے مقابلے کے واسطے آگے بڑھ کر پہلے جنگل پر قبضہ کر لیا اور دونون طرف سے توپین چلنے لگین۔ اور نواب کی فوج مین سے بان بھی چھوٹنے لگے۔ انگریزی فوج کا ایک گولہ نواب صاحب کی بارود کے چھکڑے مین لگا جس سے بارود اُڑ گئی

شاید اسی وجہ سے جام جہان نما مین لکھا ہے کہ انگریزون نے نواب سید غلام محمد خان کی توپین بیکار کردین ۔جنگنامے مین معظم کا بیان ہے۔

فرنگی نے گولے غلامی کے کھا ۔ دیا اُسکی بارود کو بس اُڑا
وہ چھکڑا جو بارود کا اُڑ گیا ۔ ہر اک کا ہوا رنگ اُس دم ہوا
دیا توڑ مُنھ ضرب سے ضرب کا ۔ گئی ٹوٹ پلٹن وہین ضرب کھا

کہ اتنے مین انگریزی فوج مین سے کپتان رامزی کو ہندوستانی رجمنٹ (ترکسوارون) کے ساتھ نواب صاحب کی فوج پر دھاوا کرنے کا حکم ملا مگر کپتان مذکور یا تو اُس حکم کو بھول گیا یا گھبرا گیا کہ اُس نے اپنی رجمنٹ کو جلدی نواب کی فوج کی جانب پھیر دیا۔اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رجمنٹ مذکور انگریزی فوج کے محاذ مین ہوکر گذرا۔اس حالت کو دیکھکر مصطفےٰ خان عرف نجو خان حضرت شاہ خان عرف ستو خان برادر نجو خان اور بلند خان اور قلندر خان اور سپاہی خان اور محمد نعیم خان اور محبت خان اور عمر خان اور عبدالصمد خان عرف سمند خان اور جنگی خان اور اسد خان عرف استو خان اور غلام حسن خان اور نور خان کا بیٹا اور ملا محسن کے کنبے کے تمام جوان اور محمد سعید خان اور محمد عظیم خان وغیرہ فتح خان خانسامان کی اولاد اور سیف الدین خان اور مرتضیٰ خان اور عبدالحکیم خان اور مقیم خان اور عصمت خان اور یار خان اور نسیم خان اور سبحان شاہ اور افضل خان اور سلطان شاہ اور محمد کبیر خان اور محمد منیر خان اور الف خان اور سرافراز خان و اور مستو خان پسر دلیر خان اور عبداللہ خان اور مؤ کے پٹھانون نے اپنے سوارون کے ساتھ جن سب کی تعداد بقول مؤلف عماد السعادت ڈیڑھ ہزار تھی

انگریزی رجمنٹ پر گھوڑے اُڑائے اور باز کی طرح شکار پر پڑ گئے اور کپتان رامزی کو پوری شکست دی اور اُس کی بھاگی ہوئی جماعت کو انگریزی کیمپ تک لتاڑتے ہوئے چلے گئے اور انگریزی فوج کا داہنا بازو توڑ ڈالا۔ شکست پائی ہوئی جماعت انگریزی کیمپ کے داہنی طرف بھاگ کر آئی یہ لوگ توپون کے سامنے بھاگتے ہوئے آرہے تھے۔ اس واسطے انگریزی توپ بالکل چلنے سے معذور تھی۔ انگریزی بھاگے ہوئے رسالون اور باقی ماندہ بائین بازو کی فوج کو لفٹنٹ گاہن اور رچارڈسن نے دوبارہ درست کر کے صف آرا کیا۔ لیکن روہیلے غول باندھ کر انگریزی کیمپ مین گھس آئے اور تلوار و نیزہ اور بندوقون سے مردانہ وار لڑنے لگے۔ انگریزی ملازمون نے بھی سیدھے ہاتھ مین تلوار اور بائین ہاتھ مین سنگین (سنگین اُس خنجر کو کہتے ہین جو بندوق کے منھ پر لگایا جاتا ہے) لے کر اُن لوگون کا خوب مقابلہ کیا۔

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ روہیلون نے تلنگون کے سر اُڑانا شروع کیے اُن کے زور دست و بازو کی یہ حالت تھی کہ جس آدمی کے سر پر پٹھان کی تلوار پڑ گئی ککڑی کی طرح اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اگر بندوق کی نال پر پڑی تو اُسکے بھی دو حصّے کر دیے۔ یہ تمام پٹھان سوار انگریزی فوج مین اس سرے سے اُس سرے تک نکل گئے لیکن انگریزی تلنگون پر بھی آفرین ہے کہ جہان کھڑے تھے وہین کھڑے کھڑے کٹ گئے مگر قدم نہین ہٹایا۔ عمر خان بلند خان ملا رحیم خان اور اُنکا بیٹا محمد نسیم خان خوب لڑے محمد نسیم خان گھوڑے سے اُتر گیا تھا اُسنے کئی انگریز قتل کیے بخو خان نے ایک تیغا ایسے زور سے

توپ مین مارا کہ اُسکے اندر گھس گیا نکل نہ سکا اس لیے اُسی مین چھوڑ دیا۔
بلند خان نے اتنی نیزہ بازی کی کہ اُس کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ تلوار سے لڑنے لگا اُسکے ہاتھ سے سات انگریز مارے گئے قلندر خان نے بھی بہت سے مخالفونکا کام تمام کیا۔ عمر خان نے بھی بہت سے آدمی ہلاک کیے۔ جنگی خان سنے بھی خوب تلوار زنی کی یہ خود زخمی ہوا اور گھوڑا مارا گیا تو پیادہ پا ہی لڑتا رہا۔ معظم کہتا ہے کہ سرفراز خان ڈو پہلے تلوار سے لڑا اور یہان تک تلوار زنی کی کہ اُس کے ہاتھ مین چار تلوارین ٹوٹین آخر کار اپنے لٹھ سے جو نہایت موٹا اور بھاری تھا اسی وجہ سے اُس کو ڈو (بدال ثقیل و واؤ معروف) کہتے تھے لڑنے لگا عظیم اللہ خان پسر دوندے خان نے بھی خوب کام کیا اور غلام حسن خان ابن مولوی غلام جیلانی خان اور محمد حسن خان اور محمد سعید خان اور بدل خان پسر بڈو خان اور سیف الدین خان اور مرتضیٰ خان اور عبد الحکیم خان اور حضرت نور خان اور عصمت خان اور مستو خان ابن دلیر خان کہ کم عمر نوجوان تھا یہ سب نہایت دلیری سے لڑے عبد اللہ خان ولد محمد خان کے شکم پر دو گولیان آئین مگر وہ ایسی ترچھی نکل گئین کہ وہ ہلاکت سے بچ گیا یہ شخص جنگ کنان پلٹن مین گھس کر سنگین سے مارا گیا اور اسکا تمام بدن بارود سے جھلس بھی گیا۔ مولوی غلام جیلانی رفعت نے اس جنگ کے بیان مین ایک مثنوی لکھی ہے نام اُسکا "دُرِ منظوم" ہے نہایت نزاکت اور لطافت اور بلند پروازی کو کام مین لائے ہین کہ انشا پردازی اُنکے قلم کو سجدہ کرتی ہے اُسمین کیا مزے کا ایک شعر لکھا ہے۔

بکرسی نشینان چنان تیغ راند کہ حرف شجاعت بکرسی نشاند

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ اڑھائی سو کے قریب گورے اور پچاس سردار کام آئے اور سترہ سو کے قریب تلنگے (یعنی ہندوستانی پیادے) مارے گئے اور معظم کہتا ہے کہ دو ہزار تلنگے اور ڈیڑھ سو یا اُس سے زائد گورے کھیت رہے جن کی لاشون کو خندق مین ڈال کے پاٹ دیا تھا اور زخمی بے انتہا ہوے تھے جو بریلی کو بھیج دیے گئے جو بڑے بڑے یورپین افسر مارے گئے اُن کے نام ذیل مین درج کیے جاتے ہین یہ نام گورنر جنرل کے حکم سے کرنل جارج برگٹن کی یادگار مین ایک پتھر پر کندہ کر کے نصب کیے گئے ہین یہ کرنل کرج سے تین پٹھانون کو مار کر تسلیم ساکن رستم نگر کے قول کے مطابق نجو خان کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ بڑا بہادر آدمی تھا ٹیپو کی لڑائیون مین شریک رہا تھا۔

(۱) کرنل جارج برگٹن (۲) میجر تھامس پالٹن (۳) کپتان جان موبی (۴) کپتان نارمکلیڈ (۵) کپتان جان مرڈونٹ (۶) لفٹنٹ اینڈریو کمنگز (۷) لفٹنٹ ایڈمنڈ ویلز (۸) لفٹنٹ ولیم ہنگسمن (۹) لفٹنٹ جاسف رچاردسن (۱۰) لفٹنٹ جان پلمر (۱۱) لفٹنٹ برج (۱۲) لفٹنٹ ولیم آڈیل (۱۳) لفٹنٹ ایڈورڈ ڈیگر (۱۴) لفٹنٹ فایر وزکر (۱۵) لفٹنٹ جیمس ٹلفر۔

ان کے سوا اور بہت سے یورپین اور ہندوستانی چھوٹے سردار اور ہمراہی وغیرہ کثرت سے مارے گئے اور زخمی ہوے تھے تاریخ آصفی کا مؤلف کہتا ہے کہ اگر ایسی ضرب فوج وزیر کو لگتی تو وہ اتنی تباہ ہو جاتی کہ انگریزون سے بھی تدارک نہ ہو سکتا۔

روہیلون کا شکست فاش پانا اور دامن کوہ مین پناہ لینا

ربیع الاول ۱۲۰۹ھ

نواب سید غلام محمد خان بہادر اُس ٹیلے پر جہان آج کل انگریزی کشتونکی یادگار کا پتھر نصب ہے مع اپنے بھائیون اور سیّد نصر اللہ خان اور سید احمد یار خان اور محمد اکبر خان کے ہاتھیون پر سوار کھڑے ہوے لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے اور اُنھون نے کپتان رامزی کی رجمنٹ کی شکست دیکھ کر قبل از وقت فتح کے نقارے بجوا دیے تھے۔ مگر جس قدر سوار ترک سوارون کو لتاڑتے ہوے انگریزی کیمپ مین گھس گئے تھے۔ اُنکو کوئی کمک نہ پہونچی اور وہ پٹھان جو لشکر انگریزی مین گھس گئے تھے لوٹ مین مصروف ہوگئے تھے۔ کوئی گورے کا سر کاٹ کر لے چلا کہ نواب صاحب سے انعام لونگا۔ کسی نے گھوڑا پکڑ لیا کسی نے ہاتھی کو گھیرا۔ کسی نے کوئی اور چیز بغل مین دابی کہ یکایک جنرل اَبرکرمبی نے گورون کی پلٹن اور چار توپین اور بقولے دو توپین پٹھانون کی سیدھی طرف گھما کر لگا دین اور معظم کا بیان یہ ہے کہ یہ پلٹن ایک نالے مین بیٹھی ہوئی تھی اور تاریخ مظفری مین ذکر کیا ہے کہ کچھ فوج انگریزی پیچھے رہ گئی تھی وہ آگئی اور عالم شاہی مین لکھا ہے کہ کمپو کے بھاگے ہوے سپاہی اُس پلٹن سے جا ملے جو علٰحدہ کھڑی تھی اور پٹھانون کی توپون پر قبضہ کر لیا۔ اور تاریخ آصفی مین ہے کہ انگریزی جنرل جو قلب لشکر مین تھا اُس نے فوج میمنہ کو جمع کر کے روہیلون پر توپون سے آگ اور لوہے پر لوہا برسایا۔ بعض مؤرخ کہتے ہین کہ تلنگون کو جمع کر کے حلقہ باندھ دیا تھا۔ شاید اُس مقام پر گنّون کا کھیت ہوگا جس مین ہو کر یہ پلٹن گذری تھی کیونکہ

منتخب العلوم میں لکھا ہے کہ انگریزوں کی ایک پلٹن گنوں کے کھیت میں پہلے سے چھپی ہوئی بیٹھی تھی جس نے اُس میں سے نکل کر ان لوٹنے والے پٹھانوں پر بندوقوں سے گولیاں برسائیں اور توپوں سے گراب اور گولے مارے۔ بجو خان کے سینے میں گولہ لگا کہ وہ ٹھنڈے ہوئے۔ نسیم خان گولی سے مارا گیا۔ بلند خان کے سر میں دو گولیاں لگیں اور ٹھنڈا ہو گیا۔ محبت خان کا بھی کام تمام ہوا۔ عمر خان کا برچھا گولی سے ٹوٹ گیا انگوٹھا اُڑ گیا اور ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ گل خان کا گھوڑا مارا گیا۔ سمند خان کے گھوڑے کے پیٹ میں دو گولیاں لگیں اور محمد مبین خان بھی مارا گیا۔ رضی خان عرف روزی خان کا بیٹا محمد شاہ خان زخمی ہوا۔ عظیم اللہ خان ابن دوندے خان بھی زخموں سے چور ہو گیا۔ اور جو لوگ بھٹورنے کے باغ میں کھیڑے سے غرب کی طرف کھڑے تھے وہ گولوں سے بہت سے ہلاک ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں چڑھا ہوا زور ایک دم سیلاب کی طرح اُتر گیا۔ پٹھان یہ سمجھے کہ کوئی تازہ فوج انگریزوں کی میدان میں آگئی ہے غرض ایک ہزار پٹھان اس لڑائی میں اول سے آخر تک بندوقوں اور توپوں کا نشانہ ہوئے عجیب بات یہ ہے کہ روہیلے بندوق اور توپ سے مرے اور انگریزی فوج تلوار سے کٹی آخر کار روہیلوں نے منتشر اور متفرق ہو کر بھاگنا شروع کیا اور بے سری بہادری بقاعدہ جرأت کو نہ پہونچ سکی۔ اس ہنگامے میں محمد عمر خان اور اُن کے دو بیٹے عبدالصمد خان اور محمد یوسف خان عرف جنگی خان مارے تو نہیں گئے مگر زخموں سے چور ہو گئے۔ بلند خان نامی ایک بیٹا مارا گیا تھا

اور خوش نصیب کہ سرخرو دنیا سے گیا پھر بھی کم بخت باپ کے حال پر افسوس کرنا چاہیے کہ جوان بیٹے کا داغ بڑھاپے مین دیکھا۔

حکایت تسلیم ساکن رستم نگر کہتا ہے کہ ایک روہیلے کی ٹانگ اُڑ گئی تھی میدان جنگ مین ایک طرف کو اکیلا پڑا ہوا تھا پیاس غالب تھی اُدھر سے انگریزی لشکر کا ایک بھشتی مشک بھرے ہوئے نکلا روہیلے نے اُس سے پانی مانگا اُس نے انکار کیا روہیلے نے دو روپے دیے تب پلایا جب وہ بخوبی پی چکا تو سقے کے ایسی تلوار ماری کہ اُس کی دونون ٹانگین اُڑ گئین اس کے بعد روہیلہ کہنے لگا کہ مین تنہا تھا وحشت تنہائی مٹانے کے لیے تجھے زخمی کیا اور جب پیاس لگے گی تو اس مشک مین سے پانی پیتا رہونگا۔

بھٹورے کے میدان کی فتح انگریزی فوج کے نصیب مین لکھی تھی انجام کار روہیلون کو کامل شکست ہوئی اور کوئی پٹھان میدان مین باقی نہ رہا۔ بڑا باعث اس کا یہ ہے کہ جب بخو خان اور بلند خان مارے گئے اور عمر خان مجروح ہوئے تو نواب سیّد غلام محمد خان نے دلیر خان کمالزئی سے جو بقول مؤلف منتخب العلوم پانچ ہزار آدمیون کے جتھے کے ساتھ کھڑا تھا کہا کہ فوج جانب شمال نے دلاوری سے جیسے کام کیے وہ تم نے دیکھے اب تم ہمت کر کے دھاوا کرو"۔ دلیر خان نے کہا کہ "مار لینا اس فوج کا تو میرے نزدیک کچھ بات نہین مگر وہ دن مجھے یاد ہے کہ آپ فوج کے ہمراہ دیوان خانے مین آتے تھے اور مین نے کہا تھا کہ آپ کے ساتھ مجمع کثیر ہے جو لوگ دربار مین باریاب ہوتے تھے اُن ہی کو لے جائیے اور آپ نے سو بھائیون مین مجھے جھڑک دیا تھا

وہ بات میرے دل مین نشتر کی طرح چُبھ گئی ہے اور آج کسی طرح آپ کے ساتھ جان دینے پر ہمت نہین بندھتی اور اس سے قطع نظر آپ خیال فرمائین کہ نواب سید محمد علی خان اس طرح جہان سے جائین اور اُن کی اولاد ہوتے ہوے مین آپ کو مسند ریاست پر دیکھون یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور حاشا کہ یہ کنارہ کشی بزدلی کے سبب سے ہو۔ اگر خدا نے چاہا اور کبھی اور کہین لڑائی پڑ گئی تو دیکھے گا کہ دلیر کس دلیری سے لڑتا ہے" یہ کہکر گھوڑے کی باگ پھیر دی اور اپنے گروہ کو آواز دی کہ زن طلاق ہو جو اب یہان ٹھہرے" یہ سُنتے ہی دفعتًہ میدان مین بھاگڑ پڑ گئی اور اُس کے پیچھے پیچھے اُس کے سوار جیسے چیونٹیون کی قطار بھاگ نکلے۔ ہر چند نواب صاحب نے اُس فوج کے روکنے کی کوشش کی مگر ایک نے نہ سُنا دم بھر مین میدان صاف ہو گیا۔ اور عصمت خان اور محمد سعید خان اور غلام حسن خان وغیرہ بھی میدان جنگ مین نہ ٹھہرے۔ نواب نے جو دیکھا کہ تمام سپاہ بھاگی جاتی ہے تو وہ ایک ایک سردار کا نام لے کر پکارنے لگے اور جب کوئی نہین رُکا تو اُن کے روکنے کو سوار بھیجے۔ [1]

منتخب العلوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان کے ہمراہ صاحبزادہ سید احمد یار خان اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان اور دو چار اور رفیق باقی رہ گئے اور نواب صاحب ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو گئے تھے اور ایک ترکش تیرون کا پہلے خالی کر چکے تھے دوسرا ترکش جو گھوڑے پر لگا تھا اُسکے تیر لگانے لگے چٹکی ورم کر گئی تھی مگر برابر تیر لگاتے تھے۔ ہر چند

---

[1] دیکھو جنگ نامۂ مظفر ۱۲

سیّد نصر اللہ خان اور دوسرے رفقا سمجھاتے تھے کہ اب یہان ٹھہرنا مفت جان دینا ہے مگر وہ نہین مانتے تھے اور چاہتے تھے کہ گھوڑا بڑھا کر خود غنیم کے لشکر مین گھُس جاوُن سیّد احمد یار خان نے جب یہ دیکھا کہ انکا قدم گریز یہان سے نہین ہٹتا تو اُنکے گھوڑے کی باگ پھیر کر اُسکے کوڑا ماردیا اور کہا کہ اکثر بادشاہون نے میدان چھوڑدیا ہے اور پھر فوج کو جمع کر کے اپنے مخالف کو شکست دی ہے ہم پھر اپنے دشمنون سے لڑ سکتے ہین۔ نواب سید غلام محمد خان مجبور ہو کر رام پور کی طرف چلے اور میر گنج مین پہونچے راستے مین سب بھاگے ہوے سپاہی اور سردار ملے۔ نواب صاحب نے اُنکی تسلّی کی۔ یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۹ ہجری مطابق ۲۶- اکتوبر سنہ ۱۷۹۴ء کو یکشنبہ کے دن چار گھڑی دن رہے رام پور مین داخل ہوے اور صید خان کو حکم دیا کہ خزانون کے چھکڑون کو اپنے ہمراہ لے کر چلو۔ اور خود بھی چھوٹے بڑے صاحبزادون اور بیگمات اور اسباب کو لیکر پہاڑ کی طرف روانہ ہوے اور رعایاے رام پور مین سے بہت سے شرفا اپنی عورتون اور بچّون کو لیکر نہایت ابتری کی حالت مین اُدھر ہی کو چلے۔ صرف نواب سیّد احمد علی خان اور اُنکی مان اور سید مصطفٰے خان ابن سیّد آکہ یار خان کی حویلی کے آدمی اور نواب سیّد محمد علی خان کی بہنین اور نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم اور رعایا مین سے وہ لوگ جو نہایت مفلس تھے رام پور مین رہ گئے۔ بھاگنے والون کے پاس باربرداری اور سواری کہان تھی عورتین اور بچے گرتے پڑتے چلتے تھے جن عورتون نے کبھی دروازے کے باہر قدم نہین رکھا تھا وہ نہایت پریشانی کی حالت مین پیادہ پا چلتی تھین غرضکہ نواب صاحب اور یہ تمام پٹھان پہاڑ کی ایک گھاٹی مین جو نہایت دشوار گذار جگہ تھی مقیم ہوے۔

اُنکی پناہ کے مقام مین اختلاف ہے انتخاب یادگار مین لال ڈانگ مذکور ہے اور یہ محض غلط ہے اور عالم شاہی اور جام جہان نما مین ان کا فتاچور[1] مین پناہ گزین ہونا ذکر کیا ہے۔ عماد السعادت اور قیصر التواریخ اور منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان نے ریہڑ کی طرف پناہ لی تھی درِّ منظوم سے بھی کہ وہ نواب سید غلام محمد خان کا جنگ نامہ ہے یہی ثابت ہوتا ہے۔ اُسکی نظم یہ ہے۔

رہِ دامن کوہ را بر گرفت   در تیغ چون آن مظفر گرفت
نخستین مقامے بہ ریہڑ نمود   کہ یک جا شود لشکر جنگ سود
بدھارا[2] کہ دریاے آن درہ بود   دم تیغ او برق کین مے نمود
گرفتند آن درہ از مور و مل   کہ تا نا ید از خصم سیل خلل

اور عباس علی خان متخلص بہ عباس ولد زیارت خان نے اپنے سوانح مین لکھا ہے کہ مین نے لاہور مین یہ خبر سنی تھی کہ نواب سید غلام محمد خان نے کوہ چلکیا مین پناہ لی تھی۔

سر رابرٹ ابرکرمبی نے روہیلون کا دوجوڑا تک تعاقب کیا اسکے بعد اپنے مقتولون کی لاشین گاڑنے کے واسطے جنرل مذکور کو ایک روز وہان قیام کرنا پڑا۔

[1] ذال کے بعد تاے فوقانی سے کسی نسخے مین فتاچور یعنی فا کے بعد نون سے ہے اور عماد السعادت کے نسخے مین غناچور واقع ہے جسمین فا کے بعد غین معجمہ اور اس کے بعد یاے تحتانی ہے ۱۲ منہ

[2] دھارا ایک ندی کا نام ہے جو نانگر دھ سے چھ کوس پورب کو بہتی ہے اور کالاگڑھ نگینہ سے پورب کو دس کوس کے فاصلے پر رام گنگا کے کنارے ایک پہاڑی مقام ہے۔ لفظ دریاے مین یاے فارسی پائی جاتی ہے دم تیغ تلوار کی دھار کے خمیدہ حصے کو کہتے ہین جو کاٹنے والی شے ہے اس لفظ سے مراد برش شمشیر ہوتی ہے ۱۲ منہ

اب لشکر آصف الدولہ کا حال سُنیے جو تلہر مین مقیم تھا کہ جسوقت میدان جنگ مین لڑائی بگڑ گئی اور آصف الدولہ کے پاس اس بات کی خبر پہونچی تو اُنھون نے عبدالرحمن خان قندھاری اور الماس خان کے رسالون کو کرنیل مارٹین کے ساتھ جس کا نام کرنیل کلود اور خطاب اشرف الدولہ تھا اور فوج آصفی کا سپہ سالار تھا روانہ کیا ان کے عقب مین نواب آصف الدولہ خود روانہ ہوے اور جھاؤلال کو حکم دیا کہ میدان جنگ سے جو خبرین موصول ہون وہ ہم کو ہر وقت پہونچتی رہین۔ نواب آصف الدولہ ابھی کٹرہ کمالزئی مین پہونچے تھے کہ آدھی رات کے وقت خبر ملی کہ نواب سید غلام محمد خان کو شکست ہوئی۔ فتح کی توپین چھوٹنے لگین جھاؤلال کو خلعت مرحمت ہوا[1]۔ اس جنگ کو دو جوڑہ کی لڑائی بولتے ہین مگر تذکرۂ حکومۃ المسلمین مین لکھا ہے کہ اس محاربے کو جنگ نجو خانی کہتے ہین۔

انگریزی فوج اپنے مقتولون کی لاشین دفنانے سے فارغ ہو کر میر گنج کو چلی گئی اور شمبو ناتھ حاکم بریلی کے ملازم نجو خان اور بلند خان کا سر کاٹ کر آصف الدولہ کے پاس لے گئے[2]۔ جو کٹرے سے بریلی کی طرف روانہ ہو چکے تھے[3] لائی کھیڑے کے پل کے پاس سواری پہونچی تھی کہ شتر سوار دونون سر لے کر پہونچا اور وہ سر نواب کو دکھائے گئے[4] اور وہان سے واپس لاکر فتح گنج کے کھیڑے مین دفن کیے گئے۔ عنبر شاہ نے نجو خان کے مارے جانے کی تاریخ یون کہی ہے۔

---

[1] دیکھو آصف نامہ ۱۲ [2] دیکھو گزیٹیر ۱۲ [3] دیکھو آصف نامہ ۱۲ [4] دیکھو جنگ نامہ معظم ۱۲

مصطفٰے خان آنکہ نجو خان بود نامش بعزت ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ شد شہادت یاب چون بر فوج اعدا در زدہ
بہر تاریخ شہادت وقت قتل دشمنان ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ رستم روز نبردم از زبانش سر زدہ

نجو خان کو شعر خوانی اور معنی رسی اور زبان دانی کا شوق زیادہ تھا۔ حکیم میر ضیاء الدین عبرت شاگرد نواب محبت خان محبت ان کے نوکر تھے اور اُنھون نے ان کی فرمائش سے قصۂ راجہ رتن سین وپدماوت کو زبان ریختہ مین نظم کرنا شروع کیا تھا چہارم قصہ نظم ہونے پایا تھا کہ عبرت نے انتقال کیا۔

آصف الدولہ نے بریلی کے باہر مقام کیا اور جنرل ابر کرمبی کو کہلا بھیجا کہ "آپ ہمارے پہونچنے تک آگے کو نہ بڑھین" جب نواب آصف الدولہ کا گذر میدان جنگ مین ہوا اور پٹھانون کی لاشین پڑی دیکھین تو راجہ جھاؤلال کو حکم دیا کہ جتنے مقتول اس میدان مین پڑے ہین اُنکی لاشین دفن کرا دینا چاہیے چنانچہ بہادر علی اس خدمت پر متعین کیا گیا اُس نے کشتون کو جمع کرا کے دفن کر دیا[لہ] تاریخ مظفری مین ہے کہ زخمیون کو چنوا کر مرہم پٹی کے لیے جراح مقرر کیے جب وہ تندرست ہو گئے تو ہر ایک کو مکان تک پہونچ جانے کے لیے خرچ دے کر رخصت کیا۔

انگریزی اور آصفی فوجون کا روہیلون کے تعاقب مین دامن کوہ کی طرف جانا

آصف الدولہ بریلی سے کوچ کر کے میر گنج مین انگریزی فوج سے آملے

[لہ] دیکھو آصف نامہ ۱۲

یہان سے دونون فوجون نے رام پور کی طرف کوچ کیا جب یہ لشکر رام پور کے قریب پہونچا تو راجہ جھاؤلال نے آصف الدولہ کے حکم سے شہر کی محافظت کے لیے ایک پلٹن مقرر کردی تاکہ کوئی شخص سپاہ انگریزی یا آصفی مین سے رام پور مین گھس کر کسی کو لوٹنے کھسوٹنے نہین اور حکم سنا دیا گیا کہ کوئی لشکری شہر کے اندر نہ جائے۔ نواب آصف الدّولہ نے کوسی کے کنارے مقام کیا اور یہان دو دن اور دو رات قیام کر کے تیسرے دن نواب سید غلام محمد خان کا تعاقب کیا۔ یہ فوجین ریٹھر تک پہونچین اور میدان ٹپہ مین ٹھہرین۔ مولوی غلام جیلانی رفعت[۱] دُرِّ منظوم مین کہتے ہین۔

وزانجا دو اسپہ بہ ریٹھر رسید بمیدان ٹپہ بکین آرمید

مگر روہیلون نے آصف الدولہ کے قریب پہونچنے کی خبر سنکر ٹپے کو پہلے ہی لوٹ کھسوٹ کے تباہ کر دیا تھا انگریزی فوج نے روہیلون پر بہت کچھ گولہ باری کی مگر اُن کے مورچے ایسے محفوظ تھے کہ وہان مطلق نقصان کا اثر نہ ہوا۔ جب کہ متفقہ فوجون سے پٹھانون کے مورچے مسخر نہ ہوسکے تو انگریزون نے نواب سیّد غلام محمد خان کو تحریر کیا کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیے اور صلح کر لیجیے" نواب موصوف نے جواب دیا کہ مجھکو پہلے سے صلح کا خیال تھا آپ کی جانب سے لڑائی کی ابتدا ہوئی تو مجھکو بھی ناچار مقابلہ کرنا پڑا۔ اگر آپ عہد و پیمان کرین تو مین آپ کے پاس چلا آؤن۔ انگریزون نے اس تحریر کا یہ جواب دیا کہ آپ بے کھٹکے چلے آئین یہان آنیکے بعد

---

[۱] دیکھو جنگنامۂ معظم ۱۲ ۔ ؁۹۳ یہ بیان آصف نامہ اور دُرِّ منظوم سے شروع ہوتا ہے ۱۲

سب امور متنازعہ فیصل ہو جائینگے" نواب صاحب نے اس امر کے استحکام اور صلح کی پختگی کی غرض سے اپنا ایک سفیر انگریزی کیمپ مین روانہ کیا۔ آصف نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سفارت پر صاحبزادہ سید نصر اللہ خان آئے تھے اور نواب آصف الدولہ کی طرف سے راجہ جھاؤ لال گفتگو کے لیے مقرر ہوے سید نصر اللہ خان نے نواب سید غلام محمد خان کی طرف سے اطاعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ جھاؤ لال نے آصف الدولہ کے پاس پہونچکر یہ بات بیان کی۔ نواب آصف الدولہ نے امن دینے کا وعدہ کیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ریاست پر نواب سید غلام محمد خان کو مسند نشین کرنے کا کوئی صریح وعدہ نہین کیا گیا۔ اس لیے کہ ذ منظوم مین لکھا ہے کہ اس سفیر (سید نصر اللہ خان) نے نواب سید غلام محمد خان کے پاس واپس پہونچ کر بیان کیا کہ وہ انگریز صلح کرنے اور امن دینے کو تیار ہین مگر یہ نہ کھلا کہ وہ اور کیا کرین گے ملک دینے کا اُنھون نے کوئی وعدہ نہین کیا" عالم شاہی مین بھی اس امر کی تصریح کی ہے کہ جب نواب سید غلام محمد خان نے آصف الدولہ کو لکھا کہ اگر مجھپر ملک بحال کر دیا جائے تو مین آ جاؤن وزیر نے جواب مین تحریر کیا کہ اُس صورت مین جان و مال کی امن البتہ متصور ہے۔ ریاست اور ملک کا سوال و جواب آپ کے آجانے پر موقوف ہے"

جب نواب سید غلام محمد خان اس مجمل جواب کو پاکر امید برآری سے مایوس ہوے تو اُنھون نے مقابلہ جاری رکھنے کے خیال سے سپاہ کو اشرفیان تقسیم کین ہر ایک پیادے کو ایک اشرفی اور سوار کو دو اشرفیان دین

اور رسد حاصل کرنے کا یہ انتظام کیا کہ راجہ کمستان کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجکر اُس سے استدعا کی کہ وہ اپنے بیوپاریون کو حکم دیدے کہ روہیلون کے لشکر مین رسد پہونچاتے رہین۔ راجہ نے اُن کی درخواست قبول کی اور روہیلون کے لشکر مین رسد پہونچانے کا حکم جاری کردیا پٹھانون کے مورچون مین بہت سا غلّہ آگیا۔ آصف نامے مین لکھا ہے کہ جب آصف الدولہ نے یہ دیکھا کہ روہیلے قابو مین نہین آتے اور ہماری تدبیر کارگر نہین ہوتی تو ایک روز شب کے وقت انگریزون سے مشورہ کرکے یہ تجویز کیا کہ یہان سے فوج کو آگے بڑھانا چاہیے تاکہ پٹھانون پر رعب پڑے چنانچہ ٹیّے سے فوج آگے بڑھائی اور پہاڑ کی تلی تک اُن کا تعاقب کیا گیا۔ انگریزی لشکر کے خیمے نواب آصف الدولہ کی فوج کے آگے کھڑے ہوے اور نواب کی فوج کی پشت پر ظفر جنگ کی سپاہ تھی لیکن روہیلون کی سپاہ پر اس بات نے کوئی ہیبت پیدا نہ کی بلکہ انگریزی لشکر مین ہمیشہ اس بات کا خوف رہتا تھا کہ روہیلے تو یون پر کوئی حملہ نہ کر بیٹھین یا شب خون ماربن۔ اور جاڑا بخار بھی شدت سے انگریزی فوج مین پیدا ہوگیا۔

نواب سیّد غلام محمد خان کا اپنے بعض افسرون کے نفاق کی وجہ سے اپنے آپ کو مخالف کے حوالے کردینا اور انگریزون کا اُن کو حراست مین لے کر بنارس کو بھیجدینا

نواب سیّد غلام محمد خان نے اُس مقام دشوار گذار کو ایسا حصار بنایا تھا

کہ مخالف سے سر نہ ہو سکا تو نا چار انگریزون نے فوج روہیلہ کے سردارون کو خط لکھے کہ تم یہان چلے آؤ تمھارے قصور معاف کیے گئے۔ جب نواب سید غلام محمد خان کو یہ حال معلوم ہوا کہ انگریز میرے لشکر مین تفرقہ پردازی کی فکر کر رہے ہین اور اُنھون نے میرے افسرون کے پاس خط بھیجے ہین تو اُنھون نے عہدہ دارون سے وہ خط طلب کیے جو دل سے خیرخواہ تھے اُنھون نے تو پیش کر دیے۔ منافقون نے نہ دکھائے خط کے آنے سے انکار محض کیا۔ نواب نے دل مین خیال کیا کہ دشمن تو صلح پر آمادہ ہے اور بعضے ظاہری دوست دغا اور فریب کی فکر مین ہین اور رفاقت سے جی چُراتے ہین تو ایسی حالت مین یہی مناسب ہے کہ تن بہ تقدیر مخالف کے لشکر مین چلے جانا چاہیے اور انگریزی کیمپ مین چلے جانے کا قصد کیا۔

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان کے انگریزون کے پاس چلے جانے کی دو وجہین تھین ایک تو پٹھانون کے پاس رسد ختم ہو چکی تھی دوسرے اپنے افسران لشکر کی خیرخواہی مین فرق دیکھا۔ اور نواب صاحب نے اول صید خان کو جرنیل صاحب کے پاس بھیجا تا کہ وہ مراتب صلح کو طے کر لین۔ منظم کا بیان ہے:۔

روانہ ہوئے الغرض صید خان | پھر اک آن مین جا کے پہونچے وہان
غرض کر کے تعظیم سب ماجرا | اُنھون نے کہا اور اُنھون نے سُنا
بہم کھل گیا گفتگو کا جو باب | دیا اُن کو جرنیل نے یون جواب

سلہ یہ بیان دُرِ منظوم سے اقتباس کیا ہے ۱۲

کہ انکار کچھ اس سے ہم کو نہین — ہے بے شبہہ یہ مصلحت کے قرین
ہے بہتر کہ نواب آوے چلا — کرے گا خدا بس اسی مین بھلا
حفاظت کرین اُس کی ہم جان کی — قسم ہے ہمین اپنے ایمان کی
جو پھر صید خان جی نے تکرار کی — تو اُس نے وہی اپنی گفتار کی
کتاب ایک لاکر رکھی درمیان — ہوا محکم اک عہد و پیمان وہان
یہ ٹھہری کہ اسکاٹ صاحب چلین — جو ہین چیری صاحب وہ ہمرہ رہین
یہ لے آئین نواب کو اپنے ساتھ — ہوے عہد مارے گئے اسپہ ہاتھ
اک اقرار نامہ لکھا وان گیا — بہ ظاہر وہ مُہرون سے پختہ ہوا
نہ سمجھے وہان سے چلے صید خان — کہ اقرار نامہ کرے صید جان
چلے آئے نواب کے رو برو — کیا عرض احوال سب ہو بہو
سُنے سب وہان کے سوال و جواب — کہا ہان چلا چاہیے اب شتاب

نواب سید غلام محمد خان نے اپنے عزیز و اقارب کو جمع کرکے کہا کہ "میری جگہ سید نصر اللہ خان کو سمجھنا چاہیے مین انگریزون کے لشکر مین جاتا ہون" بعض یہ صلاح دینے لگے کہ آپ کا وہان جانا اچھا نہین اور بعض نے کہا کہ آپکے لیے وہان جانے مین اندیشہ ہے۔ اس عرصے مین اسکاٹ صاحب نواب صاحب کے پاس پہونچ گیا اور چیری صاحب بن سے باہر کھڑا رہا۔ نواب صاحب اسکاٹ صاحب کے ساتھ روانگی کو ہاتھی پر سوار ہوے اور عمر خان بڑمونچھے اور نواب صاحب کے چھوٹے بھائی سید کریم اللہ خان بھی اُن کے ہمراہ ہوے۔ سپاہ کو جب یہ خبر لگی کہ نواب صاحب مخالف کے لشکر مین جاتے ہین تو اُسنے

اُن کو روکا اور کہا کہ آپ نہ جائیے ہم آپ کو نہ جانے دینگے ہم آپ کے ساتھ جان نثاری کو حاضر ہین اور اُن کے ہاتھی کا مُنھ پھیر کر راستہ روک لیا۔ نواب صاحب نے فرمایا "مین اس معاملے مین تم سے زیادہ واقفیت رکھتا ہون میرے باپ نواب سید فیض اللہ خان صاحب بھی لال ڈانگ مین انگریزون سے ملے تھے اور اُن کی معرفت صلح ہوگئی اور وہ انگریزون کے لشکر مین چلے گئے تھے اس لیے میرا بھی اُن سے ملنا ضرور ہے" سپاہ نے عرض کیا کہ مخالف آپ کے ساتھ دھوکا کرینگے اُن سے مل کر آپ کو پشیمانی ہوگی اور نقصان پہونچے گا نواب نے فرمایا کہ میری راے مین اب لڑنا مناسب نہین تم اب لڑائی کو ختم کرو ورنہ بنا ہوا کام بگڑ جائے گا اور بغیر کسی قسم کے قرار و مدار[1] کے اسکاٹ صاحب کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ معظم کہتا ہے۔

غرض سب روہیلون نے جتنا کہا اثر اُسکا مطلق نہ اُن پر ہوا
کہ تقدیر کا امر مٹتا نہین عمل عقل کا کوئی چلتا نہین
وہ اسکاٹ و جیری بعز و وقار لے آئے اُنھین کرکے قول و مدار
ملا آکے جرنیل با امتیاز سے اور صاحب بعز و نیاز

انتخاب یادگار مین لکھا ہے کہ جب نواب سید غلام محمد خان روانہ ہوے اور جیری صاحب کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اُس وقت صاحب زادہ سید نصر اللہ خان نے کہا کہ "جیری صاحب کے ملنے سے کچھ کام نہ نکلے گا ملک دلوانے مین اُن کو کیا اختیار ہے۔ آپ نواب آصف الدولہ سے ملاقات کرین"

---

[1] دیکھو سوانح محمد عباس علی خان ابن زیارت خان ۱۲

لیکن نواب صاحب نے قبول نہ کیا اور کہا کہ "ہمارے والد کا معاملہ کرنیل چمپین کے توسط سے طے ہوا تھا چیری صاحب سے ملنا چاہیے"۔ اور منتخب العلوم مین بیان کیا ہے کہ بعض مصاحبون نے نواب سیّد غلام محمد خان کو صلاح دی کہ اگر آپ چیری صاحب سے ملاقات کرین تو یقین کامل ہے کہ وہ آصف الدولہ سے صلح کرا کے ملک دلوا دین۔

عماد السعادت مین ذکر کیا ہے کہ "نواب سیّد غلام محمد خان چیری صاحب کی کوشش سے ملک ملنے کی امید مین خود بخود چیری صاحب کے پاس چلے آئے اور اُن کے کیمپ مین ٹھہرے"۔ اس بیان مین یہ بات واقعہ کے خلاف ہے کہ نواب سیّد غلام محمد خان خود بخود چیری صاحب کے پاس چلے آئے تھے اسکے بعد عماد السعادت کا مؤلف کہتا ہے کہ "نواب سیّد غلام محمد خان کے انگریزی کیمپ مین چلے آنے کے بعد سید نصر اللہ خان بہت سی جمعیت کے ساتھ قفیا چور مقام مین جو دامن کوہ مین تھا ٹھہر گئے اس خیال سے کہ مبادا کوئی دغابازی نواب موصوف کے ساتھ کی جائے تو مین ادھر سے جنگ کو مستعد ہو کر زور ڈالون اور نواب آصف الدولہ چیری صاحب کے مشورے سے نواب سیّد غلام محمد خان پر ملک بحال کرین"۔ لیکن تاریخ آصفی مین لکھا ہے کہ "چیری صاحب نے سیّد نصر اللہ خان کو در پردہ ملا لیا تھا نواب سیّد غلام محمد خان کو یہ حال معلوم ہونے کے بعد بہت مایوسی پیدا ہو گئی اور اسی وجہ سے اپنے مورچون مین سے انگریزی کیمپ مین چلے آئے"۔ تاریخ مذکور مین چیری صاحب کے اس کام کو نہایت دانشمندانہ بتایا ہے۔

آصف نامے مین کہا ہے کہ[۵۱] "آصف الدولہ نے انگریزون سے صاف کہدیا کہ مین نواب سید غلام محمد خان کو ملک نہین دونگا"۔ ملاقات کے وقت مراسم ظاہرداری کے بعد معاملات ضروری کے بارے مین چند سوال وجواب ہوکر جنرل صاحب نے نواب صاحب کو اُس خیمے مین جانے کے لیے رخصت کیا جو اُن کے ٹھہرنے کے لیے تیار تھا۔ جب وہ اُس مین پہونچگیئے تو ڈیرے کے گرد پہرے کھڑے کردیے اور اُن کو نظربند کرلیا۔ جب[۵۲] نواب نے اُن سے کہا کہ "ایسی وعدہ خلافی مردم ترسی اور انسانیت سے بعید ہے" تو جرنیل ابرکرمبی نے یہ جواب دیا کہ "ہمارا اقرار آپ سے یہ تھا کہ آپ کی ذات کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہونچے گی۔ ہر طرح کی آسایش کا سامان ملے گا۔ اُس اقرار پر ہم اب بھی قائم ہین لیکن ملک آپ کو نہین مل سکتا" اب نواب صاحب کے ہاتھ مین چارہ کچھ نہ تھا۔ مجبور تھے مخالف کے قبضے مین آگئے تھے اُنھون نے اپنی فوج مین کہلا بھیجا کہ "میرے اہل وعیال اور خزانے کو میرے پاس پہونچا دو اور تم اب مختار ہو چاہو صلح کرو یا جنگ"۔ وہان سپاہ کو جو یہ خبر پہونچی تو اُنھون نے صاحبزادہ سید عبدالعلی خان خلف نواب سید غلام محمد خان کو سردار کرکے مقابلے پر کمر باندھی اور جنگل کی آڑ سے انگریزی لشکر پر بندوقین مارنے لگے اور رات کو بھی ستانے لگے۔

عمر[۵۳] خان جو نواب کے ساتھ تھے اُنھون نے عرض کیا کہ "اب بے ڈھب آکر پھنس گئے اگر مجھکو رہائی حاصل ہوجائے تو شبخون مارکر آپکو یہان سے نکال لیجاؤن"۔

---

۵۱ یہ بیان منظوم جنگنامے مین ہے، ۵۲ بیان آیندہ منظومہ سے ماخوذ ہے ۵۳ یہ بیان منظوم جنگنامے مین ہے"

نواب[ل] سیّد غلام محمد خان نے انگریزون سے کہا کہ "جس قدر خزانہ وہان موجود ہے اُسے روہیلے تلف کردینگے آپ مجھکو یا عمر خان کو چھوڑ دین تاکہ خزانہ بربادی سے بچاکر آپ کے لشکر مین لے آئین"۔ انگریزون نے نواب کو تو نہ چھوڑا۔ عمر خان کو چھوڑ دیا۔ جب کہ عمر خان نے لشکر روہیلہ مین پہونچ کر یہ پیام دیا کہ سارا خزانہ اور نواب سید غلام محمد خان کے اہل و عیال کو انگریزی لشکر مین بھیجدو تو اُنھون نے یہ جواب دیا کہ جب تک ہمارے تن مین جان باقی ہے ایسا نہین کرسکتے اور عمر خان کو بھی روک لیا۔ عمر خان کے ساتھ جو آدمی انگریزی لشکر کے گئے تھے عمر خان نے اُن کو واپس کردیا اور کہا کہ مجھکو بھی سپاہ روہیلہ نہین چھوڑتی انگریز یہ خبر سنکر مشوش ہوے اور رؤساے افاغنہ کو کہلا بھیجا کہ "ہمکو تو تمھارے معاملات کی درستی منظور ہے اور تم ہم سے جنگ کرتے ہو۔ نواب کا خزانہ لے کر یہان چلے آؤ نصف ملک تمکو دیدیا جائے گا"۔ مگر فوج روہیلہ نے یہ جواب دیا کہ "نواب سید غلام محمد خان کو رہا کرکے ہمارے پاس پہونچا دو"۔ اسپر انگریزون نے یہ کہا کہ "وہ رہا نہین ہوسکتے کیونکہ نواب سید محمد علی خان کے بیٹے نواب سید احمد علیخان مستحق ریاست ہین اُن کو مسند نشین کیا جائیگا البتہ نائب کا تقرر تمھاری مرضی پر ہے جس کو منظور کروگے ہم اُس کو مقرر کردین گے"۔ جو لوگ نواب سید غلام محمد خان کے ہواخواہ تھے اُنھون نے اس طرح صلح پسند نہ کی بلکہ انگریزی فوج کو تیر و بندوق سے تنگ کرنے لگے معظم کہتا ہے۔

غلامی کا تھا جو مخالف وہان | دیا مشورہ اُسنے اُن کو نہان

[ل] پھر درمنظوم کا انتخاب چلا ۱۲

کہ چنار گڑھ مین اُنھین بھیجدو   بنا کام سارا پھر اک پل مین لو

انگریزون کے بھی خیال مین یہ بات آگئی کہ جب تک نواب سید غلام محمد خان یہان موجود رہینگے روہیلے اپنی ہٹ سے باز نہ آئینگے اور صلح کی طرف کبھی مائل نہ ہونگے اس لیے جمعے کی شب کو آدھی رات کے وقت ہاتھی پر بٹھا کر بہت سے سوارون کی حراست مین بنارس کی طرف بھیجدیا۔ جام جہان نما مین لکھا ہے کہ جبکہ انگریزون نے نواب سید غلام محمد خان کے ساتھ نقض عہد کیا تو اُنھون نے استدعا کی کہ میری جگہ میرے کسی بھائی کو مسند نشین کر دیا جائے۔ انگریزون نے جواب دیا کہ ہم کو بدون مرضی آصف الدولہ اس معاملے مین کوئی اختیار نہین۔ سید کریم اللہ خان نواب موصوف کے ہمراہ نہین بھیجے گئے اور نواب کی بیگم روہیلون کے لشکر مین مقیم تھین۔

روہیلون اور انگریزون کا تھوڑا سا مقابلہ ہو کر صلح کی تجویز پیش ہونا

نواب سید غلام محمد خان کی روانگی کے بعد لشکر انگریزی اور آصفی روہیلون کو دبانے کے لیے نغیا[1] چور کی طرف بڑھا۔ اُدھر سے پٹھان بھی مقابل ہوئے اور بندوقین مارنے لگے۔ چونکہ روہیلے ایسے موقع پر تھے کہ انگریزون کے ہاتھ سے اُن کو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا تھا اس لیے اُنکا کوئی آدمی کام نہ آیا۔ اور انگریزی فوج کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ اگرچہ

---

[1] دیکھو مہر و سعادت ۔ ۳۲ و در منظوم سے انتخاب چاند ۔۔

بڑے بڑے افسران روہیلہ کی یہ مرضی نہ تھی کہ جنگ جاری رکھی جائے مگر سپاہ برابر لڑتی رہی کہ اثنائے جنگ مین انگریزون کی طرف سے سفید جھنڈی جنگ بند کرنے کی علامت کے لیئے ہلائی گئی بعد اسکے انگریزون کا ایک سپاہی اس مضمون کا خط لے کر روہیلون کے پاس گیا کہ "یہ صورت اچھی نہین ہے سب اعزّہ واقارب تمھارے رام پور مین موجود ہین مخالفت کی صورت مین اُن کے واسطے بہت بُرا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ لڑائی کو موقوف کر کے نواب کا خزانہ یہان بھیجدو نواب سیّد احمد علی خان کو مسند نشین ریاست کیا جائے۔ اور جس کو تم نائب تجویز کروگے اُسے نائب ومختار ریاست مقرر کیا جائے گا" اس تحریر کو دیکھکر تمام سرداران روہیلہ جمع ہوے اور مشورہ کیا کہ نواب سیّد غلام محمد خان مخالف کے قبضے مین آ گئے اُن کا رہا ہونا معلوم دو مہینے سے ہم یہان محصور ہین ہر طرح کی تکلیف اُٹھا رہے ہین اور پہاڑ کی آب وہوا نہایت خراب ہے بہت سے روہیلے تپ ولرزہ اور اسہال کی بیماری مین مبتلا ہین۔ قوم اور طاقت کو بے حد نقصان پہونچ رہا ہے اگر دشمن دباتا ہوا ہمارے مورچون مین گھس آیا تو تمام عزت وناموس برباد ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ انگریزون کے حکم کی تعمیل کی جائے اور نواب سیّد نصر اللہ خان کی نیابت کے لیے استدعا کی جائے اس مشورے کے بعد روہیلون نے انگریزون کو کہلا بھیجا کہ "ہم کو آپ کے حکم کی تعمیل منظور ہے اور ہماری خواہش یہ ہے کہ مختار ونائب ریاست نواب سیّد نصر اللہ خان مقرر کیے جائین آپ نے جو کچھ زبانی پیام دیا ہے اُس مضمون کو تحریر کر کے اور تسکین وتشفی کی قسم سے کر کے بھیجدیجیے تو ہم سارا خزانہ بھی آپ کے پاس بھیجدین اور اطاعت کو بھی حاضر ہو جائین

انگریزون نے روہیلون کی درخواست کے بموجب یہ حکم لکھ بھیجا۔
دوسرے روز[1] نواب سید نصر اللہ خان عہدنامے کی تکمیل کیلئے مخالفون کے پاس چلے گئے نواب آصف الدولہ نے نواب سید احمد علی خان اور اُن کی والدہ کو بھی رام پور سے اپنے لشکر مین طلب کر لیا تھا۔ بیگم نے بھی یہی خواہش ظاہر کی کہ سید نصر اللہ خان نواب سید احمد علی خان کے نائب مقرر کیے جائین۔ ۵۔ جمادی الاولی ۱۲۰۹ھ ہجری کو عہدنامۂ تمہیدی تحریر ہوا اس حساب سے نواب سید غلام محمد خان کا زمانۂ حکومت و ریاست ۱۳۔ محرم سے ۵۔ جمادی الاولی تک تین مہینے اُنیس دن ہوتے ہین۔ او بہار اقبال نے تو چند دن بھی نور وزنہ منائی پس آصف نامے[2] مین جو اس واقعہ کا مادۂ تاریخ جنگ افاغنہ لکھا ہے جس سے ۱۲۱۰ھ ہجری نکلتے ہین اُس مین ایک عدد کی بیشی ہے۔ اس لیے کہ دو جوڑہ کی لڑائی ۱۲۰۹ھ ہجری مطابق ۱۷۹۴ء مین ہوئی تھی۔

نواب سید غلام محمد خان کا انگریزون سے اجازت لیکر بنارس سے حج بیت اللہ کو جانا اور وہان سے لوٹ کر افغانستان مین زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ دُرّانی کے پاس پہونچنا۔ شاہ کا نواب کی بہت عزت کرنا۔ نواب کا شاہ کو ترغیب دینا کہ ہندوستان پر فوج کشی کرکے ہمارے مخالفون سے عوض لین لیکن اس کام کا ظہور وقوع مین نہ آسکنا

[1] دیکھو عمدۃ السعادت۔ [2] دیکھو جنگ نامۂ مظفر

چند مدت کے بعد نواب سید غلام محمد خان نے بنارس مین اپنے اہل و عیال واطفال اور اعزہ واقربا کو چھوڑکر اور نواب سید محمد سعید خان کو رئیس خانہ قرار دے کر اور انگریزون سے یہ اقرار کرکے کہ رام پور کو نہ جاؤنگا حج کا عزم کیا [1] ۱۶ـ شعبان سنہ ۱۲۰۹ ہجری کو عظیم آباد پٹنہ کی طرف چلے گئے اور چند دن وہان رہ کر جہاز مین بیٹھنے کے ارادے سے کلکتے کی طرف روانہ ہوے۔ اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر کابل کو گئے۔ واقعات دُرّانی مین ذکر کیا ہے کہ ماہ رجب سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین نواب سیّد غلام محمد خان خلف نواب سیّد فیض اللہ خان حج سے لوٹ کر دکن جے نگر ملتان کھڈ کوہاٹ اور پشاور کی راہ سے کابل پہونچے اُن کے ساتھ دو سو پیادے اور پچاس اونٹ اسباب سے لدے ہوے تھے اور وفادار خان کے توسط سے زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ دُرّانی کی ملازمت سے مشرف ہوے خلعت فاخرہ اور سرفرازی منصب سے ترقی پائی۔ شاہ نے اُن کو ناصر الملک مخلص الدولہ مستعد جنگ بہادر خطاب دیا اور یہ خطاب بادشاہ کے ایک فرمان سے معلوم ہوا۔

مومن خان کا کلیات ایک شخص نے مقام راٹھ ضلع بُندیلکھنڈ مین لکھا ہے اور بہت سے طبّی نسخے اور متفرق اشعار اور فوائد اُس کے ساتھ درج کیے ہین۔ یہ کتاب ۳ ۔ رجب سنہ ۱۲۵۳ ہجری کی لکھی ہوئی ہے کتب خانۂ ریاست رام پور مین موجود ہے۔ اِس کلیات کے ساتھ زمان شاہ کے حکم کی نقل بھی درج ہے مین اُس کو بجنسہ یہان لکھتا ہون ۔

---

[1] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکم ہمایون آنکہ چون پیوستہ منظور نظر خورشید اثر و مرکوز خاطر انور اشرف
آنست کہ ہر یک فدویان این آستان معدلت نشان و عقیدت اندیشان
این دودمان رفیع الشان کہ داغ بندگی این دولت بر جبین و نقش غلامی
این سلطنت زیب نگین داشتہ باشد بعنایت خاص بادشاہی و اشفاق لاتناہی
پایۂ قدرش را از ہمگنان بالاتر فرمائیم لہذا مصداق این مقال صورت احوال
صداقت اشتمال عالی جاہ، شجیع جاہ، نتیجۃ الامرا العظام اسوۃ الکبرا
الفخام حاجی الحرمین الشریفین حاجی غلام محمد خان ست کہ مرحوم و مغفور
فیض اللہ خان والد او در ایام خاقان خلد آشیان مصدر خدمات نمایان شدہ
نقد حیات خود را در شاہراہ اخلاص این دولت صرف نمودہ درین ولا کہ
عالی جاہ مشار الیہ از جبہہ سائی این آستان سعادت اندوز گردیدہ نظر بر
خدمات سابقۂ والد و ظہور اخلاص او آفتاب عنایت و مرحمت خسروانی
ضیا افزاے کاشانۂ آمال و امانی او گردید از ابتداے یکم ماہ ہذا سنہ مبارک
نیلان ئیل[1] او را بخطاب ناصر الملک مخلص الدولہ مستعد جنگ بہادر مخاطب
و شان او را از اشفاق شاہان و مراحم بیکران از اکفا و اقران رفیع و برتر
فرمودیم کہ چنانچہ شیوہ خدمت گذاران فدویت اساس در رویہ جان سپاران

[1] زبان ترکی میں سالون کے بارہ نام ہیں یہی سال ہمیشہ دورہ کرتے ہیں ایک شاعر نے نظم کیا ہے
سیچقان و اود و بارس و توشقان ئیل + لوی ئیل ، ییلان ئیل ، بعد آنہا قوی ئیل
بیچی ئیل ... باشد ... + ... تحاقوی ... ئیل
... زبان کی ... میں نیلان ئیل ... ہوگا جو چھٹا ہوتا ہے

عقیدت مناص ست در مراسم ہوا خواہی این دولت دیر مدار و لوازم ارادت شعاری این آستان گردون وقار قیام و اقدام داشتہ بدستور مرحوم والد خود رگ رای وادی خدمت و جان فشانی بودہ حسن خدمت و فدویت و رسوخ ارادت و عقیدت خود را یوماً فیوماً بمنصۂ ظہور و بروز رساند کہ فراخور آن مشمول عوارف و نوازش شاہانہ خواہد شد۔ مستوفیان عظام کرام دیوان اعلیٰ صورت رقم مبارک اشرف را در دفاتر لازمہ ثبت و حسب المقرر عالی جاہ مشارٌالیہ را مخاطب بخطاب مرقوم دانستہ در عہدہ شناسند۔ ۲۲۔ شہر شعبان ۱۲۱۲ھ ہجری۔

واقعاتِ دُرّانی کا مؤلف کہتا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان نے بادشاہ سے اپنی ریاست کی تباہی اور بربادی کا حال عرض کر کے مدد اور کمک کی درخواست کی بادشاہ نے اُن کو امیدوار عنایت کر کے سو روپے روز اُن کے کھانے کے لیے مقرر فرمائے اور وکیل الرعایا جامی کی حویلی مین اُن کو رہنے کے لیے حکم دیا اور ارشاد کیا کہ اب پیش خانہ کابل سے پشاور کی طرف روانہ ہو کہ ہم ملک پنجاب اور ہندوستان پر تصرف کرین گے۔ امراے لشکر نے عرض کیا کہ تمام لشکر دو ہزار کوس کی مسافت طے کر کے بہت تھک گیا ہے سب آدمی امیدوار ہین کہ مہربانی فرما کر حکم ہو جائے کہ دو تین مہینے آرام کر کے اپنے گھوڑون کو کھلا پلا کر تازہ کر لین اور خود بھی راہ کی کوفت اور ماندگی سے سستا لین بادشاہ نے ان لوگون کی عرض مصلحتہً قبول کر کے دو تین مہینے کی مہلت دی اور زنبورکون اور دوسرے سامان کی تیاری کے لیے حکم دیا۔ جب زمان شاہ نے اپنے سوتیلے بھائی

محمود کی بغاوت کو دفع کرکے اُس کو ہزیمت دی اور وہ اپنے اہل وعیال اور حقیقی بھائی حاجی قمرالدین کے ساتھ بھاگ کر ترکستان کے پہاڑون مین چلا گیا تو زمان شاہ مطمئن ہوکر ہندوستان کے قصد سے براہ کابل لاہور مین داخل ہوے نواب سید غلام محمد خان کہ اس بار بھی لشکر شاہی کے ہمراہ تھے بادشاہ کو ہندوستان مین سے جانے کو انگریزون اور صوبہ اودھ کے مقابلے کے لیے بہت کوشان تھے اُنھون نے اصرار کیا اور زمان شاہ بھی چاہتے تھے کہ ملک پنجاب کے انتظام کے بعد جریدہ کچھ جرار فوج لے کر دلی کو روانہ ہون اس عرصے مین اخبار اور ہواخواہان دولت کے عرائض سے دریافت ہوا کہ محمود نے ہرات کی طرف سر نکالا ہے بادشاہ قندھار کی طرف لوٹ گئے اور نواب سید غلام محمد خان ہندوستان کو چلے آئے۔

نواب سید غلام محمد خان کا نادون مین سکونت اختیار کرلینا اور اُن کی وفات

نواب سید غلام محمد خان کشمیر ہوتے ہوے نادون مین داخل ہوے۔ راجہ سنسار چند وہان کا حاکم تھا اور قلعہ کوٹ کانگڑا اُسی کے زیر حکومت تھا اُس سے ملاقات ہوئی وہ راجہ بہت اخلاق سے پیش آیا تعظیم وتکریم اچھی طرح بجا لایا اور پانسو روپے[1] بطور دعوت باورچی خانے کے مصارف کے لیے ہر مہینے بھیجنے لگا۔ اتفاقاً اُسی زمانے مین نیپال کے راجہ نے لشکر عظیم

[1] دیکھو جام جہان نما

نادون پر بھیجا اور چاہا کہ اس ملک کو اپنے تصرف مین لائے۔ راجہ نادون نے ارادہ کیا کہ نواب کو رخصت کرکے خود حریف کے مقابلے کو جائے۔ نواب نے کہا کہ یہ کسی طرح نہین ہوسکتا کہ مین ایسے وقت مین تم کو چھوڑ کر چلا جاؤن۔ تم قلعہ مین بیٹھو اپنی فوج میرے ہمراہ کردو تو معرکہ آرائی کا تماشا دکھاؤن۔ نواب سیّد غلام محمد خان نے نہایت جرأت اور شجاعت سے گورکھا کے لشکر کو وہان سے بھگا دیا۔ بعد اس جنگ کے جب نواب صاحب نے چاہا کہ وہان سے کوچ کرین کسی اور طرف کو جائین راجہ نے بہت اصرار کرکے روکا اس سبب وہین ٹھہر گئے راجہ نے کئی پرگنے بھی اُن کے مصارف کے لیے چھوڑ دیے اور اتنی خاطر کرتا تھا کہ اُن کے بیٹے سید عبدالرحمٰن خان نے ایک آدمی کو مار ڈالا راجہ نے اُن سے کوئی بازپرس اور مواخذہ نہ کیا۔[1]

نواب سیّد غلام محمد خان نے تریسٹھ برس کی عمر مین جمعرات کے دن ۶۔ جمادی الاخری سنہ ۱۲۳۸ ہجری کو انتقال کیا۔ نادون مین مزار ہے مرزا مکھو عرف کرم خان نے تاریخ رحلت جو موزون کی ہے وہ اس جگہ لکھی جاتی ہے:۔

زدنیا سوِ خلد رحلت نمود　　چو نواب حاجی بیت الحرم
ریاض جنان گشت آرام گاہ　　بسالش خرد گفت رضوان مقام

اور عنبر شاہ خان نے یون تاریخ کہی ہے:۔

چون نمایان شد از رخ نواب　　در جنان نور مہر و پرتو ماہ
گشتہ تاریخ مرگ چہرہ فروز　　آفتاب بہشت والا جاہ

[1] دیکھو قانون خاندان رام پور ۱۲

اُن کے انتقال کے بعد راجہ نادون نواب سید محمد سعید خان کے ساتھ بھی بہت دوستی رکھتا تھا۔

نواب سید غلام محمد خان بڑے پہلوان اور شہ زور تھے ایک حلوان کا دم پخت جس مین سیر بھر بادام و کشمش وغیرہ میوہ ہوتا اور مطعومات کے علاوہ نوش فرماتے تھے۔ تیر نہایت اچھا لگاتے تھے۔ علم حساب مین خوب دستگاہ تھی۔ خلاصۃ الحساب تمام حفظ تھی اور اُس کے جملہ اعمال پر قدرت تھی۔ قطبی میر تک تحصیل کتب درسیہ کا اتفاق ہوا تھا۔

اولاد

(۱) سید نذر علی خان (۲) نواب سید محمد سعید خان (۳) سید عبدالعلی خان (۴) سید حفیظ اللہ خان (۵) سید عبداللہ خان ظریف تخلص (۶) سید عبدالرحمن خان (۷) شمس النساء بیگم ملقب بہ نواب بیگم زوجہ سید کفایت اللہ خان خلف نواب سید نصر اللہ خان (۸) حبیب النسا بیگم (۹) ایک صبیہ پیدا ہوتے ہی مر گئی جس کا نام بھی نہین رکھا گیا تھا۔

یہ سب اولاد عزیز النسا بیگم بنت یعقوب علی خان کے بطن سے ہین یہ یعقوب علی خان شاہ ولی خان کے چچازاد بھائی ہین اور شاہ ولی خان امیر دوست محمد خان والی کابل کے دادا اور احمد شاہ دُرّانی کے وزیر اعظم تھے۔



نواب سید احمد علی خان خلف نواب سید محمد علی خان کی مسند نشینی

نواب سید غلام محمد خان کے ترک وطن کر دینے کے بعد اُن کے افسرون سے اس شرط پر صلح ہو گئی کہ نواب سید فیض اللہ خان کا جس قدر خزانہ باقی ہے وہ تو کمپنی کے پاس امانۃً رکھا جائے اور قدیمی ملک مین سے کچھ گھٹا کر نواب سید محمد علی خان کے بیٹے نواب سید احمد علی خان کے نام سند تحریر کی جائے اور بنظر اسکے کہ مسند نشین کی عمر نو برس کی تھی نواب آصف الدولہ نے بشورۂ حکام انگریزی نواب سید نصر اللہ خان کو کہ لیاقت علمی بھی رکھتے تھے نیابت پر مقرر فرمایا چنانچہ موضع ٹپّہ کے کھاتے مین اسی مضمون کا عہدنامہ تمہیدی لکھا گیا۔

عہدنامۂ تمہیدی جو نواب آصف الدولہ اور انگریزی کمپنی اور سرداران روہیلہ کے درمیان منعقد ہوا

شرط اوّل جب یہ تمہیدی عہدنامہ منظور ہو جائے گا تو دشمنی درمیان وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر اور اُن کے دوست انگریز اور فوج روہیلہ کے موقوف ہو گی۔

شرط دوم نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر وعدہ کرتے ہین کہ اُنھون نے خاندان نواب سید فیض اللہ خان اور اُس کے شرکا کا قصور

معاف کردیا۔

شرط سوم فوج روہیلہ وعدہ کرتی ہے کہ جو کچھ باقی خزانہ خاندان نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا ہوگا وہ اسکو انگریزی کمپنی کے حوالے کردیگی۔ بموجب اس کے نواب سید غلام محمد خان نے حساب خزانہ پسماندہ نواب سید فیض اللہ خان مرحوم اپنی ذمہ داری کے وقت تک کا داخل کیا۔ اس حساب میں سے ایک لاکھ اور چار ہزار اشرفیاں صرف میں آئیں۔ جب سے نواب سید غلام محمد خان فوج روہیلہ سے جدا ہوے تھے یہ منہا اور پھر ادیکر باقی روپیہ طلب ہوا۔

شرط چہارم نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر وعدہ کرتے ہین کہ وہ نواب سید احمد علی خان کو جو نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کے پوتے ہین محالات جمعی دس لاکھ روپے سالانہ کا ملک دین گے اور شہر رامپور بھی اس مین شامل ہوگا اور چونکہ نواب سید احمد علی خان ہنوز صغیر سن ہین اس لیے سید نصر اللہ خان بہادر پسر سید عبد اللہ خان مرحوم بطور منصرم ریاست اور محافظ احمد علی خان مقرر ہون گے۔ جب تک نواب سید احمد علی خان سن تمیز ۱۲ سال کو پہونچین گے۔

شرط پنجم جب فوج روہیلہ خزانہ حوالے کردے گی جیسا کہ شرط سوم مین مندرج ہے اُس وقت نواب وزیر الممالک آصف الدولہ اور انگریزی کمپنی کی فوجین یہان سے روانہ ہونگی اور فوج روہیلہ منتشر اور متفرق ہوکر جہان چاہے گی چلی جائے گی۔

مقام گھاٹ ٹپہ کمپوے انگریزی تاریخ ۵ جمادی الاولی ۱۲۰۹ھ ہجری

(مہر) یہ مہر وزیر الممالک آصف الدولہ آصف جاہ یحییٰ خان بہادر ہزبر جنگ کی ہے۔

(مہر) یہ مہر مسٹر جارج فریڈرک چیری منجانب انگریزی کمپنی بطور ضامن تعمیل اس عہدنامہ کے ہے

(مہر) یہ مہر سید نصر اللہ خان کی ہے۔

جب یہ عہدنامہ تمہیدی تحریر ہو چکا تو نواب سید نصر اللہ خان روہیلون کے لشکر مین گئے اور تین لاکھ اکیس ہزار اشرفیہاے سکۂ جیپوری بارہ چھکڑون مین لدوا کر انگریزی لشکر مین پہونچوا دین اور چیری صاحب کے سپرد کر دین اور نواب آصف الدولہ نے نواب سید فیض اللہ خان کے دیوان طوطا رام کو رام پور سے بلوایا وہ حساب خزانہ کے کاغذات لیکر لشکر مین پہونچا اور تمام جمع خرچ سمجھا دیا اور دیوان مذکور سے نواب مرحوم کے ملک کی نکاسی کا حساب لیا گیا تو بائیس لاکھ روپے سے زائد کی آمدنی پائی گئی اِس حساب سے نواب وزیر نے اصل جاگیر مین سے بارہ لاکھ روپے سالانہ کی آمدنی کا ملک کاٹ لیا۔

بعد اسکے آصف الدولہ مع لشکر ذاتی و انگریزی دامن کوہ سے کوچ کر کے رام پور کی طرف روانہ ہوے اسکے بعد پٹھانون کی سپاہ اپنے مورچون سے نکلی اور سید نصر اللہ خان روہیلون کے لشکر کو حضرت نگر مین چھوڑ کر آصف الدولہ کے لشکر مین شریک ہو گئے۔ نواب آصف الدولہ نے رام پور کے قریب پہونچکر

اجیت پور مین مقام کیا۔ جام جہان نما مین لکھا ہے کہ دوسرے روز نواب آصف الدولہ سوار ہوکر رام پور کی سیر کو نکلے کوچہ و بازار مین پھرے کئی ہزار روپیہ ساکین کو دیا۔ جب نواب سید نصر اللہ خان کے ڈیرے کے پاس پہونچے تو انھون نے ایک ہزار اشرفیان نذر کین اور نواب آصف الدولہ انکے ڈیرے کے اندر داخل ہوے۔

قیصر التواریخ مین بیان کیا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے نواب سید محمد علی خان کے بیٹے نواب احمد علی خان کو محل سے بلوا کر مسند ریاست پر بٹھایا۔ نواب سید احمد علی خان کو پہلے بیگمات خوف سے باہر نہین بھیجتی تھین مگر آصف الدولہ کے حکم سے مجبور ہوکر باہر بھیجا۔ نواب سید احمد علی خان جب تک زندہ رہے اس احسان کے مرہون منت رہے اُن کی تحریرین نواب سعادت علی خان کے عہد تک آتی رہین۔

بعد اسکے آصف الدولہ اور انگریز تمام فوج کے ساتھ ۲۵۔ جمادی الاولی کو بریلی کی طرف روانہ ہوے جب دونون لشکر سرحد رام پور سے نکل گئے تو تمام پٹھان رام پور مین آکر اپنے اپنے گھرون مین آباد ہو گئے مگر خاندان ریاست اور نواب سید احمد علی خان اور سید نصر اللہ خان آصف الدولہ کے ساتھ بریلی کو چلے گئے وہان تفصیلی عہد ناموں کی تکمیل ہوئی۔ ان عہد ناموں مین عہد نامہ تمہیدی کی اتنی مخالفت کی گئی کہ اس مین تو صرف خزانہ نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا کمپنی کے پاس امانۃً رکھنا قرار پایا تھا اور اب یہ شرط لکھی گئی کہ کمپنی نے یہ سارا خزانہ نواب آصف الدولہ کو بطور نذرانہ

بابت ریاست رام پور کے اور بعوض کل حقوق ضبطی وغیرہ املاک نواب سیّد فیض اللہ خان اور نواب سید محمد علی خان کے دیدیا۔ افسوس کی بات ہے کہ یہ سارا لشکر روہیلون پر اسواسطے چڑھکر آیا تھا کہ ایک مستحق کے ہاتھ سے ریاست نکالکر احق کو دیدی جاوے اور وہ احق بھی ایسا تھا جس کے باپ پر وزیر کی عنایت تھی اوسکو بیٹا یا بھائی بنایا تھا۔ پھر وزیر کو ضبطی ریاست کے حقوق کیسے حاصل ہو گئے تھے۔ اگر کہیے کہ خرچ فوج کشی کے عوض مین لیا گیا تو پھر نصف آمدنی سے زیادہ کے محالات کیون ضبط کر لیے۔ غرضکہ وزیر اور کمپنی کے افسرون نے یہ لالچ کیا کہ ملک بھی کاٹ لیا اور خزانے پر بھی جھاڑو پھیر دی۔

جبکہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون نے دیکھا کہ سید نصر اللہ خان نائب ہو گئے تو انگریزون سے کہا کہ ہماری تنخواہ کا تصفیہ کر دینا چاہیے تاکہ نواب سید نصر اللہ خان پھر تغافل نہ کرین اس لیے اُن کی تنخواہین بھی عہدنامے مین داخل کر دی گئین اور نواب سید فیض اللہ خان نے جسقدر تنخواہ اپنے بیٹون کی مقرر کی تھی نواب آصف الدولہ نے اُس سے زیادہ اُنکے درماہے مقرر کیے۔

عہدنامہ بطور ضمانت جو آنریبل انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے وزیر الممالک آصف الدولہ اور نواب سید احمد علی خان بہادر کے درمیان تحریر کیا

چونکہ بموجب عہدنامۂ تمہیدی مرقومہ پنجم جمادی الاولی ۱۲۰۹ھ ہجری

مطابق ۲۹ ماہ نومبر ۱۷۹۴ع مُہری نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر وجارج فریڈرک چیری صاحب رزیڈنٹ بدربار نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر منجانب آنریبل انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب سید نصراللہ خان بہادر منجانب فوج روہیلہ کہ ایک نقل جسکی ملفوف ہے کمپنی مذکور نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضامن واسطے تعمیل شرائط مذکور کے منجانب نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر ایک فریق اور منجانب نواب سید نصراللہ خان بہادر فریق ثانی کے ہوگی بموجب اُسکے جارج فریڈرک چیری صاحب منجانب آنریبل سرجان شور بارٹ گورنر جنرل امور کمپنی ہند شرائط مفصلہ ذیل کا وعدہ کرتے ہین ۔

شرط اوّل نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر نے شرط دوم عہدنامہ تمہیدی مین ظاہر کیا ہے کہ اُنھون نے خاندان نواب سیّد فیض اللہ خان مرحوم اور اُسکے شرکا کا قصور معاف کیا ۔ بموجب شرط دوم عہدنامہ مذکور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی وعدہ کرتی ہے کہ نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر کچھہ تکلیف خاندان اور شرکاے خاندان مذکور کو بسبب کسی قصور موقوعہ قبل تاریخ پنجم جمادی الاخری ۱۲۰۹ھ ہجری کے نہ دین گے ۔

شرط دوم نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر نے شرط چہارم عہدنامہ مذکور مین وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک ملک نواب سید احمد علی خان نبیرۂ نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کو دین گے اور اُسکے مطابق اُنھون نے

ایک سند نواب سید احمد علی خان کو دی جسکی پشت پر محالات ریاست کے نام مع جمع محالات لکھے ہین اور جس کی تاریخ ۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۰۹ ہجری ہے اِسلیے کمپنی مذکور وعدہ کرتی ہے کہ وہ قبضہ احمد علی خان کو بموجب سند مذکور کے بلا تاخیر محالات مذکور پر دلادے گی۔

شرط سوم۔ شرط چہارم عہدنامہ مذکور مین یہ وعدہ ہوا ہے کہ نواب سید نصر اللہ خان بہادر پسر نواب سید عبداللہ خان مرحوم نواب سید احمد علی خان بہادر کے محافظ اور ریاست کے منصرم نواب سید احمد علی خان کی اکیس سال کی عمر تک مقرر ہونگے کمپنی مذکور وعدہ کرتی ہے کہ وہ اُن کی تقرری منظور کرتی ہے اور مُہر نواب سید نصر اللہ خان بہادر مذکور کو جب تک وہ محافظ نواب سید احمد علی خان بہادر موصوف اور منصرم ریاست رہین گے بطور مُہر نواب سید احمد علی خان بہادر کے مُستند گردانے گی۔

شرط چہارم۔ شرط سوم عہدنامہ مذکور مین یہ وعدہ ہوا ہے کہ خزانہ خاندان نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا کمپنی مذکور کے پاس امانت رہے گا اور کمپنی مذکور نے بر طبق اُسکے تین لاکھ اکیس ہزار مہر طلائی پائین۔ اور یہ تین لاکھ اکیس ہزار مہر نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کو بطور نذرانہ بابت ریاست کے اور بعوض تمام حقوق ضبطی وغیرہ املاک نواب سید فیض اللہ خان مرحوم اور نواب سید محمد علی خان مرحوم کے دی گئین اِس لیے کمپنی مذکور وعدہ کرتی ہے کہ کوئی اور رقم نقدی کی فریقین مین طلب نہوگی۔

شرط پنجم جب نواب سید احمد علی خان بہادر اکیس برس کی عمر کو پہونچیں گے تو کمپنی مذکور وعدہ کرتی ہے کہ یہ عہدنامہ قائم اور جاری رہے گا اور کوئی اور عہدنامے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر خدانخواستہ نواب سید نصر اللہ خان بہادر مرجائیں یا کسی سبب سے اپنے عہدۂ محافظی نواب سید احمد علی خان بہادر اور منصرمی ریاست سے برخاست ہوجائیں تو نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر بصلاح کمپنی مذکور کسی شخص کو روہیلوں مین سے پسند کرکے اس عہدے پر مامور کرین گے۔

شرط ششم چونکہ نواب سید نصر اللہ خان بہادر موصوف نے ایک قبولیت محررہ ۷ جمادی الاخری ۱۲۰۹ھ ہجری منجانب نواب سید احمد علی خان نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کے پاس داخل کی ہے کمپنی مذکور وعدہ کرتی ہے کہ دو نسخہ اس وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کے پاس ہوتی ہے کہ قبولیت مذکور کی تعمیل نواب سید نصر اللہ خان بہادر منجانب نواب سید احمد علی خان بہادر مذکور کرینگے اور انحراف شرائط عہدنامہ ہذا کو شکستگی عہد دوستی منجانب نواب احمد علی خان بہادر نسبت وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر موصوف کے تصور کرے گی۔

شرط ہفتم - اس عہدنامے پر مہر اور دستخط صاحب فرنیڈرک جیری صاحب کے منجانب کمپنی مذکور اور تصدیق بہ دستخط آنریبل سرجان شور بارٹ گورنر جنرل اور ممبر کمپنی مذکور کی ہوکر دو نقلین ہوئیں ایک نقل نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر موصوف کو اور دوسری نقل نواب سید نصر اللہ خان بہادر کو دی گئی اسی طرح قبولیت مذکورہ شرط ششم عہدنامہ ہذا کی دو نقلین

نواب سید نصر اللہ خان بہادر کی مہر سے ہو کر ایک نقل نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کو اور دوسری نقل جارج فریڈرک چیری صاحب کو دی گئی اور سند جسپر مُہر نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کی ہے اور جس کا ذکر شرط دوم عہدنامہ ہذا مین درج ہے نواب سید احمد علی خان بہادر کو دی گئی اور نقل اسکی مہری نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کی جارج فریڈرک چیری صاحب کو دی گئی۔

مقام بریلی ۷ جمادی الاخری سنہ ۱۲۰۹ ہجری مطابق ۳۰ دسمبر سنہ ۱۷۹۴ء

دستخط جی ایف چیری رزیڈنٹ

تصدیق اسکی مقام فورٹ ولیم مین بدستخط آنریبل سرجان شور بارٹ گورنر جنرل و مُہر آنریبل انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ۶ مارچ سنہ ۱۷۹۵ء کو ہوئی

دستخط جی شور

قبولیت منجانب نواب سید احمد علی خان بہادر بنام وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

چونکہ بموجب عہدنامہ تمہیدی مرقومہ ۵ جمادی الاولی سنہ ۱۲۰۹ ہجری مطابق ۲۹ نومبر سنہ ۱۷۹۴ء کے (جسپر نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر اور مسٹر جارج فریڈرک چیری صاحب رزیڈنٹ بدربار نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر منجانب انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی اور منجانب روہیلہ نواب سید نصر اللہ خان بہادر کی مہرین ہین اور اسکی نقل اس قبولیت کے ہمراہ ہے) بعض شرائط

نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر ایک فریق اور قوم روہیلہ فریق ثانی نے منظور کی ہین اسلیے مین سید نصر اللہ خان بہادر جو شرائط مذکورہ کی رو سے نواب سید احمد علی خان کا محافظ اور ریاست مذکورہ کا منصرم حسب شرائط مذکور مقرر ہوا ہون اپنی جانب سے بحیثیت محافظ نواب سید احمد علی خان بہادر او منصرم ریاست کے اور نواب سید احمد علی خان بہادر رئیس کی جانب سے شرائط ذیل منظور کرتا ہون۔

شرط اوّل۔ نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر نے شرط دوم عہدنامۂ تمہیدی مذکور مین ظاہر کیا ہے کہ اُنھون نے قصور خاندان نواب سید فیض اللہ خان بہادر مرحوم اور اُسکے شرکا کے معاف کیے ہین شرط مذکور کے مطابق مین عہد کرتا ہون کہ کچھ تکلیف بابت قصورات موقوعہ ماقبل پنجم جمادی الاخری ۱۲۰۹ہجری کے اُس خاندان کے کسی آدمی کو یا اُسکے شرکا کو نہ دی جائے گی۔

شرط دوم نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر نے شرط چہارم عہدنامۂ مذکور مین بیان کیا ہے کہ وہ ایک ملک احمد علی خان بہادر نبیرۂ نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کو دینگے اور بموجب اُسکے اُنھون نے نواب سید احمد علی خان بہادر موصوف کے ہاتھ مین ایک سند مہری دی ہے جسکی پشت پر نام محالات مع ملک مذکور کے درج ہین او تاریخ جس کی (۷) جمادی الاخری ۱۲۰۹ہجری ہے مین وعدہ کرتا ہون کہ مین نواب سید احمد علی خان بہادر کو وزیر الممالک کی نسبت فرمانبرداری اور وفاداری کے

عقائد تلقین کرونگا۔ اور شرائط مندرجۂ سند کے بموجب مین ریاست کا انتظام کرونگا اور مین حتی المقدور تمام روہیلون کو اور دوسرے اشخاص کو جن کا گذارہ اس جاگیر سے ہوگا تفہیم کرونگا کہ وہ نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر کے شکرگذار بابت اِس عنایت کے رہین اور اُن کے ساتھ وفاداری و دوستی سے بذریعہ اپنے رئیس نواب سیّد احمد علی خان بہادر موصوف کے پیش آئین۔

شرط سوم شرط چہارم عہدنامۂ مذکور مین مشروط ہے کہ مین سید نصیر اللہ خان ولد نواب سید عبداللہ خان مرحوم نواب سید احمد علی خان کا محافظ اور ملک کا منصرم نواب سید احمد علی خان بہادر کے اکیس برس کی عمر کو پہونچنے تک مقرر رہونگا مین اقرار کرتا ہون کہ نواب سید احمد علی خان بہادر کا فائدہ مدنظر رکھ کر اس کام کو مین حتی المقدور بلیاقت سرانجام دونگا۔

شرط چہارم شرط سوم عہدنامۂ مذکور مین یہ وعدہ ہوا ہے کہ خاندان نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا خزانہ کمپنی مذکور کے پاس امانت رہیگا اور کمپنی مذکور نے برطبق اُسکے تین لاکھ اکیس ہزار اشرفیان پائین اور یہ تین لاکھ اکیس ہزار اشرفیان نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر کو بطور نذرانہ بابت ریاست کے اور بعوض تمام حقوق ضبطی وغیرہ املاک نواب سید فیض اللہ خان و محمد علی خان کے دی گئین۔ اِس لیے مین وعدہ کرتا کہ کوئی اور رقم نقدی فریقین مین طلب نہوگی۔

شرط پنجم مین وعدہ کرتا ہون کہ نواب سید غلام محمد خان اِس ریاست مین ہرگز نہ رہنے پائین گے اور نہ کسی طرح کی حکومت اس ریاست

مین کر سکین گے اور نہ نواب سید احمد علی خان بہادر کے امورات مین مداخلت کرنے پائین گے۔

شرط ششم مین وعدہ کرتا ہون کہ پندرہ سو روپیہ ماہوار شروع یکم دسمبر ۱۷۹۴ء مطابق ۲ جمادی الاولی ۱۲۰۹ ہجری سے نواب سید غلام محمد خان موصوف کے گذارے کے لیے کمپنی ممدوح کو مقام لکھنؤ مین جاگیر کی آمدنی سے دیا جائے گا۔

شرط ہفتم مین اقرار کرتا ہون کہ مفصلۂ ذیل روپیہ مقام رام پور مین نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کے بیٹون کو شروع ۱۲۰۲ فصلی سے حسب ذیل دیا جائے گا۔

سید حسن علی خان کو مبلغ اعـ	سید فتح علی خان کو مبلغ اعـ
سید نظام علی خان کو مبلغ اعـ	سید یعقوب علی خان کو مبلغ الـ۱۰ عـ
سید قاسم علی خان کو مبلغ الـ۱۰ عـ	سید کریم اللہ خان کو مبلغ الـ۱۰ عـ

شرط ہشتم جب نواب سید احمد علی خان بہادر سن تمیز کو پہونچین گے تو یہی قبولیت کافی متصور ہوگی اور دوسری قبولیت جدید کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر خدانخواستہ مین مرجاؤن یا عہدہ محافظی نواب سید احمد علی خان و منصرمی ریاست سے برخاست ہو جاؤن تو نواب وزیر الممالک کمپنی کی راے اور مشورے سے روہیلون مین سے کسی شخص کو پسند کرکے عہدہ مذکور پر مامور کرین گے۔

شرط نہم مین منظور کرتا ہون کہ عہدنامہ مرقومہ ۷ جمادی الاخری ۱۲۰۹ھ

کے مطابق جسپر مہر و دستخط جارج فریڈرک چیری صاحب کے کمپنی مذکور کی جانب سے ہین اور تصدیق آنریبل سر جان شور بارٹ گورنر جنرل کی ہے اور جسکی دونون نقلون پر بھی یہ مہر اور دستخط ہوکر ایک وزیر الممالک بہادر کو اور دوسری مجکو ملی ہے کمپنی مذکور نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کے پاس اِس عہدنامے یا قبولیت کی جو نواب سید احمد علی خان بہادر کی طرف سے ہے اور جسپر مین نے اپنی مہر و دستخط کیے ہین اور جسکی ایک نقل نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کو دی گئی اور دوسری جارج فریڈرک چیری صاحب کے پاس رہی تعمیل کرانے کے واسطے ضامن ہوئی ہے اور نواب سیّد احمد علی خان بہادر کے پاس مُلک پر قبضہ دلانے کے لیے جو اُن کو نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر نے سند مذکور شرط دوم عہدنامۂ مذکور کے مطابق ہے جس کی ایک نقل نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر کی مہری جارج فریڈرک چیری صاحب کو دی گئی ہے ضامن ہوئی ہے۔

مقام بریلی، ۷ جمادی الاخری ۱۲۰۹ھ ہجری مطابق ۳ دسمبر ۱۷۹۴ء

اقرارنامۂ نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر بنام آنریبل انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی

چونکہ آنریبل انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی بموجب ضمانت نامہ مرقومہ (۷) جمادی الاخری ۱۲۰۹ھ ہجری مہری و دستخطی جارج فریڈرک چیری صاحب رزیڈنٹ دربار منجانب کمپنی مذکور و دستخطی آنریبل سر جان شور بارٹ گورنر جنرل اُمور کمپنی

بملک ہندو مہری کمپنی مذکور کے جسکی دو نقلین ہو کر ایک مجھے ملی ہے اور دوسری نقل سید نصر اللہ خان بہادر کو دی گئی ہے میرے پاس ضامن ہوئی ہے کہ شرائط قبولیت مرقومۂ ، جمادی الاخری سنہ ۱۲۰۹ ہجری کی جسکی دو نقلین سید نصر اللہ خان بہادر کی مہری ہو کر ایک نقل مجکو ملی ہے اور دوسری نقل جارج فریڈرک چیری صاحب کو دی ہے تعمیل کامل ہوگی اور نیز نواب سید احمد علی خان کے پاس اس بات کی ضامن ہوئی ہے کہ اُن کو قبضہ ملک کا (جو مین نے اُنکو اپنی مہری سند مرقومہ ، رجادی الآخری سنہ ۱۲۰۹ ہجری کے مطابق جسکی پشت پر محالات کے نام مع جمع سالانہ درج ہین دیا ہے) بلا طلب رقم توفیر وغیرہ ملے گا۔ اور اُس سند کی ایک نقل میری مہری مسٹر جارج فریڈرک چیری صاحب کو بھی دی گئی ہے۔ مین اسکو منظور کرتا ہون کہ مجھے شرط ضمانت نامہ قبول و منظور ہین۔

نواب سید نصر اللہ خان نے مقام بریلی مین ایک واجب العرض بعض معاملات کی نواب آصف الدولہ کے حضور مین پیش کی تھی جس پر نواب وزیر الممالک نے جواب دیے۔ اُسکو بھی اس جگہ ناظرین کی آگہی کے لیے درج کیا جاتا ہے۔

سوال اوّل

خاندان نواب سید غلام محمد خان بالفعل مکان رام پور مین رہین اور وہ اُن کو طلب کرین تو اُن کی روانگی یا مقام بیگم کی مرضی پر منحصر ہو۔

جواب اوّل

نواب سید غلام محمد خان جیسا چاہین گے اپنے خاندان کے بارے مین کرین گے ۔

سوال دوم

بقایا زر سرکار و زر قرضہ و تقاوی وغیرہ جو کسی رعیت کے ذمے ہو یا اُن محالون سے جو جاگیر نواب مرحوم سے علٰحدہ کیے گئے ہین لینا ہو اُنکے وصول کرنے مین کوئی مزاحم نہو اور ایک پروانہ حضور سے ناظم بریلی کے نام صادر ہو کہ وہ زر واجب الادا دلوا دے ۔

جواب دوم

جاگیر دار کو کچھ اختیار حاصل نہین ہے کہ بقایاے زر قرضہ یا تقاوی سرکار نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کے مقدمات مین اُن محالات مین جو ضبط ہو گئے ہین دست اندازی کرے ۔

سوال سوم

وہ قطعات زمین جو افغانون اور افسرون وغیرہ کے ہین اور اُنکو ملک قدیم مین نواب سید فیض اللہ خان بہادر نے دیے تھے بحال اور برقرار رکھے جائین ۔

جواب سوم

یہ اختیار جاگیر دار اپنے محالات جاگیر مین رکھتا ہے ۔

سوال چہارم

مسمی تلسی رام خزانچی جو اتفاقات وقت سے یہان سے جاکر دہلی مین رہتا ہے اُسکو شاہ نظام الدین ناظم دہلی کے آدمی اور مرہٹے تنگ کرتے ہین اور یہان آنے نہین دیتے چونکہ حسابات سرکاری و فوج و جاگیر اُس سے متعلق ہین اسلیے مجھے اُمید ہے کہ نواب صاحب ایک تحریر ناظم دہلی کو بھیجکر اُسکو ممانعت کرینگے کہ تلسی رام سے مزاحم نہو اور اُسکو یہان واپس آنے دے تاکہ یہان آکر پھر اپنے کام پر مامور ہو۔

جواب چہارم

تحریر اس مضمون کی نواب صاحب نے لکھ بھیجی ہے۔

سوال پنجم

جو اسباب کسی کا رام پور سے جنگ کے ہنگامے مین لٹ گیا ہے مین چاہتا ہون کہ حضور ایک حکم ناظم بریلی کے نام صادر فرمائین کہ مالکان مال کو اسباب مغروقہ تحقیقات کے بعد ملجائے۔

جواب پنجم

منصفانہ حکم حضور سے صادر ہوگا جب کوئی درخواست اپنے اسباب کے واسطے گذرانے گا۔

سوال ششم

سرکاری ہاتھی جو نواب سید فیض اللہ خان نے راجہ خانل سے خرید کیے تھے وہ ابتک اُسکے قبضے مین ہین مجھے اُمید ہے کہ حضور ایک حکم ناظم بریلی

کے نام صادر فرمائین کہ اُن کو واگذاشت کر دے۔

جواب ششم

جو ایسے چک محالات ریاست مین واقع ہین وہ بموجب سند نواب صاحب کے واگذاشت ہو گئے ہین۔

سوال ہفتم

اکثر مقامات وقطعات زمین وچکہائے دیہات خریدکردہ سنو خان وغلام علی خان وغیرہ افغانان سرکاری مالگذاری سے معاف ہین اور اُن لوگون کے قبضے مین اُسوقت تک تھے جبتک وہ دامن کوہ مین گئے۔ مجھے امید ہے کہ پروانہ اُنکی معافی کی نسبت ناظم بریلی کے نام صادر ہو۔

جواب ہفتم

رئیس کو اس شرط کا اختیار اپنے محالات ریاست مین حاصل ہے۔

سوال ہشتم

مین چاہتا ہون کہ ناظم بریلی کے نام پروانہ اُن لوگون کے باب مین جو وزیر کے علاقے مین رہتے ہون اور غارتگری نواب سید احمد علی خان کے علاقے مین کرتے ہون اِس مضمون کا جاری ہو کہ تحقیقات کے بعد چورون کو سزا دین اور مال مسروقہ ساکنان جاگیر کو واپس دین۔

جواب ہشتم

اِس بارے مین جو رسم نواب سید فیض اللہ خان کے وقت مین تھی

وہی مرعی رہے گی۔

سوال نہم

افغانون کے اسباب تجارت پر جو محصول سابق مین لیا جاتا تھا وہی بدستور رہے اور اہلکاران پرسٹ سرکار زیادہ طلب نہ کرین۔

جواب نہم

جو قاعدہ اس بارے مین نواب سید فیض اللہ خان کے وقت مین تھا وہی اب بھی مرعی ہوگا۔

سوال دہم

نواب سید فیض اللہ خان کے عہد مین داد دستد جو حافظ رحمت خان کے وقت کی کسی کے ساتھ تھی وزیر کے حکم سے سموع نہین ہوتی تھی پس اب بھی اس داد و ستد کے باعث کسی سے مزاحمت نہو اور اگر کوئی حضور مین نالشی ہو تو اسکی سماعت نہو۔

جواب دہم

رسم قدیم اس بارے مین جاری ہے۔

سوال یازدہم

موضع صاحب گنج واقع پرگنہ حضرت نگر دیہہ معافی نواب سید فیض اللہ خان نے ساعت رائے متوفی کو دیا تھا مین چاہتا ہون کہ اس موضع کے معاف رہنے کے باب مین ایک پروانہ عنایت ہو۔

جواب یازدہم
اگر یہ موضع محالات ریاست مین آگیا ہے تو رئیس کو اختیار حاصل ہے

نواب آصف الدولہ کا نواب سید احمد علی خان اور اُنکے امرا کو خلعت عطا کرنا۔ ریاست رام پور کی آمدنی کے مصارف مقرر کردینا۔ آصف الدولہ کا اودھ کو چلے جانا۔ اور نواب سید احمد علی خان کا مع اپنے خاندان کے بریلی سے رام پور مین آجانا

معظم کہتا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے ۵ جمادی الاخریٰ ۱۲۰۹ھ کو اپنے دربار مین نواب سید احمد علی خان کو طلب کر کے ایک خلعت عطا کیا جس مین ایک زرین دستار ایک ٹوپی اور سرپیچ اور کلغی اور موتیون کی مالا اور سپر اور تیغ تھی اور یہ چیزین کشتیون مین رکھی ہوئی تھین اور ایک گھوڑا اور ہاتھی اور پالکی بھی دی جب نواب سید احمد علی خان خلعت پہن چکے تو ایک خلعت سید نصر اللہ خان کو دیا اور دربار مین دو کرسیان بچھائی گئین ایک پر نواب سید احمد علی خان اور دوسری پر سید نصر اللہ خان بیٹھے۔ پھر ریاست رام پور کے ارکان دولت کو طلب کر کے اُنکو بائیس خلعت عطا کیے اور نواب فیض اللہ خان بہادر کے بیٹون کو بھی خلعت مرحمت کیے۔

نواب آصف الدولہ نے آمدنی ریاست مین خرچ کا سالانہ

اِس طرح انتظام کیا۔

ذات خاص نواب سید احمد علی خان بہادر	۱۰۰۰۰۰ روپے
سید نصر اللہ خان کے لیے	۶۰۰۰۰ "
سید حسن علی خان۔ سید فتح علی خان۔ سید نظام علی خان ابنائے نواب سید فیض اللہ خان	۷۲۰۰۰ "
سید یعقوب علی خان۔ سید قاسم علی خان۔ سید کریم اللہ خان۔ ابنائے نواب سید فیض اللہ خان	۶۰۰۰۰ "
صاحبزادہ سید احمد یار خان ابن سید محمد یار خان بن نواب سید علی محمد خان اور سید مصطفےٰ خان ابن سید اللہ یار خان ابن نواب سید علی محمد خان	۲۵۰۰۰ "
محمد اکبر خان ابن حافظ رحمت خان کے لیے	۶۰۰۰ "
بیگمات کے مصارف کے لیے	۵۹۰۰۰ "
نواب سید غلام محمد خان کے بیٹوں کے واسطے	۱۸۰۰۰ "

مجموعی تعداد ان مصارف کی چار لاکھ روپے سالانہ ہوئی باقی آمدنی سپاہ کے خرچ کے لیے مقرر کی اور اُسکے مطابق بند خرچ تیار ہو کر سید نصر اللہ خان کو دربار مین دیدیا گیا۔

۹ جمادی الاخریٰ ۱۲۰۹ھ ہجری کو نواب آصف الدولہ مع فوج انگریزی کے اودھ کو چلے گئے اور نواب سید احمد علی خان اور اُسکے اہل خاندان اور افسران فوج رام پور آ گئے۔

نواب سید نصر اللہ خان کے واقعات فوج مین تخفیف

نواب سید نصر اللہ خان نے تخفیف شروع کی نصف فوج کم کردی منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ اکثر خاندانی لوگ اور بڑے بڑے روہیلے سردار نواب سید نصر اللہ خان کی اطاعت نہین کرتے تھے۔ اُنھون نے انگریزون کی مدد سے اُن لوگون کو جلا وطن کرکے بنارس اور لکھنؤ کو بھجوا دیا اور اِس بات کے مخفی رکھنے کے لیے اپنے بیٹے سید کفایت اللہ خان کو بھی جلا وطنی مین خاندانیون کا شریک کر دیا۔ ان لوگون کی درستی کے بعد پھر سب کو رام پور مین بلوایا بعض ثقہ آدمیون کا بیان ہے کہ سید نصر اللہ خان سرداران روہیلہ کی شکایت لیکر بذات خود بنارس کو رزیڈنٹ کے پاس گئے تھے اور سرداران روہیلہ بھی ساتھ ساتھ جوابدہی کو پہونچے سردارون کے ساتھ رسالے مع نقارہ و نشان تھے اور نواب سید نصر اللہ خان جریدہ گئے تھے۔ نواب صاحب نے رزیڈنٹ سے کہا کہ دیکھیے میری بدنصیبی کا یہ حال ہے کہ مجھے پالکی کے لیے چار کہار اور دو خدمتگار بمشکل ملے ہین اور یہ لوگ اِس کر و فر سے آئے ہین" رزیڈنٹ نے اپنی نظر سے طرفین کی سواریون کا واقعہ دیکھا اسلیے گورنر جنرل کو رپورٹ کردی کہ یہ تمام سرکش افسر رام پور سے علٰحدہ کیے جائین۔ گورنر جنرل نے منظور کر لیا اور کپتان جیری صاحب اِس کام کے لیے مقرر ہو کر رام پور مین آیا اور اُس نے بڑے بڑے روہیلہ سردارون کے رسالے توڑ کر اُن کو علٰحدہ کر دیا۔

راجہ جھاؤلال نے ایک بار نواب سید نصراللہ خان کی معزولی کی بھی فکر کی تھی۔ چنانچہ طلسم ہند مین بیان کیا ہے کہ عمر خان بڑموچھے کو رام پور سے بلاکر آصف الدولہ کی سرکار مین نوکر رکھا یا اور منظور یہ تھا کہ نواب سید نصراللہ خان کو نواب سید احمد علی خان کی نیابت سے موقوف کرا کے عمر خان کو رام پور کا نائب بنائے تاکہ پٹھان ضرورت کے وقت کام آئین مگر یہ تدبیر ظہور مین نہ آسکی۔

زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ دُرّانی کا آصف الدولہ اور انگریزون سے روہیلون کی سفارش کرنا

ایک شخص محمد عباس علی خان نامی پٹھان سٹربنی رانڑے زئی مشہور بہ سواتی نے اپنی سوانح عمری لکھی ہے یہ شخص فارسی اور اُردو کا شاعر صاحب دیوان ہے پشتو مین بھی شعر کہتا تھا۔ اُس کتاب مین لکھتا ہے کہ میرے باپ یار خان حافظ رحمت خان کے ہمراہ سوات سے روہیلکھنڈ مین آئے اور نواب سید علی محمد خان کی سرکار مین نوکر ہوسے اور نواب موصوف کے بعد حافظ رحمت خان کی رفاقت مین بڑی ثروت کے ساتھ رہنے لگے اور ۱۱۸۳ھ ہجری مین انتقال کیا۔ عباس علی خان کو ابتدا مین نظم اُردو کا شوق تھا اور قائم چاندپوری سے مشورہ تھا۔ نواب شجاع الدولہ نے جب نواب سید فیض اللہ خان کو لال ڈانگ پر محصور کیا تو عباس علی خان کی عمر اُس وقت سولہ برس کی تھی اور اپنے بھائی اخونزادہ ارادت خان کے ساتھ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے

لشکر مین تھا۔

۱۱۹۶؁ ہجری مین مرزا جوان بخت نواب سید فیض اللہ خان کے عہد مین رام پور آئے تو اُنکے ساتھ رام پور سے چلا گیا اور شاہزادے کی بدولت خطاب اقتدار الدولہ عباس علی خان بہادر صمصام جنگ اور پنجہزاری منصب پایا۔ پھر شاہزادہ احسان بخت ولد شاہ عالم کی رفاقت اختیار کی اور مقام خیرپور مین عماد الملک نواب غازی الدین خان کے شوق دلانے سے شعر فارسی بھی کہنے لگا اور اُنہی سے اصلاح لینے لگا اور سات برس تک اِس ملک مین رکھر اُن کو کلام دکھایا پھر شاہزادے کے ساتھ مع عماد الملک کے افغانستان کو زمان شاہ نبیرہ احمد شاہ ابدالی کے پاس گیا شاہ نے احسان بخت سے وعدہ کیا کہ مین اپنے بیٹے کے ساتھ سوارون کی زبردست فوج بھیجکر تم کو نواب غازی الدین خان کے مشورے سے سلطنت ہند کا تخت نشین کر دونگا اُسی زمانے مین شاہزادے کو جنون ہوگیا تو عباس علی خان زمان شاہ کے حکم سے نواب مظفر خان صفدر جنگ صوبہ دار ملتان کے پاس متعین ہوگیا۔ ملتان مین عباس علی خان کو یہ خبر ملی کہ نواب سید فیض اللہ خان کی وفات کے بعد اُن کے سردارون نے نواب سید غلام محمد خان کو خفیہ متفق کر کے نواب سید محمد علی خان کو مار ڈالا۔ اور آصف الدولہ نے رام پور پر فوج کشی کی۔ نواب سید غلام محمد خان نے انگریزون سے شکست پائی۔ آصف الدولہ نے نصف ریاست رام پور ضبط کر لی اور نصف پر نواب سید احمد علی خان کو مسند نشین کر دیا۔ عباس علی خان کو اِس خبر سے بہت رنج و ملال ہوا اور جب زمان شاہ کابل سے ڈیرہ غازی خان مین آئے

تو عباس علی خان صفدر جنگ کی عرضی کے ساتھ لشکر مین گیا اور نور محمد خان وزیر اعظم کی معرفت بادشاہ کی ملازمت حاصل کر کے پٹھانون کی خرابی اور ضبطی ملک کی ساری سرگذشت عرض کی اور درخواست کی کہ مجھکو رخصت مرحمت ہوجائے تاکہ وہان جاکر مقتولون اور پسماندون کا حال معلوم کرون شاہ کو روہیلون کی اِس خرابی کا حال سُنکر جوش حمیت پیدا ہوا اور فرمایا کہ ہم آصف الدولہ اور اعتضاد الدولہ نصیر الملک ولیم بالمر (پامر) صاحب بہادر شوکت جنگ کو لکھین گے اگر اُنھون نے ہمارے حکم کی تعمیل کی تو خیر ورنہ سال آئندہ کے آغاز مین ہم خود ہندوستان پر چڑھائی کرین گے عباس علیخان نے عرض کیا کہ اس سفارت پر یہ فدوی مقرر فرمایا جائے اور وہ فرمان مجھکو عطا ہوجائین۔ مین اُن کو پہونچاؤن گا وزیر اعظم نے بھی سفارش کی شاہ نے منظور فرمالیا اور وزیر اعظم کی تاکید سے اُسی دن دونون فرمان تیار ہوکر عباس علی خان کو ملگئے۔ آصف الدولہ کے نام کے فرمان کی نقل یہ ہے۔

اللہ

قرار داد ز الطاف خویشتن یزدان
نگین خاتم حکم جہان بشاہ زمان

آنکہ عالی جاہ رفیع جایگاہ حشمت و شوکت دستگاہ وزارت و ابہت پناہ امیر الامرا العظام اسوۃ الکبراء الفخام معتمد الدولۃ البہیہ اعتضاد السلطنۃ العالیہ جملۃ الملک مدار المہام آصف جاہ وزیر الممالک ہندوستان یحیےٰ خان آصف الدولہ بہادر بعوارف عواطف بے پایان شاہانہ سرفراز گشتہ بداند کہ چون

قبل ازین رایات عالیات روشنی بخش دار السلطنة لاهور گردید سیر و شکار پنجاب
منظور نظر انور بود بنا بر آن رقم مبارک به سرفرازی آن عالیجاه شرف نفاذ یافت
و درین سال بخواست حضرت ایزد متعال سیر و گشت مملکت هندوستان مطمح خاطر
خطیر ست و رفاهیت و آسودگی کافهٔ انام و استعلام اعلام طریقهٔ حضرت خیر الانام
علیه و آله افضل التحیة والسلام و انتظام مهام خاندان رفیع الشان خلافت بنیان
چغتائیه نیز منظور نظر مهر اثر اشرف می باشد در سوخ ارادت و عقیدت آن عالیجاه
باین آستان ملک پاسبان اباً عن جدٍ مربوط ست بهمان نحو قدیم بر جادهٔ ارادت
مستقیم بوده سالک طریق ارادت و خدمت گذاری باشد۔

چون علی محمد خان و فیض الله خان از طائفهٔ افغان و مسلمین و غاشیه
بر دوش ان و حلقهٔ اطاعت بر گوش ان این دولت ابد قرین می بودند و بآن عالیجاه
نیز طریق موافقت و مصافات می پیمودند بعد از واقعه فیض الله خان ولدان او
از راه پندار مصدر برخے حرکات ناهنجار گردیدند که ملک آنها به تصرف آن عالیجاه
در آمده۔ لهذا درین ولا نظر بر رسوخ ارادت آن عالی جاه رفیع جایگاه
عباس علی خان را بارقم محترم نزد آن عالیجاه روانه فرموده ایم هر چه از ملک آنها
که بتصرف آن عالیجاه در آمده است مناصفه آنرا بنا بر مراقبت احوال وابستگان
فیض الله خان بآنها واگذارد که متصرف بوده مرفه الحال مشغول دعاگوی ذات اشرف
واز دیاد دوام دولت ابدی اتصال بوده باشند و بنحویکه امر شده از راه دولت خواهی
معمول داشته هر چه که عباس علی خان بیان نماید اصغا نموده اورا بزودی مرخص نماید
و در هر باب الطاف شاهانه را شامل حال خود دانسته در طریق ارادت و اخلاص

ثابت قدم وصادق دم باشد۔

تحریر شہر صفر المظفر ۱۲۱۱ھ ہجری

عباس علی خان وہان سے روانہ ہوکر ملتان پہونچا اور نواب صفدر جنگ سے رخصت ہوکر بہاولپور۔ بیکانیر۔ اور ناگور ہوتا ہوا جے پور مین داخل ہوا یہان دو مقام ہوے۔ بالمر صاحب کا وقائع نگار گوپی ناتھ جو جے پور مین موجود تھا اُسنے عباس علی خان کے آنے کی خبر سنی تو اُس سے ملاقات کو آیا اور بیان کیا کہ ان دنون ہمارے صاحب پونا کو گئے ہین اور چودہ روز کا عرصہ ہوا کہ نواب آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا۔ وزیر علی خان اُن کی جگہ مسند نشین ہوا ہے عباس علی خان کو اس واقعہ سے سخت کوفت پیدا ہوئی اور بالمر صاحب کے نام ایک خط اپنی طرف سے لکھکر اور اپنے آنے اور فرمان لانے کا حال تحریر کرکے گوپی ناتھ کو دیدیا اور آپ رام پور چلا آیا۔ نواب سید نصر اللہ خان جو بچپن سے عباس علی خان سے محبت رکھتے تھے اُنھون نے خاطر کی اور التفات سے پیش آئے۔ بالمر صاحب کو جب پونا مین یہ خبر پہونچی کہ عباس علی خان شاہ کی طرف سے ہمارے نام فرمان لائے ہین تو اُنھون نے عباس علی خان کو تحریر کیا کہ آپ بُعد مسافت کی وجہ سے پونا نہ آسکے جے پور سے رام پور بریلی چلے گئے اسلیے التماس یہ ہے کہ فرمان شاہی جو میرے نام ہے ڈاک کے ذریعہ سے فرخ آباد کو فتح گڑھ کے کیمپ مین گوپی ناتھ اور راد جاگر مصر کے پاس بھیجدیجیے جو مجلس کی طرف سے ڈاک کے منتظم ہین وہان سے سرکاری ڈاک کے ذریعہ سے پونا مین میرے پاس پہونچ جائیگا اُس فرمان کا مضمون معلوم ہونے کے بعد

جیسا جواب مناسب ہوگا دیا جائے گا۔ عباس علی خان نے یہ سارا ماجرا نواب سید نصر اللہ خان سے کہا اور بالمر صاحب کا خط اور شاہ کے دونون فرمان اُنکو دکھائے چونکہ آصف الدولہ کا انتقال ہوچکا تھا اُن کا مُتبنّےٰ وزیر علی خان اُنکا قائم مقام ہوا تھا اور اسوجہ سے آصف الدولہ کے بھائی اور بڑے آدمی وزیر علی خان کی اطاعت کرنے مین دریغ کرتے تھے۔ لکھنؤ مین ایک عجیب تلاطم مچا ہوا تھا اور رام پور کی ریاست کا معاملہ لکھنؤ کی ریاست پر موقوف تھا جب وہان کی یہ حالت تھی تو کیا کام نکل سکتا تھا اُدھر کی سلسلہ جنبانی موقوف ہو کر یہ بندوبست کیا گیا کہ بالمر صاحب کے نام کا فرمان ہرکارے کے ہاتھ فرخ آباد کو بھیجدیا اور عباس علیخان نے یہ ساری کیفیت زمان شاہ اور اُن کے وزیر اعظم اور نواب صفدر جنگ کو لکھ بھیجی۔ اور چار مہینے کے بعد عباس علی خان نے رخصت چاہی۔ نواب سید نصر اللہ خان نے روک لیا۔ پھر عباس علی خان علیل ہوگیا۔ ڈیڑھ برس علیل رہا۔ اس عرصے مین یہ خبر پہونچی کہ زمان شاہ کے امرا اور فوج نے محمود کو اپنا بادشاہ بنا کر زمان شاہ سے مخالفت کی زمان شاہ اور محمود کی فوجون کا قریب درۂ خیبر کے مقابلہ ہوا اور جنگ عظیم واقع ہوئی آخرکار محمود غالب آیا اور زمان شاہ اسیر ہوے جن کو محمود نے نابینا کرا کے قلعہ بالاحصار مین قید کر دیا۔ نواب سید نصر اللہ خان نے عباس علی خان کو جاگیر اور رسالہ عنایت کر کے رام پور مین رکھ لیا۔ عباس علی خان نے یہین سکونت اختیار کی۔

آصف الدولہ کی جگہ نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون کو شبہ مخالفانہ پر نواب سعادت علی خان کا کچھ فوج بھیجکر لکھنؤ کو بلا لینا آخرکار گورنر جنرل کے ایما سے ان صاحبزادون کی رام پور کو واپسی

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ جب نواب سعادت علی خان آصف الدولہ کے جانشین ہوے تو کچھ عرصے کے بعد اُن کو یہ خبر پہونچی کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے مخالفت کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اُنھون نے اپنے بیٹے نصیر الدولہ مرزا محمد علی (۱) خان اور اسٹور صاحب کے ساتھ پانچ چھ ہزار فوج رام پور کو بھیجی اور حکم دیا کہ اُن صاحبزادون کو لکھنؤ لے آئین یہ سپاہ رام پور کے متصل پہونچکر کوسی کے قریب مقیم ہوئی نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے اِس بات سے بالکل بے خبر تھے اُن کا ارادہ فساد کا نہ تھا اِسلیے محمد علی خان کے پاس چلے گئے مرزا محمد علی خان نے سب کو خلعت دیے اسٹور صاحب کبھی اُن سے ملنے کے لیے مرزا محمد علی خان کے خیمے مین آیا اور صاحبزادون سے ملکر اُن کی بہت دلجوئی کی اور غرہ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۲۱۲ ہجری کو اسٹور صاحب اور مرزا محمد علی خان نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون کو اپنے ہمراہ لیکر رام پور سے لکھنؤ کی طرف واپس ہوے اور لکھنؤ پہونچکر اُن دونون صاحبون نے نواب سعادت علی خان سے

---

(۱) مرزا محمد علی خان نواب سعادت علی خان کے تیسرے بیٹے تھے بڑے بیٹے غازی الدین حیدر تھے۔ جام جہان نما مین غلطی سے مرزا محمد علی کو سعادت علی خان کا بڑا بیٹا لکھا ہے۔

اُن صاحبزادون کی ملاقات کرائی نواب موصوف نے سب کو خلعت اور ہاتھی اور شمشیر عطا کرکے لکھنؤ مین رہنے کے لیے حویلیان دیدین یہ صاحبزادے ڈیڑھ برس تک وہان مقیم رہے اور نواب سید غلام محمد خان کے عیال و اطفال بنارس بھیجدیے گئے - چونکہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون سے کوئی جرم سرزد نہین ہوا تھا اِسلیے لارڈ ولزلی ارل مارنگٹن گورنر جنرل نے کلکتے سے نواب سعادت علیخان کو لکھا کہ اِن صاحبزادون کو رامپور رخصت کردینا چاہیے نواب سعادت علیخان نے ہر ایک صاحبزادے کو خلعت ہفت پارچہ اور فیل و شمشیر دیکر رام پور کو چلے جانے کی اجازت دیدی چنانچہ تمام بھائی یہان آکر رہنے لگے

ریاست رام پور کا حکومت انگریزی کی حفاظت مین آجانا

لارڈ ولزلی صاحب گورنر جنرل ہندوستان نے یہ خیال کیا کہ اودھ پر زمان شاہ دُرّانی حملہ کرنے کو ہین جو دلّی کے بادشاہ کو بحال کرکے مسلمانون کی سلطنت جمانے کا ہندوستان مین دل سے ارادہ رکھتے تھے وہ لاہور تک تو آپہونچے تھے اگرچہ وہ اِس وقت اُلٹے اپنے وطن کو ضرورت کے سبب سے واپس چلے گئے تھے مگر پھر اُن کا آنا آسان تھا - سیندھیا بھی اودھ کی تاک مین بیٹھا ہے کہ جب اُسکو موقع ملے تو اُسکے غلّہ لگائے روہیلہ بھی بغلی دشمن موجود ہین نواب سعادت علی خان کے سارے ملک کی رعایا اور سپاہ بگڑی ہوئی بیٹھی ہے ایک والی کی جان کو رو رہی ہے اور دوسری اُسکے خون کی پیاسی ہے تو اُنھون نے سنہ ۱۷۹۹ع مین نواب سعادت علی خان کو اِس نیت سے ایک تحریر روانہ کی کہ

سلہ سنہ ۱۷۹۷ع کے اختتام تک ہندوستان کے سرجان شور صاحب گورنر جنرل تھے ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۷۹۷ع سے لارڈ ارل مارنگٹن گورنر جنرل ہندوستان کے مقرر ہوے جو نومبر سنہ ۱۷۹۷ع مین ولایت سے چلے تھے ۱۲

اُن کو ترغیب اپنی فوج کے کم کرنے کی اور اسکے عوض مین فوج انگریزی کے رکھنے
کی ہوا اور اُس تحریر کے لیجانے کو اور نواب سعادت علی خان کے سمجھانے کو کہ
وہ نقدی دینے کی جگہ کچھ ملک اس فوج انگریزی کے خرچ کے لیے دیدین
یہہ سکوٹ تجویز ہوا۔ سعادت علی خان کی بالکل مرضی اُسکے قبول کرنے کی نہ تھی
مگر اُن کو دھمکایا کہ وہ مسند ریاست اپنے بیٹے کے لیے خالی کردین آخرکار گورنر
نے اپنے بھائی ہنری ولزلی کو اپنا پرویٹ سکرٹری بناکے نواب کے پاس
بھیجا کہ شاید میرا بھائی نواب کی ہٹ کو دور کرے۔ ۳ ستمبر ۱۸۰۱ کو وہ لکھنؤ مین
آگئے اور نواب کو سمجھایا اور بعد بہت تکرار و مباحثے کے نواب سعادت علی خان
نے عہدنامے پر جو پہلے سے مرتب تھا دستخط کردیے اس عہدنامے کے موافق
سرکار کمپنی کو وہ ملک حاصل ہوا جسکی آمدنی ایک کروڑ پینتیس لاکھ تینتیس ہزار
چارسو چوہتر روپے کی تھی اور نواب کے پاس اِس قدر ملک نکل جانے کے بعد
کروڑ روپے کا ملک باقی رہا غرضکہ نصف سے کچھ زیادہ اور دو تہائی سے کچھ کم
ملک کا وہ حصہ جو ہندوستان بھر مین اپنی زرخیزی مین جواب نہین رکھتا تھا
اور لکھنؤ کی حکومت کے ظلم کے تودون کے نیچے دب کر خاک مین ملا جاتا تھا
لکھنؤ کی حکومت کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ان اضلاع مین جو ۱۸۰۱ع مین گورنمنٹ
انگریزی کو اودھ سے ہاتھ آئے روہیلکھنڈ بھی شامل تھا اور ریاست رامپور
پر یہ خاندان اُس وقت بھی قابض رہا۔ گورنر جنرل نے ان اضلاع پر اپنے
بھائی ہنری ولزلی کو لفٹنٹ گورنر مقرر کیا جب ہنری ولزلی صاحب
لفٹنٹ گورنر بریلی مین آئے اور نواب سعادت علی خان کی حکومت اُٹھی تو

سید نصر اللہ خان اہل خاندان اور افسرون کو ہمراہ لیکر اُن سے ملنے کی غرض سے بریلی پہونچے ملاقات کے بعد ریاست کی طرف سے دعوت دی بعد اسکے رام پور کو لوٹ آئے۔ بریلی کے انتظام کے بعد لفٹننٹ گورنر اور مقامات کے انتظام کیلیے بریلی سے روانہ ہوے اور رام پور کے قریب پہونچکر دریاے کوسی کے متصل قیام کیا۔ شام کے وقت نواب سید احمد علی خان اُن کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ ولزلی صاحب اور اُنکے اسٹاف نے ہاتھیون پر بیٹھ کر نواب صاحب کا استقبال کیا۔ نواب صاحب بھی ہاتھی پر سوار تھے۔ جب دور سے انگریزون کی نظر اُن پر پڑی تو تعظیم کی غرض سے ٹوپیان اُتار کر ہاتھیون پر کھڑے ہوگئے۔ نواب صاحب بھی ذرا جھک گئے۔ بعد اسکے ملاقات ہوئی۔ دوسرے روز نواب صاحب کی ملاقات بازدید کے لیے ولزلی صاحب شہر مین آئے نواب صاحب کی طرف سے نقد وجنس کی کشتیان پیش کی گئین ولزلی صاحب نے کچھ نہ لیا صرف عطر و پان پر اکتفا کیا۔

نواب امیر خان کا بطریق غارتگری کے رام پور کی حدود مین ورود

نواب سید نصر اللہ خان کے زمانۂ مدار المہامی مین نواب امیر خان جن کے خاندان مین ریاست ٹونک ہے بحالت غارتگری رامپور کے بعض پرگنون کو تاخت وتاراج کر گئے تھے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب جسونت راؤ ہلکر کو فرخ آباد کے پاس فتح گڑھ مین انگریزون نے شکست دی تو وہ سیدھا بھرت پور پہونچا راجہ رنجیت سنگھ والی بھرت پور نے اپنی حمایت سے پھر اُسکی ہمت بندھوائی اور اُسنے ڈیگ پر ہلکر کی مدد کو کچھ توپ خانہ اور لشکر بھیجا انگریزون نے یہ سنکر ڈیگ

کے قلعہ پر چڑھائی کی اِس خبر کو سنکر امیر خان بھی اپنے سوارون سمیت ہلکر سے آن ملے اور انگریزی لشکر کو حیران کرنا شروع کیا ایک روز راجہ نے امیر خان اور ہلکر کو مشورہ دیا کہ دونون سردارون کا ایک جگہ رہنا مناسب نہین صلاح وقت یہ ہے کہ ایک یہان انگریزون سے مقابل رہے دوسرا ملک حریف مین تاخت و تاراج کرے ہلکر مرد میدان ایسے نہ تھے کہ وہ کہین اٹھجاتے فرخ آباد اور ڈیگ مین شکست پا چکے تھے امیر خان البتہ دل چلے تھے اور جان باز سپاہی تھے وہ روہلکھنڈ کی طرف چلے یہان کے رہنے والے تھے مگر جس روز ہلکر سے جدا ہوے اُسی روز جنرل اسمتھ سوارون اور توپخانے کے ساتھ اُنکے پیچھے روانہ ہوا امیر خان مرادآباد پہونچے وہان انگریز کچھ سپاہ کے ساتھ پڑے ہوے تھے دو روز تک وہ اُن سے لڑے بیشتر مارے گئے بقیۃ السیف بھاگے امیر خان نے اسیران جیل خانہ چھوڑ دیے اور سب کو خرچ دیکر رخصت کیا شہر کے ساہوکارون اور رئیسون نے اتفاق کرکے بطور ضمان کے کچھ پیش کیا تاکہ شہر لوٹ سے امن مین رہے امیر خان نے بھی یہ خیال کیا کہ تاخت و تاراج سے اِس ملک کے باشندے گھبرا جائین گے پھر کچھ حاجت برآری نہوگی مرادآباد کو نہ لوٹا رام گنگا سے اُتر کر رام پور کی طرف کسی گانون مین خیمہ کیا وہان کسی خیر خواہ مخبر نے خبر دی کہ یہان رتن چند دیوان لکھنؤ کا خزانہ ہے آپ لے لیجیے امیر خان نے اپنے بھانجے احمد خان و فیض اللہ خان بنگش و عبداللہ خان کو دفینہ نکالنے کے لیے بھیجا سردارون نے اُس جگہ کو کھد وایا پہلے اقمشۂ نفیس کمخواب اور دوشالے کی قسم سے نکلے پھر روپیہ شام ہوگئی تھی کچھ مال سپاہیون کو بانٹ دیا پچیس ہزار روپے امیر خان کے پاس لیکر آئے دوسرے دن

امیر خان نے انگریزون کے کمر دنبہ جس مین کئی کمپنیان تلنگون کی تھین یورش کی عمق خندق کی وجہ سے یورش نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ مورچے جمائے آدھی رات گئے امیر خان کے ہرکارے جرنیل اسمتھ کے ہرکارون کو جو چٹھیان لیے جاتے تھے پکڑ لائے اُن چٹھیون سے دریافت ہوا کہ جرنیل با افواج جرار اُسیدن دوپہر تک آنے والا ہے وہ ایسے ہوشیار رہتے تھے کہ پہلے اس سے کہ لشکر انگریزی اُن کے نزدیک آئے مرہٹون کا لشکر لیکر پہاڑ کی طرف بھاگے گھوڑے اُنکے غضب کے تھے سیکڑون کوس اُڑے ہوے چلے جاتے تھے۔ امیر خان کو بھی بھاگنے مین کمال تھا انگریزی لشکر کے سایے سے بھاگتے تھے کہین اُنسے دست وگریبان ہوکر نہین لڑتے تھے امیر خان زیر کوہستان متعلقہ کمایون مین ہوتے ہوے باجپور آئے جو کاشی پور اور رُدر پور کے درمیان مین ہے تین دن تک اُس علاقے کو لوٹا جرنیل صاحب دونون رجمنٹون کو لیے ہوے مراد آباد سے کوچ کر کے رام پور آئے تمام رات شہر مین تہلکہ رہا شام کو سید نصر اللہ خان نے اُنسے ملاقات کی جرنیل صاحب نے اُن سے حال لشکر امیر خان کا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ باجپور تک پہونچا ہے امیر خان کے لشکر کے پنڈارے ریاست رام پور کے علاقہ بلاسپور اور بہیڑی اور کیمری تک پھیل گئے تھے۔ اور رعایا سے روپیہ وصول کرنے کے لیے بڑے بڑے ظلم کرتے تھے مرہٹون کے توبڑے چڑھاتے تھے۔

جرنیل اسمتھ بھی امیر خان کے پیچھے پیچھے چلا افضل گڑھ پر ۲۔ مارچ ۱۸۰۵ء مطابق ۲۹ ذیقعدہ ۱۲۱۹ ہجری کو شنبے کے دن لڑائی ہوئی رام پور کے بہت سے پٹھان بھی امیر خان کے پاس چلے گئے تھے دوچار دھاوے اُنھون نے اچھے کیے

مگر پھر میدان سے بھاگ نکلے بہت سے پٹھان مارے گئے رامپور کے پٹھان جو جاکر نوکر ہوے تھے اکثر کام آئے اور بہت سی سپاہ انگریزی اور کچھ انگریز بھی کھیت رہے غرض یہ نٹ کھٹ روہیلکھنڈ کو تلپٹ کرتے اور اُسکے قصبون کو لوٹتے اور مارتے اور انگریزی سپاہ سے کہین کہین چھیڑ چھاڑ کرتے ۱۳۔ مارچ مطابق ۱۰ ذیحجہ کو گنگا پار اُترے اُس وقت سو آدمی امیر خان کے ساتھ تھے اُنھون نے اپنی پراگندہ سپاہ جمع کی اور ۲۰۔ مارچ مطابق ۱۷ ذیحجہ کو ہلکر سے جا ملے اور جنرل اسمتھ بھی سات سو میل اُن کے تعاقب مین ۴۴ دن مین طے کرکے ۲۳۔ مارچ مطابق ۲۰ ذیحجہ کو اپنے کیمپ مین آپہونچا۔

نواب سید احمد علی خان بہادر کی شادی

سنہ ۱۲۲۰ ہجری مین شادی کتخدائی نواب سید احمد علی خان بہادر کی مریم بیگم بنت صاحبزادہ سید نصراللہ خان کے ساتھ ہوئی اس خوشی اور جشن مین لاکھون روپیہ صرف ہوا یہ بیگم صاحبزادہ سید کفایت اللہ خان کی حقیقی ہمشیر اور حجاب بیگم بنت صاحبزادہ سید محمد یار خان کے بطن سے تھین۔

نواب سید نصراللہ خان بہادر کے ذاتی حالات اور وفات اور اُنکی اولاد کے ساتھ نواب سید احمد علی خان کا برتاؤ

نواب سید نصراللہ خان سمجھدار اور عقیل آدمی تھے خط نسخ اور نقاشی اور زرگری خوب جانتے تھے خوش خلق اور خوش خو اور شجاع و سخی تھے۔ نواب سید فیض اللہ خان بہادر فرمایا کرتے تھے کہ سنہ ۱۱۸۸ء مین شجاع الدولہ اور حافظ

رحمت خان کی لڑائی مین سواے انکے وقت سخت مین کسی کو اپنے پہلو مین نہین پایا۔ نواب موصوف اُن کو چالیس ہزار روپے سال مصارف کے لیے دیتے تھے۔

عالم شاہی مین لکھا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان سے نصر اللہ خان ناخوش تھے کیونکہ اُن کو واقعۂ سید محمد علی خان کا ملال بہت تھا اور اس بات کی فکر بھی کی تھی کہ دونون بھائیون مین مصالحت کرا دی جائے کہ آخر کار سید محمد علی خان مارے گئے۔ مگر جبکہ دوجوڑہ کا معرکہ پیش آگیا تو اُنھون نے اپنی بدنامی کے خوف اور شجاعت ذاتی کے خیال سے نواب سید غلام محمد خان کا ساتھ دیا دوجوڑہ کی لڑائی مین نواب سید غلام محمد خان کے ایک پہلو مین یہ تھے اور ایک پہلو مین صاحبزادہ سید احمد یار خان تھے اور یہ الکن (ہکلے) تھے اور کسی قدر ثقل سماع بھی تھا مگر تمام عمر کسی پر ظاہر نہ ہوا کہ زبان کو لکنت ہے یا ثقل سماعت ہے شعر بھی کہتے تھے اور سلطان تخلص کرتے تھے یہ اُن کا کلام ہے۔

ہجر مین مجکو بھروسا نہین اپنے دم کا ۔۔۔ کل گیا، آج گیا، صبح گیا، شام گیا
ہاتھ وہ بھی نہ لگا اپنے کہ جس کی خاطر ۔۔۔ دین و دُنیا کا مرے ہاتھ سے سب کام گیا
اُس لب سے کیا لعل کا جب رنگ برابر ۔۔۔ دیکھا تو نہین اُسکے یہ پاسنگ برابر
مجھکو اپنی اسلیے بھاتی ہے آنکھ ۔۔۔ کام تیرے دید کے آتی ہے آنکھ

قاضی سید نور الحق منعم تخلص نے نواب سید نصر اللہ خان کی مدح مین کہا ہے

بگلروے دل خود دادہ ام کز جوشش نازش
زہر چین جبین موج تبسّم راعیان بینی
ترا گر شرم می آید بہ مشتاقان نظر کردن

فدائے آن حیا گردم کہ سوے من نہان بینی
طرب با عہد او ہمدم چو بادام دو مغز آمد
ابد با حشمت او چون دو طفل توامان بینی
سکندر باشدش آئینہ دار و آبکش خضرش
چو فغفور و چو قیصر بر درش صدپاسبان بینی
علم گردید از رفعت عصاے پیری گردون
ستون درگہ او تکیہ گاہ بے کسان بینی

صفت فیل ممدوح

ہلال عید مشتاقان بچشم از دور بنماید
کجک بر فرق او چون ماہ نو بر آسمان بینی

صفت اسپ ممدوح

چو گلگون نگہ از رہ غبارش برنمی خیزد
سبک پروازیش با نکہت گل ہم عنان بینی

یہ جب تک زندہ رہے کبھی نواب سید احمد علی خان کو معاملات مین دخل دینے نہ دیا شہر سے باہر بارہ دری مین رہتے تھے عیدین کو نواب صاحب کے پاس آتے اور اشرفیون کی نذر اس طرح دکھاتے جیسے کوئی بزرگ چھوٹے کو عیدی دیتا ہے[۱] اخبار حسن مین لکھا ہے کہ نواب سید نصر اللہ خان نے سات ہزار فوج جمع کی تھی۔ پندرہ برس پانچ مہینے اکیس دن نیابت کا کام کرکے اور مہات

---

[۱] دیکھو منتخب العلوم ۱۲

مالی وملکی کو سر انجام دے کے ۲۶ شوال ۱۲۲۵ھ ہجری کو شنبے کے دن رحلت کی ۱۱۶۱ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے باسٹھ برس کی عمر پائی ۲۸ اولادین ہوئین جنمین سات بیٹے تھے باقی بیٹیان۔ عنبر شاہ خان عنبر نے تاریخ رحلت اس طرح نظم کی ہے۔

یک ہزار و دوصد بہ بست و پنج　　بود از ہجرت رسول گواہ
ماہِ شوال بود بست و ششم　　کہ بہ جنت رسید نصر اللہ

نصر اللہ خان کے انتقال کی شب کو صاحبزادۂ سید کفایت اللہ خان رام پور سے چھپ کر نکل گئے اور ٹامسن بروک صاحب سے استدعا کی کہ مجھکو میرے باپ کی جگہ ریاست رام پور کی نیابت دلوا دی جائے نواب سید احمد علی خان نے جوابدہی کے لیے محمد اکبر خان پسر حافظ رحمت خان کو بھیجا سید کفایت اللہ خان کی استدعا پذیرا نہوئی۔ لارڈ منٹو صاحب گورنر جنرل نے حکم دیا کہ چالیس ہزار روپیہ سالانہ جو نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے سید نصر اللہ خان کے مصارف کے لیے مقرر ہین وہ اُنکی اولاد پر تقسیم کر دیے جائین۔ ۲۵۔ صفر ۱۲۲۸ھ ہجری کو سید کفایت اللہ خان نے بھی ۲۶ برس کی عمر مین قضا کی اُنکی رحلت کی تاریخ عنبر شاہ خان نے یون کہی ہے۔

چو زیب صدرِ ریاست کفایت اللہ خان　　وداع کرد جہان دل بجوشِ فکرت رفت
بیک ہزار و دوصد سال ہجر بست و ہشت　　بہ بست و پنجم ماہِ صفر بہ جنت رفت

منتخب العلوم مین ذکر کیا ہے کہ نواب سید احمد علی خان نے نواب سید نصر اللہ خان کی ضبطی کی تو کئی من مسی اور عطر نکلا مگر یہ بات بالکل بعید از قیاس ہے

اغلب یہ ہے کہ سی کے قبل ظروف کا لفظ کاتب سے سہواً چھوٹ گیا ہے ورنہ سی جس کو دانتوں پر ملتے ہین وہ منون کی مقدار مین ہونے کے کیا معنی۔ اگر ظروف مسی مان لیا جائے تاہم اُنکا اسقدر دیوالیہ ہونا عقل سلیم تسلیم نہین کرتی اور تحریری ثبوت منتخب العلوم کی روایت کے خلاف موجود ہے۔ چنانچہ قانون خاندان مین بیان کیا ہے کہ نواب سید احمد علی خان نے سید نصر اللہ خان کا تمام مال و اسباب ضبط کرکے اُسکے عوض مین اُنکے سارے قرضے کا بار ریاست کے ذمے لیا اور اس بات کی اطلاع انگریزی گورنمنٹ کو بھی کردی۔

نواب سید احمد علی خان بہادر کو اختیارات کلی و جزئی حاصل ہونا۔ ملک مین بدنظمی کا بڑھ جانا۔ نواب صاحب کا لہو و لعب اور شکار مین مصروف رہنا

نواب سید نصر اللہ خان کے انتقال کے بعد نواب سید احمد علی خان نے کہ اُس زمانے مین ۲۵ برس کی عمر تھی اختیار کامل پایا۔ اُنکے حصول اختیارات کی تاریخ عباس علی خان متخلص بہ عباس نے یون موزون کی ہے

چو نواب احمد علی خان بہادر — جبر کرد تشریف ملک و ریاست
خداوند نعمت بود از ازل — بتاریخ ہم شد خداوند نعمت

نواب صاحب نے اپنا نائب حکیم غلام حسین خان کشمیری کو بنایا۔ نواب صاحب کو اختیارات حاصل ہوتے ہی بدنظمی پیدا ہوگئی۔ ہزارون نوکر تخفیف مین آگئے بہت سی مسجدین ویران کئی زیارت گاہین کھنڈر مدرسے ندارد۔ اکثر بزرگان اکابر اور روشناس مشاہیر شہر مین تنگدست ہو کر جلاوطن ہوگئے تباہ ہوگئے جو رہے بنام کرنے والے

آرام کے بندے باپ دادا کی ہڈیاں بیچنے والے جنکو بھی نواب نے نان شبینہ کو محتاج کردیا اور جو کچھ حسن عقیدت سے زیادہ اُن کی بسر اوقات کو کافی نہ تھا سرکشی اور خانہ جنگی کی چار طرف سے پکار مچ گئی بگنا ہون کا خون باتون باتون مین اُڑجاتا تھا ہرطرف ملک مین ڈاکہ زنی اور چوری کی دھوم تھی۔ اَلوا۔ بیجا۔ بجے سنگھ اور چھَلا ڈاکوئن نے علاقے کو ویران کردیا تھا لوٹ مارسے ملک مین بربادی کی جھاڑ وپھیر دی تھی یہانتک کہ گلاب سنگھ خزانچی کی دوکان پر خاص شہر مین جہان اب اسٹین گنج اور خزانے کی دوکان ہے ڈاکہ ڈالا دونون طرف سے راستے گھیر لیے تھے تلنگے کی بندوق سے ایک ڈاکو مارا گیا تو ہمراہی اُس کا سرکاٹ کرلے گئے۔ نواب صاحب نے مجبور ہو کر ان بدمعاشون سے اسطرح پیچھا چھڑایا کہ اُنسے معاملہ کرلیا اور کہدیا کہ اور علاقون مین واردا تین کرین اور ہمارے علاقے مین چھپ جایا کرین لیکن اس علاقے مین لوٹ مار نہ کرین۔

نواب صاحب تو اپنا اکثر وقت زنانے مین بسر کرتے تھے صیلین اور ما مائین نواب صاحب اور نائب کے درمیان پیام رسانی کیا کرتین تھین۔ سَلّو۔ اور بَٹیّا (بتّو) اور شاہ بی بی جنکا محل محلہ مدرسہ مین مشہور تھا اُسوقت مشہور ما مائین تھین حکم کا عنوان اسطرح ہوتا تھا "حسب الحکم حضور پر نور زبانی بٹّو یا سَلّو ماما الیٰ آخرہ" اسوقت مین یہ کہاوت مشہور تھی "اندھا دیوان مرا فوطہ دار" جس کا مطلب یہ ہے کہ دیوان ہر دیال کم نظر تھا اور فوطہ دار مرچکا تھا مگر احکام اُسکے نام سے جاری ہوتے تھے۔

نواب صاحب نے ایک بار رحمت خان کو جو چند سال نواب سید نصر اللہ خان کے عہد میں اور نیز نواب سید احمد علی خان کے اختیارات کی حالت مین معتمد رہا تھا کلکتے کو بھیجا چند

سادہ خطوط پر اپنی مہر کرکے اُسکو دیدیے اور فرمایا کہ کلکتہ رام پور سے دور دراز فاصلے پر ہے جب کوئی ضرورت پیش آئے تو وہیں اُپر مضامین مناسب لکھوا کر ہماری طرف سے گورنری مین پیش کردیا کیجیو۔

نواب سید احمد علی خان بیشتر جنگلون مین مصروف سیر وشکار رہتے تھے نائب اپنے اختیارات سے کام کرتے تھے شہر مین رمضان اور محرم کے مہینون مین آجایا کرتے تھے یہان پر بھی محلات مین رہتے تھے باہر کم نکلتے تھے رات بھر رقص وسرود عیش وطرب میکشی اور لہو ولعب مین جاگتے تھے اور دن بھر سوتے تھے غور کا مقام ہے کہ آج کل سلمان عمل اسلام پر مٹے جاتے ہین باوجودیکہ نہ شرع کے ویسے علما ہین اور نہ اسلامی حکومت کو قوت ہے عقل حیران ہے کہ اسوقت سلمانون کی تلوار اور علوم شرعی مین قوت تھی مگر یہ بدست نواب شیر اُدر کی طرح شراب پیے جاتا تھا اور کوئی اسکو ٹوکتا نہ تھا ایک شراب کو کیا روئیے سن چکے اور سن لوگے کہ کیا کچھ ہوتا تھا۔

نواب کو نظم ونسق ریاست سے تعلق سروکار نہ تھا ہزار ہا آدمی گھر چھوڑ کر ٹونک وغیرہ اور ریاستون کو چلے گئے۔ نواب امیر خان کی نوکری کرلی روز بروز ملک ویران شہر برباد گھر گھر خانہ جنگیان گلی کوچہ فتنہ وفساد تھا۔

حکیم محمد اعظم خان مولف اکسیر اعظم بیان کرتے تھے کہ نواب سید احمد علی خان کو بنڈون اور بٹیرون سے بہت شوق تھا اُنکے بھڑنے پر کنگی مقرر تھے قلعہ کے دروازے پر ایک لوہے کا جھرگرا رہتا تھا جس مین تین چھنے لگے ہوتے تھے اسمین رکھوا کر چھڑواتے اور آپ تماشا دیکھتے لشکر مین کبھی کوئی بنڈا چھوٹ جاتا اور وہ آزاد ہوجاتا تو ڈیرون کو بھاڑتا اور شور مچاتا چلا جاتا۔

شیر کا شکار بہت کھیلتے تھے اسیوجہ سے بیشتر بن مین پڑے رہتے تھے اکثر ایسا واقع ہوا ہے کہ فیل شکاری پر سوار ہو کر شیرون کو تنہا بذاتِ خود مارا ہے۔

اہل قلم و تیغ کی نسبت ارباب نشاط کے زیادہ قدردان تھے وہ دربار قدرت سے اپنے ساتھ جس قدر نعمتین لائے تھے اُنمین طبیعت موزون بھی لائے تھے اسواسطے کبھی کبھی شعر زبان سے نکل جاتے تھے۔ رند تخلص تھا یہ شعر اُنکے ہین جو اُنکے بالکل حسب حال ہین اور اُنکے دلی اثر مین ڈوبے ہوے ہین اور ہر شعر سے عیاشی کے فوّارے جاری ہین۔

ساقی و مطرب و شراب ہے آج | خانۂ توبہ پس خراب ہے آج
مہر ہو یا کہ بے وفائی ہو | رند اِس در سے کوئی جاتا ہے
حشر کو جب حساب مانگینگے | الامان شیخ و شاب مانگینگے
اپنے ساقی لااُبالی سے | رندوان بھی شراب مانگینگے

نواب صاحب کی رحمدلی۔ شرع کی پابندی۔ سادات اور علما اور فقرا کے ساتھ محبت بعض وقت کا جوشِ تعصب۔ رعایا کے ساتھ برادرانہ برتاؤ اور غیوری

نواب سید احمد علی خان کو سادات عظام سے بہت محبت تھی علما اور فقرا سے بھی بہت عقیدت تھی شرفا کے قدردان تھے سادات عظام کے ساتھ جس قدر محبت کا برتاؤ کیا وہ لابیان ہے ہمیشہ سیدون کو ملکین اور زرِنقد نذر کیا علما کو بھی ملکین دی فقرا کے ساتھ بھی کمال ادب کا برتاؤ تھا ہر عرس مین پچاس روپے نقد اور پلاؤ کی چار دیگین بھیجتے تھے اور خود بھی عرس مین شریک ہوتے تھے۔ رندانہ مشرب اور رند ہی تخلص تھا مگر عشرۂ محرم اور بارہ وفات مین بارہ روز اور تمام رمضان مین ساقی و شراب اور

مطرب خانہ خراب سے مطلق پرہیز رکھتے تھے۔ خاندان قادری مین سید حسن شاہ صاحب سے بیعت تھی پہلی ربیع الاول سے بارھوین تک پلاؤ پکوا کر مساجد شہر مین اور قیدیون کو تقسیم کراتے تھے۔

نواب صاحب مسائل ظاہری کی بہت حفاظت کرتے تھے ایک بار وہ شکار کھیلنے کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر رام پورے سے روانہ ہوے سواری موری دروازے کے باہر برف خانے کے متصل پہونچی تو ایک شخص نے بلند آواز سے کہا کہ نواب صاحب میدان حشر مین میرا ہاتھ اور آپکا دامن ہوگا۔ نواب صاحب نے فوراً ہاتھی روک لیا اور اُسکو قریب بُلا کر کہا کہ اسکی کیا وجہ؟ اُسنے عرض کیا کہ مولوی شرف الدین اور عظیم اخونزادے میرے مقدمے کو خراب کر رہے ہین مین چاہتا ہون کہ میری مثل مولوی عبدالرحیم صاحب (ابن مولانا حاجی محمد سعید صاحب محدث) کے پاس بھجوا دی جائے اور وہ جو رائے اُس پر لکھین مجھے منظور ہے۔ نواب صاحب نے اسی وقت ایک نوکر کو حکم دیا کہ مولوی شرف الدین اور عظیم اخونزادے سے جا کر کہو کہ اس شخص کی مثل مولوی عبدالرحیم صاحب کے پاس بھیجدین۔ بعد اسکے مستغیث کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اب تو مین تمھارے مواخذے سے بری ہوگیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوگیا کہ اُن زمانون مین فتوون کو مہمات خلائق مین بڑی بڑی تاثیرین تھین شریعت کے زور اور فتوون کی فوج سے نواب تک کو دبا لیا کرتے تھے مولوی عبدالرحیم صاحب نے ملازمی کی دائرے سے قدم نکالنا نہ چاہا اور اُسکو اپنا فخر سمجھا وہ ایک فاضل ہمہ دان تھے اور دماغ ایسا روشن لیکر آئے تھے کہ چراغ علم کے لیے قندیل فروزان تھا وہ ہر علم کی کتابین کامل استادون سے پڑھے تھے اور پڑھاتے تھے اور نظر اُنکی تمام علوم عقلی و نقلی پر برابر چھائی ہوئی تھی۔

نواب صاحب گو خود مذہبی معاملات کے پابند نہ تھے۔ مگر اسلام کی طرفداری مین بعض وقت وہ جوش تعصب دکھا جاتے تھے کہ دوسرے دین والون کی دلشکنی کا بھی خیال نہ کرتے تھے چنانچہ مقام بلاسپور مین ۱۲۵۲ہجری مین اُن کا مقام ہوا وہان ہندوون نے مندر مین سنکھ بجایا بلاسپور کے مسلمان مزاحمت کے لیے جمع ہو گئے۔ نواب صاحب کو جب اِس واقعہ کی خبر ہوئی تو خود مندر مین پہونچکر بت کو اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالا اور مندر کو کھُدوا کر اُس جگہ مسجد بنوا دی یہ مسجد کھکڑا ندی کے کنارے کے متصل واقع ہے مولوی حفظ اللہ صاحب ولد مولوی شیخ کرامت اللہ صاحب جو اُردو مین بندہ اور فارسی مین حفظ تخلص کرتے تھے اور موضع ستورا ضلع بلاسپور مین انکا مزار ہے اس سانحہ کی تاریخ انشاے فیض رسان مین اسطرح موزون کرتے ہین۔

چو شد ناقوس زن قوم ہنود ان — بدفع او فراہم شد مسلمان
خبر شد در حضورِ سرورِ عہد — بہین نواب دین احمد علی خان
بدستِ خویشتن بُت را شکستہ — بجایش ہر مسجد کرد فرمان
لبِ دریا و آن مسجد چو دیدم — بہ بحرِ فکر خوردم غوطہ چندان
کہ آوردم دُرِ تاریخِ سالش — منور تر ز خورشیدِ دُرخشان
روان گفتم زہے بر روے دریا — بنا شد سجدہ گاہِ نیک بختان

نواب صاحب کبھی کبھی اپنی رعایا سے بہت بے تکلفی کا برتاؤ کر جاتے تھے چنانچہ ایکبار اُنکی سواری جارہی تھی چھوٹے والی املی کے پاس پہونچی تو حسن خان دو کاندار نے چبوترے پر کھڑے ہو کر اپنا معمولی حقہ پیش کیا۔ نواب صاحب نے اُسیوقت خانسامان کو حکم دیا کہ ہمارا پیچوان اسکو دیدو چنانچہ ایک عمدہ پیچوان جسکے حقے اور چلم پر بہت سی

چاندی تھی اُسکو دیدیا گیا۔

نواب صاحب نہایت غیور تھے اگر کوئی شخص اپنی عورت کو بدکاری کی وجہ سے مار ڈالتا تھا یا اُسکے آشنا کو قتل کر ڈالتا تھا تو نواب اُس پر قصاص جاری نہ کرتے تھے چنانچہ مبارک شاہ کے تکیے مین ایک سپاہی رہا کرتا تھا اُس شخص کی علاقے مین تعیناتی تھی عورت اُسکی بدچلن تھی اُسکے چلے جانے کے بعد اپنے آشنا کو گھر مین بلا یا کرتی تھی اہل محلہ نے اُس عورت کی بداطواری کی شکایت اُسکے شوہر سے کی اُسنے ثبوت طلب کیا محلے والون نے جواب دیا کہ ہم تجھکو دکھا دینگے وہ شخص ایک بار اپنی بی بی سے رخصت ہوکر نوکری پر جانے کے بہانے سے گھر سے روانہ ہوا اور پڑوس مین ایک شخص کے مکان مین بیٹھ گیا اُس عورت کا آشنا شوہر کے چلے جانے کی خبر پاکر دوپہر کے وقت خربوزے لیکر آیا پڑوسی نے اپنے دروازے کی دراڑ مین سے اُس عورت کے شوہر کو اُس مرد اجنبی کو گھر مین گھستا ہوا دکھا دیا جب دونون مکان مین بیٹھ کر خربوزے کھانے لگے تو صاحب خانہ نے دروازے کے کواڑون کی زنجیر باہر سے لگا دی اور دیوار پھاند کر گھر مین کود ا اور تلوار سے اُن کو قتل کر ڈالا اور اُسی حالت مین خون سے تر شمشیر بکف نواب صاحب کے قلعے کے دروازے پر چلا گیا سہ پہر کے وقت نواب صاحب بیدار ہوے تو اُسنے سارا واقعہ حضور مین کہلا بھیجا نواب صاحب نے اُس کی غیرت وحمیت کی تعریف کی اور فرمایا کہ تجھ پر کوئی مواخذہ نہین بلکہ وہ یہان تک کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی مارا جاتا تو صد با روپیہ خون بہا کے طور پر مقتول کے ورثہ کو دیکر قصاص معاف کرا دیتے تھے۔

نواب صاحب کی فوج

اُن کی فوج کے پاس نہ کوئی وردی تھی نہ قواعد کا دستور تھا۔ نواب صاحب سے اُنکے ایک دوست نے کہا کہ آپ اپنی فوج کو وردی کیوں نہیں دیتے فرمایا کہ اس حالت مین نوکر اور بے نوکر سب میری فوج کے آدمی معلوم ہوتے ہین وردی دینے سے انمین تفریق ہوجائے گی اور فوج تعداد مین کم معلوم ہوگی سوار کو نو اور دس روپے ماہوار اور پیدل کو تین روپے ماہوار ملتے تھے ہر ایک سوار و پیادے کی تنخواہ بخشی گری مین دگنی بندھتی تھی اور نصف ملتی تھی سوار کے اٹھارہ اور بیس روپے اور پیادے کے چھ روپے بندھتے تھے ہزارہا آدمی تخفیف مین آکر روٹیون کے محتاج ہوکر ٹھوکرین کھاتے رامپور سے نکل گئے مرہٹون اور نواب امیر خان کے پاس چلے گئے جو شخص مرتا نواب صاحب اُسکی جگہ اُس کی اولاد کو کم دیتے فوج کی حالت اچھی نہ تھی ایک مسلح گروہ تھا سوارون کے گھوڑے نہایت لاغر خراب حالت مین تھے سوار گھوڑے اپنے گھرون پر رکھتے اور قبرون پر چرتے پھرتے تھے سپاہی مال تجارت پردیس مین لیجاتے اور مہینون تک وہان تجارت کرتے تھے اور جب کئی مہینے کے بعد واپس آتے تو چڑھی ہوئی تنخواہ پاتے۔ افسران سپاہ حاضری کے وقت کچھ اصلی کچھ نقلی وہی لفلفے کی فوج لاکر دکھا دیتے بعد کو سب رخصت وہ فرضی گھوڑے کیسے اور کرائے کے سپاہی کہان جب کام کا وقت ہوگا تو دیکھا جائیگا

اُس زمانے مین تنخواہ تھوڑی تھی مگر غلّہ اور دوسری اشیاء بہت ارزان تھین اسلیے اس قلیل تنخواہ مین بھی لوگ آسائش سے زندگی بسر کرتے تھے اور طرز معاشرت بھی بہت سادہ تھا

نواب سید احمد علی خان کی تعزیہ داری

سرخ لباس ہندو مسلمان محرم بھر نہین پہن سکتے تھے اور نکاح شادی بھی ممنوع تھی

تذکرۂ حکومت السلمین مین لکھا ہے کہ نواب سید احمد علی خان تخمیناً پچاس ہزار روپے
مجلس عزاداری مین خرچ کرتے تھے بہت سے مرثیہ خوان اور کتاب خوان لکھنؤ اور
فیض آباد اور بریلی اور فرخ آباد وغیرہ کے رامپور مین آتے اور بعد عشرۂ محرم انعام پاتے
مجھکو جو تفصیل اُن کے مصارف تعزیہ داری کی زبان بزبان معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے
کہ یکم محرم سے ۱۲ محرم تک ہزار روپے روز اسطرح صرف ہوتے تھے لنگر پانسو روپے کا۔
سبیل شربت تین سو روپے کی۔ شیرینی تقسیم مجلس دو سو روپے کی۔ ساتوین محرم کو مہندی
بڑی دھوم دھام سے مکان گلاب خانہ سرکاری مین تیار ہوکر امام باڑے مین آتی
تھی لکھنوی عمدہ عمدہ مرثیہ خوان نوکر تھے اور اطراف و جوانب سے بھی عشرے مین
آجاتے تھے سب کو بقدر لیاقت و حیثیت انعام ملتا تھا۔ اور کبھی کبھی آپ بھی آدھی
رات کے قریب امام باڑے مین آکر مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ غلام غوث اور غلام جعفر
سرکاری گوتیے بازو ہوتے تھے نواب صاحب نہایت خوش گلو اور علم موسیقی سے ماہر تھے
شریک ماتم بھی ہوجاتے تھے نوین محرم کو باوضو اپنے ہاتھ سے فیرنی پکاتے اور بارہ خوان
بہت تکلف سے تیار کرتے سوا سیر چاندی کی سینی مین پانسیر چاندی کی بیڑیان اور
اڑھائی سیر چاندی کی ہتکڑی اور سوا سیر کا طوق یہ سب چیزین اپنے ہمراہ لیکر امام باڑے
کو جاتے اور بارہ خوانون پر بارہ امامون کی فاتحہ دیکر وہین سے بیڑیان اور ہتکڑیان
اور طوق پہنکر محل مین تشریف لاتے اور صبح کے وقت یہ چیزین اُتار کر سادات پر تقسیم
کر دیتے۔ اور علم وغیرہ اُٹھوانے کی نسبت حکم دیتے تھے تعزیہ بڑی دھوم دھام سے فوج
اور جلوس کے ساتھ کربلا کو جاتا تھا نذر و نیاز چہلم تک جاری رہتی تھی۔
ایک ایسے نواب کے ہاتھ سے جو بالکل غافل ہو مذہبی قیود سے بے پروا ہو اسقدر

نیک کام کا ظہور مین آنا گو اہل شرع کو اُس مین کچھ کلام ہو تعجب سے خالی نہین اور غنیمت ہے اگر چہ اولوالعزم طبیعتین اور زندہ دل تو مین اس سے بھی اُنکی کمزوری طبع پر استدلال کرینگی مگر اُسوقت کی حالت ہی ایسی واقع ہوئی تھی۔

ماماؤن اور اصیلون کے اقتدار پر ایک نظر

نواب صاحب کے وقت مین ماماؤن اور اصیلون کا کہنا سننا بہت چلتا تھا جب کسی کو کوئی خاص بات نواب صاحب سے عرض کرنا ہوتی تو وہ محل کی کسی بوڑھیا سے ملکر اُسے عرضی دیتا وہ نواب صاحب کی خدمت مین پیش کرکے حکم حاصل کرلیتی اس وقت جس گھرانے کی کوئی بوڑھیا محل کے اندر تھی وہ سب لوگ اپنے آپ کو سکندر سمجھتے تھے۔ شاہ بی بی جسکے نام سے محلہ مدرسہ مین ایک محل مشہور تھا نواب صاحب کی خدمت مین اسکا بڑا رسوخ تھا۔ برف خانے کا کام بھی اسی کے متعلق تھا یہ عورت زبان پشتو صاف طور پر بولتی تھی نواب صاحب اُس سے اکثر اِس زبان مین بات چیت کیا کرتے تھے۔ گچھیا محبوبہ نواب صاحب کھٹکتی تھی اسلیے اُسنے شاہ بی بی کے تین۳ روپے ماہوار اس شرط پر مقرر کردیے کہ میرے روبرو نواب صاحب سے پشتو مین باتین کرنا چھوڑ دے۔

اگر ہم عبرت کے لیے یہ تھوڑا سا حال نہ لکھدیتے تو اپنی تاریخ کا حق تلف کردیتے۔ شاید بعض کوتاہ نظر ناظرین تعجب کرینگے کہ صنادید کے کارنامون کے ساتھ ایسی رکیک عورتون کے ذکر کے لیے علٰحدہ عنوان قائم کرنے کی کیا ضرورت۔ مگر اُن کو یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ کے لکھنے سے غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ اہل دل کسی ناہنجار کام پر بصیرت و عبرت حاصل کرین۔

یہی وجہ ہے کہ نواب سید احمد علی خان کے عہد مین خلیفہ غیاث الدین مرحوم نے

غیاث اللغات تالیف کرکے اُنکے نام سے معنون کی دیباچے مین اُنکے محامد لکھے مگر اُنکے مزاج کی عیش پرستی اور بدمستی نے کتاب کی قدردانی پر متوجہ نہونے دیا جب نواب سید محمد سعید خان کا دورِ حکومت آیا تو نواب سید احمد علی خان کا ذکر اور نام نکال ڈالا اور نواب ممدوح ایک علمی مشہور عام کتاب مین شہرت دوامی کا شرف اور فضل حاصل کرنے سے محروم رہے

گورنر جنرلون کی تشریف آوری

(۱) ارل مائرا جن کا لقب بعد کو مارکوئیس ہیسٹنگز ہوا اور سنہ ۱۸۱۳ء سے سنہ ۱۸۲۳ء تک ہندوستان کے گورنر جنرل رہے اور لارڈ مائرا کے نام سے مشہور تھے جب اُنھون نے شمالی ہند کا سفر کیا تو رامپور مین بھی آئے تھے اور نواب سید احمد علی خان بریلی جاکر بھی اُنسے ملے تھے اُنکے ساتھ فرانسس ہاکنس صاحب کمشنر بریلی وایجنٹ ریاست بھی تھے۔ نواب سید احمد علی خان نے اُنکو ریاست مین داخلے کے بعد منجملہ اور تحفون کے ایک ہاتھی دانت پیش کیا جو اتنا وزنی اور بڑا تھا کہ چار کہار اُٹھاکرے گئے تھے اور اور نے بھینسے کے بڑے بڑے سینگ تھے جنکے سرون پر چاندی کے ٹوپے لگے ہوے تھے اور کرسیان دی تھین جن مین ہاتھی دانت کی پچی کاری تھی سنہ ۱۸۱۴ء مین گورنر جنرل موصوف نے اپنے دورۂ شمالی ہند کا پرائیوٹ سفرنامہ لکھا جسمین اُس زمانے کے رامپور کا حال درج تھا۔ وہ ۱۱ نومبر کو لکھنؤ سے روانہ ہوکر یکم دسمبر سنہ ۱۸۱۴ء مطابق ۱۹ ذیحجہ سنہ ۱۲۲۹ ہجری کو رامپور مین داخل ہوے نواب سید احمد علی خان نے اپنے بہت سے سوارون اور سپاہیون اور ہاتھیون کو لیکر شہر سے تین میل پر استقبال کیا تھا ارل موصوف نے اپنے سفرنامے مین لکھا ہے کہ اس شہر کے گرداگرد بانس کی ایسی بڑی اور اونچی جھاڑی ہے جس سے کوئی شہر کے اندر نہین جا سکتا یہان کی سڑکین ایسی تنگ اور گھماؤدار ہین کہ اور ہندوستانی شہرون مین بھی نہین تین

اور مکانات بھی غریبون کی طرح ہین ایوان مین بھی کسی طرح کی کوئی نمائش اور آرائش نہین ہے اور بڑی بے پروائی پائی جاتی ہے۔

گورنر جنرل نے عندالملاقات نواب صاحب سے کہا کہ آپ اپنی ریاست مین نہایت مضبوطی کے ساتھ انتظام رکھین ہم مرہٹون اور پنڈارون پر فوج کشی کرنا چاہتے ہین اُنسے اور سرکاری فوج سے لڑائی چھڑے تو ایسا نہو کہ وہ اِدھر پھیل پڑین ۔گورنر جنرل نے انکے قلع وقمع کرنے کے لیے ایک لاکھ سولہ ہزار سپاہ اور تین سو توپین جمع کی تھین۔

(۳) لارڈ ولیم بن ٹنک جن کا عہد گورنر جنرلی ۱۸۲۸ء سے ۱۸۳۵ء تک ہوا۔ جب انکا ورود بریلی مین ہوا تو ریاست سے نواب سید احمد علی خان بہادر بھی ملاقات کو گئے۔ میان کلیم اللہ نائب ریاست ہمراہ تھے نواب صاحب گورنر جنرل سے ملکر رام پور کو واپس آئے تو میان کلیم اللہ نے کہ ذرا آگے آگئے تھے سب فوج ہمراہی کو حکم دیا کہ بازار مین جمی رہے تاکہ جب نواب صاحب یہان آجاوین تو اُنھین سلام کرکے سب سپاہی اپنے اپنے گھرون کو جاوین نواب صاحب کے تشریف لانے مین دیر ہوئی اور سپاہی بھوکے تھے میان کلیم اللہ نے تمام بازار کے حلوائیون کی دوکانون سے مٹھائی اُٹھوا منگوائی اور اُن سپاہیون کو کھلوا دی اور قیمت سرکار سے دلوا دی۔ بریلی سے گورنر جنرل چلکر رام پور مین آئے اُنکے ہمراہ جو جلیل القدر انگریز تھے وہ علوم عربیہ کے بڑے ماہر تھے۔ ان صاحبون نے نواب سید احمد علی خان سے کہا کہ ہم نے آپ کے یہان کے ایک بڑے عالم مفتی شرف الدین کی تعریف سنی ہے اُن کو ملاقات کے لیے بلوانا چاہیے نواب صاحب نے مفتی صاحب سے اُنکی ملاقات کرائی اُنمین سے ایک صاحب نے مفتی شرف الدین سے مسائل علمیہ کے کئی دقیق سوال کیے مفتی صاحب نے سب کا جواب شافی دیا وہ انگریز بہت خوش ہوا اور اُسنے کہا کہ

"ہمارے ایک عزیز بنارس مین ہین اُن کو عربی کی کتابین پڑھنے کا شوق ہے کوئی ایسا عالم یہان سے تجویز کردینا چاہیے کہ ہم اُسے وہان بھیجوا دین مفتی صاحب نے اپنے داماد حافظ محمد سعید کو پیش کیا صاحب نے ایک چٹھی لکھدی وہ اُس چٹھی کے ذریعہ سے بنارس گئے اور اُنکی تعلیم کے لیے سو روپے ماہوار کے نوکر ہو گئے۔

علاقے کی مالگذاری کا انتظام

کل ملک مین امانی کے طور پر صرف نقشی اور بٹائی اور کنکوت کا طریقہ عمل تھا اور تمام علاقہ بیس پرگنون پر منقسم تھا ہر پرگنہ مین بیس بیس تیس تیس گانون شامل تھے پرگنے کا افسر صلعدار یا حاکم کہلاتا تھا یہ پرگنے مواضعات ذیل کے ساتھ قائم تھے۔ اکبر آباد (علاقہ سوار) بھوٹ بھال (حضور تحصیل) بلاسپور۔ پٹوائی (شاہ آباد)۔ شاہ کمہریا (سوار) ساتپوڑہ (ملک) ساگر پور (شاہ آباد) سیفنی (شاہ آباد) سینڈولی (ملک، سوار شاہ آباد)۔ بگیا عاقل (حضور تحصیل) نرپت نگر (سوار) سینگن کھیڑہ (حضور تحصیل) نگریا (ملک) کیمری (بلاسپور) گگروہ (حضور تحصیل) کرا (شاہ آباد) لانبا کھیڑہ (سوار) ٹیوا (سوار) ان پرگنون کے حاکمون مین سے جس شخص سے جس قدر روپیہ علاقے کی آمدنی مین بٹھانے کا معاہدہ ہو گیا وہ اُسکو ادا کرتا تھا لیکن ایک سال سے زیادہ کے واسطے کسی شخص کو علاقہ نہین دیا جاتا تھا اور نہ کسی کو اجارہ دیتے تھے جو بڑے بڑے علاقے تھے مثلاً بلاسپور اور اکبر آباد وہان کے حاکمون کی تنخواہ پچیس پچیس روپے ماہوار تھی۔ باقی پندرہ پندرہ روپے پاتے تھے لیکن ایک ایک محرر پانچ پانچ روپے ماہوار کا اور دس بارہ سپاہی ہمراہ رہتے تھے ان لوگون کی یہ تنخواہ برائے نام کاغذ مین لکھی جاتی تھی جسکو یہ لوگ جمع خرچ کے تتمہ مین لکھدیا کرتے تھے اور اپنی بے حد چالاکیون سے پوشیدہ فوائد حاصل کرکے مزے اُڑاتے تھے۔ حاکم

جب علاقے مین پہونچتا تو پدھان کی چوپال مین قیام کرتا ایک ایک کاٹھ[۱] ہر پدھان کی چوپال مین موجود رہتا تھا۔ علاقے کے جملہ مقدمات دیوانی و فوجداری وہاں حاکم کے اختیار مین تھے مگر پدھانان دیہات کی راے حاکم کو شریک کرنا ہوتی تھی اور سال بھر کے بعد شروع جیٹھ مین جملہ علاقہ دارون سے واصلات دیوان صدر سمجھا کرتا تھا جب کسی علاقے دار کی نسبت غبن ثابت ہوتا تو اُسکی تہدید اور تنبیہ اور روپے کے وصول کرنے کی یہ تدبیر ہوتی کہ کڑھاؤ مین تیل گرم ہو رہا ہے ایک طرف آرہ رکھا ہوا ہے ایک سمت ٹکٹکی کھڑی ہے کچھ پیسے سامنے رکھے ہین۔ اور مٹی کے گھڑون مین چونے کی گٹی بھری ہے جس وقت مخبر نے خبر دی کہ فلان حاکم جس کی نیت بد لگئی ہے اور زر سرکاری دینے مین تساہل کرتا ہے فلان مقام پر مخفی و مستور ہے فوراً فرمان صادر ہوتا تھا کہ ابھی گرفتار کرلاؤ جو شخص کہ اپنی بدقسمتی سے گرفتار ہوتا تو وہ یا بیباک داے روپیہ کی کرتا تھا ورنہ ان سزاؤن مین سے کہ جن کا اوپر ذکر کیا گیا کسی سزا کا مستحق و مستوجب ہوتا تھا بعض کے سر پر پیسہ رکھکر گٹی بھرے ہوے گھڑے کو پانی سے لبریز کرکے سر پر رکھدیتے تھے کہ چونے کی حرارت سے پیسہ سر مین داخل ہوکر ہلاکت کا موجب ہوتا تھا لیکن یہ کارروائی اُسوقت تک جاری رہی کہ جب تک مختلف اشخاص سے علاقون کی آمدنی بٹھلانے کا معاہدہ ہوتا رہا۔ جس زمانے مین کہ نواب سید احمد علی خان نے راے دھونکل سنگھ کو اپنا نائب اور کارکن مقرر کیا تو دھونکل سنگھ نے کل علاقے کا ٹھیکہ بارہ لاکھ روپے سالانہ پر نواب صاحب سے لیا اور

---

[۱] فرہنگ آصفیہ مین ہے کہ یہ لفظ اسم مذکر ہے اور وہ موٹا لٹھا ہوتا ہے جس مین مجرمون کے پاؤن ٹھونکنے کے لیے چھید کرتے ہین اصل مین یہ دو برابر کے ترشے ہوے لکڑ ہوتے ہین جن مین مجرمون کے پاؤن رکھ کر دونون کو ملا دیتے ہین اور اوپر سے قفل جڑ دیتے ہین ۱۲

ایک لاکھ روپیہ ماہوار اس طریق سے ادا کرنا اختیار کیا کہ ملازمین کی تنخواہ اور ڈیوڑھیات کے مقررہ وثیقے اور کارخانجات اور مد تعمیرات وغیرہ کا روپیہ ماہواری منہا کر کے باقی روپیہ داخل خزانہ کرتا تھا وہ بھی اس طرح سے کہ مہاجنوں سے اپنی جابرانہ کارروائی سے قرض لینا اُس کارپرداز کا شیوہ تھا جیسی کہ رعایا دھونکل سنگھ شاہجہان پوری کی نیابت کے زمانے میں برباد و خراب ہوئی ایسی کبھی نہیں ہوئی تھی چنانچہ جب نواب سید محمد سعید خان ۱۲۵۵ھ ہجری مطابق ۱۸۴۰ء میں مسند نشین ہوسے تو اُس سال خراج ملک میں چار لاکھ اکیس ہزار نین سو سترہ روپے بارہ آنے کی آمدنی ہوئی۔ جن میں سے پرگنات کی نکاسی دو لاکھ اکانوے ہزار چار سو تینتیس روپے پونے چودہ آنے تھی باقی رقم سواسے کی آمدنی تھی۔

محصول پرمٹ

کل اشیا پر جو بیرونجات سے آتی تھیں محصول لیا جاتا تھا البتہ جن چیزون کا محصول نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے معاف تھا وہ مستثنٰے رہتی تھیں اس کام کے انجام دینے والے کو کوتوال پرمٹ کہا کرتے تھے اور یہ کوتوالی چبوترہ گنج میں تھا۔

دیوانی و فوجداری کا انتظام

مقدمات دیوانی کا فیصلہ ایک مفتی کیا کرتا تھا مفتی شرف الدین اور قاضی غلام رسول اس خدمت پر بڑے نامور رہے انکے پاس ایک مہرکارہ اور پانچ سپاہی متعین رہتے تھے دعوے اور جواب اور گواہ سب زبانی تھے خرچ تحا جملہ باتیں فیصلے میں لکھی جایا کرتی تھیں۔ خلاصہ دعوے اور جواب اور بیان گواہان سب فیصلے میں لکھا کرتے تھے۔ بحالت ناراضی مقدمے کو دوسرے علماے شہر کے سپرد کر دیتے تھے او جاننہ و احد میں

بعد مباحثہ فیصلہ کرتے تھے اور اُنکی مہر و دستخط سے مرتب کر کے حوالۂ متخاصمین کیا جاتا تھا وہ فیصلہ ناطق کہلاتا تھا۔

مقدّمات فوجداری کے لیے کوئی تھانہ یا کوتوالی یا محکمہ نہ تھا کم و بیش تین سو آدمیون کے قریب رسالے کے ملازم گشت و گرداوری کے واسطے مقرر رہتے تھے اور اُن کا نام چوربار تھا۔ اُنکے افسر جمعدار کہلاتے تھے جس کسی کے یہان چوری ہوئی چوربار فوراً پہونچکر اپنی تجویز و تشخیص سے گرفتار کر لیتے تھے اگر مار پیٹ سے مال برآمد ہوگیا تو مدعی کے حوالے کر دیتے اور چور کو کارندۂ ذی اختیار کے سپرد کر دیتے تھے وہ اُسکو جیل مین بلا میعاد بھیج دیتا تھا بیڑیان پڑجاتین مشقت کرنے لگتا جب کبھی نواب صاحب بیمار ہوتے یا کوئی اور حادثہ پیش آتا تو اُس مین قیدی چھوٹتے اور یہ رہائی بھی قیدیون کی فریاد پر منحصر ہوتی تھی قیدی منتظر رہتے تھے کہ جب کبھی نواب صاحب رمضان یا محرم یا اور تقریب مین آجاتے تو رات کے وقت بآواز بلند الغیاث کرتے اور دوہائی دیتے تھے اُس وقت حکم ہوتا کہ قیدی رہا کرو جس کارندے کے نام حکم ہوتا وہ جسکو مناسب جانتا رہا کرتا۔

نواب صاحب کی بیٹی شمسۃ تاجدار بیگم اور اُنکی والدہ بہار خانم اور اُن کی دوسری اولاد اور عورات کا بیان۔ اور گھیپا ڈومنی سے تعشق کا حال

نواب صاحب اپنی سب بیویون سے زیادہ گھیپا ڈومنی پر شیدا تھے امتیاز محل اُس کو خطاب دیا تھا اور اُسکو تعویذ کی طرح گلے سے لگائے رہتے تھے۔ ایکبار گھیپا کی طرف سے نواب صاحب بہادر کو کچھ رُکاوٹ پیدا ہوگئی جھنیا نامی ایک نومسلمہ کہ اسلام کے بعد اُسکا نام لذّت رکھا گیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اُسکے بدن پر برص کا داغ بھی تھا اُن کے محلات مین

اسطرح پہونچ گئی تھی کہ نواب صاحب کو حقہ پلانے والی عورت نے اُسکو اپنے پاس رکھ لیا تھا گھبیا کی مفارقت اور رُکاوٹ کے زمانے مین کہ تین مہینے تک باقی رہی تھی ایک دن وہ حقہ پلانے والی عورت علیل ہو گئی اُسکے عوض نواب صاحب کے پاس حقہ لیکر لذت پہونچی۔ نواب صاحب نے اُسپر التفات کیا۔ پیش خدمتون نے لذت کو نہلا دُھلا کر عمدہ کپڑے اور زیور پہنا کر نواب صاحب کے پاس خلوت مین پہونچا دیا نواب صاحب سے اُسکے حمل رہگیا جب اُن کو اسکا حال معلوم ہوا تو بہت مسرور ہوے۔ اُن کی یہ تمنا تھی کہ میرے بیٹا پیدا ہو جاے اور ریاست بعد میرے میرے چچا زادون کو نہ پہونچے۔ پھر گھبیا سے بھی ملاپ ہو گیا۔ لذت کے ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا شمسہ تاجدار بیگم نام رکھا اور چھوٹی بیگم کہا کرتے تھے نواب صاحب نے لذت کو بہار خانم لقب دیا۔ مشہور یہی روایت ہے مگر گلشن فتوت مین لکھا ہے کہ شمسہ تاجدار بیگم از بطن لذت حلال خوری کہ بعد ماندن حمل مشرف باسلام شدہ داخل محل گشت و ملقب بہ بہار خانم گردید شمسہ تاجدار بیگم کے شوہر کا نام سید مہدی علی خان ابن سید حفیظ اللہ خان خلف نواب سید غلام محمد خان ہے حکیم احمد خان فاخر رامپوری شاگرد حکیم سید اکبر علی نے زبان اُردو مین ایک رسالہ بچون کے واقعات پیدائش اور معالجات مین نواب سید احمد علی خان کے عہد مین تالیف کیا تھا جسکے دیباچے مین نواب موصوف اور اُن کی کوٹھی اور باغ کی بہت تعریف لکھی ہے اُسمین کہتے ہین کہ یہ رسالہ مین نے نواب کی ان بیٹی کے واسطے تالیف کیا ہے کہ خدا نخواستہ اگر کسی قسم کا عارضہ لاحق ہو تو کھلائیان اور دائیان اور مامائین اُسکا علاج آسانی سے کر سکین نام اس رسالے کا نوطرز حکمت رکھا ہے:: اسی مین لکھتے ہین کہ اُن کی ولادت کی تاریخ خورشید مزاج بیگم سے نکلتی ہے ::

گل اندام نام ایک خسنی سے بھی نواب صاحب کے ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی جسکو بڑی بیگما کہا کرتے تھے اور خورشید بیگم نام تھا۔ اس لڑکی نے ۱۲۶۳ہجری مین انتقال کیا کرم نے اُسکی وفات کی تاریخ یون کہی ہے۔

چو پرسیدم زہاتف سال تاریخ ندا آمد رضائے حق ہمین بود

عنبر شاہ خان نے اس واقعہ کی تاریخ یون موزون کی ہے۔

دختر نواب عالی مرتبت چون درگذشت درغمش ہر مرد وزن شد خاک بر سرہائے ہائے
بر زبان ہر عزادارے بتاریخ وفات سرزد اندر نوحہ جانکاہ دختر ہائے ہائے

فائدہ خسیہ ایک قوم ہے پہاڑی نینی تال کی طرف رہتی ہے۔ ہندو ہے ہمالہ مین کھاسیا نام ایک پہاڑ ہے وہان کی سکونت کی وجہ سے کھسیہ اور پھر خسیہ کہنے لگے۔

۷ جمادی الاولی ۱۲۶۴ہجری کو اسی خسنی سے نواب صاحب کے محلات مین ایک بیٹا پیدا ہوا شیدا علی خان اُس کا نام رکھا نواب نے لاکھون روپے اس خوشی مین صرف کیے ایک شاعر نے اُسکی ولادت کی تاریخ کا یہ قطعہ لکھا ہے۔

تافت از مہر خدا بر اُفق جاہ و حشم کوکب برج امارت بکمال تنویر
بہر تاریخ عطارد بخط نورانی کرد بر لوح فلک نجم درخشان تحریر

ایام طفلی مین یہ لڑکا بیمار ہوا نواب کو فقرا سے بڑی عقیدت تھی اُن لوگون سے بہت کچھ دعا چاہی مگر وہ جانبر نہوا۔ اُسکی وفات کے بعد نواب کے عناصر پر افسردگی نے بہت ہی اثر کرلیا یہان تک کہ عیدین کی سواری بھی موقوف کردی۔

لطیفہ نواب احمد علی خان بہت حسن پرست تھے کثرت ازدواج کے خیال سے اگر

سلہ یہ تاریخ وسنہ اور ولادت کا بیان اور قطعہ اخبار حسن مین موجود ہے ۱۲

اگر کہا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ سلیمان ثانی تھے اُنکے محل مین بہت سی عورتین تھین جیمین خجنی۔ فرنگن۔ ڈومنی۔ پٹھانی۔ وغیرہ بہت سی ذات کی عورتین تھین۔ فرنگن کا لقب صاحبہ محل تھا شہر مین اُسی کا بنوایا ہوا ایک محل ہے جو فرنگن کے محل کے نام سے مشہور ہے اسکے ایک بیٹی نواب صاحب سے پیدا ہوئی تھی جسکا نام شفاعت النسا بیگم تھا۔ یہ لڑکی بھی نواب کی زندگی ہی مین مرچکی تھی۔

اُن عورتون مین سے بہتون نے اپنے مالک کا چہرہ تمام زندگی مین ایک ہی مرتبہ دیکھا تھا لیکن تمام عمر اُن کو ماہوار تنخواہ جو ابتدا ؤ مقرر ہوئی تھی برابر ملے گئی۔

نواب سید احمد علی خان کے مزاج پر گھسیا ڈومنی حاوی تھی ریاست کے کامون مین اُس کا کہنا سننا بہت چلتا تھا اور اُسکے لواحقین کو نواب صاحب نے بہت کچھ ثروت دی تھی۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ گھسیا کُل ریاست کی مالک تھی سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین جب اُسنے انتقال کیا تو نواب صاحب کو اپنی زیست وبال ہو گئی۔ اپنے مقبرے کے قریب جو قبل سے بنوایا تھا دفن کیا۔ کیفی تخلص ایوب خان نام تھا مجدالدین خان عرف مجو خان مرادآبادی نے ٹیرے مزے کی تاریخ لکھی ہے۔

چون رسیدش زخم مضراب قضا	ماند چنگ قد او بے تار ہا
خواستم تاریخ گویم ناگہان	گفت زہرہ ارغنون شد بے نوا

اس تاریخ مین صنعت تخرجہ ہے اعداد ارغنون سے کہ تیرہ سو سات ہوتے ہین اعداد لفظ نوا کے کہ ستاون ہین نکال ڈالیے تو بارہ سو پچاس رہتے ہین۔

حوادث عظیمہ

(۱) سنہ ہجری مین ایک قحط سخت واقع ہوا اور اس شہر مین جو کہ کوئی کیسکا

خبر لینے والا نہ تھا محتاجون کی جانین بھوک سے تڑپ تڑپ کر نکلتی تھین ہر روز صبح کو دو کانون
مین پندرہ پندرہ بیس بیس لاشین پڑی ہوئی ملتی تھین۔

(۳) نواب صاحب کے محلات کے سامنے بارود خانہ تھا ۲۷ جمادی الاخری ۱۲۸۲ھ مین
چہار شنبہ کو چار گھڑی دن رہے نوبت بج رہی تھی کہ دفعتہً بارود مین آگ لگ گئی اور کل
میگزین اڑ گیا اور اُسکے ساتھ ہی توپخانہ سرکاری بھی بالکل اُڑ گیا کتنے آدمی تو دہین جل بھنکر
کباب ہو گئے اور کتنے مکانات مستحکم شق ہو ہو کر خراب ہوے غربا کے بہت سے مکان گر پڑے
اور بعض مکانون کی کڑیان تختے اُڑ اُڑ کر دور دور جا پڑے کہ اُسکی چوٹ سے صدہا آدمیون
کو صدمہ پہونچا۔ جا بجا اینٹین اور لاشین اور جو انسان کہ آسمین اُڑ گئے تھے گرتے تھے شہر والے
اور موجودگان بازار تہ و بالا تھے ایک دوسرے کو امتیاز اپنے بیگانے کا نہ تھا۔ نواب صاحب
یہ حال دیکھکر دفعتہً قلعہ کے دروازے پر آئے اور آواز دلوائی کہ دوسرے بارود خانے نے
آگ لیلی جو مجمع تھا منتشر ہو گیا جب لوگ چلے گئے اور چوک خالی ہو گیا تو چوکی پہرے مقرر
کر کے انتظام کر لیا زخمیون کا تو شمار نہین چونسٹھ آدمی ہلاک ہو گئے۔ اُسدن سے بارودخانہ
یہان سے موقوف اور بیرون شہر قرار پایا۔

قابل یادگار عمارتون کی تعمیر

نواب سید احمد علی خان کو تعمیرات کا بہت شوق تھا ۱۲۳۱ھ ہجری مین کوٹھی خورشید منزل
تعمیر کرائی اُسکی تاریخ اکبر شاہ خان فرحت نے یون کہی ہے۔

بنی خاص کوٹھی عجیب و غریب — کرون وصف کیا اُسکی تعمیر کا
ہوا سرد آتی ہے گرمی مین وان — وہ گویا ہے اک باغ کشمیر کا
وہ رنگین چھتین اور وہ دیوار و در — فدا جیسے عالم ہو تصویر کا

صفائی کا کیا اُسکی کیجے بیان پھسلتا ہے وان کام تصویر کا
بکرد یر لکھ اُس کی تاریخ جلد نہین کام فرحت یہ تاخیر کا
اُٹھا کر سر ہوش زانو سے کہہ بنا اک مرقع یہ تصویر کا

یہ کوٹھی اب باقی نہین نواب سید حامد علی خان بہادر کے تیار کرانے ہوے قلعہ مین آکر توڑوا دی گئی۔

۱۲۲۲ھ ہجری مین رام پور سے تین میل کے فاصلے پر باغ بے نظیر تیار کرایا اُس کی تاریخ محمد خان کرم نے یون کہی ہے۔

ہوا تعمیر باغ تو جس دم اور نام اُس کا بے نظیر رکھا
دل نے روے حساب سے تاریخ کہی مجھ سے کر۔ بے نظیر بنا

اسی سال باغ بے نظیر کی کوٹھی کے سامنے نہر تیار کرائی اسکی تاریخ محمد خان کرم نے یون موزون کی ہے۔

بنی آگے کوٹھی و دالان کے عجب نہر پاکیزہ نزہت سرشت
مین تاریخ اُسکی جو پوچھی کہی خرد نے کہ ہے نہر نہر بہشت

۱۲۲۳ھ ہجری مین ایک عالی شان دروازہ تعمیر کرایا۔ نواب سید حامد علی خان بہادر کے تعمیر کرائے ہوے قلعہ کے غربی دروازے کے سامنے ایک سو چودہ قدم کے فاصلے پر اسکا مقام تھا اس دروازے کی تین محرابین تھین اس واسطے اسکا نام ترپولیا رکھا گیا تھا اس دروازے کے اوپر نوبت خانہ تھا۔ یہ نوبت شرقی رواج کے موافق اوقات مقررہ پر دوا نہ بجائی جاتی تھی اسکی تعمیر کی تاریخ کرم نے یون کہی ہے۔

کریم الخلق عالی رتبہ نواب بزرگی میں سخا مانند حاتم

برائے فیض یابی کرد تعمیر — بنائے جود شد زین باب محکم
پئے پرسیدند چون تاریخ از من — چنان گفتم در فیاض عالم

اِس دروازے کی بے مرمتی نواب سید کلب علی خان کے بعد کونسل کے عہد سے شروع ہوئی اور نواب سید حامد علی خان بہادر کے عہد مین منہدم ہو گیا۔

نواب سید احمد علی خان کا شوق شکار

نواب صاحب کو سپاہگری کا شوق تھا گولی خوب لگاتے تھے زیادہ بن مین شکار مین مصروف رہتے تھے اُنکے شکار کھیلنے کے مقامات ذیل تھے۔ گورکا تلاؤ۔ کوب۔ ہریا۔ بھونڈ لنگڑے کی بوجھی۔ دھن پور بجے پور۔ گلزار پور۔

ایک شخص نے جسکا تخلص شاہ ہے اُنکے شکار کے بیان مین ایک مثنوی لکھی ہے اُسکے ضروری مقامات کا اقتباس پیش کرتا ہون تاکہ اشاعت سے اُسکی محنت و جانفشانی کا ثمرہ حاصل ہو جائے وہ کہتا ہے کہ نواب صاحب کو شکار کھلانے کے لیے قراول ہمراہ رہتے تھے اور خود بدولت مع مصاحبون کے ہاتھیون پر سوار ہو کر شکار کو جاتے تھے۔ گلزار پور اور ہرسان کے جنگلون مین آپ نے بہت سے شیر مارے تپسہ اور قردلی مین بہت سے نیلے شکار کیے۔ ارنے بھینسے اور گینڈے بھی شکار کرتے تھے ایک گینڈے نے ہاتھی کے ایسی ٹکر ماری کہ اُسکے اگلے پیر اُٹھ گئے نواب نے اُسے گولی سے ہلاک کیا۔ ایک بار انجنی اور آصف گڑھ مین پاڑھے بہت سے شکار کیے۔ ہاتھیون کا شکار چھاندون سے کرتے تھے ہاتھیون کو ہاتھیون سے گھیر کر چھاند مارتے تھے ایکبار ایک فیل پاٹھا پکڑا اُسکی مان نے ٹکرون سے کئی ہاتھی گرا دیے نواب نے اُسکے رفل مارا وہ بھاگ نکلی موضع سینتا کھیڑہ مین نواب نے ایک ہرن کا پیچھا کیا ہرن ایک جھاڑی کی آڑ مین ہو گیا۔ نواب وہان پہنچے

تو دیکھا کہ ایک کالا ناگ پڑا ہے آپ نے اُسکا سر چھری سے کاٹ لیا۔ ایک بار نواب کو چیتا مارنے کی حالت میں جنگلی ہاتھیوں کے حلقے نے گھیر لیا۔ اُسوقت نواب نے رفل کے فیروں سے دو تین ہاتھی گرا دیے اور باقی بھاگ نکلے آپ کے ساتھ ایک انگریز بھی تھا وہ اس چیرہ دستی اور دلیری کو دیکھکر دنگ ہو گیا۔ بمبئی بوجھی میں ایک اکڑ ہاتھی کو گھیرا جب اُسنے پچھاڑ نہیں کھایا تو گولی سے کام تمام کر دیا۔ لنگیٹے کی بوجھی میں جہانتک جنگل اور شیر کثرت سے مارتے تھے۔ جھیلوں میں سرخاب۔ مرغابیاں۔ قازیں۔ کنج۔ چونٹہ۔ گھڑیال مگرمچھ شکار کرتے تھے۔ دریاے گھاگرہ میں تو دو شکار کرتے تھے جنگلوں میں کئی کئی من کے اژدہے ہلاک کرتے تھے۔ اکبر آباد کے پاس دریاے کوسی میں ایک اود بلاؤ نے کئی آدمیوں کا پاؤں دانتوں سے زخمی کیا نواب صاحب نے اُسے برچھے سے مار ڈالا اور دریاؤں میں شست سے مچھلیوں کا بھی شکار کھیلتے تھے۔ سیہ گوش اور چینگ بھی رکھتے تھے۔ باز اور جُرّوں سے بھی شکار کھلاتے تھے آپ اس مثنوی کے کچھ شعر سنیے۔

بے عدد فیل ہر طرف تیار	خود بدولت کے ہیں پئے شکار
آپ ہیں بس قراول اور سوار	ساتھ ہر فیل پر ہیں دو یا چار
خاص ہودے میں رکھکے چپ و رپ	توڑے دار اور رفل دونلے تپ
صبحدم راہ بن میں جا کے شکار	لاتے فیلوں پہ کھیل کردہ بار
سب قراول کے آگے انکا رفل	بارہا صید پر کیا ہے چل
شخص کوئی جو بن میں پڑ جاتا	دم صید افگنی بچھڑ جاتا
دائرہ گاہ پر حضور آ کر	توپ دغواتے اسکو گم پاکر
تا وہ آواز توپ کی سنکر	آئے سیدھا چلا صدا پہ ادھر

دیکھا ہے شاہ جو عیان تو نے — کیا ہیگا وہی بیان تو نے
مارے ایسے ہی ارنے گینڈے شیر — استخوان کے لگے ہزارون ڈھیر
کیسے اُسکو کرے کوئی باطل — جسکے ہووین گواہ لاکھون دل
کھیلے نواب اس نمط کا صید — شیر و ہاتھی پکڑ کیے سب قید
یہ تو ہر اک بشر کو ہے روشن — خالی جملہ دواب سے کیے بن
تیز دستی مین خوب ہینگے تیز — کس طرح صید کی ہوا نسے گریز
جس جگہ پر جو آیا صید نظر — مارا نواب نے ہے شاہ اکثر

نواب سیّد احمد علی خان اور اُن کے اہلِ خاندان مین مخالفت

نواب صاحب کو خاندان مین سواے اولاد صاحبزادہ سید مصطفےٰ خان اور برادرون مین سواے دلیر خان کمانڈر کے سب سے عداوت تھی۔ جانتے تھے کہ جملہ اہلِ خاندان اور تمام افسر دارکان نے اتفاق کرکے میرے باپ کو مار ڈالا اور یہ سب نواب سید غلام محمد خان سے ملے ہوے تھے۔ جب دَور اختیار آیا مقصود یہ ہوا کہ اِن سب سے اُسکا بدلہ لیجیے۔ اُن کی عادت تھی کہ اہل خاندان کی تنخواہ بند کرلیا کرتے تھے۔ ایک بار رحیم النسا بیگم بنت نواب سید نصر اللہ خان کی تنخواہ بند کرلی جب بیگم نے گورنمنٹ انگریزی مین استغاثہ کیا تو تمام زرِ مجتمعہ دلوایا گیا اور تنخواہ کھلوا ئی گئی۔

ایسی باتون سے ایک بار نواب اور اُن کے خاندان مین ایسی بدمزگی پیدا ہوگئی کہ بہت سے خاندانی اُنسے ناخوش ہوکر رام پور سے چلے گئے۔ صاحبزادہ سید کریم اللہ خان ابن نواب سید فیض اللہ خان بھی اُن کے شریک تھے۔ اُنھون نے اپنے سفر کے تمام واقعات کو زبان فارسی مین قلمبند کیا ہے اور اُسکا نام سیر کریمی رکھا ہے اُس مین کہتے ہین کہ

"میں ۲۴ صفر ۱۲۴۰ھ کو رامپور سے روانہ ہوکر مرادآباد پہونچا اور ۱۹ رجب ۱۲۳۹ ہجری کو مع سید سعادت علی خان ابن صاحبزادہ سید حسن علی خان ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر اور سید مظفر علی خان و سید جعفر علی خان ابناے سید نظام علی خان ابن نواب محمد حسن اور سید عبد العلی خان و سید حفیظ اللہ خان و سید عبد اللہ خان و سید عبد الرحمن خان ابناے نواب سید غلام محمد خان اور سید عنایت علی خان فرزند سید فتح علی خان ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے مرادآباد سے بنارس کی طرف نواب سید احمد علی خان کی شکایت کے لیے روانہ ہوا۔ یہ تمام گروہ ۲۳ شعبان کو کانپور پہونچا اور ۱۹ کو الہ آباد اور یہان کے کلکٹر نے انھیں ایک سفارشی چٹھی اندرواسٹر بنگ صاحب سکریٹری فارسی گورنر جنرل کے نام لکھدی۔ یہان سے یہ سب صاحبزادے بنارس گئے ۲ رمضان کو یہان کے رزیڈنٹ اکنس بروک صاحب سے ملاقات کی ۱۶ رمضان کو رزیڈنٹ نے تمام صاحبزادون کی عرضیان اپنے ذریعہ سے کلکتہ کو بھیجدین۔"

جبکہ نواب سید احمد علی خان کی طرف سے گورنمنٹ کو یہ خبر پہونچی کہ یہ لوگ بلا وجہ ریاست سے مخالفت کرکے چلے گئے اور چھپتے ہین کہ بنارس مین رہین تو گورنمنٹ نے حکم دیا کہ جب تک یہ صاحبزادے ریاست مین حاضر ہوکر رئیس کی اطاعت نہ کرین ان کی تنخواہین نہ دینی چاہیے۔ گورنر جنرل نے صاحب رزیڈنٹ کو ۳ نومبر ۱۸۲۴ء مین لکھا کہ ان صاحبزادون کو ہدایت کردو کہ دہلی کے صاحب ایجنٹ کے پاس چلے جائین ۱۹ ربیع الاول ۱۲۴۰ ہجری کو بنارس کے صاحب رزیڈنٹ نے چٹھی کے مضمون سے صاحبزادون کو اطلاع دی چنانچہ تمام صاحبزادے سواے سید کریم اللہ خان کے دہلی پہونچ گئے سید کریم اللہ خان نے بنارس مین رہنا پسند کیا سب مین منتخب شخص نجو وہان رہون اور تنخواہ بحکم صاحب ایجنٹ دہلی کی معرفت ملتی رہے۔ رامپور کی سکونت

کی نسبت انکا یہ عذر تھا کہ وہان کی آب و ہوا مجھکو ناموافق ہے لیکن لارڈ ام ہرشٹ صاحب
گورنر جنرل اُن سے ناخوش تھے اور وہ اُن کو اُن خاندانیون کا سرغنہ اور مغوی خیال کرتے
تھے جنھون نے رئیس رام پور سے مخالفت کی تھی کیونکہ مسٹر الیٹ صاحب ایجنٹ دہلی نے
گورنر جنرل کو اس مضمون کی ایک رپورٹ کی تھی کہ سید کریم اللہ خان نے تمام خاندانیون کو
بہکا کر رئیس رام پور کی مخالفت پر آمادہ کیا ہے مین اُن خاندانیون کو سمجھاتا ہون کہ تم
رام پور کو چلے جاؤ وہ نہین مانتے۔ جبکہ اُن تمام صاحبزادون نے رزیڈنٹ بنارس کے سامنے
بحلف بیان کیا کہ ہم کو سید کریم اللہ خان نے بہکا کر رام پور سے نہین نکالا۔ ہم خود
رئیس رام پور سے ناخوش ہوکر چلے آئے ہین اور پھر صاحب رزیڈنٹ نے صاحبزادہ سید
کریم اللہ خان کی برارت کی نسبت چٹھیان لکھین اور اندرواسٹرلنگ صاحب نے
سفارش کی تو گورنر جنرل کا دل اُن سے صاف ہوگیا اور صاحب ایجنٹ کے نام حکم لکھوا دیا
کہ جس قدر تنخواہ سید کریم اللہ خان کی رئیس رام پور کے یہان واجب الادا ہے منگا کر انھین
دیدی جائے اور وہ آئندہ جہان رہا کرین اُن کی تنخواہ وہان پہونچتی رہا کرے اور جبتک
اُن کا مزاج صحت یاب ہو اُن کو اختیار ہے کہ جہان کی آب و ہوا اپنے مزاج کے موافق
سمجھین وہان رہین تنخواہ بدستور پائین گے۔ اس لیے کہ ہر طرح سرکار کمپنی اُن کے
مشاہرے کی کفیل ہے اور کفالت کی وجہ سے سرکار کمپنی پر اس مقدمے مین دخل دینا
واجب ہے بشرطیکہ کوئی حرکت اُن سے سرکار کمپنی کے خلاف صادر نہ ہو۔ سیّد
کریم اللہ خان کی بقایا تنخواہ مین سے پانچ ہزار روپے ایک بار اُن کو صاحب رزیڈنٹ
کی وساطت سے ریاست رام پور سے ملے۔ اور ۲ محرم ۱۲۴۲ہجری کو تیس ہزار روپے کی
ایک ہنڈی جو صاحب ایجنٹ دہلی نے ریاست رام پور سے منگا کر بھیجی تھی صاحب رزیڈنٹ

کی معرفت سید کریم اللہ خان نے پائی۔ ۹ ربیع الاول کو گورنر جنرل بنارس آئے تو (۱۳)
ربیع الاول کو سید کریم اللہ خان بھی شریک دربار کیے گئے۔ اُنھون نے ۱۰۱ اشرفیان
گورنر جنرل کو نذر دکھائین۔ گورنر جنرل نے اپنے ہاتھ سے سید کریم اللہ خان کو عطر و
پان عطا کیا۔

نواب سید محمد سعید خان بھی بنارس مین صاحبزادہ سید کریم اللہ خان کے پاس
گئے تھے اُنھون نے بیان کیا کہ کلکتہ مین مجھ سے اندرو اسٹرلنگ صاحب کہتے تھے کہ
نواب سید احمد علی خان نے لکھا ہے کہ "سید کریم اللہ خان کا رامپور مین آنا باعث سوزش
ریاست ہے"۔ اسٹرلنگ صاحب نے جواب دیا کہ اُن کو رامپور کو زبردستی جانا منظور نہین
جب گورنر جنرل بریلی آئے تو فرانسس اٹکنس صاحب کمشنر بریلی و ایجنٹ ریاست رامپور نے
فرمایا کہ اگر سید کریم اللہ خان تمھیں رامپور کی طرف سے مطمئن ہین اور صفائی دل حاصل ہے
تو بدستور قدیم رامپور مین رہین اور توہم کی صورت مین بریلی یا مرادآباد مین جہان
چاہین کمپنی کی عملداری مین رہین آپ اُنکے معاملات کے کفیل رہین۔ گورنر جنرل
کی یہ ساری توجہ اندرو اسٹرلنگ کی وجہ سے تھی اور اندرو اسٹرلنگ رزیڈنٹ بنارس
کی سفارش سے اُن کے معاملے مین ساعی ہوئے تھے جب تمام معاملات کی درستی ہو گئی
تو ۱۱ رمضان کو سید کریم اللہ خان بنارس سے روانہ ہوئے ۱۰ شوال کو بریلی آ گئے۔
الہ یار خان کے مکان مین ٹھہرے ۲۰ کو اٹکنس صاحب سے ملاقات ہوئی صاحب کمشنر
نے سید کریم اللہ خان سے کہا کہ آپ رامپور کیون نہین چلے جاتے سید کریم اللہ خان نے
جواب دیا کہ میرا وہان جانا مناسب نہین نواب سید احمد علی خان سے ایک دن بھی نباہ
نہ ہو سکے گا مین مرادآباد مین رہونگا وہ رامپور سے قریب ہے وہان سے متعلقین کی خبرگیری

بخوبی ہوتی رہے گی۔ صاحب کمشنر نے عطر و پان کی تواضع کی اور رخصت کے وقت اُن کا ہاتھ پکڑ کر زینے تک پہونچانے آئے۔ ایک دن صاحب کمشنر نے سید کریم اللہ خان سے کہا کہ "ہمارے دل مین یہ بات تھی کہ اگر آپ رام پور جائین تو ہم بھی وہان جا کر آپکے ساتھ سیر کرین"۔ سید کریم اللہ خان نے جواب دیا کہ "آپ کا جانا رام پور کے لیے باعث فخر ہے اور میرا وہان موجود نہونا کم طالعی کا موجب ہے مگر مین رام پور مین کسی صورت سے نہین رہ سکتا"۔ پھر کمشنر صاحب نے کہا کہ "اگر آپ اپنی تنخواہ کے ساتھ اپنی والدہ اور سید عبد المجید خان کی تنخواہین بھی پاتے اور آپ کو ۲۲ ہزار روپے سالانہ ریاست سے ملتے تو اس سے میرا دل خوش ہوتا"۔ سید کریم اللہ خان نے جواب دیا کہ "مین اپنی تنخواہ کے بیس ہزار روپے سالانہ جو پاتا ہون اور عہد نامہ سرکار کمپنی مین داخل ہین میرے مصارف کے لیے یہ کافی ہین اور مین ان کو ۲۳ ہزار روپیون سے زیادہ جانتا ہون"۔ صاحب کمشنر نے یہ جواب پاکر منشی ولایت حسین خان کو حکم دیا کہ نواب سید احمد علی خان کو لکھدو کہ "مین نے سید کریم اللہ خان کو بہت سا سمجھایا کہ وہ رام پور چلے جائین چونکہ اُن کو آپ کی طرف سے اطمینان نہین ہے اِس لیے آپ کی اور اُن کی صفائی ممکن نہین معلوم ہوتی۔ اُن کو گورنر جنرل کی طرف سے اختیار حاصل ہے کہ انگریزی علاقے مین جہان چاہین رہین آپ اُن کی باقی تنخواہ بھیجدین کہ اُن کو دیکر رسید بھیجدی جائے"۔ سید کریم اللہ خان کو ۲۷ ہزار آٹھ سو سترہ روپے چھ آنے باقی تنخواہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۴۲ ہجری تک کے مرسلہ ریاست رام پور ۲ ذیحجہ کو کمشنر صاحب کی معرفت وصول ہوے اور ماہ ذیحجہ سنہ ۱۲۴۲ ہجری سے آخر شوال سنہ ۱۲۴۳ ہجری تک کی قسطین سال آئندہ پر مقرر ہو گئین اور یہ قرار پاگیا کہ آئندہ زر تنخواہ مراد آباد مین ملتا رہے گا۔ غرہ محرم سنہ ۱۲۴۳ ہجری کو صاحبزادہ سید

کریم اللہ خان بریلی سے روانہ ہوئے ہم محرم کو مراد آباد پہونچکر مجدالدین احمد خان عرف مجو خان کی حویلی مین اُترے۔

ایکبار نواب سید احمد علی خان مراد آباد کو خود گئے اور سید کریم اللہ خان کو مناکر اپنے ساتھ رام پور مین لے آئے۔ باقی اہل خاندان خراب و سرگردان پھرتے رہے اور لاچار ہوکر رام پور مین بطور خود چلے آئے۔ اور نواب صاحب بہادر سے اپنے قصورات کی معافی چاہی۔ نواب صاحب نے اُسوقت اُن کی تنخواہین کھولین۔

نواب صاحب کے مصاحب و اہلکاران نامی کا تذکرہ

نواب سید احمد علی خان کے مصاحب تنتا الیاس۔ محمد علی خان تین ہتا۔ ملا شمشیر سید نورشہ میان احمد شاہ خان خٹک اور میان محمد شفاعت وغیرہ تھے۔

حکیم غلام حسین خان۔ میان کلیم اللہ اور اُن کے حقیقی چھوٹے بھائی میان مقیم غلام حسن خان۔ شمو خانسامان۔ میر شجاعت علی ساکن سرئی محمود پور۔ ممو خان[1] رحمت خان۔ اخوندزادہ محمد عظیم کمیدان برنادوقانوم۔ دھونکل سنگھ وغیرہ نواب صاحب کی سرکار مین کارندے تھے انہین سے بعض نے نیابت کا کام بھی کیا ہے میان مقیم۔ غلام حسن خان اور دھونکل سنگھ۔ رہ گئے تھے۔

(۱) حکیم غلام حسین خان ولد غلام رسول خان کشمیری کی فتنہ پردازی کی

---

[1] یہ شخص محمد خان [illegible] کا بیٹا ہے جس کے نام سے رام پور مین پولیس کا ایک تھانہ مشہور ہے محمد خان [illegible] کشمیری کے بطن سے تھا اور نہایت سیاہ فام تھا خان کہلاتا تھا ایک بار رات کے وقت نواب سید احمد علی خان کے پاس سے اپنے گھر کو آتا تھا راستے مین دشمنوں نے بندوقین ماریں۔ مگر صحت پائی نواب سید محمد سعید خان کے عہد مین انتقال کیا۔ [illegible] سے [illegible] کیا تھا اس سے احمد یار خان مفتی پیدا ہوئے ۱۲

عباس علی خان ابن زیارت خان اپنے وقائع مین بڑی شکایت کرتا ہے اور نہایت فریبی و تفنی بتاتا ہے ایک فقرہ لکھا ہے "طائر خرد بلند پرواز از تلبیس ابلیس برسائی اوج فریبش شکستہ بال،، حکیم صاحب کو ریاست مین اتنا اقتدار حاصل تھا کہ ہر شخص کا عدم و وجود برابر جانتے تھے۔ نواب صاحب کی طرف سے عباس علی خان کی نسبت یہ تجویز کی کہ ہادی یار خان کی جگہ ایجنٹ گورنر کول برک صاحب کے پاس فرخ آباد کو جائین اور اُس سے ایک راز کے مخفی رکھنے کی بابت سخت قسم لیکر اپنا ایسا منشا ظاہر کیا کہ اُس مضمون کو سننے سے عباس علی خان کو بہت تردد پیدا ہوا اور تین پشت کی نمک خواری نے ایسا جوش مارا کہ پسینے کے دریا مین غرق ہوگیا اور اُسی تحیّر کے عالم مین اُن کے مدّعا کی بجا آوری سے انکار کر دیا۔ اب حکیم صاحب افشاے راز کے خیال سے عباس علی خان سے دشمنی رکھنے لگے اور اُن کی طرف سے نواب سید احمد علی خان کو برہم و مکدر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عباس علی خان نے دوری کو بہتر سمجھا اور ریاست رام پور سے قطع تعلق کر کے اپنے عیال و اطفال کو لیکر بریلی کو چلا گیا جہان اُسکے والد کے عہد سے حویلی و مکانات و بازار و باغات اور دیہات تھے۔ عباس علی خان کا قول ہے کہ "میری طرح ایک مخلوق حکیم صاحب کی نیش زنی اور ایذا رسانی سے مصیبت مین ہے"۔ یہ نظم عباس علی خان کی حکیم غلام حسین خان کے اخلاق کے بیان مین ہے۔

ظہور خلقت او بود زرد و مکر و فریب	چو زہر افعی و عقرب خمیر طینت آن
ہر آنکہ دید زخش را بگفت از سر صدق	بر حم مادر این ست نطفۂ شیطان
اگر بگفتۂ آن بد سیر عمل کردم	نمی شدم ہدف آماج ناوک ہجران
فغان و نالہ و فریاد و حسرتا دردا	نمک حلالی من شد وبال گردن جان

نواب سید احمد علی خان نے جب حکیم غلام حسین خان کو کار نیابت سے علحدہ کیا تو یہ زیارت حرمین شریفین کو چلے لاکھ روپے اُنکے پاس تھے سب مال کی فرد بنا کر نواب صاحب کے حضور مین پیش کی حکم ہوا کہ مال تمھارا ہے ہم کو اس سے کچھ علاقہ نہین شعر بھی کہتے تھے آزاد تخلص کرتے تھے یہ اُنکا کلام ہے۔

فہم پہ تیرے ہنسی آتی ہے مجھکو آزاد ۔۔۔ بھوٹتی ہی نہین کہتا ہے مری بات کہین
جا بجا کرتے ہین چرچا تری بدوضعی کا ۔۔۔ دو کہین چار کہین پانچ کہین سات کہین

(۲) میان کلیم اللہ بھی مدار المہام تھے اور مرجع طوائف انام تھے یہ نواب صاحب کی خفگی کے خوف سے ہیرے کی کنی کھا کر مر گئے۔ وطن اصلی اُنکا امروہہ تھا۔

(۳) میان مقیم نے بھی نیابت کا کام کیا تھا یہ ایک مجرم کے ہاتھ سے مارے گئے تفصیل اسکی یہ ہے کہ نواب صاحب کی منظور نظر گجھیا دمنی محلات مین رہتی تھی اُس کا مکان پیلے تالاب کے قریب تھا اُسکی بہن کا نام چھبیا تھا اور اُسکے شوہر کو شفاعت خان کہا کرتے تھے اور گجھیا کے بھائی کا نام تھو تھا ان کے مکان پر بھنگیڑے اور افیونی اکثر نشہ باز جمع رہتے تھے نواب صاحب کو بذریعہ پرچہ اخبار اطلاع ہوئی کہ مستقیم خان اور مصطفےٰ خان دکھنی اشتہاریان انگریزی یہان وارد ہین اور شفاعت خان کے شریک جلسہ ہین مغرب کے بعد میان مقیم کو حکم دیا کہ ان دونون اشتہاریون کو گرفتار کرلاؤ میان مقیم نے اُسدن مسہل لیا تھا اسلیے میانے مین سوار ہوکر چند سپاہی ہمراہ لیے اور موقع پر پہونچے رات کا وقت تھا مستقیم خان نے چراغ بجھا دیا اور میان مقیم کے تلنچہ مار دیا لیکن وہ بھی مارا گیا اور بھوے پکڑا گیا اور مصطفےٰ خان فرار ہو گیا اور میان مقیم میانے مین پڑکر اپنے گھر کو گئے وہان پہونچتے ہی دم دیدیا۔

(۴) تذکرہ حکومتہ السلمین مین لکھا ہے کہ نواب سید احمد علی خان کے عہد مین کچھ دنون نیابت کے عہدے پر کپتان برنارو فانتوم بھی رہے تھے جو اصل مین فرانسیسی ہین یہ چندرے پوناچیری مین کہ سلطنت فرانس کی عملداری مین ہے کونسل کے رُکن اول تھے پھر نواب نظام الملک والی دکن کی سرکار مین فرانسیسی فوج کے کپتان ہوے اور اس سبب سے کہ افسر اُس فوج کے موسی رامون صاحب اُنکے عزیز تھے روز بروز ترقی کی جب وہان کا معاملہ میر عالم نائب نواب ممدوح کے فساد سے برہم ہوگیا تو یہ کرنیل کا ڈونر صاحب عرف گارن صاحب کی فوج مین عہدہ کپتانی پر مقرر ہوے۔ اُس کے بعد جنرل اوکٹر لونی (اختر لونی) صاحب کے زیر حکم اُسی عہدے پر نوکر ہوے ۱۸۱۶ء مین پنشن لیکر بقیہ عمر امراے ہندوستان کے معالجے مین بسر کی چنانچہ حسب اجازت گورنمنٹ نواب سید احمد علی خان کے علاج کے لیے اِس ریاست مین آئے علاج مفید ہوا پھر رسم آمد و رفت رہی ۱۸۳۰ء مین نواب ممدوح کے نوکر ہوے ۱۸۴۵ء مین قضا کی۔

(۵) غلام حسن خان پٹھان رام پوری نے بھی نیابت کا کام کیا ہے یہ نہایت سخت گیر اور درشت خو تھے اہلکارون کی توہین ذرا ذرا سی بات پر کر بیٹھتے تھے نواب صاحب کو ان کا بہت اعتماد تھا ان کی کثیر اُس زمانے مین مشہور تھی صورت اسکی یہ ہے کہ نواب صاحب زنانے سے بہت کم برآمد ہوتے تھے نائب کو جو کچھ بات عرض کرنی ہوتی کاغذ کے ایک ذرا سے پُرزے پر لکھ کر نواب صاحب کے ملاحظے کے لیے ماما کے ہاتھ بھیجدیتا وہان سے جواب آجاتا۔ ایک بار غلام حسن خان نے یہ لکھکر نواب صاحب کو بھیجا کہ "مین حضور کی خیر خواہی مین مارا جاؤن گا" نواب صاحب نے جواب دیا کہ "ہمین پہلے سے اِس بات کی خبر مل چکی ہے کہ تمھارے دشمن تمھارے

قتل کی فکر مین ہین مگر ہم بھی اُن لوگون کی بیخکنی کردین گے۔ اہلکارون نے اُنکے قتل کی صلاح کرکے چوک محمد سعید خان کے قریب غلام حمید خان کے تکیے مین ایک شخص کو آمادہ کرکے رات کو بٹھا دیا اُس نے گولی ماری خطا گئی۔ بعد اس کے نواب صاحب شکار کھیلنے کے واسطے گئے دشمنون نے ایک ٹھاکر چندیلا نامی ساکن موضع کوٹ تحصیل ملک کو غلام حسن خان کے قتل کے لیے مقرر کیا یہ ٹھاکر گولی اچھی لگاتا تھا اسی لیے اِس کو اِس کام کے لیے منتخب کیا تھا۔ ایک روز تھوڑا دن رہے غلام حسن خان اور اُنکے بھتیجے نصیر الدین خان اور غلام ناصر خان تینون شخص شکار کے لیے جنگل مین گئے اور تینون الگ الگ ہو گئے چندیلا بھی اُن کو نشانہ بنانے کے لیے تاک مین تھا سینے مین گولی ماردی اور بندوق پھینک کر کھڑے بیٹھنے لگا تلاش ہوئی تو قاتل کا پتا نہ لگا مگر قرینے سے جان لیا گیا کہ اسی ٹھاکر نے قتل کیا ہے بعد اِس کے وہ بھی اپنے اس فعل پر افسوس کرتا تھا۔

نواب صاحب نے اِس سازش کے دریافت کرنے کے لیے عجیب دانائی سے کام لیا۔ جو یاد رکھنے کے قابل ہے تھوڑے دنون کے بعد کوسی کے کنارے کچھیا کے بنگلے مین اپنی بیماری کی خبر مشہور کردی اُس مین بے تہذیب باتین اور حرکتین کین کہ مشہور ہو گیا کہ نواب صاحب کے دماغ مین خلل آگیا ہے لیکن اُن کی یہ دیوانگی ہزار فرزانگی سے بہتر تھی۔ اِس پردے مین دوست اور دشمن کا امتحان منظور تھا مفتی شرف الدین صاحب احمد علی خانسامان برادر نذیر علی خانسامان۔ نظام داروغہ سید شجاعت علی ساکن سرسی محمود پور اور حسن خان ولد نعمت خان کمالزئی نے یہ مشورہ کیا کہ صاحب ایجنٹ کو اطلاع کیجائے کہ نواب صاحب کے حواس [illegible] ریاست سے معطل ہو گئے آپ آکر انتظام ریاست کیجیے گا۔

اخوندزادہ محمد عظیم نے اتفاق راے نہ کیا اور صاحب ایجنٹ کو اطلاع کرنے سے روکا اس لیے وہ تجویز ملتوی رہی بعض کہتے ہین کہ ان لوگون نے یہ بھی چاہا کہ نواب صاحب کے پانوٗن مین بیڑیان ڈالدین اور اس کام کی تکمیل کے لیے رام پور سے تمام صاحبزادون کو بلایا جب کہ خاندانیون کے جمع ہونے کی نواب صاحب کو خبر پہونچی تو باہر نکل آئے اُنکو دیکھکر صاحبزادے بھاگ نکلے نواب صاحب مُسکراتے ہوے پھر اندر چلے گئے اور اب نواب صاحب اچھے ہو گئے اور شکار کو چلے گئے اور اُن شخصون کی نسبت اغماض کر کے بظاہر ایسا معاملہ رکھا کہ کسی طرح گمان نا رہنی نواب صاحب اُن کو نہوا ایک دن مغرب کے بعد احمد علی خانساماں کو حکم دیا کہ توشہ خانہ مین جاکر زیور کا فلان ڈبہ لے آوٗ وہ توشے خانے کی طرف روانہ ہوا پیچھے سے فانتوم صاحب اور محمد شاہ خان توغہ جماعہ دار سواران کو حکم دیا کہ توشے خانے جاکر خانساماں کو گرفتار کر لائین وہان خانساماں ابھی صندوق کا قفل بھی نہین کھولنے پایا تھا کہ گرفتار ہو گیا۔ بعض نے مجھ سے یون روایت کی ہے کہ نواب صاحب نے احمد علی خانساماں کو کہا کہ مجھکو اب صحت ہے تم شہر کو جاوٗ اور توشے خانے مین سے دو شالے نکال لاوٗ غسل صحت کے بعد تقسیم کرونگا خانساماں شہر کو چلا گیا۔ نواب صاحب کے شکار رکھلانے کے لیے پانسو ۵۰۰ قرول نوکر تھے۔ نواب صاحب نے محمد شاہ خان توغے کو حکم دیا کہ دو سو قرول ساتھ لے جاوٗ اور احمد علی خانساماں کو گرفتار کر لاوٗ خانساماں توشے خانے مین دو شالے نکال رہا تھا کہ محمد شاہ خان جا پہونچا اور پکڑ کر نواب صاحب کے پاس لے گیا اُنھون نے غلام حسن خان کے بیٹے محمد حسین خان کو طلب فرما کر کہا کہ "یہ تمھارے باپ کا قاتل ہے تم اسکو اپنے باپ کے قصاص مین قتل کر ڈالو" عجز و انکسار نے بہونچکر شفاعت کی مگر قبول نہوئی

کہ بے وقت تھی۔ محمد حسین خان نے خانساماں کی گردن ماردی اور بعض کہتے ہین کہ خود نواب صاحب نے اپنے ہاتھ سے گردن ماری تھی۔

نواب صاحب نے شجاعت علی کو گرفتار کرایا تو اُسنے بڑی عاجزی سے عرض کیا کہ حضور میرے اعمال بد پر نظر نہ کرین جن کی مین اولاد سے ہون اُنکے وسیلے سے میری جان بخشی کی جائے نواب صاحب نے اُسکو چھوڑ دیا اور شہر سے نکلوادیا۔

مفتی شرف الدین صاحب کو گرفتار کراکے گدھے کی دم سے اُنکے ہاتھ بندھوا کے تمام شہر مین پھروایا اُنکے آگے آگے شہنائی مین یہ شعر کہتے جاتے تھے۔

نکل کے وادیِ وحشت سے دیکھ اے مجنون　　　کہ شور و دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلے

ان کو خوب تشہیر کراکے حوالات مین رکھا دروازہ تریولیا کے برابر مکانات بنے ہوے تھے اُن کی چھتون پر حوالاتی رہا کرتے تھے مفتی صاحب اسی جگہ رکھے گئے جن کو اُن کے چند شاگرد انغانان نے خفیہ وہان سے نکال کرلے گئے اور وہ لکھنؤ چلے گئے۔ نواب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مین نے اپنے کانون سے مفتی صاحب کی زبانی یہ لفظ سُنے تھے "ہان اب دیر کیا ہے" بعض صاحبون کا بیان ہے کہ جب نواب صاحب کی مصنوعی دیوانگی مین اُن کے قید اور معزول کرنے کا مشورہ ہوا تو مفتی صاحب نے نواب صاحب کے قتل کرنے کے لیے ایما کیا تھا۔

مفتی صاحب کی تصنیفات سے کچھ اجزا عربی زبان مین ہین جن مین کافیہ کے مطالب پر بحث کی ہے اُن کو حل کیا ہے مفتی صاحب کو مولوی عبد الرحیم صاحب خلف مولانا حاجی محمد سعید صاحب شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی منطقی کہا کرتے تھے۔ ابجد العلوم مین نواب صدیق حسن خان مرحوم نے لکھا ہے کہ "سراج المیزان" منطق مین اور شرح سُلّم

مقام لایحد ولا یتصور تک مفتی صاحب کی تالیفات سے ہین۔ نواب صاحب اُنکی دنیاطلبی اور بددیانتی کی بڑی شکایت لکھتے ہین۔ یہ اُن کے الفاظ ہین " کان شرافی الدین لاشرف الدین کما سماہ بذلک سیدی الوالد قدس سرہ وکان ابعد خلق اللہ من السنۃ مع حفظ الحواشی والشروح الکثیرات لکتب الدرسیۃ المتداولۃ منتصر اللبدعۃ اداعلی اھل الحق بخرافاتہ حبّاللدنیا عفی اللہ عنہ ما جناہ " یہ جو کچھ نواب صاحب نے لکھا اُس خصومت کا اظہار ہے جو اُنکو تمام حنفیہ کے ساتھ ہے۔ اخونزادہ احمد خان غفلت نے مفتی صاحب کی مدح مین کہا ہے ؎

بسمل ہو زاغ جہل میانِ سوادِ شام پھینکے جو سوے روم وہ تیر کمانِ علم

نواب سید احمد علی خان نے حسن خان ولد نعمت خان کمالزئی کو اتنا پٹوایا کہ وہ اسی صدمے سے مرگیا۔

نظام داروغہ کی طرف سے بھی نواب صاحب کے دل مین اُسی وقت سے کدورت تھی چنانچہ اُسکو بھی قید کردیا قید کے دنون مین اُسکی تہدید کے واسطے کبھی آرہ منگایا جاتا کبھی دیگ منگاکر اُسمین تیل گرم کرایا جاتا تاکہ اُسکو بڑے عذاب کے ساتھ ہلاک کیا جائے مگر کسی وجہ سے اُسکو معافی دیدی ایک شب نواب صاحب دیوانخانے مین ناچ دیکھ رہے تھے نظام نواب کی رنڈی کی طرف دیکھ کر مسکرایا نواب صاحب نے دیکھ لیا اور اُسکو اپنے پاس بُلاکر کہا کہ ہماری فلان تلوار اُٹھا لا جب اُسنے تلوار حاضر کی تو فرمایا کہ گردن جھکا دے جون ہی اُسنے گردن جھکائی نواب نے اُسکی گردن مین ماردی اور نظام کے بیٹے کو حکم دیا کہ نمک حرام کی ٹانگ کھینچ کر دیوان خانے کے باہر ڈالدے اُسنے تعمیل کی

نواب صاحب نے اُسکو وہ تلوار دی اور فرمایا کہ اسکو پوچھکر رکھ آ وہ رکھ آیا اور چبوترے پر جو اُسکا باپ ہلا رہا تھا ہلانے لگا نظام مجروح تھا ابھی مرا نہ تھا سردی کا موسم تھا پڑے ہوے کو فالج نے مار لیا اور مرگیا۔

(۶) دھونکل سنگھ شاہجہان پوری نواب سید احمد علی خان کا سب سے پچھلا نائب تھا یہ شخص کارسازی اور منصوبہ بازی مین یکتا تھا اسنے وہ خدمات کین کہ نواب سید احمد علی خان کے دلپر اپنی ہواخواہی پتھر کی لکیر کردی۔ اُسنے نیابت کا کام بڑی سختی اور شوکت سے کیا اُسکے ہاتھ سے تمام پٹھان تنگ تھے اسلیے کہ یہ قوم کسی کا دباؤ مانتی نہ تھی سرہنگی اور سرکشی ان کی سیرت مین پڑی ہوئی تھی وہ ان پر سیاست کرتا تھا مگر کوئی شخص نواب سید احمد علی خان کے خوف سے دم نہین مارتا تھا تاہم اُسکے قتل کے لیے کئی حملے ہوے۔ ایک سید کی حکایت یہان بیان کی جاتی ہے اُسپر دھونکل سنگھ کے مزاج کو سمجھ لینا چاہیے۔

(الف) کرم خان کے باغ کے جنوبی جانب ایک سید ذکریا شاہ نام رہتے تھے اُنھون نے بازار کا ٹھیکہ لیا جب زر ٹھیکہ ٹوٹا اور باقی کی سبیل نہ ہوسکی تو دھونکل سنگھ نے زر مطالبہ کے وصول کرنے کے لیے بہت سختی کرائی یہان تک کہ گھڑے مین چونے کی گٹی بھروا کر اُن کے سر پر رکھوایا اور کھوپڑی پر ایک پیسہ رکھا اور گٹی مین پانی ڈلوادیا وہ پکنے لگی حرارت سے پیسہ سر مین گھس گیا اور سید کی روح قالب سے پرواز کرگئی اور بعض نے ہم سے یون روایت کی ہے کہ ایک سید امام علی نام بریلی دروازے رہتے تھے تحصیل و تحویل پرمٹ اُن سے متعلق تھی دھونکل سنگھ نے ایک بار اُنکو بجرم تغلب سرکاری ماخوذ کرکے ایک پیسہ اُن کے تالو پر رکھوا کر اوپر سے پکتے ہوے چونے کا گھڑا رکھوادیا

اِس صدمے سے اُن کی جان نکل گئی اِس خبر کے مشہور ہوتے ہی شہر مین عام ناراضی کو بے حد جوش پیدا ہوگیا اور ایک پٹھان نے جو جوتے بنایا کرتا تھا محمدی جھنڈا کھڑا کیا ہزارون مسلمان اِس جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے اور دھونکل سنگھ کے قتل پر آمادہ ہوے غصے سے ان کا ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا غازی مظفر اِس جماعت مین سرغنہ تھا اسی لیے غازی مشہور ہوا دھونکل سنگھ مودی خانہ سرکاری واقع تکیہ غلام حیدر خان قریب چوک محمد سعید خان مین رہا کرتا تھا اِس مسلح جماعت نے اُسکا مکان جا گھیرا اور پانچ ہزار آدمی ملازم وغیر ملازم جمع ہوگئے دھونکل سنگھ بلوائیون کے خوف سے قلعہ سرکاری مین بیٹھ رہا گھر کو نہ گیا نواب صاحب نے جو یہ حال سُنا تو دھونکل سنگھ کو قلعہ مین پابزنجیر کردیا۔ اور بلوائیون سے بہ تواضع وخاطر داری پیش آئے اور فہمائش کی کہ ہنگامۂ بلوا موقوف کرو مقدمہ تحقیق کرلین اگر جرم موت سید مذکور دھونکل سنگھ کے ذمے ثابت ہوا توہم تمھارا انصاف کرینگے بلوائیون نے کچھ التفات نہ کیا اور جواب دیا کہ ”دھونکل سنگھ کو دیدو کہ سید کے خون کا عوض اُس سے لے لین“

اِس قضیے کو تین روز گذرے اب اُن کے مجمع مین بھوک پیاس کی تکلیف سے تفرقہ شروع ہوا بتدریج جماعت کم ہونا شروع ہوئی قریب پانچ چھ سو آدمیون کے باقی رہ گئے نواب صاحب یہ خبر سُنکر آدھی رات کے قریب بذات خود مسلح ہوکر قلعہ کے دروازے پر آگئے اور ایک خدمتگار کو حکم دیا کہ جاکر سرشور رعایا کو سمجھائے کہ راہ پر آجائے تو بہتر ہے ورنہ اپنی سزا کو پہونچین گے اور جو جو سرکاری نوکر وہان جمع ہون اُن کے نام لکھ لے مین اُن کو موقوف کردونگا اور مین خود آتا ہون اور تدارک کرتا ہون یہ بات سنتے ہی تمام سرکاری نوکر وہان سے کھسک گئے صرف تھوڑے سے سید جو متوفی

کے یگانے تھے باقی رہ گئے نواب صاحب نے اُن کو بُلا کر تسلی و تشفی کی اور کچھ روپیہ دیکر رخصت کیا ہنگامہ کیا اور مُفت ذلت اُٹھائی، مقدمے کی تحقیقات ہوئی یہ بات قرار پائی کہ سید متوفی اُس صدمے سے نہین مرے گھڑے مین چونے کی گٹی نہ تھی بلکہ وہ غیرت سے کہ مجھ کو سر بازار ذلت ہوئی کچھ کھا کر مر گئے۔ دھونکل سنگھ کی بیڑیان کٹوا دی گئین۔ رہا کیا گیا کام بھی بدستور رہا۔ یہ بات اہل شہر کو بہت شاق گذری اور نواب صاحب نے بھی اگرچہ کسی مصلحت سے بچایا مگر اُس کی جانب سے کدورت پیدا ہو گئی۔

(ب) ایک بار دھونکل سنگھ کو تذناپور کے عظیم خان نامی ایک پٹھان نے زخمی کیا یہ گانون شاہ آباد کے قریب واقع ہے اور اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ وہ شخص اپنی مان کو نہایت تکلیف دیا کرتا تھا ایک دن اُس کی مان نے طعنہ دیا کہ "دھونکل سنگھ رام پور کے تمام رہنے والون اور پٹھانون کو ذلیل و حقیر جانتا ہے بلکہ یہ کہتا ہے کہ رام پور کے پٹھانون کو شیر سنتے تھے یہان گیدڑ بھی نہین دیکھا تو مجھ سے تکرار کرتا ہے اور بہادری جتاتا ہے جب جانون کہ اُس کو مار ڈالے" اجل اُسکے سر پر سوار تھی مان کا طعنہ دل پر چُبھ گیا اور دھونکل سنگھ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا بعض شخصون نے مجھ سے اِس واقعہ کو یون بیان کیا ہے کہ ایک روز عظیم خان اپنے گانون مین اپنے دوستون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ یہ ذکر باہم ہونیلگا کہ رام پور کے پٹھانون پر دھونکل سنگھ نے سخت ظلم کر رکھا ہے اور کوئی اُسکو قتل نہین کر سکتا عظیم خان نے کہا کہ مین یہ کام کرونگا اُسکے یار ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ تو لڑکا ہے تجھسے یہ کام نہین ہو سکیگا عظیم خان اپنے گھر گیا اور سفید کپڑے بدلکر تلوار لیکر

دھونکل سنگھ کے قتل کے ارادے سے نکلا۔ نواب صاحب اُن دنون گور کے تالاب پر تحصیل
شاہ آباد مین مقیم تھے عظیم خان وہان پہونچا اور دھونکل سنگھ کے خیمے کے پاس دست بقبضہ
کھڑا ہوگیا۔ یہ شخص ایسا نحیف الجثہ اور کمزور ضعیف القویٰ تھا کہ کسی کو اُسکے ارادہٗ
فاسد کی نسبت گمان بھی نہوا جب دھونکل سنگھ پالکی مین سوار اپنے خیمے کے قریب پہونچا
اور پالکی سے اُترا تو عظیم خان نے بآواز بلند للکارا کہ "او گنوار کھڑا رہ" یہ کہکر دھونکل سنگھ
پر حملہ کیا سپاہیان ہمراہی کائی کی طرح پھٹ گئے دھونکل سنگھ نے بھی اپنی جان بچانے
کا ارادہ کیا پٹھان نے ایک تلوار اُس کی پشت پر ماری ہاتھ اوچھا پڑا پوست مال
گذر گئی۔ وہ زخمی ہوکر خیمے مین چھپ گیا عظیم خان کے ہاتھ مین ننگی تلوار تھی تکاریون
نے جو دھونکل سنگھ کے ہمراہ تھے اُسے گھیر لیا لیکن اُسکے گرفتار کرنے کی کسیکو جرأت
نہوئی اتنے مین مظفر خان نے پیچھے سے عظیم خان کے ایک تلوار ماری اور راجہ
سرفراز علی خان نے جو علاقہ لکھنؤ کا رہنے والا تھا اور نواب سید احمد علی خان نے اُسکو
مسلمان کیا تھا تنچہ مارا پٹھان کا کام تمام ہوگیا۔ اُس کا سر کاٹ کر لٹکا دیا۔ جب یہ خبر
نواب صاحب کو پہونچی کہ ایک نوعمر شخص نے لشکر مین آکر دھونکل سنگھ کو زخمی کیا اور کسی مین
اُسکے مقابلے کی تاب نہ تھی مگر غازی مظفر خان اور راجہ سرفراز علی خان نے بہزار دشواری
اُسکے پیچھے سے تلوار اور دوسرے تنچہ مارکر کام تمام کیا تو نہایت افسوس کیا اور فرمایا کہ "یہ
آدمی قابل مار ڈالنے کے نہ تھا اسکو زندہ گرفتار کرکے لائے ہوتے" جنازہ اُسکا مدنا پور کو
بھیجدیا اور دھونکل سنگھ کی مرہم پٹی کے لیے حکم دیا جب اُسنے غسل صحت کیا تمام ارکان دولت
اور اہل خاندان ریاست نے ہزارہا روپے بطریق تصدق بھیجے نواب صاحب نے بھی ایک
تلوار اور کچھ زر نقد عطا کیا۔

نواب صاحب کے مرض الموت مین دھونکل سنگھ کا بلوائیون کے ہاتھ سے قتل ہوکر اپنے بارِ گران سے زمین کو ہلکا کرنا اور دوزخ کے ٹھکانے پہونچنا

نواب صاحب بہت دنون سے مستقی تھے آخر آخر سرسام یعنی جسے لیثرغس کہتے ہین ہوگیا اور تا انتقال بیہوشی طاری رہی ساکنان شہر اور جملہ ملازمان سرکار اور دھونکل سنگھ کے درمیان جو مواد فساد جمع ہوتا جاتا تھا اب وہ پکنا شروع ہوا دھونکل سنگھ کو بھی اس کا خوف تھا کہ دیکھیے اہل شہر کس طرح پیش آتے ہین اُس نے اپنے مکان کے دروازے بند کرا کے صرف کھڑکی مردمان ضروری کے آنے جانے کے لیے کھلی رکھی اور اپنے خاص خاص آدمیون کو جو اُس سے رفاقت رکھتے تھے مسلح کردیا اور حکم دیا کہ ہر وقت حاضر رہین اور منتظر تھا کہ رات یا دن مین جس وقت موقع ملے نکل جائے اور اپنے جملہ عزیزون کو جو علاقے پر مامور تھے اطلاع کردی تھی کہ جس وقت میرے چلے جانے کی خبر سنو فوراً چلے جاؤ۔ شہر والون مین خانہ بخانہ اور کوچہ بکوچہ چھوٹے بڑے کی زبان پر تھا کہ دھونکل سنگھ نے دو جادوگر بہار سے بلوائے ہین اور پنڈت جمع کیے ہین ہلاکت نواب صاحب کی فکر کر رہا ہے نواب صاحب کو مرض نہین ہے صرف جادو کا اثر ہے اور اُس نے یہ کارروائی اس واسطے کی ہے کہ سرکاری علاقے کو لوٹ لیا ہے بہت سا روپیہ کھا گیا ہے اگر نواب صاحب صحت یاب ہوگئے تو اُسکو ضرور بداعمالی کی سزا دین گے۔ یہ ذکر کرتے ہوے عوام الناس مکان دھونکل سنگھ کے گرد و پیش شب و روز پھرتے تھے اور یہ باتین دھونکل سنگھ بھی سنتا تھا نواب صاحب شدت مرض سے غافل تھے اُسی حالت بیہوشی مین زنان محل نے عجب اُتھل پتھل اُٹھایا

کہ ایک دن قراولون سے کہلا بھیجا کہ جلد کبوتر شکار کرکے لاؤ نواب صاحب شوربا نوش فرمائینگے بعد اس کے جمادی الاولےٰ کی ۲۳ تاریخ ۱۲۵۶ھ ہجری مطابق ۲۴۔ جولائی ۱۸۴۰ء کو جمعہ کے دن نو بجے نواب صاحب نے کروٹ بدلی اور حقہ مانگا تمام قلعہ مین چرچا ہوگیا کہ جادو اُترگیا نواب صاحب اچھے ہوگئے مبارک باد کا غلغلہ پڑگیا مگر یہ کہکر نواب صاحب پھر بیہوش ہوگئے۔ زنان محل نے ایکے فتنۂ خوابیدہ جگایا کہ ظاہر کیا کہ نواب صاحب نے شوربا نوش فرمایا اور طبیعت بحال ہوئی افسران فوج سے فرمایا ہے کہ راے دھونکل سنگھ نے مجھپر جادو کیا ہے جلد جاؤ اور اُس نمک حرام کا سر کاٹ لاؤ لوگ تو آزردہ خاطر تھے ہی حکم جعلی کے صادر ہوتے ہی اُٹھ دوڑے اور اُسکے مکان کو گھیر لیا اتفاقاً راے دھونکل سنگھ نے احمد خان اخوندزادے کو جو اُس کے رفیق اور دلی دوست تھے فہمائش کرکے رخصت کیا تھا کہ تم ڈک صاحب کے پاس جو گورون کی فوج اور توپخانے کے ساتھ مونڈھے کے قریب انتظام کی غرض سے مقیم تھے جاکر میری طرف سے کہو کہ مین بلوائیون کے خوف سے اپنے مکان مین محصور ہون اپنی فوج کے سپاہی بھیجکر مجھے اپنے پاس بلا لیجیے وہ مسلح ہوکر کھڑکی کے رستے سے نکلکر ڈک صاحب کے پاس جاتے تھے جب ترپولیا کے قریب چوک کی مسجد کے متصل پہونچے اُس وقت ایک سرکاری سائیس نے سر مین لٹھ مارا اور کہا کہ اے نمک حرام تونے دھونکل سنگھ سے اتفاق کرکے بہت مال سرکاری کھایا ہے اور وہ سائیس لٹھ لیے ہوے اخوندزادے کے پاس کھڑا رہا وہ شدت زخم سے بحالت تشنگی پانی مانگتے تھے تو وہ سائیس اطفال بازاری سے اُنکے منھ مین پیشاب کروا دیتا تھا۔

پھر ایک انبوہ کثیر مارو مارو پکڑو پکڑو کہتا ہوا دھونکل سنگھ کے مکان پر چڑھ گیا اور

اُسے گھیر لیا۔ ملازمانِ دھونکل سنگھ نے مکان کی کھڑکی بند کرکے قفل ڈالدیا اور مسلح چھت پر چڑھ گئے اور دھونکل سنگھ کو ایک کوٹھری مین بند کردیا منا سنگھ ٹھاکر کہ نہایت دلیر تھا اپنے سپاہیون کے ساتھ بالاخانے پر پھرتا تھا اور دیوار سے دیکھ دیکھ کر بندوق کی گولی سے بلوائیون کو مارتا تھا چنانچہ چند آدمی زخمی ہو ہو کر گر گئے آخرکار لوگون نے چارون طرف سے سیڑھیان لگا کر بالاخانے پر دھاوا کیا جو دیوار پر سے اندر کودا منا سنگھ نے اُسکو مار ڈالا تب بلوائی دوڑے اور توپخانے سے جان صاحب کپتان کو بزور ساتھ لائے اور دھونکل سنگھ کے مکان پر توپ سے گولے گرائے۔ اِس اثنا مین غلامی خان (جو چھوٹی دولھن صاحبہ زوجہ نواب سید احمد علی خان کے بھائی تھے) چند آدمیون کو ساتھ لیکر سیڑھی لگا کر بالاخانہ سے چھت پر کودے منا سنگھ نے ایک تلوار غلامی خان کے ماری اُن کا بایان ہاتھ زخمی ہوا غلامی خان نے زخمی ہوکر جنیو کا ہاتھ منا سنگھ کے ایسا مارا کہ دوسری ضرب کا محتاج نہ رہا منا سنگھ کے مرتے ہی اور بہت آدمی کود پڑے جسکو سامنے پایا مارا دھونکل سنگھ جس کوٹھری مین بند تھا اُسکا دروازہ غلامی خان وغیرہ نے زور دیکر علٰحدہ کیا جب کواڑ دور ہوگئے تو دھونکل سنگھ دست بستہ غلامی خان کے قدمون پر گر پڑا غلامی خان نے تلوار سے اُسکی گردن کاٹ لی اور چوٹی پکڑ کے سر ہاتھ مین لٹکائے ہوئے تمام کپڑے خون آلودہ قلعہ مین لائے اور کہا کہ آج ہمنے اپنے دشمن کو مار لیا۔

اب تمام شہر مین متعلقین دھونکل سنگھ کی تلاش شروع ہوئی اُسکے مکان مین جسقدر سپاہی یا خدمتگار یا مصاحب تھے بلوائیون نے سب کو تہ تیغ کر ڈالا کل اسباب لوٹ لیا ہزاری لال جسکے متعلق پرمٹ کا کام تھا اُسکو بلوائی گنج سے زندہ گرفتار کر لائے اور قلعہ کو لیے جاتے تھے کہ کھنڈسار کے دروازے کے قریب ایک بازاری شخص ملاح مرض جذام مین مبتلا تھا

اور جو بدبختی کی اعانت سے چلتا پھرتا تھا اُسنے یہ کہکر اس نمک حرام کو کہان لیے جاتے ہو مارتے کیون نہین لاٹھی ماری اُسکے لگتے ہی بلوائیون نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور جو زیور جسم پر تھا اُتار لیا دھونکل سنگھ کے طرفدارون مین سے تریسٹھ آدمی مارے گئے سبکی لاشین سرائے دروازے کے قریب ایک باغبان کے کنوین مین تلے اوپر ڈالکر مٹی سے پاٹ دیا یہ مقام ابتک دھونکل سنگھ کے کھتے کے نام سے مشہور ہے۔ بہت سے آدمی شہر کے بھی دھونکل سنگھ کی ہمراہی کی علت مین مارے گئے اور بعضے چھپ گئے اور اُسکے جسقدر عزیز علاقون پر مامور تھے اُن بیچارون کو دیہاتیون نے زندہ گرفتار کر کے شام کے قریب قلعہ کے دروازے پر حاضر کیا جنکو خانسامان وزیر علی اور محمد عظیم اخوند زادے نے کہ یہ اب منتظم ریاست تھے جیل مین بھیجدیا اس حادثے کی نواب کو بیہوشی مین بالکل خبر نہ تھی۔

نواب سیّد احمد علی خان کا انتقال کرنا
ڈک صاحب کا سپاہ انگریزی کے ساتھ انتظام کی غرض سے رام پور مین آنا

کمشنر بریلی نے نواب سیّد احمد علی خان کی شدت مرض کا حال سنکر یہ انتظام کیا تھا کہ مسٹر ہنری کارڈک صاحب مہتمم بندوبست ضلع بجنور کو حکم دیا کہ نواب سید احمد علی خان کا انتقال ہو جائے تو آپ علاقۂ رام پور کے انتظام کو چلے جائین اور اُن کی ہمراہی مین فوج انگریزی متعینہ مراد آباد مقرر ہوئی ۱۹ جولائی ۱۸۴۰ء مطابق ۱۸ جمادی الاولی ۱۲۵۶ہجری کو رات کے وقت ڈک صاحب کو حالت نزع نواب سید احمد علی خان کی خبر پہونچی۔ صاحب مہتمم نے اُسیوقت فوج کو ہمراہ لیکر رام پور کی طرف کوچ کیا اور مونڈھا پرگنہ سرکڑا مین مقام کیا اور نواب کی خبر وفات کے انتظار مین ٹھہرے تین مقام کے بعد یہان سے کوچ کر کے موضع نگلہ

پرگنہ سرکڑا میں جو رام پور سے تین کوس کا فاصلہ رکھتا ہے تین مقام کیے اور بریلی سے جو
پیادہ و سوار کی فوج انکی شرکت کو روانہ ہوئی تھی وہ یہان آکر شامل ہو گئی۔

۲۵ رجمادی الاولی ۱۲۵۶ھ ہجری مطابق ۵ رجولائی ۱۸۴۰ء شب یکشنبہ کو پہر رات گئے
سینتالیس برس ریاست کرکے تخمیناً پچپن سال کی عمر مین نواب سید احمد علی خان نے رحلت
کی "غروب کوکب"۔ ان کے انتقال کی تاریخ ہے سنہ ۱۲۰۲ ہجری مطابق سنہ ۱۷۸۷ء مین
پیدا ہوے تھے ڈک صاحب نواب صاحب کے انتقال کی خبر سنکر صبح کو انگریزی فوج
کے ساتھ رامپور کی طرف روانہ ہوے چونکہ پہلے سے اُنھون نے ریاست کے صاحبزادون
اور کارندون کو اپنے آنے کی اطلاع دیدی تھی اور فہمائش کر دی تھی اس لیے ڈک صاحب
کی آمد کا حال سنکر تمام صاحبزادے اور محمد عظیم اخوندزادے اور خانسامان وزیر علی استقبال
کو روانہ ہوے ڈک صاحب گنیش گھاٹ پر پہونچے تھے کہ یہ لوگ انسے ملے اور درخواست
کی کہ آپ شہر مین چلکر انتظام کیجیے صاحب موصوف کو بوجہ بلوہ او رحادثہ دھونکل سنگھ کے
شہر مین آنے مین تامل تھا دونون اہلکارون نے اُنکا بخوبی اطمینان کیا کہ شہر مین اب
ہر طرح امن و خاموشی ہے اور نواب صاحب کے آدمیون مین سے کسی کو گورنمنٹ انگریزی
کے ساتھ مخالفت کا خیال نہین آپ بے کھٹکے چلیے ڈک صاحب یہ حال سنکر مع فوج
و نوبخانہ شہر مین داخل ہوے۔ پہلے محکمہ ایجنٹی کی طرف سے جابجا شہر مین اور شہر
کے دروازون پر اشتہار لگا دیے گئے۔ اور معتمد صاحبزادون کے پاس کئی قطعے بھیجے
گئے۔ خلاصہ مضمون اُسکا یہ تھا کہ سرکار انگریزی کو نواب سید احمد علی خان مرحوم کے
ملک و مال سے کچھ سروکار نہین ہے۔ نواب صاحب کے مال و اسباب کی صرف حفاظت
مرکوز خاطر ہے جب نئے مسند نشین تجویز ہو اس ملک کا بندوبست ریاست کے کارندون

کی معرفت ڈک صاحب بہادر کے متعلق رہے گا بعد اسکے ڈک صاحب نے مکانات خزانہ اور نواب صاحب کے سب اسباب پر سرکاری مہر لگا کر تلنگون کے پہرے کھڑے کر دیے۔ صاحب کمشنر بھی اپنے سر رشتہ دار کے ساتھ بریلی سے رام پور مین آگئے اور تجویز مسند نشینی درپیش ہوئی۔ اسوقت مین بڑا کارندہ عظیم اخوند زادہ تھا جو نواب سید احمد علی خان اور حکام انگریزی کے درمیان سفارت کا کام انجام دیتا تھا اُسنے صاحب کمشنر سے نواب سیّد احمد علی خان کے جنازے کے دفن کرنے کی اجازت مع جلوس و فوج حاصل کی اور قریب شہر ایک موضع ہے نانکار وہان مزار پہلے سے تیار تھا ہم پہلوے میان حسن شاہ صاحب قادری اپنے مُرشد کے دفن ہوے جسوقت نواب کا جنازہ اُٹھایا گیا تو تمام شہر مین کہرام مچا تھا عورتین جس درد آمیز بیان سے روتی تھین اُس سے جگر شق ہوتا تھا اور زیادہ رونا اُس روز اس وجہ سے تھا کہ نواب صاحب کی دختر شمسہ تاجدار بیگم کے سوا کوئی وارثِ ریاست نہ تھا نواب صاحب کے انتقال کی تاریخ منظوم یہ ہے جسکے پورے مصرع سے مادّۂ تاریخ پیدا ہے۔

بانیِ عدل، حامیِ اسلام — مظہرِ فیض، مصدرِ اکرام
بست و پنجم جمادیِ اوّل — صُبح یک شنبہ اش رسید اجل
بعد بگذشتہ عمر پنجہ و پنج — سوے جنات گشت مرحلہ سنج
کرد رحلت ازین جہانِ تباہ — ہاے نوابِ عہد عالی جاہ
واے افسوس حسرت و ہیہات — زین جہان رفت مستحقِ نجات
بجنابِ رسولؐ و آلِ رسول — داشت بس اعتقادِ حُسنِ قبول
گفت سالش کرم بطرزِ جلی — خادمِ اہلِ بیت احمد علی

نواب صاحب کی قبر کو عوام نے زیارت گاہ مقرر کر لیا ہے۔ شیرینی اور کھانا اور قسم قسم کی چیزیں شہر کے اور گانوں کے عوام صدق نیت سے جمعرات کو اُس مزار پہ لیجاتے اور منتیں مانتے ہیں اور آئین کسی کا اجارہ نہیں باوجود ایسے افعال کے قبول کر لیے گئے ہوں مصرعہ

"کیونکہ کعبہ سر نوازے اللہ"

ڈک صاحب ملاحظہ کارخانجات وخزانہ وغیرہ وحساب وکتاب تنخواہ خاندان و دیگر ملازمین میں مصروف ہوے اور جملہ خاندانیون سے فرداً فرداً ملاقات کی اور سپاہ کی تنخواہ جو نو مہینے سے چڑھی ہوئی تھی تقسیم کرا دی۔ نواب سید محمد سعید خان صاحب بھی رامپور میں چلے آئے تھے عظیم اخونزادے نے ڈک صاحب سے کہا کہ اُن کا یہان رہنا بہتر نہیں اور اُن کی کچھ شکایات کیں۔ ڈک صاحب نے نواب سید محمد سعید خان سے کہا کہ آپ یہان کیوں چلے آئے؟ انھون نے جواب دیا کہ نواب سید احمد علی خان میرے چچا زاد بھائی تھے میں اُنکے انتقال کی خبر سنکر آگیا ہوں بعد اسکے شہر میں سے چلے گئے۔ بارش کی کثرت تھی پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوے شہر کے اندر راستے میں کسی جگہ سخت کیچڑ میں اُن کی پالکی کو جھٹکے لگے اس سے عظیم اخونزادے دل میں بے حد خوش ہوے۔

جلد اوّل ختم ہوئی

DUE DATE

[redacted]